هو المستعان

قل هاتوا برهانکم هذا ذکر من معی وذکر من قبلی ان کنتم صادقین

البرہان فی فلسفۃ القرآن

۱۳۳۷ ہجری

حصہ اوّل

مصنفہ مولانا بالفضل اولنا و بالعمل اتقانا المعروف بعبد الرؤف

ولد شیخ محمد یحییٰ بن شیخ نصیر الدین الصدیقی الموی الہ آبادی

مصنف دلائل فضائل الاسلام وصراط المستقیم وکتاب الحکم

در مطبع اسرار کریمی الہ آباد زیور طبع پوشید

تاریخ طبع براہین والبلاغ ۱۳۳۸ ہجری

برہان الاقوم آیات قرآن المحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے نام تو بہترین سرآغاز ۔ بے نام تو نامہ کے کنم باز
آرایش نامہاست نامت ۔ آسایش سینہا کلامت

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین
اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ـ اور بہترین
نعت ہے اوس ذات بابرکات پر جسکی نسبت خود خدا ے تعالی نے فرمایا ہے
وما ینطق عن الہوی ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی
ما کذب الفواد ومارای ـ یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا و نذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ
سراجا منیرا وما انت بنعمت ربک بمجنون وان لک لاجرا غیر ممنون وما ارسلنک الا
کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ـ وارسلنک للناس رسولا پس خوشتر ین شکر وامتنان ہے
اوس اکمل وافضل الشان پر جسکو اللہ تعالے نے خاتم النبیین رحمۃ للعالمین رسول
رب العالمین خود فرمایا ہے اور وہ محمد مصطفے احمد مجتبے ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ
واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ قال اللہ تعالی وکفی باللہ شہیدا الذین یتبعون الرسول
النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہہم
عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی

کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون
قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموت والارض لا الہ الا ہو یحیی
ویمیت فآمنوا باللہ ورسولہ الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تہتدون
اور یہ عمدہ ترین تعریف وتوصیف ہے ان مہاجرین وانصار اور مومنین الی یوم القرار
واصحاب کبار پر جن کے نسبت خدائے عزیز حکیم وعزیز علیم نے اپنے کتاب کریم اور نبی
قرآن حکیم میں فرمایا اور وعدہ کیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم
محمد رسول اللہ مغفرۃ واجرا عظیما۔ وعد اللہ المومنین والمومنات جنت تجری
من تحتہا الانہار خالدین فیہا ومساکن طیبۃ فی جنت عدن ورضوان من اللہ اکبر ذلک
ہو الفوز العظیم۔ الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ
عند اللہ واولئک ہم الفائزون یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لہم فیہا نعیم
مقیم خالدین فیہا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی
سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم والذین
آمنوا من بعد وہاجروا وجاہدوا معکم فاولئک منکم۔ والسابقون الاولون من المہاجرین
والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنت تجری
تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم۔ ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ
وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین۔ اور خدائے عزوجل نے فرمایا ہے کہ
واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ اس کتاب کے لکھنے کی غرض اور مدعا اور اسے غرض یہ ہے
کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے کی ترغیب وترہیب وتحریک کی سبب ہو
اور عملہا وصالح کی تعداد ازدیاد کی باعث۔ اور انسانوں کو نیک بنا دے و برائی سے

بچاوے غرضکہ تکمیل اخلاق و حسن اعمال کے لئے مکمل ذریعہ ہو۔ آیات محکمات قرآن سے تا بہ
امکان استنباد و استشہاد ہے تاکہ معجزہ و اسرار و حکم قرآن حکیم و کریم سادہ سلیس عام فہم اُردو مین
ان اطراف کے زبان و محاورہ کے مطابق آجاوے۔

جا بجا محاورہ و فصیح الفاظ و جملونکی بھی چاشنی ڈالدی ہے۔

انواع فضائل و رذائل اور اُنکے جزئیات جسقدر قرآن مین بیان ہین جنکی ضرورت
واقعی و اصلی ہو سکتی تھی بس یہ جزئی واقعات سے منتقص ہیں بہ اختصار لہذا اس کتاب مین بھی
اسی طریق کو بہتر و برتر سمجھا ہے اصح یہی ہے کہ جن امور کے ظاہر کرنے و بحث مین لانے سے قرآن
مین بھی احتراز ہے اور آنحضرت کے افعال مین بھی اُنکا جواز یا نظیر نہین ہے اُنکو مذہبی حیثیت
ہرگز نہ دینا چاہیے اور اُنپر عقلی بحث کر سکتے ہین لیکن مذہبی احکام حلال و حرام
مین اُنسے چشم پوشی بحیثیت مذہبی عین حکمت ہے۔۔۔

وہ جسقدر ہین وہ تکمیل و تعمیل و ارتقاے و بقاے مذہب کیلئے کافی و وافی ہین اس طریق کو
ترجیح دینے سے فرقہ بندی و تنازع مذہبی کی جڑ کٹ جاتی اور بحث لاطائل و فضول سے نجات
ملجاتی و جھگڑا چھوٹ جاتا ہے غرضکہ موضوع بیان برہان بالقرآن کے ساتھ اُن اعمال ارادی
و احکام و حلال و حرام کا بیان ہے جسکی ترک یا اختیار کی ہدایت دین اسلام مین اصولاً یا فروعاً
یا نصاً یا ضمناً آئی ہے اور جو انسان کے تصاحب و تعامل واقع ہوتے اور شخصی اور نوعی و ملی اور ریاست
کے بقا اور اسکے ترقیونکی کمی و بیشی مین موثر ہوتے اور ثواب یا عذاب کا باعث ہوتے ہین
اس کتاب مین مینے یہ کوشش کی ہے کہ آیات محکمات غیر متشابہات جامعات قرآن حکیم
سے برہان و استنباد و استشہاد ہون تاکہ صراط مستقیم و فلسفۂ اسلام و تاریخ اسلام و فلسفہ
قرآن کریم اور بھی روشن اور نور افشان و مرتب ہو سکین اور اُنکے بیان آسان ہو جاوین و فضل اسلام

و قرآن ثابت ہوتے ہیں تفسیر آیہ بالایہ کو تا بامکان مقدم رکھا ہے جن آیات سے استنباط و استشہاد
اجتہاد ہے انکو پوری لکھدیا ہے تاکہ پتہ لگ جاوے کہ سیاق و سباق مخالف تفسیر ہے یا کچھ آیات کو
مفسر نے چھوڑ دیا یا زیادہ کر دیا یہانتک کہ بعض جگہ اول تا آخر وہ آیات بھی لکھدیا ہے جنکا کچھ
تعلق اس آیت سے ہے جس سے سند ہے میرا ایمان ہے کہ سیاق و سباق قرآن معجز ہے اور جا بجا غلط
استدلالات اور اعتراضات پیدا کرنے سے بچاتے رہتے ہیں اور وہ خود ہی ترجمۂ قرآن کر دیتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں
کہ کیوں ایسا طریق اختیار کیا صاف و شیرین طرز بیان ایسا رکھا گیا ہے جو سب سے زیادہ قابل
خیال ہے یہ ترجمہ بالکل لفظی کیا ہے تاکہ آیات جس طرح ہیں اسکی تصویر سامنے رہے نظام آیات و طریق
بیان میں تغیر نہو و طرز بیان اسلوب مطابق الفاظ قرآنی رہے اسکا لحاظ نہیں کیا کہ زبان بھی کیسی
و بے محاورہ ہو جاتی ہے لیکن ایسا ہی نہیں ہے کہ ادائے مطالب سے ترجمہ قاصر ہے فلسفیانہ و
حکیمانہ بحث و تحلیل کی اگر کہیں ضرورت ہوئی دلائل عقلی کی جہاں حاجت معلوم ہوئی تو وہ بھی لکھدیا ہے
اسطرح نہایت اہم و مقدم مسائل علمی فلسفی بکثرت اس کتاب میں ملینگے لیکن اختصار و جامعیت
کے ساتھ مع ثبوت دلائل مقدم آیات قرآنی کو رکھکر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ سائنس و فلسفہ و علوم حکمیہ
کا اس زمانے کے جو تغیر یا مسئلہ ہے مسائل اور جو زندگانی انسانی و ارتقائے عالم کے لئے ضروری
ہیں وہ قرآن مجید میں جس خوبی و خوش اسلوبی سے ہیں وہ معجزہ اور حیرت کا سبب ہیں کہ ایسے زمانے
میں ایسے ملک کے ایک امی کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے اور اللہ تعالے نے اپنی
مشیت و قدرت کو انسان حقیقت البیان تک پہونچایا پس صداقت دین محمدی و قرآن
کے لئے وہ برہان ہیں -

جامع الحروف عبد الرؤف صدیقی موہی الہ آبادی ولد شیخ محمد یحییٰ
بن شیخ نصیر الدین -

بہترین خلق اور بدترین خلق کون ہین

سورہ بیّنہ مین ہے ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا اولئک ھم شر البریہ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریہ جزاءھم عند ربھم جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ

اہل کتاب مین سے جو کافر ہین اور مشرکین نار جہنم مین رہینگے وہی بدترین خلق ہین جو ایمان لائے اور اونہون نے عمل صالح کیا وہی بہترین خلق ہین اون کا بدلا اون کے رب کے پاس جنتین رہنے کی جگہ ہین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین ہمیشہ اوسمین رہینگے۔ راضی ہوا اللہ اونسے اور وہ راضی ہوئے اوس سے یہ سبب اس کے کہ ڈرے اپنے رب سے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ایمان لائے اور اونہون نے عمل صالح کیا یعنی دونون کیا وہی بہترین خلق ہین اون کے لئے وہ ثواب ہین جو ان آیات مین مذکور ہین اور یہہ ثواب اس لئے ہین کہ وہ اپنے رب سے ڈرے یعنی اپنے رب سے ڈر کر عمل صالح اونہون نے کیا لہذا ایمان لاکر اور اللہ سے ڈر کر عمل صالح کرتے رہنا بہترین سعادت انسانی ہے جس کو وہ اپنے افعال کے بدلا مین حاصل کرسکتا ہے۔ اسیطرح اہل کتاب کا کفر کرنا یعنی حضرت مسیح وغیرہ کو ہو اللہ کہنا وغیرہ جنکی تفصیل ہم نے جدا اسی کتاب مین بیان کی ہے جہان کافر کی تعریف کی ہے۔ دوسرے خلاف ایمان باللہ اعتقاد کے ظلم بھی کرنا جیسا کہ کفروا سے نکلتا ہے اور مشرکین کا نار جہنم مین رہنا ہے اور اون دونون کا بدترین خلق ہونا اور چونکہ کفر ایمان اور عمل صالح کے مقابلہ مین ہے لہذا وہ مشرکین و کافرین اہل کتاب بدترین خلق ہین جنہون نے عمل غیر صالح یعنی ظلم بھی شرک و کفر کے ساتھہ کیا ہو مطلق شرک و کفر

سبب لشر البریہ ہونے کا نہین ہے جیسا کہ تقابل سے ثابت ہے۔ سورہ انبیاء مین ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض — اور بیشک لکھا ہے ہمنے زبور مین بعد ذکر کے کہ زمین کے
یرثها عبادی الصالحون ان فی هذا لبلٰغًا — وارث ہونگے میرے صالح بندے اسمین بلاغ ہے اوس قوم کیلئے
لقوم عٰبدین وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین — جو عابد ہین اور نہین بھیجا ہمنے تجھکو مگر بروے رحمت جہانون کیلئے

پس اللہ تعالی نے زبور مین بھی لکھدیا ہے اور اوسکی وجہ سے محکم اور قطعی ہے کہ زمین کے وارث یعنی حاکم اللہ کے صالح بندے ہون گے۔ یعنی جو عمل صالح کرتے رہتے ہونگے اور اونکین صالحیت اور قابلیت بسبب اپنے عمل کے وارث فی الارض ہونے کے ہوگی۔ اور اس امر کے اللہ تعالی کے ظاہر کردینے مین عبادت کرنے والی قوم کے لئے بلاغ ہے یعنی وہ ایسی ہی عبادت کرین جس سے صالحیت مذکور پیدا ہو اور اللہ نے جہانون پر رحمت کرکے آنحضرت کو بھیجا ہے لہذا آپ نے بلاغ مذکور عابدین کو پہونچادیا اور خود نمونہ و مثال بنکر دکہادیا تاکہ آپکا اسوہ حسنہ اور عمل عبادت کہنے اور صالح ہونے کا ذریعہ ہو۔ اور اسطرح آپ رحمة للعالمین ثابت ہوئے۔ لہذا ثابت ہوا کہ صالحیت رحمت کا سبب ہے اور عبادت کا نتیجہ اہم اور مقدم صالحیت ہے اور وارث فی الارض ہونا اوس کا ضروری نتیجہ ہونا چاہیئے۔ لہذا بہترین خلق اور وارث فی الارض ہونے اور اپنے کو رحمت ثابت کرنے کیلئے اور عابد بننے کے لئے ایمان اور عمل صالح یا یون کہو کہ صالحیت بہترین ذریعہ ہے۔

تنازع للبقا و بقاے اصلح کے قانون

اور بعض کے بعض سے رفع ہونے کی مصلحت و سلسلۂ علت و معلول

سورہ بقر مین ہے ولولا دفع اللہ الناس — اور اگر نہ دفع کرتا اللہ آدمیون کو اونکے بعض کو بعض سے

بعضہم ببعض لفسدت الارض لکن اللہ ذو فضل علی العالمین تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق وانک لمن المرسلین

فاسد ہو جاتی زمین لیکن اللہ فضل والا ہے جہانون پر یہ اللہ کی آیات ہین پڑہتے ہین ہم اونکو تجہپر حق کیساتھ اور تو مرسلین مین سے ہے۔

ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے دفع ہوتے رہنا یعنی تنازع للبقا مین انسان کے ہونیکا سبب اور اوس کے دفع ہونے کی وجہ اللہ تعالی نے ان آیات مین یہ بیان کیا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین فاسد ہو جاتی لیکن اللہ نے اپنے فضل سے دفع ہوتے رہنا قائم رکہا اور اس بیان کو آیات اللہ فرمایا ہے جس کو آنحضرتؐ پر تلاوت بالحق کرنا کہا ہے اور یہ بھی تصدیق فرمایا ہے کہ آپ مرسلین مین سے ہین۔ پس تنازع للبقا مین دفع ہونا ایک کا ایک سے ایسا اہم ہے کہ اوس کو اللہ تعالی نے آیات اللہ قرار دیکر آنحضرتؐ پر بالحق تلاوت کرنا اور آپ کو مرسلین مین سے تصدیق کرکے آپ سے کہنا ضروری سمجھا ہے لہذا یہ اصول بہت زیادہ قابل یاد رکہنے اور قدر کرنے کے ہے۔ اور اس اصول کو سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ملا کر پڑھو

ان الارض یرثہا عبادی الصالحون

زمین کے وارث ہونگے میرے صالح بندے۔

پس ثابت ہوتا ہے کہ دفع سے بچنے کے لئے اور بقائے اصلح کے لئے عباد صالح ہی ہون گے کیونکہ وارث فی الارض وہی ہون گے جو دفع سے بچ جاوین۔ پس تنازع للبقا اور بقائے اصلح دونون قانونون کی انسانون مین عام ہونے کی ان آیات سے تصدیق ہوتی ہے۔

اور سورۂ حج مین ہے ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفور ٥ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر

اللہ ہٹا لیگا ایمان والون سے اللہ نہین دوست رکہتا ہر خیانت کرنیوالے ناشکر کو حکم دیا گیا اون لوگون کو جن سے لڑتے ہین اسبب سے کہ وہ ظلم کئے گئے اور اللہ اونکی مدد پر قدرت رکہتا ہے وہ جو نکالے گئے اپنے گھرون سے بغیر حق کے

الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان
یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس
بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات
ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن
اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز الذین
ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا
الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ط
وللہ عاقبۃ الامور ط

مگر اسپر کہ اون لوگون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور
اگر نہ دفع کرتا اللہ آدمیون کو بعض کو بعض سے ڈھا جاتے
تکیئے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدین جنمین اللہ کا نام
بہت لیا جاتا ہے اور اللہ مدد کریگا اونکی جو مدد دیتا ہے اسکو
اللہ مضبوط غالب ہے وہ لوگ ہین کہ اگر قدرت دین ہم
اونکو زمین مین قائم کرہین نماز اور دین زکوٰۃ اور امر
بالمعروف ونہی عن المنکر کرین اور اللہ کے اختیار مین ہے
انجام کامون کا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے دوسرے آدمی سے دفع ہوتی رہنے مین کیا حکمت ہے اور جو اللہ کی مدد دیتا ہے یعنی اوسکی رضا کے موافق کام کرتا ہے اوس کی مدد اللہ قوی عزیز بھی کرتا ہے اور اللہ نے اون لوگونکی مدد کرنے اور مدد دینے کا وعدہ کیا جو نماز درستی سے قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہین۔ لہذا معلوم ہوا کہ صفات مذکور رکھنے والے بقاے اصلح کیلئے زیادہ موزون ہین پس آیات مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے کہ ہر دو قانون مذکور طبعی و فطری اور تمام انسانون پر حاوی ہین اور امن دوامی نہین ہو سکتا بلکہ ایک کے دوسرے سے دفع ہونے سے نیکی وحق کی ترقی ہوتی رہتی ہے اور وہ چیزین جو اصلاح کا سبب ہین اور جنمین وہ لوگ رہتے ہین جو فتنہ و فساد جنگ وجدل نہین کرتے وہ بچے رہتے ہین اور جمود کو زوال ہوتا رہتا ہے۔ اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانون پر جب ظلم ہوا اور اللہ اونکی مدد پر قدرت اوسوقت رکھتا تھا تب دفع کا اونکو حکم ہوا بغیر ظلم کے اونہون نے پیشدستی نہین کی پس کم سے کم اوس وقت تک جبکہ یہ آیات سورۂ حج کی نازل ہوئین مسلمانون نے

صرف ظلم سے بچنے کیلئے اور بعد ظلم کے لڑائیاں کین لہذا وہ نظیر خود اُن سے لڑائی کرنے کی نہین ہوسکتی جنہون نے ظلم نہ کیا ہو اور گھرون سے اس کہنے پر نہ نکال دیا ہو کہ ربنا اللہ۔

اس عالم مین اللہ تعالی کا یا یون کہو کہ فطرت یا نظام عالم کا عام و عالمگیر قانون جس پر یہ دنیا چل رہی ہے تنازع للبقا اور بقاے اصلح ہے۔ کوئی ذات اور کوئی قوم بلکہ کوئی شے ان قوانین سے مستثنی نہین ہے وہی ذات یا وہی جماعت تنازع للبقا کے جدوجہد مین محفوظ رہتی ہے جو اصلح و اقوی ہو اور جو اس امر کی قوت و صلاحیت رکھتی ہو کہ دوسرے اپنے مقابل اشخاص و اشیاء پر غالب آوے۔ چنانچہ سورۂ قصص مین ہے۔

ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان اور نہ سست ہو اور نہ رنج کرو تم غالب ہو گے
کنتم مومنین۔ اگر تم مومن ہو۔

پس تمغہ امتیاز مومنین غلبہ قرار دیا گیا ہے اور غلبہ کی شرط مومن ہونا قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اصلح و غالب ہونے کیلئے مومن ہونا یا یون کہو کہ وہ افعال کرنا جو مومنین کے واقعی ہین لازمی ہین۔

علاوہ اس کے ایک اور ضروری اور اہم مسئلہ ہر دو آیات مذکورۂ بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ چونکہ دفع الناس بعضہم ببعض عباد صالح ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے اور کوئی مسبب بغیر سبب اور کوئی معلول بغیر علت کے نہین ہوتا یا کم سے کم یہ دونون امور بغیر اپنے مسبب مذکور کے نہین ہوتے۔

اصلاح ذاتی و اصلاح قومی

پس جبکہ یہ امر مسلمہ ہے اور قران مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ تنازع للبقا کی جدوجہد مین جو اصلح ہوگا وہی زمین کا وارث و متصرف ہوگا تو یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے

کہ ایک اصلح ہونا ذاتی اور فردی ہے اور دوسرا قومی وجماعتی۔ یعنی یہ کہ کوئی فرد واحد دوسرون سے بوجہ اپنی صالحیت کے اپنی جماعت مین محفوظ و کامیاب رہے یا کوئی جماعت اپنی غیر جماعت سے محفوظ و کامیاب رہے اور اُن کے مقابلہ مین وارث ملک و زمین کا ہو لہذا دو قسم کے حقوق اغراض مذکور کے حاصل کرنے کے لئے لازم ہوتے ہین ایک قومی وجماعتی. مابین اپنی قوم وجماعت کے جس کے وہ جزو ہین۔ دوسرے مابین دیگر اقوام یا جماعت کے جو اپنی قوم وجماعت کے غیر ہون بیروے دین اسلام و قران مجید دونون طرح کے حقوق کے متعلق احکام و نظام و اصول مفصل ہین اور جن کا بیان قران مجید مین بہترین طور پر بنہایت انتظام کے ساتھہ ہے۔

بغاوت بغیر حق کی ممانعت نہ بغاوت ضروری حق کی

مطلق بغاوت کی ممانعت قران مجید مین نہین ہے بلکہ بغاوت بغیر حق کے حرام ہے پس اس نکتے کو ذہن نشین رکھنا چاہئیے کیونکہ بغیر بغاوت یعنی تبدیل حالت کے اصلاح ہو ہی نہین سکتی اور جمود مٹ ہی نہین سکتا جو لازماً و فطرتاً ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ اعراف مین ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا و ما بطن والاثم والبغی بغیر الحق و ان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطاناً و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ٥ پس بغی بغیر الحق حرام ہوئی۔

سب سے اول اصل اصول دین محمدی کا مومنین کا اپنی جان و مال کو بعوض جنت کے اللہ کے ہاتھہ بیچنا ہے

صاحبان درایت و اہل فراست و ماہران فلسفہ اسلام و غائران قران مجید و واقفان سیرت

آنحضرتؐ علیہ السلام وصحابہ کرام پر پوشیدہ نہین ہے اور جس نے کل اوامر ونواہی
وفلسفہ قران مجید پر با دب غور کیا ہے اوس کو عین الیقین ہے کہ پہلا مقدم وبنیادی
اصل اصول مذہب اسلام کا یہ ہے کہ مومن اپنی ذات ومال اور ہر چیز کو اللہ رب العالمین کے
ہاتھہ جس کا کوئی شریک نہین ہے بعوض جنت کے بیچڈالے جس سے ہر عمل اوس کا
بغیر کسی دوسرے کی شرکت کے اللہ کے لئے ہونے لگے۔ جس کا لازمی نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ عبدیت ومعبودیت وخالق ومخلوق کا امتیاز مستقل وکما حقہ قائم ہوجاتا ہے
کیونکہ جب ایک مومن کو یقین ہوگیا کہ کل اشیاء کا خالق ایک ہی اللہ ہے اور کل اشخاص
واشیاء اوسکی عبدیت مین ہین تو وہ اپنے مثل انسانون اور دیگر اشیاء مین الزاماً یہ امتیاز
کریگا کہ چونکہ عبدیت مین وہ اوس کے ساتھہ متشارک ہین لہذا درجہ معبودیت یا ربوبیت اون کو
نہین دیا جاسکتا اور یہی امتیاز اپنے فضل اور اپنے درجہ کو بھی قائم کرتا ہے کہ وہ اپنے کو
عبد اللہ سمجھتا ہے اور اپنے معبود کا شریک کسی شخص وشئے کو نہین مانتا ہے بلکہ مسخرات پر اپنے کو
متصرف سمجھتا ہے۔ پس عبد کے لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ عبد کی جان ومال یا یون کہو کہ ذات
اور کمائی اور جو کچھہ اوس کا ہو یا جس کو اپنا کہتا ہو اون سب کا مالک کامل اوسکا معبود رب العالمین
ہی ہے نہ کوئی دوسرا شخص اور دوسری شئے۔ کوئی دخل واختیار عبد کو بغیر اجازت وہدایت
ورضامندی معبود کے اشیاء مذکور پر نہین ہوتا اس لئے سچا اور پورا بایع عبد وہ ہے کہ اپنی
ہر چیز کی نسبت وہی کرے جو اوس کے معبود کا حکم اور اوس کا منشا معلوم ہو اور اوسکی رضامندی کے
موافق ہو۔ حرکت وعمل ویسا ہی کرے یا اون کو ترک کرے اور جان تک کو بھی معبود کی رضامندی مین
لگا دیوے اور جسطرح اللہ تعالی سے ڈرنا چاہیئے اوس طرح آدمیون سے نہ ڈرے جیسا کہ سورۂ مائدہ
مین ہے فلا تخشوا الناس واخشون سو نہ ڈرو آدمیون سے اور مجھہ سے ڈرو۔

انسان مین قوت متفکرہ ہے پس ایک حد تک وہ سمجھکر اپنے اختیار کے وسیلہ و ارادہ سے کوئی فعل یا ترک فعل کرتا ہے اس لئے اوس کا فرض عین ہے کہ اپنی عبدیت و بایعیت کو عمل سے ثابت کرے اور وہ افعال کرے جو منشائے و حکم ایزدی کے مطابق ہو اور رضائے مولی از ہمہ اولی سمجھے۔ پس قوت متفکرہ کے ذریعہ سے سمجھکر انسان وسایل حیات و آرام دنیوی حاصل کرتا اور نفع اوٹھاتا ہے وہ قوت اوسمین عبث نہین ہے پس اوس کسب کو جو انسان کے اختیار مین ہے اللہ تعالی نے بسبب جزا یا سزا کا قرار دیا ہے اور چونکہ انسان کے ہر فعل و ترک فعل کا کچھنہ کچھہ نتیجہ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے مومنین کے جان و مال کی نسبت بعوض جنت کے معاملہ کرنا چاہا ہے اس لئے جسطرح بیع و شرا کا معاملہ ہوتا ہے اور جیسا معاوضہ دیا جاتا ہے یا انصافاً روک لیا جاتا ہے اوسیطرح معاملہ و معاوضہ اعمال کا آخرت مین ہوگا اور دنیاوی معاملات کی مثال سے آخروی معاملات کی مثال کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے۔ دلیل مذکورہ بالا کے ثبوت کیلئے سورہ توبہ کی یہ آیت ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ الآیہ

اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی ذاتون اور مالون کو بعوض اسکے کہ اونکے لئے جنت ہے۔

اس آیت مین انفسھم سے مراد کل جسمانی و روحانی ہر قسم کے قوی و جوارح ہین اسیطرح اموالھم سے مراد ہر قسم کی کمائی و عزت و حقوق وغیرہ ہین پس وہ انھی معنون مین مستعمل ہوئے ہین جسمین انسان کی وہ کل چیزین داخل ہو جاتی ہین جنکو وہ اپنا کہتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جزا کا وعدہ اللہ نے قران و توریت و انجیل مین کیا ہے اور جس کا وعدہ خدا کرے اوس سے زیادہ سچا وعدہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پس جو شے کہ اوس سے اوسکی بڑی مراد اور کوئی نہین ہو سکتی لہذا جان و مال کو مشتری کے منشائے حکم کے موافق لگانا چاہیئے تاکہ پوری قیمت وقت پر ملے

اور سورۂ حجرات مین ہے انما المومنون

سوائے اس کے نہین کہ وہ مومن جو ایمان لائے

الذین اٰمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصٰدقون۔

اللہ اور اوس کے رسول پر پھر شک کیا اور جہاد کیا بذریعہ اپنے اموال اور ذاتون کے اللہ کی راہ مین وہی سچے ہین۔

پس مومنین کے صدق اعمال کی شناخت جسطرح ہوتی ہے اوس کا ذکر اس آیت مین ہے،

اور سورہ مائدہ مین ہے قال اللہ ھذا یوم ینفع الصٰدقین صدقھم لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم

کہا اللہ نے کہ یہ دن ہے کہ نفع دیتا ہے صادقین کو اون کا صدق اون کیلئے جنتین ہین کہ جاری ہین اونکے نیچے نہرین اوسمین ہمیشہ ہمیش رہینگے راضی ہوا اللہ اون سے اور وہ راضی ہوئے اوس سے اور یہ سب سے بڑی مراد پانی ہے۔

پس صادقین کو جنہون نے جان و مال کو پورے و سچے طور پر بیچ کرکے عمل موافق مرضی معبود کے کیا ہے اور سچ کہا ہے ثواب بڑا موعود ہے۔ دنیا مین جس قدر محرکات انقلاب اور بڑے بڑے واقعات کا سبب ہوئے ہین اون سب سے زیادہ قوی و اسلم و اصلح مذہبی خیال ہے یعنی عبدیت کی ایمان کا جذبہ ہے وطنی و نسلی وغیرہ تخیلات و جذبات اوسکی برابری نہین کرسکتے کیونکہ جب بہت سے عبد مومن اعتصام بحبل اللہ کرکے فرائض عبدیت کو ادا و پورا کرنے اور جان و مال کو نثار و قربان و ایثار کرنے لگتے ہین اور قومی رنگ مین رنگجاتی ہین اور جذبہ مذکور کو اپنے اوپر غالب کرلیتے ہین تو اون کا مقابلہ کوئی دوسرا جذبہ قوت مین اور اصلح ہونے مین اور اقسط و اسلم ہونے مین نہین کرسکتا اور وہ ہمیشہ غالب و فلاح پانیوالے اور دین و دنیا مین آرام حاصل کرنے والے اور عدل و قسط کے شایع کرنیوالے ہوتے ہین اور اونکا مخالف دنیا مین رسوا و ذلیل و غیر اصلح ہوتا ہے۔ پس اس جذبہ کے قائم کرنے مین خود انسان کے لئے دین و دنیا دونون جگہ فائدہ ہے اور عیش و طیش ہین نعمت و عزت مین

رزق کی تنگی مین غرضکہ ہر فرحت وکلفت مین رضاے مولا کو ترجیح دینا شان عبودیت ہے،
اور اپنے نفس کو مطمئنہ بنانا ہے جیساکہ سورہ فجر مین اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک — اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف وہ تجھسے
راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی — راضی اور تو اوس سے راضی سو داخل ہو میرے بندون مین
وادخلی جنتی ؏ — اور داخل ہو میری جنت مین۔

اللہ غنی ہے نہ اوس کو کسی عبد کی عبادت کی ضرورت ہے نہ کسی پکارنیوالے کی حاجت
انسان دنیا کی زندگی مین خود اپنا نفع عبد صالح ومومن بنکر پاتا ہے لہذا اللہ اوس کو اوس کیلئے
رحمتاً ہدایت کرتا ہے۔ سورہ فرقان مین ہے۔

قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاءکم فقد کذبتم — تو کہہ نہین پرواہ کرتا میرا رب اگر نہ پکارو تم اوس کو
فسوف یکون لزاما — تو بیشک تم جھٹلا چکے تو ہوگا اوس کا لازم۔

لہذا مومن کے سب سے بڑے مقدم فرائض مین سے اپنی ذات ومال سب چیز کو
اللہ کی راہ مین لگانا ہے اور بعوض اُس کے جنت و درجات ورضاے خداوندی پانا ہے
یعنی ایمان کیساتھ دنیا مین عمل صالح کرنا ہے۔ اور آخرت مین اوسکی جزا پانا۔

میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی کیسے معلوم ہو

میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی کیسی برمحل نصیحت کیسی باموقع ہدایت ہے جامع خوبصورت
صداقت اور حکمت سے بھرا ہوا فقرہ ہے اور اوس حقیقت کا مظہر ہے جو لفظ اسلام
مین مضمر ہے رضاے الٓہی کے آگے سر جھکا دینا اسلام ہے یہی اصول صحیح ہے
تو پھر انسان کو معلوم کرنا چاہیئے کہ رضاے الٓہی کن کن امور مین ہے۔ پشتہا پشت کے تجربہ سے

یا مطالعۂ فطرت ہی پر اوسکو منحصر سمجھنا کیسا خود غرضی نہین اور خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر بیجا حملہ نہین۔
یہ باتین ممکن ہے کہ اون کو پسند آوین جو لوگ دہریت اپنے اندر رکھتے ہین لیکن جب ہم ایکبار تسلیم کرلین کہ ایک حکیم علیم خدا سے تعالیٰ ہمارے چارون طرف حکومت کر رہا ہے جس کا خاص منشا انسان کے پیدا کرنے کا ہے تو ہم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ منشاے الٰہی کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے۔ مذہب اس لئے آیا ہے کہ وہ ہم پر ہمارے خالق کے منشار کو ظاہر کرے کہ ہمین اوس نے کیون پیدا کیا۔ اسطرح ہم اوسکی غرض پوری کرنے کیلئے اپنی رضا کو اوسکی رضا کے ماتحت کر دیتے ہین۔ قران مجید مین بخوبی بیان ہے کہ کن اعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور اونکا حکم دیتا ہے اور اونکی ہدایت کرتا ہے اور کن سے ناراض ہے اور اون سے منع کرتا ہے اور اونپر عذاب دیتا ہے۔

تیری مرضی یعنی شریعت بقول پولوس لعنت ہے اور لعنت کیطرف لیجاتا ہے اس لئے تیری مرضی یعنی شریعت پر چلکر اوس کے قول کے بموجب نجات پا ہی نہین سکتے اسلئے کہ ہمین نجات مسیح کے خون کے ذریعہ سے بقول اوس کے حاصل ہوتی ہے اگر مسیح بھی پولوس کے اس انکشاف پر واقف ہوتے تو یہ سبق نہ سکھلاتے کہ میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی۔

دوسرا اصل اصول دین محمدی کا ایمان کیساتھ عمل صالح کرتے رہنا ہے

دوسرا اصل و بنیادی اصول اسلام کا یہ ہے کہ ایمان باللہ و عمل صالح کرتا رہے لیکن دونون کو ایک ساتھ کرتا رہے جو فرض عین ہے اور وہ پہلے اصول کی گویا تفصیل ہے تمام نیکیون سے افضل اور تمام نیکیون سے زیادہ ثواب اسی کا قران مجید مین بیان ہوا ہے اور جنت کا خلود ابدی ایمان و عمل صالح کا ثواب بیان ہوا ہے یعنی ایسی صالحیت پیدا کرنا

اور ایسا اصلح ہونا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور احکام کو بقدر وسعت ادا کر سکے اور ایسی صالحیت وقابلیت ذاتی وقومی کیلئے کوشش کرنا کہ عباد صالحین سے اپنی قوم وآپ ہو جاوے سورہ نساء مین ہے

والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سندخلھم	اور جو ایمان لاوین اور عمل صالح کرین داخل کرینگے ہم
جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین	اونکو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین اونمین ہمیشہ ہمیش
فیھا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق	رہینگے اللہ کا وعدہ حق ہے اور کون زیادہ سچا ہے
من اللہ قیلا ط	اللہ سے قول مین۔
اور سورہ طلاق مین ہے ومن یؤمن باللہ	اور جو ایمان لایا اللہ پر اور عمل کرتا ہے صالح داخل کریگا
ویعمل صالحا یدخلہ جنّٰت تجری	وہ اوس کو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین
من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا	وہ اونمین ہمیشہ ہمیش رہینگے۔ بیشک بہت اچھا
قد احسن اللہ لہ رزقا	دیا اللہ نے اوس کو رزق۔
اور سورہ تغابن مین ہے ومن یؤمن باللہ	اور جو ایمان لایا اللہ پر اور عمل صالح کرتا ہے دور کرینگے ہم
ویعمل صالحا یکفر عنہ سیاٰتہ ویدخلہ	اوسکی برائیون کو اور داخل کرینگے اوسکو جنتون مین
جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین	جنکے نیچے نہرین بہتی ہین وہ اوسمین ہمیشہ ہمیش رہینگے
فیھا ابدا ذٰلک الفوز العظیم والذین کفروا	یہ بہت بڑی مرادپانی ہے اور جو لوگ کافر ہین اور
وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار خٰلدین	جھٹلاتے ہین ہماری آیتون کو وہ نار والے ہین
فیھا وبئس المصیر ط	اوسمین رہینگے اور بری جگہ ہے پھر جانے کی۔
اور سورہ توبہ مین ہے الذین اٰمنوا وھاجروا	جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ مین
وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم	اپنے اموال اور ذاتون کے ذریعہ سے بہت ہی بڑا
اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون	درجہ ہے اون کا اللہ کے نزدیک وہی مراد پانیوالے ہین

یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان	خوشخبری دیتا ہے اونکو اونکا رب اپنی رحمت اور رضامندی
وجنٰت لھم فیھا نعیم مقیم خٰلدین فیھا	کی اور جنتین ہین اونکے لئے جنمین نعمتین قیام رکھنے والی ہین
ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم	ہمیشہ ہمیش رہینگے اوسمین اللہ کے پاس اجر بہت بڑا ہے
اور سورہ نسا مین ہے والذین اٰمنوا وعملوا	اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا داخل کرینگے ہم
الصّٰلحٰت سندخلھم جنّٰت تجری	اونکو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین ہمیشہ ہمیش
من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا لھم	رہینگے وہ اوسمین اون کیلئے اوسمین بیویان مطہرہ
فیھا ازواج مطھرۃ وندخلھم ظلا ظلیلا	ہین اور داخل کرینگے ہم اونکو چھاؤن مین۔
سورہ عنکبوت مین ہے والذین اٰمنوا	جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا اونکو ہم داخل
وعملوا الصّٰلحٰت لندخلنھم فی الصّٰلحین	کرینگے صالحین مین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور عمل صالح کرنا چاہیئے جسقدر ممکن ہو اللہ صالحین مین داخل کریگا۔ اس بات کا انتظار نہ کرنا چاہیئے کہ کوئی عمل غیر صالح نہو یا کوئی عمل غیر صالح ہوجاوے تو آیندہ عمل صالح ترک کردیا جاوے۔ پس جملہ آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت کا جو وعدہ ہے بالخصوص ابدی جنت و مغفرت کا وہ ایمان لانے والون اور عمل صالح دونون کے ایک ساتھہ کرنے والون سے ہے محض اوس مومن سے نہین ہے جس نے عمل صالح نہ کیا ہو اور صرف اللہ پر ایمان لایا ہو تمام قران مجید مین کوئی وعدہ ایسا نہین پایا جاتا جو جنت ابدی و مغفرت کے لئے ہو مگر عمل صالح اور ایمان دونون کیساتھہ نہ ہو صرف ذیل کی آیت ایسی ہے جس پر بحث ہوسکتی ہے اور وہ سورہ توبہ

کی یہ آیت ہے والمومنون والمومنٰت	اور مومن مرد اور مومن عورتین بعض اونکے رفیق ہین
بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف	بعض کے حکم کرتے ہین معروف کا اور منع کرتے ہین

وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ	منکر سے اور قائم رکھتے ہین نماز کو اور دیتے ہین
ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ	زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسول کی
اولٰئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم	اونپر رحم کریگا اللہ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے
وعد اللہ المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت	وعدہ دیا اللہ نے مومن مرد اور مومن عورت کو جنتون کا
تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا	بہتی ہین جنکے نیچے نہرین اوسمین رہینگے اور رہنے کی جگہ
ومسٰکن طیبۃً فی جنّٰت عدن ورضوان	پاک جنت مین اور رضامندی اللہ کی سبسے بڑی
من اللہ اکبر ذٰلک ھو الفوز العظیم ؏	یہہ بڑی مراد پانا ہے۔

اول تو ان آیات مین خلود ابدی و مغفرت کا ذکر نہین ہے دوسرے شروع آیت مین اعمال کا ذکر ہے پس جن مومنین اور جن مومنات سے وعدہ ہے اون سے مراد عمل صالح بھی ہوگا کیونکہ ماسبق متصل آیت مین اعمال کا ذکر ہے۔ پس یہ استدلال صحیح نہین ہے کہ خلود ابدی و مغفرت محض ایمان یا محض عمل صالح کی جزا ہے بلکہ دونونکے ایک ساتھہ کرنے کی جزا دہ ہین جیسا کہ آیات مذکورہ سے کما حقہ ثابت ہے۔ پس عمل صالح اگر اصل مقاصد مین سے ہے تو ایمان و مومنین کی جان و مال خریدنے سے صرف تقدس دینا مقصود ہے۔ لہذا دوسرا بنیادی و اصل اصول اسلام کا ایمان اللہ پر لانا اور عمل صالح جو کچھہ ہوسکے دونون کو ایک ساتھہ کرنا ہے تا کہ خلود ابدی و مغفرت اور وہ ثوابات جو آیات مذکورہ مین ہین بطور جزا کے ملین۔

عمل صالح سبب عزت کا ہوتا ہے

سورہ فاطر مین ہے من کان یرید العزۃ	جو (اپنی) عزت چاہتا ہے تو اللہ ہی کے اختیار
فللہ العزۃ جمیعا الیہ یصعد الکلم الطیب	مین ہے سب کی سب عزت اوسکی طرف چڑھتے ہین

والعمل الصالح یرفعہ ط — پاک کلمے اور عمل صالح کو وہ بلند کرتا ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عزت خدا کے دینے سے ہوتی ہے جو عزت چاہتا ہو وہ ایسے طریق اختیار کرے جس سے اللہ عزت دیوے اور وہ طریق عمل صالح ہے کیونکہ اسی آیت مین ہے کہ کلمہ طیب اوسکی طرف صعود کرتے ہین اور عمل صالح کو وہ بلند درجہ دیتا ہے یعنی صالح عمل کرنے والے کو وہ بلند قدر کرتا ہے جو ہم مفہوم عزت دینے کے ہے۔

عمل صالح سبب حیات طیبہ واحسن اجر کا ہوتا ہے

سورہ نحل مین ہے من عمل صلحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون — جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم اوس کو جلاوینگے طیب زندگی مین اور بدلا دینگے ہم اوسکا بدلا احسن اوسکے عمل کا۔

پس عمل صالح باایمان کرنا سبب ہے دنیا کے پاک جینے کا اور احسن بدلا پانیکا۔

وعدہ استخلاف فی الارض وغیرہ بعوض ایمان وعمل صالح

سورہ نور مین ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط — وعدہ کیا اللہ نے تم مین سے اون لوگون سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا کہ خلیفہ کریگا اون کو زمین مین جیسا کہ خلیفہ کیا تہا اونکو جو اونکے قبل تھے اور جما دیگا اونکے اوس دین کو جس سے راضی ہوا اون کیلئے اور بدل دیگا اونکو بعد اونکے خوف کے امن سے عبادت کرین میری اور نہ شریک کرین میرے ساتھہ کسی شے کو۔

پس اس آیت سے ایمان اور عمل صالح کرنے والون کے لئے خلافت فی الارض کا ملنا

ثابت ہوتا ہے کیونکہ جن سے اس آیت مین وعدہ کیا گیا ہے اون سے سبب یہی بیان کیا گیا ہے۔

اللہ متولی صالحین کا ہے

سورہ اعراف مین ہے قل ادعوا شرکاءکم	تو کہہ پکارو اپنے شرکیون کو پھر مکر کرو مجھسے سو مہلت نہ دو
ثم کیدون فلا تنظرون ان ولی الله	مجھ کو میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے نازل کیا
الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین	کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے صالحین کی۔

برائیان جسکی احاطہ کرلین وہ دوزخی ہے اور ایمان وعمل صالح سبب جنتی ہونیکا ہے

سورہ بقر مین ہے بلی من کسب سیئۃ و	ہان جسنے کمایا برائی کو اور گھیر لیا اوسکو اوس کی
احاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب	خطاؤن نے تو وہی ہین دوزخ والے اوسمین
النار ھم فیھا خالدون والذین امنوا	رہینگے اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا
وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنۃ	وہی جنت کے رہنے والے ہین وہ اوس مین
ھم فیھا خالدون ؕ	رہین گے۔

ان آیات سے بطور اصول کلی کے معلوم ہوتا ہے کہ جب برائیان کسب سے اس درجہ بڑھ جاوین کہ عمل صالح پر محیط ہو جاوین اور عمل صالح اونکی وجہ سے بے حقیقت و کم وزن ہو جاوین اگرچہ خطا ہوتے ہوتے ہی یہ نوبت آجاوے تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے لیکن جو ایمان لاوے اور عمل صالح کچھ نہ کچھ کرتا رہے اور اوسکی بدیان بڑھ کر مذکورہ بالا طور پر محیط نہو جاوین تو وہ جنتی ہوگا۔ پس اعمال سیئہ یعنی گناہون کا ایسا احاطہ کرلینا کہ عمل صالح پر وہ محیط ہو جاوین سبب خطرہ کا ہے۔

رجاء لقاء رب کب ہو سکتی ہے

سورہ کہف مین ہے من کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً

جو رجاء رکھنا چاہتا ہو اپنے رب کے لقا کی تو چاہیے کہ عمل صالح کرتا رہے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت مین کسیکو۔

پس اس آیت مین بطور اصول کلی کے بیان ہوا ہے کہ عمل صالح کرتے رہنا اور کسیکو اللہ کی عبادت مین شریک نہ کرنا اس رجا کے لئے کہ لقاء رب کے وہ لائق ہے امید دلاتا ہے لہذا عمل صالح کرتے رہنا اور کسی کی عبادت سوائے خدا کے نہ کرنا اصل الاصول اور غایت و مقصد اصلی ہے دیگر امور ہیچ ہین اور اسی آیت کے متصل ماقبل یہ آیت ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰہکم الٰہ واحد

تو کہدے کہ سوائے اس کے نہین کہ مین ایک بشر ہون مثل تمہارے وحی کیگئی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود معبود واحد ہے

پس اس آیت سے اور اس کے مابعد آیت مذکورہ سے صاف اور صریح یہ نکلتا ہے کہ جبکہ خود آنحضرتؐ جو بہترین انسان اور مکمل ترین بشر تھے مثل دوسرے آدمیون کے بشر تھے اور آپ کو معبود واحد کی پرستش کرانے کا حکم ہوا تو نہ کوئی پیر نہ کوئی پیغمبر اور نہ کوئی دوسرا انسان ایسا ہے جو معبودیت کا حق رکھتا ہو یعنی جو کچھ وہ خود کہے اوس کو بالکل صحیح سمجھکر اوسپر عمل کیا جاوے یا اوسکی ایسی تعظیم کی جاوے اور اوس کے لئے ایسے افعال تعظیمی کئے جاوین جو انسانون کے درجہ سے اوس کو مافوق ثابت کرتے ہون۔ سب انسان اس امر مین مساوی ہین صرف خدائے واحد قابل عبادت ہے اور عبادت دونون معنون مین استعمال ہوتی ہے جیسا کہ افتخذ و االلہ ھواہ سے ثابت ہوتا ہے اور عمل صالح و تقویٰ صرف سبب اکرام باہم انسانون مین ہے نہ کہ عبادت۔ عبادت یہی

نہین ہے کہ سجدہ و رکوع و قیام کیا جاوے بلکہ غیر مفترض الطاعت کے احکام کو ماننا اور اوسکی تعظیم ناواجب کرنا بھی اوسکی عبادت کرنا ہے۔

مثال و نمونہ و نصب العین ایمان و عمل صالح کا بروئے قرآن

بلحاظ مذکورہ بالا بیان کے سب سے بہتر طریق یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کی نسبت جو قرآن مجید مین بیان ہوا ہے اور اون حضرات کا مخصوص عمل جو ذکر ہوا ہے اور جو کرنے کا حکم ہوا ہے اوس کو لکھدیا جاوے کیونکہ اون سے بہتر مثال و نمونہ اعمال صالحہ کرنے والون کے لئے اور دوسرا نہین ہوسکتا اور خدائے تعالیٰ نے بھی اُسکو اسی غرض سے بیان فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون	اور چاہئیے کہ تم مین سے ایک جماعت ہو جو بلاتی ہو خیر کیطرف
بالمعروف وینھون عن المنکر اولٰئک	اور امر کرتی ہو معروف کیساتھہ اور منع کرتی ہو منکر سے وہی فلاح
ھم المفلحون۔ ولا تکونوا کالذین	پانیوالے ہین اور نہ ہوا اون لوگون کیطرح جو متفرق ہو گئے
تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم	اور اختلاف کیا اوسکے بعد کہ آئین اونکے پاس بینات
البینٰت واولٰئک لھم عذاب عظیم ط	اور اونھین کو عذاب بہت بڑا ہے۔

پس اس آیت مین تاکیدی حکم ہے کہ ایک جماعت کو مومنین مین سے ہونا چاہئیے کہ خیر کیطرف بلاتی رہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی رہے اور وہی جماعت فلاح پانے والی کہی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونکی طرح نہ ہو جو متفرق ہوگئے اور جن کیلئے عذاب بہت بڑا ہے۔ لہذا تفرقہ و اختلاف مٹانے کی غرض سے جو یہ خاص حکم دیا گیا ہے اور ہر زمانہ کے لئے ایک ایسی جماعت ہونے کے لئے حکم دیا گیا ہے اوس پر عمل کرنے کیلئے کوشش

حق نیوشی کو کھلا کہنا چاہیئے۔ ایسی ہی حکم کے عدم تعمیل سے موجودہ حالت مسلمانون کی ہوگئی ہے اور مثل اون کے ہوگئے ہین جنکا ذکر اسی آیت مین ہے کہ اونھون نے اختلاف کیا اور اون کو عذاب عظیم ہین۔ اور سورہ توبہ مین ہے

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم	اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی جان اور اونکے
واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون	مال بعوض اسکے کہ اونکو جنت ہے لڑینگے اللہ کی راہ
فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً	مین سو مارینگے اور مارے جاوینگے اوسپر وعدہ سچا ہے
علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقران	توریت اور انجیل اور قران مین اور کون زیادہ پورا
ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا	کرنیوالا اپنے عہد کا ہے اللہ سے سو خوشوقت ہو
ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز	اوس بیع کیساتھ جسکے ساتھ تم نے بیع کیا ہے اور
العظیم ط التائبون العابدون السائحون	یہ بہت بڑی مراد ملنی ہے توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے
الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف	حمد کرنیوالے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ
والناھون عن المنکر والحافظون	کرنیوالے حکم کرنیوالے معروف کیساتھ اور منع کرنیوالے منکر سے
لحدود اللہ وبشر المومنین ط	اور حفاظت کرنیوالے اللہ کے حدود کے ہین اور بشارت دے مومنین کو۔

پس ان آیات مین مومنین کے مخصوص ترین عادات بیان ہوئے ہین خصوصاً مومن کا جان اور مال اللہ کے ہاتھ بیچنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اور ظاہر ہے کہ جملہ امور مذکورۂ آیت قومیت کے قائم کرنے اور صالح بنانے مین کسقدر فائدہ مند ہین اور چونکہ اللہ ولی مومنین کا ہے اور مومنین کی حکومت کا نام حکومت الٓہی ہے اور اللہ کے نام سے حکومت ہوتی ہے لہذا اللہ کے تابع ہونے سے مقصود یہ ہے کہ حکومت شرعی مومنین کے تابع ہونا اور حکم خدا کے موافق عمل صالح کرنا۔ اور سورہ انعام مین ہے

قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی — تو کہہ کہ میری نماز اور میری عبادتین اور میرا جینا اور میرا مرنا
للّٰہ رب العٰلمین لا شریک لہ وبذٰلک — اللہ کیلئے ہے جو رب جہانون کا ہے اوسکا کوئی شریک نہین ہے
امرت وانا اول المسلمین ط — اور اسیکا مجھکو حکم ہے اور مین پہلا ایمان لانیوالا ہون۔

پس اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جینا مرنا کل فعل اللہ کے لئے ہونا چاہیئے اور آنحضرتؐ کو اوس کے اپنے نسبت کہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ دوسرے اوس کو نصب العین مثال بناوین۔ اور چونکہ اللہ کی مرضی کا حال کہ کس قسم کے فعل سے وہ راضی ہوگا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے لہذا نصب العین مومنون کو اونہین افعال کو بنانا چاہیئے جو قرآن مین خصوصیات مومنین بیان ہوئے ہین اور آنحضرتؐ کو اون کے اعلان کا اپنے لئے اس طرح سے حکم ہوا ہے کہ نصب العین مومنون کے لئے ہو سکے اور سورہ بقر مین تحت لیس البر الآیہ کے منجملہ دیگر امور کے یہ بیان ہوا ہے کہ جو تکلیف و سختی و لڑائی مین صبر کرتے ہین وہی صادق و متقی ہین مسلمانون کا تکلیف و سختی مین اور شرعی لڑائیون مین صبر کرنا ہی سچے مومن اور متقی ہونے کی نشانی ہے۔ اور سورہ توبہ مین ہے

لکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا — لیکن رسول اور جو اوس کیساتھ ایمان لے آئے کوشش
باموالھم وانفسھم واولٰئک لھم الخیرات — کرتے ہین اپنے اموال اور جانون کے ذریعہ سے اونہین
واولٰئک ھم المفلحون ط — کے لئے خیرات ہے اور وہی فلاح پانیوالے ہین۔

پس آنحضرتؐ اور آپ کے اصحابؓ کی خصوصیات اس آیت مین بیان ہوئی ہین۔ سورہ حج مین ہے الذین ان مکنٰھم فی الارض — وہ لوگ کہ اگر قدرت دین ہم اونکو زمین مین اقامت کرین نماز کے
اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا — اور دین زکوٰۃ اور امر کرین معروف کیساتھ اور منع کرین منکر سے
بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور — اور اللہ کا ہے انجام کامون کا۔

پس اس آیت مین اون مومنین کا ذکر ہے جن کو اللہ غالب کرنے والا تھا اور جنپر ظلم ہوا تھا اور اون لوگون کی مخصوص صفات بصورت قدرت پانے کے بیان ہوئی ہین اور منجملہ اون کے اقامت صلواۃ کے ہے جو بدلیل دوسری آیت کے فحشا و منکر سے بچاتی ہے اور منجملہ اون کے زکواۃ کا دینا بھی ہے جس کا مصرف سورہ توبہ کی آیت انما الصدقت الآیۃ مین مذکور ہین - اور ثابت ہوتا ہے کہ اگر زکواۃ اپنے مصرف مین صرف ہو اور مومنین اوس کو دیوین تو کوئی چیز اون کے قومی ترقی اور بقا مین حارج نہو - سورہ توبہ مین ہے

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیۃ	اور مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے رفیق ہین امر کرتے ہین معروف کا اور منع کرتے ہین منکر سے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین اور مومنات کو آپسمین ایک دوسرے کا رفیق ہونا شعائر مین سے ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اون کے خصوصیات مین سے ہے اور یہ سب مومنین کے وہ شعار و خصوصیات ہین جو منافقین سے اون کو امتیاز دیتے اور جدا کرتے ہین جیسا کہ ماسبق اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور تالف قومی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہین ہے - سورہ فتح مین ہے۔

ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ط	یہ اونکی مثال ہے توریت مین اور اونکی مثل ہے انجیل مین جیسے کہ ایک کھیت نے نکالا اپنا سبزہ پھر مضبوط ہوا پھر اور مضبوط ہوا پھر کھڑا ہوگیا اپنے پاؤن پر حیرت مین ڈال دیا کھیتی کرنیوالیکو تاکہ غیض مین آوین بسبب اونکے کافر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ تھے اون کی کچھ صفات ماقبل متصل

اس آیت کے بیان ہوئے ہین اگر ذلک مثلہم فی التوریٰۃ ومثلہم فی الانجیل اونکے متعلق کردیا جاوے تب بھی ہوسکتی ہے لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ذلک کے بعد جو مثال بیان ہوئی ہے اوس سے مراد ہے اوس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذلک مثلہم فی التوریٰۃ سابقہ امور بیان کردہ کے متعلق کردیا جاوے ومثلہم فی الانجیل آیندہ مثال کے متعلق کردیا جاوے۔ یعنی توریت مین مثال سابق بیان ہے اور انجیل مین مثال مابعد بہرحال توریت وانجیل مین خصوصیات صحابہ یا اونکی مثال کا بیان ہونا ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت مین یہ مثال دیگئی ہے کہ مثال اونکی زراعت کی ہے جس سے نکالا اپنا سبزہ یعنی سوئی پھر مضبوط کیا اوس کو پھر مضبوط ہوئی پھر کھڑی ہوگئی اپنے نال پر حیرت مین ڈال لیا کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصہ مین لاوے بسبب اپنے کافرون کو پس مثال صحابہؓ کی اسطرح اللہ تعالی نے دی کہ پہلے زراعت بوئی گئی اور یہان تک کہ بڑہی اور مضبوط ہوکر اپنے پاؤن پر خود کھڑی ہوگئی لہذا اس مثال کے دینے سے یہ مقصد ہے کہ رفتہ رفتہ اپنے پاؤن پر کھڑا ہوجانا اپنے قوت بازو پہ بھروسا کرکے کام کرنا اور ایسی قوت اپنے مین پیدا کرلینا کہ دوسری قومون کا محتاج نہ رہے شعار وخصوصیت و دستور اصحابؓ رسول اللہ کے تھے۔ پس خود سازی اور اپنے پر آپ بھروسا کرنے کے لئے اپنے پاؤن پر کھڑے ہونے کی قوت وہ قوت ہے جو قومونکو بنانے اور اونکی قومیت وعزت کے برقرار رکھنے اور اون کو غالب بنانے کیلیے اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور اس لئے اللہ تعالی نے مخصوص صفات کیطرح بیان کیا تاکہ دیگر مومنین اس اسوہ حسنہ کی پیروی کرین اور اسکی تائید کہ بین الاقوامی معاملہ مین ایسی قوت مومنین کو ہونا چاہیئے اسی آیت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ لیغیظ بھم

الکفار کیونکہ اپنے پاؤن سے کھڑا ہونا مضبوطی کے ساتھہ کفار کو برا معلوم ہونیکا سبب
ہوتا ہے۔ پس اس سے بخوبی ثابت ہے کہ بین الاقوامی معاملہ مین بھی اپنے اوپر اور اپنی
قوم و مومنین اور دینی بھائیون پر بھروسا کرنا اور اپنے پاؤن پر کھڑا ہو جانا وہ صفت محمود و
مخصوص آنحضرت صلعم کے ساتھیون کی ہے جو مثلاً توریت و انجیل مین بیان ہو چکی ہین اور
اس لئے بھی امت محمدیہ کو خیر الامة تمام آدمیون مین کہا گیا ہے۔ سورہ فتح مین ہے

محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء — محمد رسول اللہ کے ہین اور وہ جو اون کیساتھہ ہین شدت
علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا — کرنیوالے ہین کافرون پر رحم کرنیوالے ہین اپنے درمیان تو دیکھیگا اونکو
سجدا یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا — رکوع کرنیوالا سجدہ کرنیوالا چاہتے ہین فضل اللہ سے اور اوسکی رضامندی
سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود الآیہ — نشانی اونکی اونکے مونھون پر ہین اثر سجدہ سے۔

یعنی صلاحیت جو سجدہ کرنے والون کی صورت سے معلوم ہوتی ہے اوس کا نشان اون کی
صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے
ساتھی آپسمین رحم کرنے والے تھے اور شدت رکھنے والے تھے یعنی جیسا رحم
آپسمین کرتے تھے ویسا اپنے مخالف کفار سے نہین کرتے تھے بلکہ جو مقتضاے عدل
قومی اور بین الاقوامی ہے جنکے بابتہ احکام قران مین ہین اونکو وہ کرتے تھے جن کو ہم نے
اسی کتاب مین بیان کیا ہے اور یہ خصوصیت شیرازہ قومیت کی بندش کے تکمیل
کے لئے اکسیر و لازمی ہے اور صالحیت اور وراثت فی الارض کیلئے کیمیا ہے۔ اور

سورہ مایدہ مین ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا — اے مومنو کون ہے تم مین سے جو پھر جاوے اپنے
من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ — دین سے سو قریب ہے کہ لاویگا اللہ ایک قوم کو
بقوم یحبھم ویحبونہ اذلة علی المومنین — جو اوسکو چاہتے ہون اور وہ اوسکو چاہتا ہوے۔

اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم الآیہ

کرنیوالے ہونگے مومنین کی ذلت دینے والے ہون گے کافرون کو لڑینگے اللہ کی راہ مین نہ ڈرینگے ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قوم کی مثال اس آیت مین دی گئی ہے کہ اللہ کو وہ دوست رکھتی ہے اور اللہ اوس کو دوست رکھتا ہے وہ مومنون کی عزت کرنے والی اور کافرون کو عزیز نہ سمجھنے والی اور اون پر جبروت اور اپنی عزت قائم رکھنے والی اور بمقابلہ مومن کے اونکو ترجیح نہ دینے والی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنیوالی ہے۔ لہذا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی عزت کو کافرین کے عزت پر ترجیح دینا اور قومی عزت قائم رکھنا اصل اور صحیح طریقہ ہے اور آنحضرتؐ اور آپکے اصحابؓ کرام اوس کے لئے مامور تھے اور اسی کو نصب العین بنانا چاہیئے جو قومیت کے قائم کرنے کے لئے مفید ترین ذریعہ ہے۔ نتیجہ سب مذکورہ بالا آیات کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ اور سابقین اولین مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم راضی ہے د بدلیل دیگر آیات کے دیگر اصحاب کرامؓ قومیت کے بنانے کیلئے اور قوم صالح پیدا کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کے لئے بہترین مثال اور نمونہ تھے اور جان و مال اور محنت اپنی اون حضرات اور بزرگان نے اوسمین لگا دیا پس ہر مومن کا نصب العین آیات مذکورہ بالا پر ہونا چاہیئے اور عبد صالح بننا چاہیئے۔ شناخت مومن کی جن آیات کے رو سے ہوتی ہے جو دوسری جگہ بیان ہین اون کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے اور یہ امور محققہ مین سے ہین اور اس زمانہ مین کالشمس نصف النہار ثابت ہو گیا ہے کہ بغیر قومی و جماعتی طور پر کام کئے اور قوم کے بنائے ہوئے قوم مین کوئی فرد بھی صالح نہین بن سکتا۔

ذیل کے مذہب کہنے والے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاوین اور عمل صالح کرین تو اونکو خوف نہین نہ تو وہ غمگین ہونگے

سورہ مایدہ مین ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی من اٰمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

جو ایمان لائے اور یہودی اور صابئین اور نصارے جو ایمان لاوے اللہ اور یوم آخر پر اور عمل صالح کرتا ہے تو نہین خوف اون پر اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

پس جسطرح ایمان والون کے حقوق و ثواب اسی آیت مین ہین اوسیطرح یہودی و صابئین و نصاری کے بھی ہین لہذا اونمین سے ہر ایک جو نیک کام کرے [illegible] ثواب و اجر پاوے گا اور جبکہ اون کو خوف نہین اور غمگین نہ ہون گے تو [illegible] بھی اون کی ہوگی اور درجات بھی اونکو ملینگے۔

اہل کتاب مین سب برابر نہین اونمین صالحین ہین اور اونکی نیکی قبول ہوگی اور اونکے افعال یہہ ہین

سورہ آل عمران مین ہے لیسوا سواء من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون اٰیٰت اللہ اٰناء الیل وھم یسجدون یؤمنون باللہ والیوم الاخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ

سب برابر نہین اہل کتاب مین ایک جماعت اونکی درست ہے پڑہتی ہے اللہ کی آیات کو راتون کو اور وہ لوگ سجدہ کرتے ہین ایمان لاتے ہین اللہ پر اور یوم آخر پر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہین اور جلدی کرتے ہین نیکیون پر اور وہ لوگ صالحین مین سے ہین اور جو نیکی کرین گے تو ہرگز نامقبول نہ ہوگی اور اللہ علیم ہے

علیم بالمتقین ط   متقین کا-

پس سب اہل کتاب کو جو دین محمدی نہ قبول کریں غیر صالح کہنا اور یہ کہنا کہ اونکی نیکیون کا
ثواب اونکو نہ ملیگا صحیح نہین ہے بلکہ اونمین ایک جماعت درست یعنی افعال نیک
کرنے والی بھی ہے جو افعال مذکورہ آیت ہذا کرتی رہتی ہے لہذا سب اہل کتاب برابر
نہین اونمین کافر بھی ہین اور صالح بھی ہین- علاوہ اس کے جو ایک ذرہ برابر بھی خیر کریگا وہ
ثواب پاوے گا اور جو ایک ذرہ برابر بھی شر کرے گا وہ سزا پاوے گا خواہ وہ کوئی
مذہب رکھتا ہو جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہے اور سورہ زلزال مین بھی ہے-

تکملہ اصل اوّل اسلام کا تقوی کرنا ہے

دینا فخورھوی عزت

تقوی کی تعریف و مفہوم ہر زمانہ مین مسلمانون نے جدا جدا بموجب اپنے خیال کے کی ہے
یعنی جس نے اوس کے جس خصوصیت پر لحاظ کیا ویسا ہی تعریف و تحدید اوسکی کردی-
ایمان و عمل صالح کی جزا مغفرت اور جنت کا خلود ابدی وغیرہ ہے اور تقوی کی جزا
جنت کا خلود ابدی قران مجید مین نہین بیان ہوا ہے لہذا تقوی کے اور ما بین ایمان و عمل صالح
کی تعریف و حد کے کچھ فرق ضروری ہے- مثلاً ایمان باللہ مین اللہ سے ڈر کر بچنا بھی
شامل ہے لیکن تقوے مین دیگر امور ایمان باللہ کے شامل نہین اصل یہ ہے
کہ بہت سے اعمال ایسے ہین کہ اگر وہ نہ کئے جاوین تو سبب عذاب کا ہوتے ہین دوسرے
بہت سے اعمال ایسے ہین کہ اگر اون سے اللہ سے ڈر کر نہ بچین تو بھی سبب عذاب کا
ہوتے ہین پس بعض اعمال کا کرنا اور بعض سے بچنا سبب ثواب کا ہے اور اونکے علاوہ
ایسے افعال بھی ہین کہ اون کے کرنے سے ثواب و درجات ملتے ہین اور اونکے ترک

کرنے سے کوئی مواخذہ یا عذاب بروے دین اسلام نہین ہوتا لہذا تقوی پرہیزگاری کرنے کو کہتے ہین یعنی تقوی اون افعال کے کرنے اور اون افعال سے اللہ سے ڈر کر بچنے کا نام ہے جنکا کرنا بغرض بچنے کے اور اون سے بچنا بھی سبب ثواب ہے اور عمل صالح ہر قسم کے محمود افعال پر شامل ہے لہذا تقوی بھی عمل صالح وایمان باللہ مین شامل ہوجاتا ہے۔ پس تقوی ہر قسم کی برائیون سے اللہ سے ڈر کر بچنے اور خدا کے اور آخرت کے عذاب سے بچنے کو کہتے ہین اور اسکے بچنے کی غرض سے اور بچنے کی حفاظت کے لئے جو عمل یا ترک عمل کیا جاوے وہ بھی تقوی مین شامل ہے کیونکہ وہ وسائل تقوی ہین ایمان لانا اور نماز وغیرہ پڑھنا اس لئے ہوتا ہے کہ اون کا نتیجہ تقوی ہو لہذا وہ بھی وسائل تقوی مین ہین۔

اللہ تعالی نے کنکو متقی کہا ہے

تمام کلام مجید مین دو جگہ اولئک ہم المتقون ہے لہذا سب سے پہلے اونھین آیتون کو لکھنا مناسب وضرور ہے تاکہ معلوم ہو کہ خود اللہ تعالی نے کن لوگون کو متقی قرار دیا ہے

سورہ زمر مین ہے فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکفرین والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون لہم ما یشاؤن عند ربہم ذلک جزاء المحسنین لیکفر اللہ عنہم اسوا الذی عملوا ویجزیہم اجرہم باحسن

سو کون زیادہ ظالم ہے اوس سے جو جھوٹھ باندھے اللہ پر اور جھٹلاوے سچ کو جب پہونچے اوس کو کیا نہین ہے جہنم مین ٹھکانا کافرون کا اور جو لایا سچ کو اور سچ جانا اوسکو وہی متقی ہین اون کے لئے وہ ہے جو چاہین اون کے ربکے پاس یہ بدلا ہے نیکی کرنیوالون کا تاکہ دور کرے اللہ اون سے اون کی کو جسکا عمل کر چکے ہین اور تاکہ بدلا دے اونکو انکے

الذی کانوا یعملون ۵	اجر کا بہتر اوس سے جو کرتے تھے۔

ان آیات مین جاء بالصدق وصدق بہ سے دین راست بھی مراد لیا گیا ہے لیکن اس صورت مین اوس کا مشار الیہ دین راست لانے والا ہوگا۔ پس اس صورت مین تصدیق کرنے والا وہی دین لانے والا ہوگا اس لئے میری راے مین زیادہ موزون معنی یہہ ہین کہ ہر سچی بات کا کرنے والا اور اوس کا سچا ماننے والا مراد لیا جاوے۔ اس صورت مین عمل بھی شامل ہو جاوے گا اور ہم المتقون کے بعد کا سیاق وسباق بھی اوسکی تائید کرتا ہے اور جن آیتون سے تقوی کے ساتہہ عمل لازمی معلوم ہوتا ہے اوس سے بھی تطبیق ہو جاوے گی۔ لیکن پھر بھی یہ بات تصفیہ طلب رہ جاوے گی کہ صدق کسکو کہتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ واقعی جو سچ مطابق واقع ہو اوسیکو صدق کہا جا سکے گا۔ اور آیت مذکورہ کی سوم ہو حجرات انما المومنون الذین الآیہ سے اور تفصیل وتصدیق ہوتی ہے۔

دوسری آیت سورہ بقر کی ہے لیس البر	بر یہ نہین ہے کہ اپنے منہہ پھیرو مشرق ومغرب کی
ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب	طرف ولیکن بر یہ ہے کہ جو ایمان لاوے اللہ پر
ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر	اور یوم آخر پر اور ملایکہ پر اور کتاب پر اور نبیون پر
والملئکۃ والکتب والنبین واتی المال	اور دیوے مال اللہ کی محبت پر ناتے والون کو
علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین	اور یتیمون کو اور مسکینون کو اور راہ کے مسافر کو
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب	اور مانگنے والون کو اور گردن چھڑاتے مین اور قایم
واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون	رکھے نماز اور دیا کرے زکوۃ کو اور پورا کرنیوالے
بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین	عہد کو جب عہد کرین اور صبر کرنے والے سختی اور
فی الباساء والضراء وحین الباس	تکلیف مین اور لڑائی کے وقت وہی لوگ ہین

اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک هم المتقون — جو سچے ہوئے اور وہی لوگ متقی ہین۔

پس اس آیت مین اون اعمال کرنے والون کو جن کا ذکر اس آیت مین ہے ایک تو متقی کہا ہے دوسرے اونکو صدقوا کہا ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اعمال مذکورہ کے کرنے والون کو صادق متقی سمجھنا چاہیئے اور برا سکو نہین کہتے کہ اپنا منھ مشرق و مغرب کیطرف کرین بلکہ اصل نیکیان جو ہین اوس کے کرنے کو کہتے ہین اون نیکیون کے طریق عمل مین منھ کسطرف کیا جاتا ہے وہ خود اصل نہین ہین اونپر چندان زور نہین دینا چاہیئے۔ بلکہ اصلی نیکیان اور جس غرض سے وہ کیجاتی ہون اونکو مقصد قرار دینا و پیش نظر رکھنا چاہیئے نہ کہ محافظت کرنے والے اعمال پر اسقدر زور دیا جاوے کہ اصل نیکیون کیطرف سے انکی وجہ سے توجہ ہٹ جاوے اور عمل نہ ہوسکے۔ دوسرے سورہ زمر کی آیت مین جو جاء بالصدق ہے اگر اوس کے معنی یہ لئے جاوین کہ سچے اعمال جسنے کئے تو اس آیت کے لفظ صدقوا سے اوسکی تائید و تفسیر ہوتی ہے۔ سورہ بقر مین ہے

ولکن البر من اتقیٰ — اور لیکن بر یہ ہے کہ جسنے اتقا کیا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اتقا کرنا بر ہے یہ نہین کہا کہ اتقا بر ہے بلکہ یہ کہا کہ جسنے اتقا کیا اوس نے بر کیا۔ پس اس آیت مین جو یہ نکتہ ہے وہ نہایت بدیع ہے کہ جو شخص اتقا کرے یعنی خدا سے ڈر کر برائیون سے بچتا اور نیکیون کو اختیار کرتا ہے وہ بر کرتا ہے اور اس سے بر کا وسیع المعنی والمفہوم ہونا اور تقویٰ و بر مین جو نسبت ہے اوس کا پتہ چلتا ہے۔

تقویٰ کے مقابل کا لفظ فجور ہے

سورہ والشمس مین ہے ونفس وما سوّٰھا — اور قسم نفس کی۔ جیسا اوس کو ٹھیک بنایا

فالهمہا فجورہا و تقوٰہا — پھر الہام کیا اوسکو اوسکے فجور کے اور اوسکے تقوی کی بابت

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس انسانی مین دو متضاد کیفیتین فجور اور تقوی کی عارض ہوتی ہین۔ فجور اوس کو کہتے ہین جو منکر ڈھٹائی کے ساتھ کیا جاوے پس تقوی کے یہ معنی ہون گے کہ اللہ سے ڈر کر کوئی فعل یا ترک فعل کیا جاوے۔ اب تقوی کے ثواب و فضائل کو بیان کرتے ہین اوس کے بعد تقوی کے وسائل کو اور جن سے اوس کا تعلق ہوتا ہے اونکی نسبت جو آیتین ہین وہ نقل کیجاوینگی۔

فضل و ثواب تقوے

سورہ بقر مین ہے فمن اعتدی علیکم	جسنے زیادتی کی تمپر تو تم بھی زیادتی کرسکتے ہو مثل اوسکے
فاعتدوا علیہ مثل ما اعتدی علیکم	جو زیادتی کی ہے تمپر اور ڈرکر بچو اللہ سے اور جان لو
واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین	کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

پس زیادتی نہ کرنا اور اللہ سے ڈر کر نہ کرنا متقین کی صفت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے اور اللہ کا اوس کو دیکھتے رہنا اور متقین کا ساتھ دینا بھی ثابت ہوتا ہے۔

سورہ آل عمران مین ہے بلی من اوفی	جسنے پورا کیا اپنے عہد کو اور تقوے کیا تو اللہ
بعہدہ واتقی فان اللہ یحب المتقین	دوست رکھتا ہے متقین کو۔
اور سورہ آل عمران مین ہے قل اؤنبئکم	تو کہہ کیا مین تم کو آگاہ کرون ان سب سے بہتر جو
بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند	تقوی کرین اونکے رب کے پاس جنتین ہین کہ بہتی ہین
ربہم جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر	اونکے نیچے نہرین رہینگے اوسمین اور ازواج مطہرہ
خٰلدین فیہا وازواج مطہرۃ ورضوان	ہین اور رضامندی اللہ کیطرف سے اور اللہ
من اللہ واللہ بصیر بالعباد	دیکھنے والا ہے بندون کو۔

اورسورۂ یوسف مین ہے ولدار الاخرۃ خیر للذین اتقوا افلا تعقلون ط

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے اون لوگون کیلیے جو متقی ہوے تو کیا تم نہین سمجھتے ۔

اورسورہ رعد مین ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھٰر اکلھا دائم وظلھا تلک عقبی الذین اتقوا وعقبی الکافرین النار

مثل اوس جنت کی جسکا وعدہ دیا گیا ہے متقین کو بہتی ہین اونکے نیچے نہرین پھل اوسکا دائم ہے اور چھاؤن اونکا یہ انجام ہے متقیون کا اور انجام کافرون کا نار ہے ۔

اورسورہ طٰہٰ مین ہے والعاقبۃ للتقوٰی

اور انجام تقوے کے لئے ہے ۔

اورسورہ زخرف مین ہے والاٰخرۃ عند ربک للمتقین

اور آخرت تیرے رب کے پاس متقین کے لئے ہے ۔

سورہ بقر مین ہے وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی واتقون یا اولی الالباب

اور زادراہ لو سو بہتر زادراہ تقوٰی ہے اور مجھسے ڈر کر بچو اے صاحبان عقل ۔

سورہ اعراف مین ہے یا بنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم وریشا ولباس التقوٰی ذٰلک خیر ذٰلک من اٰیٰت اللہ لعلھم یذکرون ط

اے اولاد آدم کے بیشک ہمنے اوتارا تمہارے لئے لباس کہ ڈھانکے تمہاری شرمگاہ اور رونق اور لباس تقوٰی کا وہ بہتر ہے یہ اللہ کی آیات مین سے ہین تاکہ نصیحت پکڑو ۔

پس تقوے کو آیات اللہ مین سے شمار کیا ۔ سورہ یونس مین ہے ۔

الآ ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون

سن لو کہ اللہ کے رفیقون کو نہ خوف ہے نہ وہ رنجیدہ ہونگے جو ایمان لائے ہین اور تقوٰی کرتے ہین ۔

سورہ نحل مین ہے ، ان اللہ مع الذین اتقوا والذین

اللہ متقیون اور محسنون کے ساتھ ہے ۔

سورہ مریم مین ہے تلک الجنۃ التی نورث
من عبادنا من کان تقیا

یہ جنت ہے کہ وراثت مین دینگے ہم اپنے بندون
مین سے اوسکو جو متقی ہوگا۔

اور سورہ فرقان مین ہے قل اذلک خیر
ام جنۃ الخلد التی وعد المتقون کانت
لہم جزاء ومصیرا ۱۵

تو کہہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ جنت رہنے کی جگہ جس کا
وعدہ دیا گیا ہے متقین کو اون کا بدلا ہوگی
اور ٹھہرنے کی جگہ۔

سورہ دخان مین ہے ان المتقین فی مقام امین

متقین مقام امین مین ہون گے۔

سورہ جاثیہ مین ہے واللہ ولی المتقین

اور اللہ رفیق ہے متقیون کا۔

سورہ نسا مین ہے وازلفت الجنۃ
للمتقین غیر بعید ۱۵

اور سنواری گئی ہے جنت متقین کے لئے جو
دور نہین ہے۔

اور سورہ ذاریات مین ہے ان المتقین فی جنت وعیون

متقین جنتون اور چشمون مین ہین۔

سورہ قلم مین ہے ان للمتقین عند ربہم
جنت النعیم

متقین کے لئے اون کے رب کے پاس نعمت کی
جنتین ہین۔

سورہ مرسلات مین ہے ان المتقین فی
ظلل وعیون وفواکہ مما یشتہون
کلوا واشربوا ہنیئا بما کنتم تعملون۔

متقین چھاؤن اور چشمون مین ہین اور میوے
جو چاہین کھائین اور پیئین رچکر بسبب
اپنے عمل کے۔

سورہ قمر مین ہے ان المتقین فی جنت
ونہر فی مقعد صدق عند ملیک المقتدر

متقین جنتون اور نہر مین ہین صدق کے بیٹھنے کی
جگہ مین ملیک مقتدر کے نزدیک۔

سورہ فرقان مین ہے ووقہم عذاب الجحیم

اور بچایا متقین کو عذاب جہنم سے۔

سورہ نحل مین ہے وقیل للذین اتقوا ۱

اور کہا گیا متقیون کے لئے کیا اوتارا تمہارے

ماذا انزل ربكم قالوا خيرا للذين احسنوا
رب نے کہینگے خیر اون لوگون کیلیئے جنہون نے نیکی کی

في هذه الدنيا حسنة ولدار الاخرة خير
اس دنیا مین نیکی ہی اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے

ولنعم دار المتقين ـ جنت عدن
سو کیا اچھا ہی گھر متقین کا جنتین رہنے کی جگہ

يدخلونها تجري من تحتها الانهار لهم
داخل ہونگے اوسمین بہتی ہین اوسکے نیچے نہرین اون کیلیئے

فيها ما يشاؤن كذلك يجزي الله المتقين
اوسمین وہ ہی جو چاہین اور اسیطرح بدلا دیتا ہی اللہ متقین کو

سورہ فتح مین سے فانزل الله سكينته
تو اوتارا اللہ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور

على رسوله وعلى المؤمنين والزمهم
مومنین پر اور لگار کہا اونکو تقوی کے کلمہ پر اور

كلمة التقوى وكانوا احق بها واهلها
وہی لوگ تھے اوس کے احق اور اوسکے

وكان الله بكل شيء عليما ـ
اہل اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہے۔

وسائل تقوی

سورہ یونس مین سے ان في اختلاف
اختلاف لیل و نہار مین اور جو کچھہ پیدا کیا ہے

الليل والنهار وما خلق الله في السموت
اللہ نے آسمانون اور زمین مین البتہ آیات

والارض لايت لقوم يتقون ط
ہین تقوے کرنے والی قوم کے لیئے۔

سورہ انعام مین سے قل تعالوا اتل ما
تو کہہ آؤ سناؤن جو کچھہ حرام کیا ہے تمہارے رب نے

حرم ربكم عليكم الا تشركوا به شيئا
تم پر کہ اوسکے ساتھہ شریک کرو کسی شئے کو اور

وبالوالدين احسانا ولا تقتلوا اولادكم
باپ کے ساتھہ احسان کرو اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو

من املاق نحن نرزقكم واياهم ولا تقربوا
مفلسی سے ہم رزق دیتے ہین تم کو اور اونکو اور نہ

الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا
نزدیک ہو فواحش کے جو کھلا ہوا ہو اور جو چھپا ہو اور

النفس التي حرم الله الا بالحق ذلكم وصكم به
نہ مار ڈالو جان جسکو حرام کیا ہی اللہ نے مگر حق کیساتھہ

لعلکم تعقلون ط ولا تقربوا مال الیتیم الا
بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ
واوفوا الکیل والمیزان بالقسط
لانکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم
فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعھد اللہ
اوفوا ذلکم وصکم بہ لعلکم تذکرون
وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ
ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن
سبیلہ ط ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون ط

تمکو کہدیا تاکہ تم سمجھو اور نہ نزدیک جاؤ یتیم کے مال کے
مگر جسطرح بہتر ہو جبتک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور
پوری کرو ناپ و تول انصاف سے ہم نہین تکلیف
دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے مطابق اور
جب بات کہو تو عدل کرو اگرچہ اپنا ناتے والا ہو
اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ وصیت کی تم کو کہ دہیان
رکھو اور بیشک یہ میری صراط مستقیم ہے اوسپر چلو اور
مت چلو کئی راہون پر کہ تم کو اوسکی راہ سے جدا
کردین ان سب کی تم کو وصیت کی تاکہ تقوی کرو۔

پس امور مذکورہ بالا وسائل تقوی مین یا بعض اونمین سے خود داخل تقوی ہین - ان آیات مین اللہ تعالی نے جن امور کو صراط مستقیم کہا اونمین سے اول چند امور کی نسبت کہا ہے لعلکم تعقلون اور پھر اون کے بعد کے چند امور کی بابت فرمایا ہے لعلکم تذکرون اور سب کی نسبت فرمایا کہ یہ میری صراط مستقیم ہین انپر چلو اور کئی راہون پر نہ چلو کہ اللہ کی راہ سے متفرق کرادین یعنی اصول مقررہ پر چلو تاکہ پرہیزگار ہو جاؤ - حرکت زندگی ہے اور سکون موت - حقیقت مین زندہ انسان وہی ہے جو زندگانی کی گھڑدوڑ مین سعی کرتا ہو اور جسکی ہر قسم کی قوتین عمل و حرکت مین کام آتی ہون برخلاف اسکے جسکی قوت سکون و تعطل مین رہتی ہے مردہ حقیقت مین وہ ہین اور یہ امر انسان کی ہر قسم کی جسمانی و ذہنی و اخلاقی اعمال پر بلا استثنا کسی جزو کے صادق آتا ہے - انسان بذریعہ قوت متفکرہ کے اپنے کو زندہ انسان یا قوت متفکرہ کو معطل و بیکار کر کے اپنے کو

حیوان و انعام سے بھی بدتر ثابت کر سکتا ہے - پس انسان کی مثال مثل راہرو کے
ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنا چاہتا ہے اور جب منزل مقصود
پر پہونچ جاتا ہے تو اوس کا سفر ختم ہو جاتا ہے اور اگر سیدھی راہ سے ڈگ جاتا ہے
تو منزل مقصود تک یا تو نہین پہونچتا یا تکلیف و دیر مین پہونچتا ہے اور جسطرح راہرو آزاد ہین
کہ سیدھی راہ چلین یا اولٹی راہ اوسیطرح انسان بھی آزاد و مختار ہے لیکن سعادت اور
آرام اسمین ہے کہ سیدھی راہ چلے اور سیدھی راہ چلنے کے لئے جو پابندیان
ہون اونکو گوارا کرے اور جو قیود اوس کے آزادی مطلق پر عاید ہون اونکو اپنی
آزادی سمجھے اور آزادی معتدل کو آزادی مطلق پر ترجیح دیوے اسی آزادی معتدل
کا نام صراط مستقیم ہے اس لئے خدائے تعالی نے فاتحۃ الکتاب مین صراط مستقیم
کی ہدایت کے لئے دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے - پس صراط مستقیم پر چلنا ہر قسم کی
تکالیف و خلاف ورزی سے بچاتا ہے اور وہ سبب ہوتا ہے آرام و سعادت کا اسلئے
سورہ انعام مین جن اعمال کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ہے ھذا صراطی مستقیما
فاتبعوہ وہان یہ بھی فرما دیا ہے کہ لعلکم تتقون اس صراط مستقیم پر اس لئے چلو
تاکہ تم متقی ہو جاؤ - پس متقی ہونا ہر قسم کے آرام و سعادت کا سبب ہے جیسا کہ تقوی
کے فضائل و ثواب مین جو آیات ہین اون سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کی دنیاوی
دینوی نیکی اور جنت کا ثواب و درجہ کا سبب تقوی ہوتا ہے لہذا انسانی زندگی انسانی
آزادی اور انسان کے صراط مستقیم پر چلنے کا مقصود اصلی یہ بھی ہے کہ انسان متقی ہو
اور اسطرح اپنی سعادت اور منشائے حیات و رضائے مولی کو پورا کرے اور اپنے
سفر کو ختم کرکے منزل مقصود پر پہونچ جاوے -

عبادت وسائل تقویٰ مین سے ہے

سورہ بقر مین ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ط — اے آدمیو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلون کو پیدا کیا تاکہ متقی ہو جاؤ۔

پس اس آیت سے نہایت صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عبادت کی غرض متقی بنانا ہے یعنی عبادت وسائل تقویٰ مین سے ہے۔ لہذا جملہ عبادتین اللہ تعالیٰ کی اس لئے ہونی چاہئین کہ ان سے اتقا پیدا ہو۔ سورہ عنکبوت مین ہے۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر — نماز روکتی ہے فحشا و منکر سے۔

اور سورہ طٰہٰ مین ہے وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی — اور حکم کر اپنے اہل کو نماز کے لئے اور قائم رہ اوس پر نہین مانگتے تجھسے ہم رزق ہم رزق دیتے ہین تجھکو اور انجام مین بھلا ہے تقویٰ کا۔

پس ان آیات سے نماز جو عبادت ہے اوس کا فایدہ فحشا و منکر سے بچنا ہے اور وہ وسائل تقویٰ مین ثابت ہوتی ہو جس کا انجام بھلا کہا گیا ہے۔ اور سورہ بقر مین ہے

واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون ط — اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے کئی دن مین (حج مین) پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو دن مین تو اوسپر گناہ نہین اور جو کوئی رہ گیا اوسپر گناہ نہین جو متقی ہوا اور تقویٰ کرو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اوسکی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

پس رسوم حج مین بھی جو عبادت ہے اس آیت سے اسمین بھی تقویٰ کرنا ثابت ہوتا ہے اور آیت بر مذکورہ سورہ بقر مین زکوٰۃ و صلوٰۃ کا ذکر ہو چکا ہے جس کے دینے والے

اور ادا کرنے والے متقی ہوتے ہین پس اونکا بھی متعلق ہونا ثابت ہے۔ اور سورہ حج

مین ہے والبدن جعلنا لکم من شعائر — اور قربانی کے اونٹون کو ہم نے اللہ کے شعائر

اللہ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب — مین سے کیا ہے اور جو تعظیم کی اللہ کے شعائر کی تو یہ دل کا تقوی ہے

پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقوی قلب وعمل دونون سے متعلق ہوتا ہے اور تقوی ا کو

اوسیطرح دل سے بھی کرنا چاہیئے جسطرح قوی و جوارح کے عمل سے۔ اور سورہ حج

مین ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا — ہرگز قربانی کا گوشت اور اوسکا خون اللہ کو نہین پہونچتا

ولکن ینالہ التقوی منکم ط — ولیکن پہونچتا ہے اوسکو تمہارا تقوی۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسائل تقوی مین سے قربانی کرنا بھی ہے اور اصل

غرض ایسے اعمال کا کرنا ہے جس کو تقوی کہتے ہین۔ اور سورہ بقر مین ہے

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام — ای مومنو فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ جیسا کہ فرض کیا گیا

کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون — تمہارے پہلون پر تاکہ تم متقی ہو۔

پس روزہ کا بھی وسائل تقوی مین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور سورہ بقر مین ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی — اور تمہارے لئے قصاص مین حیات ہے ای

الالباب لعلکم تتقون ط — صاحبان عقل تاکہ تم تقوی کرو۔

پس قصاص سے بھی تقوی مقصود ہوتا ہے اور وہ وسائل تقوی مین سے ہے۔

اور سورہ مایدہ مین ہے لیس علی الذین — نہین ہے ایمان والون اور عمل صالح کرنیوالون پر

آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما — مضایقہ اسمین جو کھا چکے تھے جب کہ تقوی

طعموا اذا ما اتقوا ط — کرین۔

پس تقوی طعام سے بھی متعلق ہوتا ہے اور غیر طیب اور حرام و غیر مباح طعام سے

پرہیز کرنا تقویٰ ہے۔ اور سورہ توبہ مین ہے

فاتموا الیہم عہدہم الی مدتہم ان	تو پورا کرو دشمن قوم سے اون کا عہد اونکی مدت
اللہ یحب المتقین ط	تک اللہ دوست رکھتا ہے متقین کو۔

پس دشمنون سے عہد پورا کرنا تقویٰ ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم	اور لڑو مشرکین سے سب سے جیسا کہ لڑتے مین تم سے
کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین ط	سب اور جان لو کہ اللہ متقین کیساتھ ہے۔

پس اسطرح لڑنا بھی وسائل تقویٰ مین ہے۔ قبل مس کے اگر طلاق دیجاوے تو اوسکے ضمن مین سورہ بقر مین سے ہے وان تعفوا

اقرب للتقویٰ اور للمطلقت متاع	اور اگر تم معاف کرو تو اقرب للتقویٰ ہے۔ اور مطلقہ عورتون کے لئے اسباب دینا ہے
بالمعروف حقا علی المتقین ط	معروف کیساتھ حق متقین پر۔

انبیاء کی ہدایات تقویٰ و عبادت کیلئے

سورہ مومنون مین سے ہے لقد ارسلنا	اور بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اوسکی قوم کیطرف
نوحا الی قومہ فقال یقوم اعبدوا	تو کہا نوح نے کہ ای قوم عبادت کرو اللہ کی تمہارے
اللہ مالکم من الہ غیرہ افلا تتقون ط	لئے کوئی معبود نہین ہے سوا اوس کے سو کیا تم تقویٰ نہین کرتے

اور حضرت نوح کے قصہ کے بعد پھر ہے۔

ثم انشانا من بعدہم قرنا اخرین	پھر اوٹھائے ہمنے اونکے پیچھے دوسری سنگتون کو
فارسلنا فیہم رسولا منہم ان	سو بھیجا ہمنے اونمین ایک رسول اونھین مین کا کہ عبادت
اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ	کرو اللہ کی تمہارے لئے کوئی معبود نہین ہے سوائے اوس کے
افلا تتقون ط	سو کیا تم تقویٰ نہین کرتے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ کے وسائل مین سے عبادت ہے کیونکہ سب رسولون نے بعد حضرت نوحؑ کے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو تو کیا تم تقویٰ نہین کرتے۔

ملایکہ بالرّوح کی تاکید تقویٰ کیلئے

سورہ نحل مین ہے ینزل ملئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون

اوتارتا ہے ملایکہ کو روح کیساتھ اپنے حکم سے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے کہ آگاہ کرو کہ نہین کوئی معبود مگر مین پس تقویٰ کرو۔

تقویٰ سے اجر اللہ دیگا تمہارا مال نہین چاہتا

سورہ محمدؐ مین ہے انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و لھو و ان تؤمنوا و تتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم ط

سوا اسکے نہین کہ دنیا کی زندگی کھیل و تماشا ہے اور اگر ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو اللہ دیگا تمہارے اجر تم کو اور نہ مانگے گا تم سے تمہارے مالون کو۔

انبیاء کا تقویٰ کے لئے ہدایت کرنا

سورہ شعراء مین ہے و اذ نادیٰ ربک موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون الا یتقون ط

اور جبکہ پکارا تیرے رب نے موسیٰؑ کو کہ جا ظالمون کے قوم کی طرف قوم فرعون کی طرف کہ تقویٰ نہین کرتی۔

اور سورہ شعراء مین ہے اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون ط........ اذ قال لھم اخوھم ھودٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون ط......... اذ قال لھم اخوھم صالحٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون ط......... اذ قال لھم اخوھم لوطٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون .... و اذ قال لھم

شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللّٰہ واطیعون غرضکہ تقریباً کل انبیاء نے اسیطرح اللہ سے ڈرکر بچنے کی ہدایت کی ہے و دین محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام مین لفظ تقوی بطور اصطلاح ہے۔

بنی اسرائیل کو پہاڑ پر احکام تقوی دیے گئے تھے

سورہ اعراف مین ہے و اذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم خذوا ما اتینٰکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون ط

اور جب وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ کو اونکے اوپر گویا کہ وہ سایبان ہے اور ظن کیا اونھون نے کہ وہ اونپر گر پڑیگا لو قوت کیساتھ جو ہمنے تمکو دیا اور یاد کرو جو اوسمین ہے تاکہ تقوی کرو۔

پس جو احکام بنی اسرائیل کو پہاڑ پر دیئے گئے تھے وہ بھی تقوے کے لیئے دیے گئے تھے۔

قرآن و وعدو امثال و وعید قرآن کا مخصوصاً متقین کیلئے ہونا

سورہ زمر مین ہے و لقد ضربنا للناس فی ھذا القراٰن من کل مثل لعلھم یتذکرون ط قراٰناً عربیاً غیر ذی عوج لعلھم یتقون ط

اور بیشک ہم نے بیان کیا آدمیون کے لیے اس قرآن مین ہر مثل کو تاکہ وہ سمجھین قرآن عربی زبان کا غیر کجی کا تاکہ وہ متقی ہون۔

اور سورہ طٰہٰ مین ہے و کذٰلک انزلنٰہ قراٰناً عربیاً و صرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکرا ط

اور اسیطرح ہمنے اوتارا تجہپر قرآن عربی زبان کا اور پھیر پھیر سنایا اوسمین وعید تاکہ تقوی کرین یا اونکے دل مین یاد آوے۔

پس ان ہر دو آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اتباع و وعید قرآن سے بھی مقصد تقوی ہی ہے

اور سورہ انعام مین ہے و ھذا کتٰب | اور اس کتاب کو اُتارا ہمنے برکت والی
انزلناہ مبارک فاتبعوہ و اتقوا | سو اتباع کرو اوسکی اور تقوے کرو
لعلکم ترحمون ط | تاکہ رحم کئے جاؤ۔
اور سورہ بقر مین ہے ذٰلک الکتٰب | اس کتاب مین شک نہین ہے ہدایت
لاریب فیہ ھدی للمتقین الآیہ | کرنیوالی ہے متقین کیلئے الآیہ

پس قرآن کا ہدایت متقین کے لئے خاصکر ہونا ثابت ہے۔ سورہ مریم مین ہے

فانما یسرنٰہ بلسانک لتبشر بہ المتقین | سو سوا اس کے نہین کہ ہمنے آسان کردیا ہے اوسکو تیری بات
و تنذر بہ قوما لدا ط | تاکہ خوشخبری دے متقین کو اور آگاہ کرا اوس سے جھگڑالو قوم کو۔

اتقا کا اکرم الناس ہونا

سورہ حجرات مین ہے یاایھا الناس | اے آدمیو ہمنے تمکو پیدا کیا مرد و عورت اور
انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم | بنائے تمہارے ناتے اور قبیلے تاکہ
شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم | آپسمین پہچانو کہ معزز ترین تم لوگون مین
عند اللہ اتقٰکم ط | متقی ترین تم مین کا ہے۔

عدل کا اقرب للتقویٰ ہونا

سورہ مایدہ مین ہے اعدلوا ھو | عدل کرو وہ اقرب للتقویٰ ہے اور
اقرب للتقویٰ و اتقوا اللہ ان اللہ | ڈر کر بچو اللہ سے اللہ خبر رکھتا ہے جو
خبیر بما تعملون ط | کچھہ تم کرتے ہو۔

سب اہل کتاب کو تقوی اللہ کا حکم تھا

سورہ نساء مین ہے و لقد وصینا | اور بیشک ہمنے وصیت کی تمہارے

الذین اوتوا الکتب من قبلکم و ایاکم ان اتقوا اللہ و ان تکفروا فان للہ ما فی السموات و ما فی الارض و کان اللہ غنیا حمیدا ؕ

قبل والون کو اور تم کو کہ ڈر کر بچو اللہ سے اور اگر کفر کروگے تو اللہ کا ہے جو کچھ آسمانون مین ہے اور جو کچھ زمین مین ہے اور اللہ غنی حمید ہے۔

پس سب اہل کتاب کو تقوی اللہ کا حکم ہوا تہا۔ اور یہ کہ اگر وہ کفر کرین تو اللہ غنی حمید ہے یعنی تقوے مین انہین کا فایدہ تھا اور کفر سے اللہ کا کچھ نقصان نہین وہ محتاج نہین انہین کا نقصان ہے۔

چوتھا اصل اصول اسلام کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا ہی

سورہ اعراف مین ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یومنون باللہ

تم بہترین امت ہو جو آدمیون کیلئے نکالی گئی ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہو اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

پس بہترین امت تمام امتون مین ہونے کا سبب امر بالمعروف ونہی عن المنکر وایمان باللہ قرار دیا گیا ہے لہذا امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایمان باللہ کے ساتھہ خصوصیات دین محمدی مین سے ہے خصوصاً مومنین کے درمیان اسیلئے مسلمان اپنے کو خیر الامت کہتے ہین۔ پس گریبان مین منھ ڈالکر دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہم مین یہ خصوصیات ہین اگر نہین ہین تو ہماری خستہ حالی و قومی ضعف کا کون ذمہ دار ہے اور کیا وجہ ہی اور ہم کو خیر امت ہونے کا دعوے کرنا چاہیئے یا نہین۔ حاصل یہ ہی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایمان باللہ کیساتھہ باہم مومنین مین ہونا چاہیئے اور ایسے طریق و تدابیر

اختیار کرنا چاہیئے کہ باحسن وجوہ ہوتے رہین برخلاف اس کے منافقین کا شیوہ امر بالمنکر ونہی عن المعروف ہوتا ہے جیسا کہ سورہ توبہ مین ہے۔ پس مومن ومنافق مین امر مذکور مابہ الامتیاز ہے۔ معروف کے معنی یہ نہین ہین کہ جو امر پسندیدہ ہو یا منکر کا یہ مفہوم ہو کہ جو ناپسندیدہ ہو بلکہ اوس کے لئے یہ قید ہے کہ جسکی پسندیدگی مسلمہ ہو وہ معروف ہے اور جسکی ناپسندیدگی مسلمہ ہو وہ منکر ہے یا کم سے کم علمار وفقہار یا اون اہل علم کے نزدیک مسلمہ ہون جنکو جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے معتبر سمجھتا ہو اور وہ بھی معتبر سمجھتا ہو جس پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کئے جاوین۔ دوسری شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والا اسقدر سمجھتا ہو کہ کس دلیل شرعی سے وہ پسند یا ناپسند کئے جاتے ہین۔ کیونکہ تقلید محض تناقض کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اوس کے بنا پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر درست نہین مسلمہ ہونے سے یہ فایدہ ہے کہ تنازع باہمی نہین ہوگا اور نصیحت کرنے کا جو حق ہے وہ ادا ہو جاوے گا کیونکہ کسی مومن کو نصیحت کرنے وآگاہ کرنے اور خیر خواہی کے نیکے سوا زیادہ حق نہین ہے بعض اوقات بعض آلات واوزار گناہ کو ضایع کر دینے سے بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوتا ہے لیکن احتیاط وخیال منصب شرط ہے۔ پس غیر مسلمہ امور مین امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے احتیاط چاہیئے اور جو معنی ہمنے بیان کیا اسکو صحیح سمجھنا چاہیئے۔

پانچوان اصل اصول اسلام کا اصلاح کرنا ہے بالخصوص اصلاح بین المومنین

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے اصلاح بھی ضروری ہے۔ سورہ ہود مین ہے

و ما کان ربک لیھلک القری — اور تیرا رب ہلاک نہین کرتا بستیون کو ظلم سے

بظلم و اھلھا مصلحون ط — درانحالیکہ اوسکے رہنے والی اصلاح کرنیوالے ہون

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصلحین اصلاح کرتے رہین تو بستیان ہلاک نہین ہوتین اور اصلاح کی حالت مین ہلاک کرنا ظلم ہے اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے لہذا اصلاح کرتے رہنا ہر قسم کی ہلاکت سے بچنے کا سبب ہے۔ سورہ اعراف مین ہے

و الذین یمسکون بالکتب — اور جو تمسک کرتے ہین قران کیساتھ اور نماز کی اقامت

و اقاموا الصلوٰۃ انا لا نضیع اجر المصلحین — کرتے ہین ہم نہین ضایع کرتے اجر اصلاح کرنیوالون کا۔

پس تمسک بالقران و اقامت بالصلوٰۃ کرنا مصلح بنتا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

و لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم — نہ ٹھیراؤ اللہ کو ہتھکنڈا اپنی قسمون کا کہ بر و تقوی

ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس ط — و اصلاح بین الناس نہ کرو۔

پس جسطرح بر و تقوے کرنے کی ترغیب اس آیت مین ہے اوسیطرح اصلاح بین الناس کی کرنے کی اور ہر آدمی کے اصلاح کی بابت ہے کسی خاص قوم و اپنے قوم کی بابت نہین ہے اور کوئی تفریق قومی و سیاسی نہین ہے۔ سورہ انفال مین ہے و اصلحوا ذات بینکم — اور اصلاح کرو اپنے درمیان۔

پس اس آیت مین آپس کی اصلاح کرنے کا حکم ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین — سوائے اس کے نہین کہ مومنین بھائی ہین سو اصلاح

اخویکم ط — کرو اپنے بھائیون کے درمیان۔

یہ آیت متعلق اوس آیت کے ہے کہ جبکہ دو فرقے مومنین کے باہم لڑین اور ایک بغاوت کرے تو اوسکی نسبت حکم ہے کہ مومنین کو کیا کرنا چاہیئے جسکو وہان سے

بیان کیا ہے جہان مفصل احکام بیان کیا ہے۔ پس تاکید و ترغیب اصلاح بین المومنین کی بخوبی ثابت ہے کہ وہ دینی بھائی آپسمین ہین اور وہ خصوصیات دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین سے ہی۔ اور سورہ نسار مین ہے۔

لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجرا عظیما

خیر نہین ہی بہت کان مین بات کرنے مین مگر جسنے حکم صدقہ کا یا پسندیدہ امر کا یا اصلاح بین الناس کا کیا۔ اور جسنے اوسکو کیا اللہ کی مرضی چاہنے کو توہم جلد اوسکو دینگے اجر بہت بڑا۔

پس اصلاح بین الناس کرنے کے لئے کان مین مشورہ کرنے کی اجازت ہے۔ لہذا مصلح بننا و اصلاح بین الناس و بین اخوۃ المومنین کرنا بروے دین محمدی ضروری ہے اور خصوصیات مومنین و خصوصیات دین اسلام مین سے ہے خصوصاً اصلاح بین المومنین دینی بھائی سمجھکر بہت ضروری ہے۔

چھٹا اصل اصول اسلام کا عموما قسط کرنا ہی اور جب قسط نہو سکتا ہو تو اوسکا لحاظ کرکے عدل یا احسان کرنا ہی

سورہ نسار مین ہے یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما

ای مومنو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے قسط کیساتھ گواہی دینے والے اللہ اگرچہ اپنی جانو نپر یا باپون پر یا قرابت والون پر ہو اگر وہ ہوگا غنی یا فقیر تو اللہ اونکا خیرخواہ تمسے زیادہ ہے

فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا و ان تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراہ

سو پیروی نہ کرو ہوی کی عدل کرنے مین اور اگر تم زبان ملوگے یا بچا جاؤگے تو اللہ جو چیز تم کرتے ہو اوس سے خبردار ہے۔

اس آیت مین قسط کے لئے للہ شہادت دینے کی یعنی علیٰ وجہ اللہ بغیر کسی دوسرے سے اجر لینے کے نیکی کے غرض سے اور اوسکے اللہ سے اجر ملنے کے نیت سے مومنون کو حکم ہے اگرچہ خود اپنے نفس یا والدین یا اقربین پر ہو پس کیسی سچی ہدایت ہے کہ حق و سچ ہی کہا جاوے خواہ اپنے جان و مال و عزیز ترین عزیزون کی جان و مال کا نقصان ہی ہو اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تم سے زیادہ اوس کا خیر خواہ ہے جسپر جرم ہے خواہ غنی ہو یا فقیر یعنی خیر خواہی و بہتری سچی شہادت دینے اور انصاف ہونے مین ہے اور یہان تک احتیاط کرنے کا حکم ہے کہ زبان ملکر یا بچا کر نہ شہادت دی جائے اللہ کو تو خبر ہے جو تم کرتے ہو کہ سچی شہادت بلا رورعایت دیتے ہو یا کچھہ لپیٹ جاتے و بچا جاتے ہو۔ لہذا مجرم کو سچ ہی کہنے کی ہدایت ہے۔ دوسرا اس آیت مین بہت اہم حکم یہ ہے کہ اے مومنو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے قسط کے ساتھہ یعنی یہ حکم ہے کہ ہمیشہ قسط پر قائم رہنے والے ہون اور شعار و خصوصیت مومنین اپنی یہ بنادین کہ قسط کراوین اور کرین سورہ مائدہ مین ہے یا ایھا الذین

امنو اکونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

اے مومنو ہو جاؤ تم للہ قائم رہنے والے گواہی دینے والے انصاف کیساتھہ اور مجرم نہ بناوے تمکو دشمنی کسی قوم کی کہ عدل نہ کرو عدل کرو عدل اقرب للتقوے ہے

و اتقو اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ؕ — اور تقویٰ کرو اللہ سے - اللہ جو تم کرتے ہو اوس سے خبیر ہے -

سورہ نسار کی مذکورہ آیت مین قوامین بالقسط تھا اور اس آیت مین قوامین للّٰہ ہی یعنی لِلّٰہ قائم رہنے والے شہادت بالقسط کے لئے ہو جاؤ پس اسطرح بالقسط قائم رہنے و نیز للّٰہ شہادت دینے کی اہمیت و تاکید ثابت ہوتی ہے دوسرا اس آیت مین ممانعت ہے کہ دشمنی مانع عدل نہ ہو یعنی اگر قسط نہ ہوسکتا ہو تو عدل ہی کر دو اور کرا دو مجرم نہ بنو - تیسرے اس آیت مین عدل کو جو اقرب للتقوی کہا ہے اوس کے وجوہ یہ بھی ہین - ایک یہ کہ چونکہ عدل پورا پورا معاوضہ یعنی بالقسط نہین ہوتا لہذا عدل اقرب للتقوے ہوا کیونکہ تقوے کا نتیجہ تو قسط صحیح معنون مین ہے - دوسرے یہ کہ تقوے اللہ سے ڈر کر بچنے کا نام ہے اور عدل بھی قسط کا لحاظ کرکے و خوف خدا کرکے کیا جاتا ہے تاکہ فتنہ و فساد سے بچین و آیندہ نزع جاتی رہے - پس وہ اقرب للتقوے ہوا -

قسط و عدل مین فرق و قسط و عدل کے فضایل و فوائد

سورہ انعام مین ہے و اوفوا الکیل و المیزان بالقسط لانکلف نفساً الا وسعہا و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربیٰ ؕ — اور پورا کرو ناپ و تول کو قسط کے ساتھ ہم تکلیف نہین دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے موافق اور جب بات کہو تو انصاف کرو اگرچہ قرابت والا ہو -

پس اس آیت مین ناپ و تول کے پورا کرنے کا حکم قسط کے ساتھ یعنی بغیر

کم و بیش کے قسطاس مستقیم کے مطابق ہے اور بات کہنے کی بابت ہے کہ جب کہو عدل کرو۔ لہذا قسط و عدل مین ایک باریک فرق ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ مثلاً ناپ و تول کے لئے ترازو و پیمانہ موجود ہوتا ہے اور بات کہنے کے لئے صرف قیاس و اندازہ ہوتا ہے جسمین کمی و بیشی ہوجاتی ہے ایسا یقینی و پوری بات کا اُترنا جسطرح ناپ تول اُترتی ہے نہین ہوسکتا لہذا قسط کا استعمال وہان ہوتا ہے جہان پر پورا اُترنے کے لئے یقین ہوسکے اور عدل مین ظن غالب ہوتا ہے سورہ مایدہ مین ہے و ان تعرض عنہم فلن یضروک شیئا و ان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین ط

اور اگر تو اون سے روگردانی کرتو ہرگز نہ ضرر پہونچا دین گے تیرا کچھ اور اگر تو حکم کرے تو حکم کر اون کے درمیان قسط کے ساتھ اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

اس آیت مین آنحضرت کو اہل کتاب کے معاملات مین حکم دینے کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ جو کچھ اون کے کتاب مین ہے اوس کے مطابق حکم دینا چاہیئے جیسا کہ ماقبل و مابعد اس آیت کے ثابت ہے لہذا حکم بالقسط دینے کا حکم ہوا پس اس باب مین کہ یہ حکم اونکے کتاب مین ہے یا نہین حکم بالقسط ہوسکتا ہے۔ اللہ مقسطین کو دوست رکھتا ہے لیکن اللہ نے کہین یہ نہین کہا کہ عدل کرنیوالے کو دوست رکھتا ہے باوجودیکہ عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسیطرح سورہ اعراف مین ہے قل امر ربی بالقسط ط

توکہہ حکم دیا ہے میرے رب نے قسط کرنے کا۔

پس جن امور مین بالقسط حکم ہوسکتا ہو اونمین بالقسط حکم دینا چاہیئے۔ سورہ حجرات مین ہے فان فاءت فاصلحوا بینہما

پھر اگر پھر آوین تو اصلاح کرو و اونکے

بالعدل و اقسطوا ان اللہ یحب المقسطین — درمیان عدل کیساتھ اور قسط کرو اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنیوالونکو

یہ آیت متعلق ہے اوس کے جب دو طایفے مومنین سے آپسمین لڑین تو جسنے بغاوت کیا ہو اوس سے مومنین کو لڑنا چاہیئے یہانتک کہ پھر آوین۔ پس اصلاح بالعدل کرنے کا حکم ہے کیونکہ جب باہمدگر لڑائی ہوچکی تو پورا معاوضہ جان و مال کا اصلاح سے کیسے ہوسکیگا پس اندازہ سے موافق حالت کے معاوضہ دلایا جاویگا یا معاف کرایا جاویگا اور جو کچھ مقتضاے اصلاح ہو وہی کیا جاویگا لیکن اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے واقسطوا بھی فرمایا ہے جو نہایت بلیغ ہے اس لئے کہ جہانتک ہوسکے قسط کا لحاظ رہے اصلاح بالعدل ہو لیکن قسط ایسی چیز ہے کہ اللہ اوسکو دوست رکھتا ہے لہذا قسط کرو اس کا خیال چاہیئے کہ بعد اس کے کہ اصلاح بالعدل کرو اقسطوا کا اور اوس کے بعد کا لفظ کیون لایا گیا ہے تاکہ عدل و قسط کے مابین جو فرق ہے اوس کا خیال بھی آوے و لحاظ کیا جاوے۔ سورہ نسا میں ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات — اللہ حکم کرتا ہے تمکو کہ ادا کرو امانتین اوسکے
الی اھلھا و اذا حکمتم بین الناس — مالک کو اور جب حکم کرو آدمیونکے درمیان
ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما — تو حکم کرو عدل کیساتھ اللہ اچھی نصیحت
یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا — کرتا ہے تم کو اللہ سمیع و بصیر ہے۔

اس آیت مین آدمیون کے درمیان بالعدل حکم کرنے کی ہدایت ہے پس بدلیل آیت سورہ مایدہ مذکورہ اسی کے متعلق ہے جسمین قسط نہ ہوسکتا ہو لہذا باہم اختلاف نہین ہے اس لئے امانات کے بابت

حکم ہے کہ اوسکی اہل ہی کو ادا کیجاوے پس اس بات کے بیان کرنے سے اس
امر کا موقع دیناہے کہ حکم کرنے مین اوس کے اہل کی قید نہین ہے جو بالکل بالقسط نہین ہوتا
ہے بلکہ عدل کرنے کی اوسکی ہدایت ہے۔ اور سورہ ممتحنہ مین ہے۔

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم	تم کو منع نہین کرتا اللہ اونسے جنھون نے لڑائی نہین کی
فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم	تمسے دین کی بابت اور نہین نکالا تم کو تمہارے
ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان	گھرون سے کہ بر کرو اون سے اور قسط کرو اون سے
اللہ یحب المقسطین ؕ	اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنے والون کو

پس جن لوگون نے افعال مذکورہ آیت نہین کیا اون سے قسط کرنے کی اللہ نے
ممانعت نہین کی بلکہ ان اللہ یحب المقسطین کہکر اوسکی ترغیب دی ہے لہذا
معلوم ہوا کہ اگر قسط اون سے ہوسکتا ہو تو کرنا چاہیئے برخلاف اوسکے سورہ نساء
کی آیت مین آدمیون سے صرف عدل کی نصیحت تھی اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہی
کہ جس امر مین وجس سے قسط نہ ہوسکے اوسمین عدل کرنا چاہیئے۔ پس عدل باعتبار
حالات کے مختلف ہوتا ہے۔ لہذا عدل و قسط مین یہی فرق بروے قرآن معلوم
ہوتا ہے کہ قسط پورے انصاف کو کہتے ہین جو پورا وزن مین ہو اور عدل جو اندازاً و معاوضتاً
و اصطلاحاً ہو۔ پس وہ بالکل و یقینی پورا نہوگا لہذا قسط نہ ہوسکے تو اوس کا لحاظ
کرکے عدل کرنا چاہیئے یا احسان۔ احسان کا بیان اگلے باب کا عنوان ہے

ساتوان اصل اصول اسلام کا احسان اور بر کرنا ہے

عدل و احسان مین جو فرق ہے اوس کو ہم جہان پر احکام کی تفصیل کرینگے وہان لکھینگے

احسان مین ایثار بھی آجاتا ہے - بر کی تفصیل بھی قران مجید مین ہے وہ گذر چکی
لہذا جو فرق باہمی ہے وہ ظاہر ہوجاوے گا - سورہ بقر مین ہے -

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ؕ	اور احسان کرو اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالون کو

اور مال وغیرہ کے بیان مین ایثار واحسان کا تفصیلی ذکر آوے گا - پس جو امر خدا تعالیٰ کو محبوب ہو اور جس کے لئے جزا و ثواب واجر مقرر ہون وہ ضرور قابل عمل ہے -

سورہ تطفیف مین ہے ان الابرار	بر کرنے والے نعمتون مین
لفی نعیم الآیہ	ہون گے الآیہ

اور بھی فضایل ابرار کے اس آیت کے بعد بیان ہین - سورہ آل عمران مین ہے -

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم	اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کیطرف
وجنۃ عرضہا السموات والارض	اور جنت کیطرف جسکا پھیلاو آسمان اور زمین ہے
اعدت للمتقین الذین ینفقون	تیار ہے اون متقین کیواسطے جو خرچ کرتے ہین
فی السراء والضراء والکاظمین	خوشی وسختی مین اور دبا رکہنے والے غیظ کے
الغیظ والعافین عن الناس واللہ	اور معاف کرنے والے آدمیون سے اور اللہ
یحب المحسنین ؕ	دوست رکہتا ہے محسنین کو -

پس خصایل مذکورہ کے رکہنے والون کو محسنین مین اللہ تعالیٰ نے شمار کیا اور اوسکا ثواب ومغفرت وجنت مذکورہ آیت ہذا قرار دیا - خوشی وتکلیف مین خرچ کرنا ہمدردی وصبر وبیخوفی کے نتایج مین سے ہین اور اپنے خلاف جذبات کے اعتدال سے پیدا ہوتے ہین اسیطرح غصہ دبالینا اور آدمیون سے معاف کرنا غصہ کے اعتدال پر لانے سے - پس افعال متعلقہ جذبات احساسی کے جو اساسی ہین بالخصوص عندا لپر

لانے کیلئے احکام ان آیات مین ہین اور چند جذبات احساسی اساسی کے بابت
سکے بعد دیگرے ہدایات ہین۔

اب اون اصول مخصوص کو جو اصل اصول مذکورہ کے تعمیل کرانے اور تکمیل و ترغیب
و ترہیب کیلئے قرآن مجید مین جستہ جستہ ہین بیان کرتے ہین۔

باعتبار رضاے الٰہی انسان عبادت کرنے کیلئے مخلوق ہوا ہے
لیکن وہ باعتبار اپنی خلقت و حالت کے ایک حد تک مختار ہے
کہ عبادت کرے یا نہ کرے

سورہ ذاریات مین ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منہم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ط

اور ہمنے نہین پیدا کیا جن اور انس کو مگر اسلیئے کہ ہماری عبادت کرین نہین چاہتے ہم اون سے رزق اور نہین چاہتے کہ ہم کو کھلاوین اللہ روزی دینے والا صاحب قوت مضبوط ہے۔

پس انسان باعتبار رضاے الٰہی عبادت ہی کے لیئے بروے اس آیت کے
مخلوق ہوا ہے لیکن چونکہ وہ اپنے افعال مین ایک حد تک مختار ہے لہذا چاہے
وہ عبادت کرے چاہے نہ کرے جیسا کہ دوسری آیات سے اسی کتاب مین ثابت
کیا گیا ہے دوسرے عبادت مین اللہ کو رزق دینا اور کھلانا شامل نہین کیا گیا جیسا

کہ اِس آیت مین ہے پس وہ داخل اس عبادت کے نہ ہوگا جس کو اِس
آیت مین چاہا گیا ہے۔

عبادت کے معنی و مفہوم کیا ہین

عبادت عبد سے مشتق ہے لہذا ایسے افعال کا کرنا جو عبد کرتے ہین یا جو عبد
کو کرتے رہنا زیبا ہے عبادت ہے غلام اوس کو کہتے ہین جو ملک اپنے آقا کا
ہو اور اوسکی ساری کمائی و جان و مال و محنت سب آقا کے ہون وہ اپنے
آقا کے لیے ایسے افعال تعظیمی کرتا رہتا ہے جس سے زیادہ کسی کے لئے وہ
نہین کرتا یا اگر ایسا نہین کرتا تو ایسا فعل اوس سے نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مالک سے
زیادہ اور کوئی اوس کے جان و مال کا مالک نہین۔

اللہ تعالی نے ایسا عبد نہین بنانا چاہا

لیکن اللہ تعالی نے ایسا عبد نہین بنانا چاہا بلکہ سورہ توبہ مین ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم	اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی
و اموالہم بان لہم الجنۃ الآیہ	جان و مال بعوض جنت کے۔

پس اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے باوجودیکہ وہ مالک و خالق
ہر انسان کا ہے جو اوس کا عبد ہے لیکن بعوض اوسکی جان و مال کا
استعمال اپنی رضا و حکم کے موافق چاہا ہے کہ اختیار انسان کا سلب نہ
ہوجاوے اور جو رضاے و منشاے خلقت ایزدی کے موافق کام نہ کرے
وہ سزا پاوے اور جو کرے وہ جزا پاوے اور اللہ اوس سے رضامند ہو
وہ اوس سے رضامند ہو حکم دیا ہے کہ مومنین کو بشارت آنحضرت دیوین۔

اس سے یہ نکتہ بھی نکلتا ہے کہ ایسا عبد انسان کو بنانا اللہ نہین چاہتا جو ملکیت مین غیر کے ہوجاوین یعنی کسی انسان کے کیونکہ جب وہ خود نہین بناتا تو دوسرون کو کیسے اجازت دیویگا کہ جس کو اوس نے اختیار دیکر آزاد پیدا کیا ہے اوین کو غلام بناوین - اور اوسکے جان و مال کے مالک ہوجاوین -

کس قسم کی عبادت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

تسبیح و صلواۃ و زکواۃ و حج و صیام اور تقویٰ و احسان دیگر اعمال کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور بہت سے احکام کے بابت ہدایتین فرمائی ہین لیکن قران مین کہین نہین کہا کہ یہ عبادت ہے نہ عبادت سے مشتق کوئی لفظ کہا ہے جس سے ثابت ہو کہ عبادت کے یہ معنی ہین لہذا لفظی بحث کرنے والے یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ لفظاً دکھاؤ کہ فلان کام عبادت ہے لیکن یہ طریق بحث صحیح نہین ہے اور عبادت کے معنی نہ لکھا ہونا ہی سبب وسعت و رحمت ہے - لیکن عبادت سی جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ قران مین بیان ہے -

نتیجہ عبادت حسب منشاء ایزدی

سورہ بقر مین ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ؕ

اے آدمیو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے پیدا کیا تم کو اور اونکو جو تمہارے پہلے ہین تاکہ پرہیزگار ہوجاؤ -

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نوع انسان کو عبادت اسلئے کرنا چاہیئے تاکہ پرہیزگار ہوجاوین عرف عام مین بھی جن اعمال کو عبادت کہتے ہین مثلاً نماز اوس کے نسبت بھی قران مین ہے کہ وہ فحشاء و منکر سے بچاتی ہے اور روزہ سے بھی یہ غرض قران مین بیان ہے کہ تاکہ تقویٰ کرین - پس اس قسم کی آیات سے

بھی ثابت ہوتا ہے کہ غرض عبادت تقویٰ ہے اور عبادت کا نتیجہ ہی ہونا چاہیئے۔ اب ہم یہان پر یہ بیان کرتے ہین کہ کلیہ عمل کرنے کا ایک عبد کیلئے بروے قران کیا ہونا چاہیئے اور اوس کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے۔

کلیہ عمل عبد کے لئے

سورہ انعام مین ہے قل ان صلواتی	تو کہدے میری نماز اور میرے کُل طریق عبادت
و نسکی و محیای و مماتی للہ رب	اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے
العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت	جو رب جہانون کا ہے کوئی اوسین اوسکا شریک
و انا اول المسلمین ط	نہین اور اسیکا مجھکو حکم ہوا ہے اور مین اول المسلمین ہون

پس بلاشرکت غیرے کُل عبادتین و کُل فعل یہان تک کہ اپنا مرنا و جینا بھی اللہ کیلئے کرنا چاہیئے۔ اسی کے اعلان کرنے کا حکم آنحضرتؐ کو ہوا یعنی حیات مین و ممات کیلئے جو عمل ہوتے ہین سب کے۔ لہذا ایک عبد کا طرز عمل اسی پر ہونا چاہیئے۔ نسک کا ترجمہ کُل طریق عبادت ہم نے یہان پر کیا ہے۔ نسک اصطلاح مین حج و قربانی کے ارکان کو کہتے ہین لیکن غالباً ہمارا ترجمہ بہلحاظ زیادہ پہلو صحت کا لئے ہوے ہے و سیاق و سباق اس کے موید ہین۔

عبد کو کسکو احب رکھنا چاہیئے

سورہ توبہ مین ہے یا ایھا الذین اٰمنوا	ای مومنو نہ ٹھہراو اپنے باپ دادا اور بھائیون کو رفیق
لا تتخذوا اٰبائکم و اخوانکم اولیاء	اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان پر اور جو تم مین اونکی
ان استحبوا الکفر علی الایمان و من	رفاقت کرے تو وہی ظالم ہے تو کہہ اگر تمہارے
یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون	باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے

قل ان کان اباءکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم — بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور اموال

و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا — جو کمائے ہیں اور سوداگری جسکے ماند ہونے سے ڈرتے

و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن — ہو اور مکان جو پسند رکھتے ہو تم کو احب ہوں اللہ اور

ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ — اوسکے رسول اور اوسکی راہ کے جہاد سے تو راہ

و جہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی — دیکھو کہ لاوے اللہ اپنا حکم اور اللہ ہدایت نہیں

اللہ بامرہ و اللہ لایھدی القوم الفسقین — کرتا فاسقین کی قوم کو۔

پس امور مذکورہ آیت ہذا کو احب رکھنا اور ادن لوگوں کو جنکی ممانعت آیت ہذا مین ہے اولیاء بنانا ظالم و فاسق بننا ہے اور اوس وعید کا مستحق بننا ہے جو آیت ہذا مین ہے لہذا مومن کو سب سے احب اونھی اشخاص و اشیاء کو رکھنا چاہیئے جن کا ذکر اس آیت مین ہے۔

موت و حیات احسن عمل کے امتحان کیلئے ہے اور عبادت احسن عمل کے وسایل مین سے ہے

آیت سورہ الذاریات مذکور مین اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے خلق کرنا فرمایا کہ اوسکی عبادت کرے۔ لیکن موت و حیات کس لئے پیدا کیا اوسکی نسبت

سورہ ملک مین ہے خلق الموت — پیدا کیا موت و حیات کو تاکہ آزماوے تم کو

و الحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ — کہ کون احسن ہے بروے عمل کے۔

پس بالخصوص موت سبب ہے احسن عمل کرنے کے حکم دینے کا و آزمایش کا کیونکہ موت و حیات دونوں ملکر سبب ہین آزمایش احسن عمل کے۔ لہذا موت کو حیات پر

طاری اس لیے کیا کہ عذاب وثواب دیا جاوے اور احسن عمل نہ کرنے کا موٗاخذہ ہو۔ پس عبادت کو سبب ووسیلہ ہونا چاہیئے احسن عمل اور اعمال صالحہ کرنیکا۔

فساد وسفک دماء کا لازمہ فطرت انسانی ہونا لیکن اون کا ذریعہ عمل صالح بھی ہوجانا اور اونکا طریق اصلاح

فساد فی الارض اور سفک دماء یعنی خون خرابہ فساد کا ہونا جہان انسان رہتے ہین وہان لازمی ہے جیسا کہ قران مجید مین ہے کہ ملائکہ نے انی جاعل فی الارض خلیفہ کے جواب مین کہا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء پس یہ ایک فطرت انسانی ہے جس کا بعض انسانون مین پایا جانا لازمی ہے اور اسطرح فرشتونکی زبان سے اللہ تعالی نے بیان کردیا ہے۔ لیکن اصلاح سے اون کا کم ہوجانا یا اونکا اعمال صالحہ کے درجہ مین ہوجانا بلکہ کسی قوم مین کسی مدت معین کے لئے مٹ جانا بھی لازمی ہے اور اس طریق سے اصلاح اور ترقی عالم کی ہوتی رہتی ہے تنازع للبقا کی جدوجہد مین اصلح واقوے کا باقی رہ جانا بھی ضروری ودائمی ہے اور یہی قانون اصلاح ضروری کا سبب ہوتا رہتا ہے یعنی لبعض کا لبعض سے دفع ہوتے رہنا۔ اس وجہ سے صالحان اور مصلحان کا وجود بھی ہوتا رہنا لازمی ہے اگرچہ بعض ہی امر کے بعض شخص اصلاح کرتے ہون۔ پس صالحان اور مصلحان کا فرقہ بقاے وارتقاے عالم کا سبب ہے اور فساد فی الارض کا مانع ہوتا ہے اسلئے اوس کو دعوی ہے کہ وہ دنیا مین اعلی کامیابی اور آخرت مین اعظم ثواب پاتا ہے۔

اور جو اوس کے مخالف عمل کرنے والے ہین انجام مین رسوا و ذلیل اور دنیا و آخرت مین سخت عذاب پاتے ہین - انبیاء و رسل کے فرایض مین ہے کہ اول فرقہ کی تائید کرین اور اوسکی کامیابی کے لیے بہترین ہدایات کرین اور عقلی و فلسفی مباحث کو چھوڑکر عملی مباحث مین اون کو لگاوین اور اون سے عملی کام کراوین اور کتاب و حکمت اون کو سکھلاوین اور خون خرابہ کا رُخ دشمنون اور خون خرابہ کرنے والون کی طرف کردیوین اور صالحان کو بچالیوین - لہذا جو لوگ اتباع انبیاء و رسل کرتے ہین اونکا مقصد اقویٰ و اسلم و اصلح ہونا و بنانا ہے اور فتنہ و فساد و خون خرابہ سے بچنا اور بچانا ہے یعنی اعمال صالحہ کرتے رہنا ہے اور اعمال سیئہ سے بچتے رہنا ہے - اسی لئے معاونت بر و تقویٰ و ترک معاونت اثم و عدوان کا حکم ہے -

باہمدگر معاونت بر و تقویٰ و عدم معاونت اثم و عدوان

سورہ مایدہ مین ہے تعاونوا علی البر	اور باہمدگر معاونت کرو بر و تقوے پر
والتقویٰ و لاتعاونوا علی الاثم	اور بایکدگر معاونت نہ کرو اثم و عدوان پر
و العدوان و اتقوا اللہ ان اللہ	اور ڈر کر بچتے رہو اللہ سے اللہ شدید العقاب
شدید العقاب ط	ہے -

پس باہمدگر معاونت بر و تقوے پر و عدم معاونت و ترک معاونت اثم و عدوان پر لازمی ہے اور خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے - لہذا اثم و عدوان کی بھی معاونت نہ کرنی چاہیئے - اسطرح معاونت و ترک معاونت سے

عمل صالح کرنے والون کی تائید ہوتی ہے اور عمل صالح واقع ہوتا ہے
بروتقوے اور اثم کی تعریف جو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے اور جو افعال
اون کے تحت مین آتے ہین اون کو اس کتاب مین ہمنے بیان کیا ہے اثم کے
علاوہ جو گناہ ہین اونکو عدوان مین سمجہہ لینا چاہیئے بالخصوص فحش عدوان مین
شامل ہے جیساکہ آگے آویگا۔ اور ہر قسم کی زیادتی و فحشا کو عدوان شامل ہے۔

انسان کا احسن تقویم پر ہونا اور اسفل سافلین مین پھینکدیا جانا لیکن ایمان لانیوالون اور عمل صالح کرنیوالونکو بے انتہا اجر پانا۔

سورہ تین مین ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ط ثم رددنٰہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت فلهم اجر غیر ممنون ط

بیشک پیدا کیا ہمنے انسان کو بہتر اندازہ پر پھر پھینکدیا ہمنے اوسکو نیچے سے نیچے درجے پر مگر جو ایمان لائے اور جنہون نے عمل صالح کیئے اونکو بے انتہا اجر ہے۔

پس خود خالق نے احسن تقویم پر انسان کے پیدا کرنے کی تصدیق کی ہے یعنی
جس غرض سے انسان پیدا کیا گیا ہے اوس غرض کے پورا کرنے کیلئے وہ
بہتر سے بہتر شکل و فطرت پر ہے۔ اور فطرتی عوارض اور تحریکات و ترغیبات سے
باوجود اختیار کے چونکہ وہ عمل سیئہ کرنے لگتا ہے اور عمل صالح سے روگردان
ہوتا ہے لہذا اسفل سافلین مین بھی وہ پھینکدیا گیا ہے لیکن ایمان اور عمل صالح
کرنے سے یعنی جبکہ اون عوارض و تحریکات و ترغیبات سے مغلوب نہ ہوکر وہ عمل صالح

ایمان کے ساتھ کرتا رہے تو اوس کو بے انتہا اجر دینے کا بھی اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پس اس مختصر آیت مین کس خوبی و خوش اسلوبی سے فرائض و ثواب و فطرت انسانی و عمل بہترین کرنے کی ہدایت کی گئی و ترغیب دی گئی ہے جس کے ساتھ وعدہ و وعید بھی ہے چنانچہ اسکی تائید سورہ عصر کے اس آیت سے ہوتی ہے

والعصر ۝ قسم عصر کی کہ انسان گھاٹے مین ہے
ان الانسان لفی خسر ۝ الا الذین اٰمنوا مگر جو ایمان لاوے اور عمل صالح
و عملوا الصلحٰت ط کرے۔

پس ایمان اور عمل صالح کے سبب سے گھاٹا انسان کا جاتا رہتا ہے اور اوسکے اصلی خلق کی صورت نمایان ہوجاتی ہے یعنی اوسکا احسن تقویم پر پیدا ہونا انسان کو عقل انسانی و قوت متفکرہ کے وجہ اور مسخرات کے سبب سے دوسرون پر امتیاز خاص ہے۔ اوسمین وہ طاقت بھی ہے جس سے وہ نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے اور حق کو باطل سے جدا کر سکتا ہے اور دوسرون کے علم و تجربہ سے فایدہ بھی اوٹھا سکتا ہے اور کسی چیز کو نشان کے ذریعہ سے تلاش کر کے پا سکتا ہے یعنی عقل حیوانی کے علاوہ عقل انسانی بھی اوسمین ہے جسکی بنا پر عمل کرنے کا وہ ایک حد تک مختار ہے اس لیئے وہ اپنے افعال کا ذمہ دار ہے اور چونکہ کسی چیز کے فوت پر وہ مایوس ہوجاتا ہے اور جو ملتا ہے اوس پر فرح ناجایز و فخر بیجا کرنے لگتا ہے یعنی مختال فخور وغیرہ ہوجاتا ہے اس لئے وہ اسفل السافلین مین گویا پھینکا ہوا ہے اور اوس سے امتحان لیا جاتا ہے کہ وہ عمل صالح کر کے فایدہ اوٹھاوے یا عمل سیئہ و غیر صالح کر کے سزا پاوے اور نقصان اوٹھاوے

ایمان کیساتھ عمل صالح کرنیوالونکو ظلم و ہضم سے خوف نہین

سورہ طہٰ مین ہے ومن یعمل من الصلحت | اور جو عمل صالح کرتا ہے اور وہ مومن ہے سو وہ
وھو مومن فلا یخاف ظلما ولا ہضما | نہین ڈرتا ظلم اور نہ حق کے ہضم ہونے سے

پس یہ خصوصیت قابل قدر ہے۔

حق باطل پر غالب ہوتا رہتا ہے

سورہ انبیاء مین ہے وما خلقنا السماء | اور ہمنے نہین بنایا آسمان اور زمین اور جو اوسکے
والارض وما بینھما لعبین ۵ لو اردنا | بیچ مین ہین کھیلتے ہوئے۔ اگر ہم چاہتے کہ بنالین
ان نتخذ لھوا لاتخذنہ من لدنا | کچھہ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہمکو کرنا ہوتا
ان کنا فعلین ط بل نقذف بالحق | یون نہین ہم پھینک مارتے ہین سچ کو جھوٹ پر
علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق | پھر وہ اوسکا سر پھوڑتا ہے پھر وہ سٹک جاتا ہے
ولکم الویل مما تصفون ط | اور تمکو خرابی ہے اون باتون سے جو بتاتے ہو

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلق اس عالم کا لہو لعب کے طور پر نہین ہے بلکہ حق باطل پر غالب ہوتا رہتا ہے اسطرح یہ عالم اسباب سے باطل مٹ جاتا ہے اور حق انجام کار اکثر غالب ہوتا رہتا ہے ورنہ نظام عالم مین فساد واقع ہو جائے اور باطل کو غلبہ ہو کر یہ عالم برباد ہو جاوے لہذا حق کی تائید کرنے والے یہ سمجھہ لین کہ انجام مین حق کو غلبہ ہوتا رہتا ہے۔

حق اللہ کیطرف سے ہے اوسمین آدمی مختار ہے کہ ایمان لاوے یا نہ لاوے ولیکن ظالمون کیلئے نار طیار ہے

سورہ کہف مین ہے وقل الحق من | اور کہہ حق تمہارے رب کیطرف سے ہے

ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر جو چاہے سو ایمان لاوے اور جو چاہے کفر
انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بہم کرے ہم نے طیار کر رکھا ہے ظالمون کیلئے آگ
سرادقہا۔ جسنے گھیر رکھی ہین اونکی قناتین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حق اللہ کیطرف سے ہے انسان ایمان
وکفر مین مختار ہے اور جو چاہے وہ ایمان لاوے اور جو چاہے کفر کرے اون کیلئے
اوسکا بدلہ آگ ہے۔ اس لئے ارتداد کی سزا دنیاوی بروے مذہب اسلام
قران مین نہین ہے جسکا بیان آیندہ باب کا عنوان ہے۔

ارتداد کی سزا مذہب اسلام مین

مسئلہ ارتداد اسلام کے معترضین کے ہاتھ مین ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جسکے
ذریعہ سے وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کا ظلم و وحشیانہ اطوار منسوب کرتے ہین
مگر اس سے بڑھ کرنے بنیاد حملہ بھی کم ہوا ہوگا۔ عموماً تعصب اور ناواقفیت نے
ملکر اسلام کے خلاف ایک ایسا میلان طبایع مین پیدا کر دیا ہے کہ بہت سی
بے بنیاد باتین اسلام کیطرف منسوب کی جاتی ہین اور کبھی یہ سمجھنے کی کوشش
نہین کیجاتی کہ فی الواقع ایسی باتین اسلام کیطرف کس حد تک منسوب ہوسکتی
ہین۔ بالخصوص عیسائی مشنری سلسلہ مین عموماً پاک اور صحیح اسلامی اصول کی
ناواقفیت طرح طرح کی برائیون مین ظہور پذیر ہوکر اسکا ایک تاریک
نقشہ اور سیاہ منظر ناواقف لوگون کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے۔ اور
یہ لوگ اسلام کے متعلق بے رورعایت اور منصفانہ باتون کے سُننے یا پھیلنے کو

پسند نہین کرتے۔ اور زود اعتقاد لوگون کی ناواقفی اور توہمات سے فایدہ اوٹھانے کی ناجایز کوشش کرتے ہین۔ اور کبھی تو یہ راگ گایا جاتا ہے کہ اسلام مین عورت کی حالت سخت ذلت کی حالت ہے۔ اور کبھی سارا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ اسلام نے مرتدین کے متعلق بڑے خوفناک اور وحشیانہ مظالم روا رکھے ہین۔ حالانکہ جو تصویر اُن مظالم کی پیش کیجاتی ہے وہ اسلامی قانون کی تصویر نہین ہے۔ ارتداد کا سوال دوسرے مذاہب مین نہ حل ہوسکا ہو تو اور بات ہے۔ مگر اسلام مین اس مسئلہ کا حل مشکلات کے ساتھہ وابستہ نہین۔ ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہین کہ محض ارتداد مذہبی پر اسلام نے اس دنیا مین کوئی سزا تجویز نہین کی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی اصلی کامیابی اس کے اصول کی معقولیت مین ہے۔ اور اس سچّے دین الٰہی کی بڑی بڑی فتوحات اسی وجہ سے ہین کہ بوجہ معقول اور سادہ ہونے کے یہ بہت جلد طبایع پر اثر ڈالتا ہے اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کے سبب سے ایسا گہرا اثر ڈالتا ہے جس کو پھر کوئی چیز مٹا نہین سکتی اور جس طرح اسلام کے تمام اصول مین معقولیت پائی جاتی ہے اوسیطرح مسئلہ ارتداد مین بھی معقولیت ہے۔ اور اون لوگون پر قتل کا فتوے نہین دیا جو دلائل کے ساتھہ اس کے احکام اور اصول کو سمجھہ نہین سکتے۔ قران کریم نے ایک نہایت صاف اور سیدہا اصول بیان کردیا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد	دین کے معاملہ مین جبر کوئی نہین۔ سیدہی راہ
من الغی فمن یکفر بالطاغوت	غلطی سے الگ ہوگئی ہے پس جو شخص طاغوت کا انکار

ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ط

کرتا ہی اور اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ ایک ایسی مضبوط رسّی کو پکڑ لیتا ہے جو ٹوٹ نہین سکتی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

پھر اسی سورہ بقر مین فرمایا ہی ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون ط

اور یہ لوگ (یعنی کافر) تمسے جنگ کرتے ہی رہینگے یہانتک کہ انکا بس چلے تو تم کو اپنے دین سے واپس پھیر کر رہین۔ اور جو کوئی تم مین اپنے دین سے پھر جائے اور پھر کافر ہونیکی حالت ہی مین مر جائے تو ایسے لوگون کے کام دنیا اور آخرت مین بے نتیجہ رہینگے۔ ... وہ آگ والے ہین۔ اور اسی مین رہینگے۔

اور دوسری جگہ سورہ مایدہ مین فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین ط

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو جو کوئی تم مین سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایک قوم کو لے آئیگا جس سے وہ محبت کرتا ہی اور جو اُس سے محبت کرتے ہین۔ مومنون کیلئے وہ رحم کرنیوالے ہونگے۔ کافرون کے مقابلہ مین غالب

ان ہر دو آیتون سے قارئین خود صحیح نتیجہ تک پہونچ سکتے ہین۔ اس بات کا کسیکو انکار نہین ہوسکتا کہ قانون اسلامی کا اصل منبع اور ماخذ قران شریف ہی ہے۔ اور مندرجہ بالا آیات مین ارتداد کے سوال پر فیصلہ کن قانون موجود ہے یعنی پہلی آیت مین ارتداد کی سزا کا بھی ذکر ہے۔ مگر وہ سزا یہ نہین کہ مرتد کو

قتل کردو یا اوسکے حقوق دنیاوی سلب کردیئے جائین بلکہ مرتد کی سزا
اللہ تعالی نے خود اپنے ہاتھ مین رکھی ہے حبطت اعمالھم فی الدنیا
والاخرۃ ط واولئک اصحب النار یعنی اون کے کام خواہ وہ دنیا کے لئے
ہون اور خواہ آخرت کے لئے بے نتیجہ رہینگے اور وہ اصحاب النار ہونگے۔ کیونکہ
اونھون نے راہ حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دوسری آیت مین بھی مرتد کیلئے کوئی
جسمانی سزا تجویز نہین کی گئی بلکہ یہ صرف بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے
تو مسلمان غمگین نہ ہون۔ کیونکہ ایک مرتد کے بجائے ایک قوم کی قوم دین اسلام
مین داخل ہوجائے گی۔ لیکن بعض عیسائی مصنفون نے تو یہان تک ظلم
کیا ہے کہ لفظ فیمت کا ترجمہ غلط کردیا ہے تاکہ ان الفاظ سے یہ ثابت ہو کہ مرتد کو
قتل کیا جانا ضروری ہے۔ لفظ فیمت کے معنی ہر ایک شخص جسے عربی زبان سے
کچھ بھی واقفیت ہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے معنی صرف اس قدر
ہین کہ "وہ مرجائے" لیکن بعض عیسائی مترجمین نے اس کا ترجمہ یون کردیا ہے۔
"اُسے ماردیا جائے" راڈویل نے صحیح ترجمہ "وہ مرجائے" ہی اختیار
کیا ہے۔ لفظ موت قدرتی موت پر بولا جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو امر یہان بیان
کیا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اسلام کے دشمن ایڑی سے چوٹی
تک زور اس بات کے لئے لگا رہے ہین کہ ظالمانہ ایذا دہی سے مسلمانون کو
اون کے دین سے پھیر دین۔ اس لئے اگر واقعی کوئی مسلمان کفر کی طرف
ہوجائے تو وہ اس دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی نقصان اوٹھائے گا
کیونکہ اسلام کو ترک کرکے وہ نہ صرف اون روحانی فوایدہی سے محروم رہجائیگا

جو بحیثیت ایک مسلم کے وہ حاصل کر سکتا تھا بلکہ وہ اون فوایدسے بھی قطعاً بے نصیب رہے گا جو اسلام کے آخری غلبہ کے ذریعہ سے مسلمانون کو حاصل ہونے والے تھے۔ اور نہ یہان اور نہ کسی دوسرے موقعہ پر قران شریف مین یہ اشارہ تک بھی پایا جاتا ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جاے یا اوس کو کوئی اور سزا دی جاے گو لفظ ارتداد جو اصطلاحی لفظ دین سے پھر جانے کے متعلق ہے دو ہی مرتبہ قران کریم مین استعمال ہوا ہے مگر اسلام کے بعد کفر کیطرف لوٹ جانے کا ذکر قران کریم مین متعدد مقامات پر آتا ہے اور انمین سے کفر کیطرف لوٹ جانے کی سزا کا ذکر نہین کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جاے۔ چنانچہ ذیل کی آیات قرانی اس پر شاہد ہین۔ سورہ نحل مین ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم ط ذالک بانھم استحبوا الحیوٰۃ الدنیا علی الاخرۃ و ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین ط اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم و سمعھم و ابصارھم واولئک ھم الغافلون ط لا جرم انھم فی الاخرۃ

جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرتا ہے نہ وہ جسے مجبور کر دیا گیا ہو اور اوس کا دل ایمان پر مطمئن ہو بلکہ وہ جس کا کفر پر شرح صدر ہو جاتا ہے تو ایسے لوگون پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور انکے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ اسلئے کہ انہون نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اسلئے کہ اللہ کافر قوم کو ہدایت نہین کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہین جنکے دلون اور کانون و آنکھون پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ غافل ہین۔ لاجرم آخرت مین وہ نقصان

هم الخاسرون ط	اوٹھانے والے ہون گے۔
سورہ نسا مین ہے ان الذین	وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر
امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا	ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر مین
ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم	زیادتی کی یہ نہین ہوگا کہ اللہ اونکی مغفرت
ولا لیھدیھم سبیلا ط	کرے اور نہ یہ کہ وہ اونکو راستہ کی ہدایت کرے

آخری آیت جو ہم نے اوپر بیان کی ہے یہ تقریباً پانچوین سال ہجرت مین نازل ہوئی ہے جب مدینہ مین اور اوس کے اردگرد اسلام کی حکومت قایم ہوچکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مکہ مین مرتدین کے متعلق کہا گیا تھا وہی حکم مدینہ مین بھی رہا۔ یعنی مرتدین کے احکام شروع سے آخر تک ایک ہی رہے۔ غرض قران کریم سے جس قدر شہادت پیدا ہوتی ہے اوسمین کہین اشارہ تک بھی نہین کہ جو شخص دین اسلام کو اختیار کرکے پھر منحرف ہو جائے اوسے قتل کر دیا جائے یا اوسے کوئی اور سزا دیجاوے اور چونکہ قران ہی اصل ماخذ قانون اسلام کا ہے اس لئے یہ شہادت فیصلہ کن ہے۔ آخری حوالہ سورہ نسار کا آخری زمانہ کا ہونے کی وجہ سے اور بھی فیصلہ کن ہے اور اس کے الفاظ اپنے اندر یہ شہادت رکھتے ہین کہ مرتد کو قتل کرنے کا حکم اسلام مین جاری وساری نہ تھا کیونکہ آیات مذکورہ مین دو بارہ ایمان لانے اور دو بار کفر کیطرف لوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر اوس شخص کو جو اسلام لانے کے بعد کفر کیطرف لوٹ جائے قتل کرنے کا حکم ہوتا تو اوس کو یہ موقع کہان ملتا کہ وہ دوبارہ اسلام لائے اور پھر دوبارہ کفر کیطرف لوٹ جاوے

الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم	جو لوگ ایمان لاوین اور پھر کافر ہوجائین پھر ایمان
کفروا ثم ازدادوا کفرا	لائین پھر کافر ہوجائین پھر کفر مین بڑھتے چلے جائین

کیا ان الفاظ سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ ارتداد کی سزا قتل نہ تھی بلکہ اس کے خلاف شہادت موجود ہے کہ مرتد قتل نہ کیا جاتا تھا۔ اب ہم دوسری طرف دیکھتے ہین تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین کوئی واقعہ ایسا نظر نہین آتا کہ آپ نے کسی مرتد کو قتل کرایا ہو یا اوس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہو یعنی محض ارتداد کیوجہ سے کسی کو سزاے قتل دی ہو۔ ہان اگر ارتداد کے ساتھہ کسی نے کوئی اور جرم کیا ہو جسکی سزا موت ہو تو اوس صورت مین قتل کی سزا ارتداد کی وجہ سے نہین کہلائے گی مگر اس دوسرے جرم کی سزا ہوگی۔ پس قانون اسلامی کے دونون ماخذ یعنی قرآن شریف اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر شاہد ہین کہ جو الزام اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ وہ اسلام سے پھر جانے کی سزا قتل قرار دیکر لوگون کو جبراً دین اسلام کے اندر رکھنا چاہتا ہے وہ سرتاپا غلط اور محض افترا ہے۔ اسلام کے عام قوانین کو دیکھا جائے تو اوس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان قوانین کا میلان یہی ہے کہ ہر مرد اور عورت کے ساتھہ اُس کے فرایض اور اوسکی ذمہ داریان لکھدی ہین اور ایک قانون زندگی اوسے دیدیا ہے۔ جس کی ضرورت اور جس کا ہر قدم پر استعمال اوسکی پیروؤن کی زندگی مین پایا جاتا ہے اور اس قانون کا پابند کرنے کے لئے کسی ظاہری طاقت سے کام نہین لیا جاتا کیونکہ حق یہ ہے کہ ایک مذہب کا دوسرے کو اختلاف مذہب کی وجہ سے تکلیف

پہونچانا یا ایک ہی مذہب کے اندر ایک غالب فرقہ کا دوسرے فرقہ کو
تکلیف پہونچانا صرف دلائل سے اپنے مذہب کو نہ منوا سکنے کا نتیجہ ہی ہوتا ہے
چنانچہ ہر نبی کے مقابلہ مین حق کو خاموش کرنے کے لئے طاقت انسانی
سے ان کے مخالفون نے کام لیا ہے۔ کیونکہ جب حق کی تردید دلایل سے
نہین ہوسکتی تو پھر زور و قوت سے کام لیا جاتا ہے لیکن اسطرح پر آزار دہی حق کے
لئے روک ہونے کے بجاے اسکی اشاعت مین ہمیشہ معاون ثابت ہوئی
ہے۔ اسلام کے رو سے کسی شخص کا کسی مذہب کو قبول کرنا محض ایک
ایسا معاملہ ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ہے اور جس کا کسی دوسرے
سے بجز تبلیغ و نصیحت و سمجھانے و بشارت دینے کے اور تعلق نہین پس جس
طرح کوئی طاقت انسانی یہ حق نہین رکھتی کہ کسی اصول کو بزور منوائے اسی
طرح کسی طاقت انسانی کو یہ حق حاصل نہین ہونا چاہیئے کہ وہ کسی اصول پر
لوگون کو بزور قایم رکھے۔ یہی وہ اصول ہے جو قران کریم نے بھی سکھایا
ہے اور یہی عملدرآمد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا معلوم
ہوتا ہے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ سورہ انعام مین ہے

وما نرسل المرسلین الا مبشرین	اور نہین بھیجتے ہم رسولون کو مگر بشارت دینے والے
ومنذرین فمن امن و اصلح	اور آگاہ کرنیوالے سو جو ایمان لایا اور صلاح پکڑا تو نہین
فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ط	خوف ہے اونکو اور نہ غمگین ہونگے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ مرسلین کا صرف یہ فرض ہے کہ آگاہ کرین اور
نیک کام کرنے والون کو بشارت دیوین وہ کسی پر جبر نہین کرتے نہ اپنے مذہب کے

قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور کرتے ہین پھر جو ایمان لایا اور اوسکے ساتھہ صلاح پکڑا تو اوس کو خوف نہین نہ وہ غمگین ہوگا۔ اور جب مرسلین کو حق نہین تو مومنین کو بدرجہ اولی نہین

ہر اُمت کیلیئے ایک شریعت او طریق ہے لیکن سب کے اصول واحد ہین اور کسی نبی مین فرق نہ کرنا چاہیئے اور آنحضرتؐ کی شریعت سب سے آخری شریعت ہے

سورہ مایدہ مین ہے لکل جعلنا	ہر ایک کی تمہارے لئے ہمنے بنایا ہے ایک شریعت
منکم شرعة و منهاجا ولو شاء	اور طریقہ اور اگر چاہتا اللہ کر دیتا تم کو ایک فرقہ۔
اللہ لجعلکم امة واحدة ولکن	لیکن آزماتا ہے تم کو اوسمین جو دیا ہے تم کو۔ پس
لیبلوکم فی ما اٰتٰکم فاستبقوا الخیرات	سبقت کرو نیکیون مین اللہ کیطرف تم سب کا لوٹنا ہے
الی اللہ مرجعکم جمیعاً فینبئکم بما کنتم	سو آگاہ کرے گا تم کو جس مین تم اختلاف
فیہ تختلفون ط	کرتے تھے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک شریعت و طریقہ دیا گیا تھا یہانتک کہ اسلام آخری شریعت اور تمام لوگون کے لئے ہے اور اگر اللہ چاہتا تو کل اُمتون کو ایک ہی شریعت و طریقہ پر کر دیتا لیکن منشاے الٰہی یہی ہے کہ آزمایا جاوے کہ جن لوگون کو جو شریعت دیگئی ہے اوسمین وہ کیا کرتے ہین اور خیرات پر کسطرح سبقت کرتے ہین یا ذریعہ اختلاف کا اوس کو بناتے ہین

اگر ذریعہ اختلاف بناوین گے تو اللہ جب اوس کیطرف لوٹائے جاوینگے
اون کو آگاہ کرے گا۔ پس شریعت اور طریق شریعت کو سبب اختلاف کا
نہ ہونا چاہیئے بلکہ سبب اتحاد ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ نے تمام شریعتون کا اصول
واحد رکھا ہے اور اوسمین فرق نہین کیا جیسا کہ سورہ نسا مین ہے

ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ	جو لوگ کفر کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسولون کیساتھ
و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و	اور چاہتے ہین کہ فرق ڈالین درمیان اللہ اور
رسلہ و یقولون نومن ببعض و نکفر	اوسکے رسولون کے اور کہتے ہین ایمان لائے ہم بعض پر اور کفر کیا
ببعض و یریدون ان یتخذوا بین	بعض کیساتھ اور چاہتے ہین کہ درمیان انکے ایک
ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون	راہ بنالین وہی لوگ اصلی کافر ہین اور ہمنے
حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مھینا	طیار کیا ہی کافرون کیلئے عذاب سوا کرنیوالا اور
والذین آمنوا باللہ و رسلہ ولم یفرقوا	جو لوگ ایمان لائے ہین اللہ اور اوسکے رسولون پر اور
بین احد منھم اولئک سنوتیھم	نہین فرق نکالتے اونمین سے کسی ایک کا درمیان مین اون کو
اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما	ہم اونکے اجر دینگے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسولون کی شریعت
مین اختلاف و فرق نہین ہے اور اصول سب شریعتون کا واحد ہے طریق
شریعت اگرچہ جدا جدا ہین۔ سورہ نحل مین ہے۔

و لو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ	اور اگر اللہ چاہتا تو تمکو ایک فرقہ کر دیتا اور لیکن گمراہ
و لکن یضل من یشاء و یھدی	کرتا ہی جسکو چاہتا ہے اور جسکو چاہتا ہدایت کرتا ہے اور
من یشاء و لتسئلن عما کنتم تعملون	پوچھے جاوین گے اپنے عمل سے۔

سورہ شوریٰ مین ہے ولو شاء
اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن
یدخل من یشاء فی رحمتہ والظالمون
مالھم من ولی ولا نصیر ط

اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک فرقہ کر دیتا لیکن
وہ داخل کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت
مین اور ظالمین کے لئے کوئی نہین ہے
نہ ولی اور نہ مددگار۔

سورہ حج مین ہے لکل امۃ جعلنا
منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک
فی الامر وادع الی ربک انک لعلی
ھدی مستقیم ط

ہر فرقہ کیلئے ہمنے بنایا ہے ایک راہ چلنے کی جسپر
وہ چلتے ہین سو چاہیئے کہ تجھسے نہ منازعت کرین
امر مین اور بلا اپنے رب کیطرف بیشک تو
ہدایت مستقیم پر ہے۔

پس یہ امر الٰہی مین سے ہے کہ ہر گروہ کے لئے ایک طریق عبادت وطریق عمل ہو اور یہ امر لا نفرق بین احد من رسلہ کے متناقض نہین۔ اور آنحضرتؐ کی شریعت چونکہ آخری شریعت اور کل شریعتون کی متمم اور خلاصہ ہے لہذا اس آیت مین یہ حکم ہے کہ اپنے رب کی طرف تو بلا اور تو ہدایت مستقیم پر ہے۔ پس آپ کی ہدایت مستقیم ہے اوس پر بلانے کا حکم ہے کہ دیگر شریعتون کو چھوڑ کر لوگ اوس کو قبول کرین و عمل کرین۔ سورہ حدید مین ہے۔

والذین امنوا باللہ ورسلہ
اولئک ھم الصدیقون
والشھداء عند ربھم لھم اجرھم
ونورھم والذین کفروا وکذبوا
بایتنا اولئک اصحب الجحیم ط

اور جو ایمان لائے اللہ پر اور اوسکے رسولون پر
وہی صدیق اور شہدا ہین اپنے رب
کے نزدیک اونکے لئے اونکا اجر ہے اور اونکا
نور اور جنہون نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری
آیات کو وہی جہنمی ہین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسول پر ایمان
لانا صدیق اور شہدا ر بنتا ہے کسی خاص رسول کا نام نہین ہے بلکہ کل
رسولون پر بلا استثنا ہے اور اولئک کا لفظ اوس کے ساتھہ ہے لیکن قید
یہ ہے کہ ادن کو اون کا اجر و نور ملیگا یعنی جیسا عمل کرینگے ویسا ثواب
پاوینگے بخلاف اس کے کافرون کو جنھون نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا وعید
جہنم ہے اس کے ساتھہ قید ایمان رسل نہین ہے بلکہ عمل کافرون کا ہے جو
جھٹلانا ہے - اور سورہ حدید مین ہے

سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنت — سبقت کرو اپنے رب کی مغفرت کیطرف
عرضها کعرض السماء والارض — و جنت کیطرف جسکی چوڑائی آسمان و زمین کیطرح ہے
اعدت للذین امنوا باللہ ورسله — طیار ہے اونکے لئے جو ایمان لائے اللہ اور اوسکے رسولون پر
ذلك فضل اللہ یوتیه من یشاء — یہ فضل اللہ کا ہے وہ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے
واللہ ذو الفضل العظیم ط — اور اللہ بہت بڑا فضل والا ہے۔

پس اللہ اور اوس کے رسولون پر ایمان لانا سبب مغفرت وخلود جنت کا
ہے جس کا اس آیت مین ذکر ہے کسی خاص رسول کا ذکر نہین ہے ؟
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو رسولون پر ایمان نہین لاویگا اور اللہ
پر ایمان لاوے گا اوسکی مغفرت نہ ہوگی و نہ جنت مین داخل ہوگا بلکہ یہ
بہترین طریقہ بیان ہوا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسولون پر ایمان لاوین -

سورہ بقر مین ہے الم - ذلك الكتٰب — الم - وہ کتاب ہے جسمین شک نہین ہدایت
لا ریب فیه هدی للمتقین — کرنیوالی ہے اون متقین کیلئے جو ایمان بالغیب

الذین یومنون بالغیب و یقیمون — لاتے ہین اور قائم رکہتے ہین نماز کو اور جو کچہہ ہمارا

الصلواۃ و مما رزقنٰہم ینفقون — دیا ہے اوسمین سے خرچ کرتے ہین اور جو ایمان

والذین یومنون بما انزل الیک — لاتے ہین اوسپر جو نازل ہوا تیرے طرف اور جو

وما انزل من قبلک و بالاخرۃ — نازل ہوا تیرے پہلے اور آخرت پر بہی وہ یقین لاتے

ہم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی — ہین وہی ہدایت پر ہین اپنے رب کیطرف سے

من ربہم واولٰئک ہم المفلحون — اور وہی فلاح پانے والے ہین۔

پس معلوم ہوا کہ قران و آنحضرت کی ہدایات و انبیاے سابقین کی ہدایات مین مطابقت ہے مخالفت نہین سب پر ایمان ہو سکتا ہے۔ سورہ آل عمران

مین ہے ان الدین عند اللہ — دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی اور نہین اختلاف کیا

الاسلام وما اختلف الذین — اون لوگون نے جنکو کتاب دیگئی مگر بعد اس کے

اوتو الکتٰب الا من بعد ما جاءہم — کہ پہونچگیا اون کے پاس علم ازرہ بغی

العلم بغیا بینہم ومن یکفر بایٰت — کے اپنے درمیان اور جسنے کفر کیا اللہ کی

اللہ فان اللہ سریع الحساب ط — آیات کیساتہہ تو اللہ سریع الحساب ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام یعنی خدا پرستی کُل انبیاء کا دین تہا اور اسی کا علم اون حضرات نے اپنی اُمتون پر پہونچایا اور صرف باہم ایک دوسرے پر بغاوت سے اختلاف کیا گیا اور جو اللہ کی آیات سے کفر کرے تو اللہ سریع الحساب ہے سورہ آل عمران مین ہی۔ قل — تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک کلمہ کیطرف

یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ — جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان

بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ — یہ کہ نہ عبادت کرین ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک

ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون الله
فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا
مسلمون ط

لاوین ہم اوس کے ساتھ کسی شے کو اور
نہ بناوین ہمارے بعض کو بعض ارباباً
من دون اللہ پھر اگر اس سے منہ پھیرین تو تم
لوگ کہدو کہ گواہ رہو اسپر کہ ہم اسلام لانیوالے ہین۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ کسی شے کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا یا ارباباً من دون اللہ بنانا منافی اسلام ہے۔ سورہ جاثیہ مین ہے۔

ولقد اتينا بني اسرائيل الكتب
والحكم والنبوة ورزقنهم من
الطيبت وفضلنهم على العلمين
واتينهم بينت من الامر فما
اختلفوا الا من بعد ما جاءهم
العلم بغيا بينهم ان ربك يقضي
بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه
يختلفون ثم جعلنك على شريعة
من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء
الذين لا يعلمون ط

اور بیشک دیا ہمنے بنی اسرائیل کو کتاب
اور حکم اور نبوت اور روزی دیا ہمنے اون کو
طیبات سے اور بزرگی دی ہمنے اونکو جہانون پر اور دیا
ہمنے اونکو بینات امر مین سے سو نہین اختلاف کیا
اونہون نے مگر بعد اس کے کہ آیا اونکو علم باہم بغی
کے وجہ سے اللہ فیصلہ کرے گا اون کے
درمیان قیامت کے دن جسمین وہ اختلاف
کرتے ہین پھر کیا ہمنے تجھکو اوپر ایک شریعت کے
امر مین سے سو اتباع کر اوسکی اور نہ اتباع کر اون
لوگونکی بیجا خواہشون کی جو علم نہین رکھتے۔

پس اون امور مین جو بنی اسرائیل کو عطا ہوئے تھے جن کا ذکر اس آیت مین ہے باہمی بغی کے وجہ سے اونھون نے اختلاف کیا تو اوس کے بعد آنحضرت کو ایسی شریعت دیگئی جو امر مین سے ہے اور اوسمین احکام ہین

لہذا آنحضرتؐ کو حکم ہے کہ اوسکی اتباع کرین اور جو علم نہین رکھتے اونکی بیجا خواہشون کی اتباع نہ کرین اس لئے شریعت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اب قابل اتباع ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف کا فیصلہ قیامت مین ہوسکتا ہے اور دوسرا بہتر ذریعہ بجز تبدیل شریعت کے نہین تھا۔ جسطرح آیت سورہ حج مذکورہ مین فلا ینازعنک فی الامر تھا اوسیطرح اس آیت مین ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر ہے۔ پس ان دونون آیات مذکورہ کے ساتھ امر کا لفظ قابل خیال و یاد رکھنے و سمجھنے کے ہے۔

قیامت مین آنحضرتؐ کل امت کے گواہ ہونگے

سورہ نحل مین ہے و یوم نبعث من کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم وجئنا بک شھیدا علی ھؤلاء و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء و ھدی و رحمۃ و بشری للمسلمین ط

جسدن اوٹھاوینگے ہم ہر امت مین سے ایک گواہ اونپر اونہی مین کا اور تجھکو لاوینگے گواہ اونپر اور حال یہ ہے کہ نازل کیا ہمنے تجھپر کتاب صاف بیان کرنے والی ہرشے کی اور ہدایت و رحمت اور بشارت مسلمین کے واسطے۔

اس آیت سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ قیامت مین ہر امت کی بابت اونہی کے فرد کی گواہی ہوگی اور آنحضرتؐ اون پر گواہ ہونگے کیونکہ سب سے اخیر امت کے آپؐ نبی اور رسول ہین اور چونکہ آنحضرتؐ قران کو جسمین ہرشے کا صاف و مفصل بیان ہے اور ہدایت و رحمت و بشارت مسلمین کیلئے ہے

لائے ہین لہذا یہ حجت اللہ کی ہوگی کہ کیون نہین وہ امت ایمان لائے۔

بینات و کتاب و میزان و رسولونکی غرض قسط ہے

سورہ حدید مین ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتٰب و المیزان لیقوم الناس بالقسط و انزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس و لیعلم اللہ من ینصرہ و رسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز

اور بیشک بہیجا ہمنے اپنے رسولون کو بینات کے ساتھہ اور اوتارا اونکے ساتھہ کتاب و میزان تاکہ لوگ سیدہے رکہے جاوین قسط کیساتھہ اور اوتارا ہمنے لوہے کو اوسمین سخت لڑائی ہے اور منافع ہے آدمیون کیلئے اور تاکہ معلوم کرے اللہ کہ کون مدد کرتا ہے اوسکی اور اوسکے رسولونکی بالغیب اللہ عزیز و قوی ہے۔

پس رسولون کے بہیجنے وغیرہ کے علاوہ اس آیت مین لوہے کا منافع اور اوسکی وجہ سے لڑائی شدید ہونے کا ذکر ہے اور اوس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ اللہ جانے کہ کون اوسکی اور اوس کے رسولون کی مدد بالغیب کرتا ہے لہذا اللہ کی مدد مین اوس کا صرف ہونا چاہیئے جو قوی عزیز ہے۔

علو و فساد نہ چاہنے والے کے بابت وعدہ

سورہ قصص مین ہے تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض و لا فسادا و العاقبۃ

اس دار آخرت کو ہمنے کیا ہے اوس کیلئے جو نہین چاہتے بڑائی زمین مین اور نہ فساد اور انجام واسطے متقین

للمتقین ۶

باقیات صالحات کا خیر ہونا
سکے ہے

سورہ مریم مین ہے والباقیات | اور باقی رہنے والے صالحات اچھے ہین
الصلحات خیر عند ربک ثوابا | تیرے رب کے پاس بروسے ثواب اور
وخیر مردا | بہتر پھر جانے کی جگہ ہے
سورہ کہف مین ہے المال والبنون | مال اور لڑکے زینت دنیا کی زندگی کے ہین
زینۃ الحیوٰۃ الدنیا والباقیات | اور باقیات الصالحات بہتر ہین بروے ثواب اور
الصلحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املا | اور بروے بہتر توقع کے

باقیات صالحات وہ عمل صالح ہوئے جس کے اجر و جزا و ثواب ملنے کی توقع ہو اون کو مال اور بنون سے ترجیح دیگئی ہے اگرچہ وہ بھی ذریعہ عمل صالح کا ہوسکتے ہین لیکن وہ ذریعہ ہین اور باقیات صالحات اصل ہے۔

اللہ دنیا اور قیامت مین رسولون و ایمان والونکی مدد کرتا ہی

سورہ مومن مین ہے انا لننصر رسلنا | ہم مدد کرتے ہین اپنے رسولون اور ایمان والونکی
والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا | دنیا کی زندگی مین اور جبدن کھڑے
ویوم یقوم الاشہاد | ہون شہادت دینے والے یعنی قیامت کے دن
سورہ حم سجدہ مین ہے ان الذین | جنھون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل | استقامت کیا اوترتے ہین اونپر فرشتے کہ نہ ڈرو
علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا | اور نہ غم کرو اور بشارت سنو اوس

وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوٰة الدنیا و فی الاخرة ط

جنت کی کہ وعدہ دیے گئے ہم تمہارے دوست ہین دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین۔

اہل کتاب کے ایک فریق کو نہ ماننا چاہیئے اور اعتصام باللہ کر کے قرآن کی آیات کو امام بنانا چاہیئے

سورہ آل عمران مین ہے یاایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتٰب یردوکم بعد ایمانکم کافرین و کیف تکفرون و انتم تتلی علیکم اٰیات اللہ و فیکم رسولہ و من یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم ط

اے مومنو اگر تم اطاعت کروگے ایک فریق کی اون لوگون مین سے جنکو کتاب دیگئی ہے بنا دینگے تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر اور کیونکر تم کفر کروگے اور تم ہو کہ پڑھی جاتی ہین تمہارے اوپر آیات اللہ کی اور تم مین اوسکا رسول ہے اور جسنے مضبوط پکڑا اللہ کو تو بیشک ہدایت کیا گیا صراط مستقیم کیطرف۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس امر مین اہل کتاب [illegible] اونمین ایک فریق کی بات کو بغیر حق کے سمجھے مان لینے مین خوف کفر ہے لہذا جو حق ہو وہ ماننا چاہیئے نہ کہ کسی فریق کے معتقدات کو۔ چونکہ عام حکم ہے لہذا [illegible] استدلال کیا

ملائکہ وغیرہ کیون نہین اوترتے کہ کافر ایمان لاوین

سورہ انعام مین ہے و قالوا لولا انزل

اور کہتے ہین کیون نہ اوترا اوسپر فرشتہ

علیه ملک ولو انزلنا ملکا لقضی	اور اگر ہم اوتاریں فرشتہ تو فیصلہ ہو جاوے
الامر ثم لا ینظرون ولو جعلناه ملکا	کام کا پھر مہلت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے
لجعلناه رجلا وللبسنا علیهم ما	کوئی فرشتہ تو آدمی ہی کو کرتے اور اوسپر شبہہ
یلبسون ط	ڈالتے وہی جو شبہہ لاتے ہیں۔
سورہ ہود میں ہے ان یقولوا لولا	یہ کہینگے کہ کیوں نہ اوتارا گیا اوسپر خزانہ یا اوس
انزل علیه کنز او جاء معه ملک	کیساتھ فرشتہ سو اسکے نہیں کہ تو آگاہ کرنیوالا
انما انت نذیر والله علی کل شیء وکیل	ہے اور اللہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

پس صرف آگاہ کرتا ہے لہذا فرشتہ یا خزانہ وغیرہ کا اوتارنا مناسب نہ تھا پس اعتراض کا بہت صاف جواب ہے اور معجزات یعنی خرق عادات کے دکھانے کی نفی ان سے ہوتی ہے۔ سورہ حجر میں ہے۔

لوما تاتینا بالملئکة ان کنت من	کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس ملایکہ اگر تو
الصدقین ما ننزل الملئکة الا بالحق	سچا ہے نہیں اوتارتے ہیں ہم ملائکہ کو مگر حق کیساتھ
وما کانوا اذا منظرین ط	اور نہ اوسوقت مہلت ملیگی۔

قرآن کے سننے سے مشرکوں کو ہدایت ہوتی ہے

سورہ توبہ میں ہے وان احد من	اور اگر کوئی مشرکوں میں سے پناہ مانگے تجھسے تو
المشرکین استجارک فاجره حتی	اوسکو پناہ دے کہ وہ سنے کلام اللہ کو
یسمع کلم الله ثم ابلغه مامنه ط	پھر پہنچا دے اوسکو جہاں وہ نڈر ہو یہ اسلئے
ذلک بانهم قوم لا یعلمون ط	کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔

پس اس آیت سے کلام اللہ کے سُننے کے لئے پناہ دینے کا حکم ہے
جس سے کلام اللہ یعنی قرآن کا ہدایت کرنیوالا ہونا ثابت ہوتا ہے اور مشرکونکا
سمجھ نہ رکھنا لہذا قرآن سمجھانے اور ایمان لانے کا سبب ہوتا ہے۔

گناہون کا حکمی ہونا

سورہ مائدہ مین ہے یا ایہا الذین
آمنوا اوفوا بالعقود احلت لکم
بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر
محلی الصید وانتم حرم ان اللہ
یحکم ما یرید ط

اے مومنو پورا کرو عقود کو حلال کیا گیا ہے
تمہارے لئے بہیمۃ الانعام مگر جو پڑھا جاےگا
تمہارے اوپر غیر حلال کرنے والے
شکار کے جس وقت کہ تم احرام مین ہو
اللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

ان اللہ یحکم ما یرید سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے اوس کا حکم کرتا ہے
اور انسان کی فطرت کے اعتبار سے اللہ نے یہ چاہا ہے اور اسی لئے
حکم آیت مذکورہ دیا۔ پس اس آیت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گناہ
یعنی کسی شئے کا حرام کرنا اصلی نہین ہے بلکہ حکمی ہے یعنی اللہ نے جس امر کو
گناہ و حرام قرار دیدیا ہے وہ گناہ و حرام ہے باعتبار حالت و فائدہ انسانی
و بقاء عالم کے لیکن حقیقت مین فی نفسہ وہ بُرا نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ باعتبار
نفع و نقصان کے اور باعتبار اس کے کہ جس فطرت پر جو پیدا کیا گیا ہے
اوس کے خلاف وہ نہ کرے کسی چیز کو حرام یا حلال یا گناہ یا ثواب کہتے
ہین اور اسطرح جو قوت جسمین ہے اوس کو محدود و آزادی دیتے ہین ورنہ ہر قوت

اپنی اصلی حالت مین مذموم نہین کہی جاسکتی اور اوس سے کے آزاد ہونے مین قوت رکھنے والے کو مزا بحیثیت قوت سے کے آسکتا ہے۔ پس حرمت یا گناہ قرار دینا حکمی ہے۔

برائی بھلائی کس وجہ سے ہوتی ہے اور کسکے طرف سے

سورہ نسا مین سے ہے وان تصبہم حسنۃ یقولوا ھذہٖ من عند اللّٰہ وان تصبہم سیئۃ یقولوا ھذہٖ من عندک ط قل کل من عند اللّٰہ فمال ھٰؤلاء القوم لایکادون یفقہون حدیثا ما اصابک من حسنۃ فمن اللّٰہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک وارسلناک للناس رسولا وکفی باللّٰہ شھیدا ط

اگر پہونچتی ہے اونکو بھلائی کہتے ہین یہ خدا کے پاس سے ہے اور اگر پہونچتی ہے اونکو برائی کہتے ہین یہ تیرے پاس سے ہے تو کہہ کہ کل اللہ کے پاس سے ہے پس کیا حال ہے اوس قوم کا جو بات کے تفقہ کے قریب نہین جاتے جو پہونچتی ہے تجھکو بھلائی سو اللہ کیوجہ سے ہے اور جو پہونچتی ہے تجھکو برائی تیرے نفس کیوجہ سے ہے اور بہیجا ہمنے تجھکو آدمیون کیلئے رسول اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا۔

یہ مسایل اہمۂ مشکلہ مین سے ہے کہ بھلائی یا برائی کا پہونچانے والا اللہ تعالی ہے یا نہین لیکن جس خوبی سے ان آیات مین حل کیا گیا ہے وہ قابل خیال رکھنے کے ہے اور اسی سلئے اس آیت مین کہا گیا ہے کہ کیا حال ہے اوس قوم کا کہ نزدیک نہین ہین کہ سمجھین بات کو۔ پس اس آیت مین اصل بات سمجھا دیگئی ہے۔ اور وہ اسطرح ہے کہ بھلائی و برائی کل اللہ کے پاس سے ہے

یعنی دونون اوسی کے حکم و منشا سے پہونچتی ہین اور جو کسی شخص کو بھلائی
پہونچتی ہے تو وہ اللہ کے طرف سے ہوتی ہے کیونکہ نظام عالم اللہ تعالیٰ
نے ایسا ہی رکھا ہے کہ بھلائی انسانون کو پہونچے پس اوسکا پہونچنا کیون
نہ خدا کیطرف سے کہا جاوے - اور جو برائی پہونچتی ہے وہ انسان کے
نفس کے سبب سے ہے کیونکہ نفس انسانی جس طریق پر بہبود عالم
و مشیت و ارادہ ایزدی سے پیدا ہوا ہے وہ یا تو خود اپنی ذات پر کسی برائی
کے پہونچنے کا سبب ہوتا ہے یا نظام عالم کے رو سے اوسمین فطری
استعداد ایسی ہے کہ خود بخود وہ معلول ایسی علتون کا ہو جاتا ہے جس سے
اوس کو برائی پہونچتی ہے - چونکہ سوال آنحضرت صلعم کے نسبت برائی کے
پہونچانے کا تھا لہذا جواب مین بھی اللہ تعالیٰ نے فمن نفسک کہا لیکن اوس
سے مراد ہر نفس سے ہے اور خوبی ان آیات مین یہ بھی ہے کہ اس کہنے کے
بعد کہ تیرے نفس کے سبب سے برائی پہونچتی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے
فرما دیا وارسلناک للناس رسولا وکفی باللہ شہیدا جس سے یہ معلوم ہو کہ خود
آنحضرت صلعم کے ذات کی وجہ سے براہ راست برائی نہین پہونچتی آپ تو واقعی
طور پر رسول ہین پس آپ کی وجہ سے بھلائی ہمیشہ پہونچتی ہے صرف یہ مطلب
ہے کہ نفس انسانی کو اوسکے قبول اثرات کے سبب سے برائی پہونچتی ہے
اللہ تعالیٰ کوئی برائی خود نہین پہونچاتا - فرمایا اللہ تعالیٰ نے

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت — ظاہر ہوا فساد خشکی اور تری مین بسبب کسب آدمیون کے ہاتھ کے
ايدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا — تاکہ چکھاوین ہم اونکو بعض اونکا جو اونہون نے عمل کیا

اس آیت اور اس قسم کی آیتون کا منشا یہ ہے کہ خدا تعالی نے ہر شخص کو ایک طرح کا آزاد اور با اختیار پیدا کیا اور قوی اوسکو دیا اور جو چیزین دنیا مین اوس کیلئے پیدا کیا سب کا اون چیزون مین حق مساوی دیا کہ بقدر ضرورت کام مین لاوین اور اپنے قوی کو ترقی دیوین اور شگفتہ رکھین - لیکن برخلاف اوسکے آدمیون نے اون اشیا پر قبضہ و تسخیر کرکے اون کو اپنا حق قرار دیا اور دوسرے کی آزادی مین خلل ڈالنے لگے - پس اس وجہ سے حقوق و فرایض باہمدیگر پیدا ہوئے اور فساد کا وجود ہوا اور دفع کی تدبیر کرنی پڑی - پس مساوات انسانون سے ظاہر ہوا خدا نے سب کو فی نفسہ آزاد پیدا کیا تہا - لہذا جو مصیبت پہونچتی ہے وہ انسان کے کسب سابقہ یا حال کیوجہ سے ہوتی ہے -

ہر انسان حد معین تک آزاد مخلوق ہوا ہے اور اوس کو حق ہے کہ اپنے قوی کو ترقی دیوے اور شگفتہ رکہے اور ایسا عمل ثواب قرار دیا گیا ہے اور اوس کے کرنے کی ترغیب و تاکید کیگئی ہے انسان کے استعمال و فایدہ کے لئے جو چیزین دنیا مین پیدا و موجود ہین اونمین ہر انسان کا حق ہے کہ جسقدر ضرورت ہو کام مین لاوے اور استعمال کرے پس اس وجہ سے ہر انسان کا باہم حق مساوی ہوا یعنی ضرورت جس کو ہو اوس کا حق باہمی معاشرت مین مرجح ہوگا ورنہ سب استعمال مین حق مساوات رکہینگے - لیکن برخلاف اس اصول کے انسانون نے اون پر مثلاً زمین و جنگل وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور اوسکو اپنا حق قرار دیا اور دوسرے انسانون کو جنکا قبضہ نہین ہوا اون سے محروم کر دیا یا محروم کرنے کی کوشش کی اور جنکو واقعی اصل ضرورت تھی اونکو بہی نہین لینے

دیا۔ اس طریق سے دوسرون کی آزادی مین خلل ڈالا اور بعض بعض کے آزادی مین مخل ہوئے اور فساد کا پودا پیدا ہوا۔ اور فتنہ وفساد تمام دنیا مین پھیل گیا۔ جبکہ اسطرح کا فتنہ وفساد شایع نہین ہوا تھا امن تھا اور بعد اسکے کہ انسانون اور اون کے ہاتھون نے بر و بحر مین برے برے نوع کے افعال کئے باہمی فتنہ وفساد کا وجود ہوا پس اللہ تعالی کا یہ فرمانا اصول مذکور کے روسے بالکل ٹھیک و صحیح ہے۔ ظہر الفساد بالبر والبحر بما کسبت ایدی الناس لنذیقھم بعض الذین عملوا اور یہ بھی اللہ تعالی کا فرمانا درست ہے کہ جو مصیبت پہونچتی ہے وہ تیرے نفس سے یعنی انسان کے اور جو خیر ہے وہ اللہ کیطرف سے کیونکہ مصیبت تو فساد کے وجہ سے پیدا ہوئی اور ان انسانون کے ذریعہ سے جن کے اب انسان قایمقام ہین اور اب بھی فساد مین حصہ لیتے ہین۔ اور قبل اس کے جو خیر ہوا اور جو کچھہ خیر ہوتا ہے وہ چونکہ اصل مین خیر ہے لہذا وہ ہوتا ہے پس وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ وہ اپنے حال پر ہے اوس مین اوس فساد کا دخل نہین ہوا جو انسانون کے عمل سے پیدا ہوا۔

مصیبت اللہ کے علم سے کیون پہونچتی ہے

سورہ حدید مین ہے ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ان کوئی مصیبت نہین پہونچتی زمین مین اور نہ تمھاری جان پر مگر ایک کتاب مین ہے پہلے اس سے کہ پیدا کرین ہم اوس مصیبت کو یہ اللہ پر

ذٰلک علی اللّٰہ یسیر لکیلا تاسوا علیٰ	آسان ہے تاکہ مایوس نہ ہوجاؤ اوسپر جو تم سے
ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتٰکم واللّٰہ	چلا گیا اور خوش نہ ہوجاؤ اوسپر جو تمکو ملا اور اللہ
لا یحب کل مختال فخور الذین یبخلون	نہین چاہتا ہر اترانیوالے بڑائی مارنیوالے کو جو بخل
ویامرون الناس بالبخل ومن یتول	کرتے ہین اور امر کرتے ہین آدمیون کو بخل کا اور
فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید ط	جسنے منھ پھیرا تو اللہ ہی غنی حمید ہے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام دنیا اور تمام آدمیون پر مصیبت نہین پہونچتی مگر اللہ کے علم سے تاکہ مایوس نہ ہوجاوین اور فرحان آئے پر نہ ہوجاوین اور تکبر و فخر کرنے لگین پس بقائے عالم و اندازہ معین کے لئے مصیبت پہونچتی ہے

بقدر وسعت انسان مکلف ہے

سورہ اعراف مین ہے والذین اٰمنوا	اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا ہم تکلیف
وعملوا الصّٰلحٰت لا نکلف نفسا الا	نہین دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے
وسعھا اولٰئک اصحٰب الجنۃ ھم	موافق وہی ہین جنت والے وہ اوسمین
فیھا خالدون ط	رہینگے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح سبب دخول جنت ہین ایمان اور عمل صالح کے لئے صرف اوسیقدر انسان مکلف ہے جس قدر اوسکو وسعت ہو۔ پس یہ ضرور نہین ہے کہ جسکو وسعت نہ ہو وہ جنت مین داخل نہو کیونکہ مکلف صرف بقدر وسعت ہے۔ سورہ مائدہ مین ہے

ولٰکن لیبلوکم فی ما اٰتٰکم	ولیکن تمھاری آزمایش کریگا اوسمین جو تمکو دیا ہے

پس جو قوت نہین عطا ہوئی اور جس کی وسعت و استطاعت نہ ہو اوسکے
عمل پر انسان مکلف نہین ہے۔ سورہ طلاق مین ہے

لینفق ذو سعة من سعته ومن — پس خرچ کرے وسعت والا اوپنی وسعت سے
قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه — اور جسکو اوسپر تنگ ہوئی رزق تو وہ خرچ اوس مین جو اوسکو
الله لا یکلف الله نفسا الا ما آتاها — اللہ نے دیا اللہ تکلیف نہین دیتا کسی نفس کو مگر جو دیا ہے اوسکے موافق

چونکہ انسان کو اوس کے اعمال کی جزا و سزا دیتا ہے لہذا اگر ایسے امور مین
اوس کو سزا دیجاوے جس مین وہ مجبور ہو اور بے بسی کے وجہ سے نہ کرتا ہو تو
عدل و قسط نہ ہوگا۔

مسخرات کے فرایض و فوایداور متفکر قوم کیلیے اونکا آیت ہونا

سورہ جاثیہ مین ہے الله الذی سخر لکم — اللہ وہ ہے جسنے کام مین لگایا تمہارے لئے دریا کو
البحر لتجری الفلک بامره ولتبتغوا — تاکہ جاری کیجاوے کشتی اوسکے حکم سے اور تاکہ تم کو
من فضله ولعلکم تشکرون وسخر لکم — تلاش کرو اوسکے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو اور کام مین لگایا
ما فی السموات وما فی الارض جمیعا — جو کچھ آسمانون اور جو کچھ زمین مین ہے سب اوسمین آیات ہین
منه ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون — اوس قوم کیلیے جو تفکر کرتے ہین۔

پس ان آیات سے حسب ذیل امور بھی ثابت ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ دریا کو
اللہ نے اس لیے انسانون کے کام مین لگایا کہ اوس مین کشتی چلے اور اسلیے
بھی کہ اللہ کا فضل تلاش کیا جاوے یعنی تجارت اور مال کے کمانے کا
ذریعہ بالخصوص اور دیگر فضل کا بھی ذریعہ ہو اور تاکہ شکر کرین۔ شکر کرنیکے

معنی یہان پر زبان سے حمد یا شکر کا جپنا نہین ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اوس
سے مراد یہ ہے کہ جس کام مین رضاے مولی ہو وہ بذریعہ تسخیر بحر حاصل کیا
جاوے یا یہ کہو کہ کل اعضا و جوارح مقصد مذکور کے لئے لگائے جاوین
دوسرے یہ کہ انسانون کے لئے جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے سبکو
کام مین اللہ نے لگایا ہے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانون اور
زمین مین جو خلقت ہے وہ سب انسانون کے کام مین خود لگی ہے اور ایمین
جن کو وہ مسخر کرسکتا ہے وہ اوس کے کام مین آسکتے ہین۔ تیسرے یہ کہ ہر دو
وجوہ مذکورہ بالا تفکر کرنے والی قوم کے لئے آیات اللہ ہین کہ اون کے نشان
پر عمل صالح کرے اور اوسکی مرضی کے موافق کام کرے۔ اور چونکہ تفکر کا
نتیجہ جو بذریعہ آیات ہون ارتقاے قومی ہے لہذا قومی ترقی بھی اوس کے ذریعہ
سے ہوتی ہے غور سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی سب کائنات کو قدرت چلا رہی
ہے اور جو تغیر ہوتا ہے اوسی سے ہوتا ہے علم حکمت مین اس کو قوت کہتے ہین
اور اسلام مین حکم الٰہی حرکت، حرارت، نور، برق، مقناطیس وغیرہ سب
اوسی جنس الاجناس قوت کی مختلف نوعین ہین۔ ان سب قوتون کا اگر ایک
نام رکھین تو قواے طبعیہ کہہ سکتے ہین۔ خاندان، قوم، سلطنت، قانون
فوج، علوم و فنون، تجارت، ریل، جہاز، تار وغیرہ سب کے سب انھین
قوتون کے نتائج ہین انسان مین جو مختلف صورتین اوس قوت یا حکم الٰہی کی
ظاہر ہوتی ہین ان سب کو قواے بشریہ کہتے ہین۔ ان قواے بشریہ کا ایک
حصہ بقاے ذات کے لئے ضرور ہے اور دوسرا بقاے نسل کے لئے۔

بقاے ذات کی تمام قوتون مین سے اشتہا قوی ترین ہی۔ قواے طبعیہ مضر بھی ہوتی ہین اور مفید بھی اگر آدمی اُن کی ترکیب وقابلیت سے آگاہ نہ ہوا اور اون کو مسخر نہ کرسکا تو وہ ضرر کرتی ہین برخلاف اوس کے بہت فایدہ کرتی ہین اسیطرح قواے بشریہ بھی مضر ومفید ہوتی ہین اور جبتک قواے بشریہ سے آدمی آگاہ نہین ہوتا اور اون کو مسخر نہین کرتا تب تک وہ خطرناک آثار پیدا کرتی رہتی ہین جتنے جرایم اور رذایل دنیا مین ہین وہ سب قواے بشریہ کے بُرے استعمال کے نتایج ہین مفلسی، بیماری چوری، ڈاکا، کُشت وخون، فتنہ وفساد، غریبون کا ستانا دوسرون کا ناحق مال کھانا وغیرہ سب اوس کے وجہ سے پیدا ہوتے ہین لیکن اگر اون قواے بشریہ کا علم ہو اور اون کے مسخر کرنے کی کوشش ہو تو دنیا کی تمام برکتین پیدا ہوتی ہین اس وقت دنیا مین جتنے سودمند علم وہنر ہین جتنی دولت ہے جتنے اسباب راحت ہین جتنا انتظام ہے جتنا قانون ہے جتنی تجارت ہے جتنی نقل وحرکت کے سامان ہین جتنا خُلق ہے جتنی ہمدردی وتہذیب ہے سب قواے بشری کے اچھے استعمال سے ہے ہر فرد بشر مین ایک حصہ قواے بشری کا ودیعت ہے اگر وہ اوسی حال پر چھوڑ دیا جاوے تو اندیشہ ہے کہ اوس سے خطرناک آثار ونتایج پیدا ہون لیکن اگر اوس کو تربیت وتعلیم سے مسخر کیا جاوے اور کارآمد راہون مین چلایا جاوے تو امن اور علم وہنر اور حُسن عمل اور دولت وراحت مین اضافہ ہو۔ جن حضرات کو آدمیون کی

بہبود بڑہانے کا شوق ہو اون کو قوائے بشری کو مسخر کرنا چاہیئے اور اس مجموعہ کا کارآمد بنانا اصل الاصول ہے۔ تندرست اور با خلق اور کاسب معاش اور فرد قوم ہونے کا شعور اور حسن تعامل اور تعاشر کا ملکہ بچہ کی تربیت و قوم و سوسائٹی کے درست کرنے کے لئے اسیطرح حاصل ہوتا ہے۔

نیکی سے دنیا مین بھی نیکی ملتی ہے

سورہ زمر مین ہے قل یٰعباد الذین امنوا اتقوا ربکم الذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وارض اللہ واسعۃ انما توفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب ط

تو کہہ اے بندو جو ایمان لائے ہو تقویٰ کرو اپنے رب سے جنھون نے نیکوکاری کی اون کے لئے اس دنیا مین نیکی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے سوائے اس کے نہین کہ دیئے جاوینگے صبر کرنیوالون کو انکے اجر بغیر حساب

پس جو لوگ نیکوکاری کرتے ہین اون کو اس دنیا مین نیکی ملتی ہے اور ترغیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین فرمایا ہے کہ اللہ کی زمین واسعہ ہے۔

فحشا و فقر کی تفتیش اور فضل و حکمت کی تفصیل

سورہ بقر مین ہے الشیطٰن یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم

شیطان تم کو وعدہ دیتا ہے محتاجی کا اور حکم کرتا ہے تم کو فحشا کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے

مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم
یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت
الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر
الا اولوا الالباب ط

تم کو اپنی مغفرت کا اور فضل کا اور اللہ واسع علیم
ہے دیتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے اور جسکو
حکمت دیگئی اوسکو خیر کثیر دیگئی اور نہین سمجھتے
مگر صاحبان عقل

پس چونکہ فقر کے مقابلہ مین بھی ان آیات مین فضل ہے لہذا مال کو بھی شامل ہے اور محکم طور سے مال ونعمت بھی اوس مین شامل ہین پھر اوس کے بعد واسع علیم سے بھی توثیق ہوتی ہے پھر حکمت کے بابت ہے جس کے معنی کام کی چیزون سے کرنے کے ہین اس سے بھی مال ونعمت وراحت زیادہ ہوتی ہے پس اس سے جسطرح فحشا کا برا ہونا ثابت ہوتا ہے اوسیطرح فقر کی بھی تنقیص نکلتی ہے لہذا فقر کے دور کرنے کی تدبیر وحکمت نہ کرنا فلسفہ اسلام کے رو سے شیطانیت ہے رہبانیت نہین کیونکہ ان آیات مین شیطان اللہ کے بالمقابل لایا گیا ہے۔

عدم بسط رزق مین حکمت ہے

سورہ شوری مین ہے ولو بسط اللہ
الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض و
لکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ
خبیر بصیر ط

اور اگر اللہ فراخ کردیتا رزق کو اپنے
بندون پر سرکشی کرتے ملک مین ولیکن اتارتا
ہے اندازہ سے جو چاہتا ہے بیشک وہ اپنے
بندون پر خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے

پس عدم بسط رزق اور ایک اندازہ معین سے کم وبیش ہونا بسبب اسکے ہے

کہ اللہ خبیر و بصیر ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بغاوت فی الارض نہین ہوتی اور عالم برباد نہین ہوتا۔

جب عیش کرنیوالے فسق کرتے ہین تو نقصان اوٹھاتے اور ہلاک ہوتے ہین

سورہ بنی اسرائیل مین ہے واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا ط

اور جب ہم چاہتے ہین کہ ہلاک کرین کسی بستی کو حکم بھیجتے ہین اوس کے عیش کرنیوالون کو تو فسق کرتے ہین تو حق ہو جاتا ہے اونپر قول تو اولٹ مارتے ہین ہم اونکو اوٹھا کر۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عیش کرنے والے جب فسق کرتے ہین تب اون کو نقصان پہونچتا ہے اور وہ قوم تباہ ہوتی ہے۔ لہذا ایسا عیش فی نفسہ اچھا نہین ہے جو سبب فسق و ہلاک کا ہو۔

سنت اللہ و فطرت اللہ کو تبدیل و تحویل نہین ہے

سورہ روم مین ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ط

اللہ کی فطرت ہے جسپر پیدا کیا آدمیون کو تبدیلی نہین اللہ کے خلق مین یہ انصاف سیدھا ہے اور لیکن اکثر آدمی ہین کہ نہین جانتے۔

پس جس صورت پر انسان پیدا ہوا اوسکی ماہیت غیر مبدل ہے لہذا اوسکی فطرت پر استدلال ہو سکتا ہے اور ہستی انسانی کو متغیر سمجھنا اس آیت کے منافی ہے۔ سورہ فاطر مین ہے۔

فہل ینظرون الا سنت الاولین — پس وہ راہ نہین دیکھتے مگر پہلون کی عادت کی

فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا — سو تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت مین بدلنا

ولن تجد لسنت اللہ تحویلا — اور تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت کو ٹلنا۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح اور جس وجہ سے اگلون نے اپنی عادات کا پھل پایا اوسیطرح پچھلے بھی پاوینگے اللہ کی عادات مین تبدیل و تحویل نہین ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم — تو کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنی ساخت کے ڈول پر سو

اعلم بمن ھو اھدی سبیلا — تیرا رب بہتر جانتا ہے اوسکو جو زیادہ راہ پایا ہدایت کی

پس ہر شخص اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے یعنی جیسی جسکی بناوٹ ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ ان آیات سے علت و معلول سبب و مسبب کا سلسلہ مستقل ثابت ہوتا ہے اور اون سے نتایج ایک ہی قسم کے پیدا ہونے کا پتہ چلتا ہے جو غیر مبدل و غیر متغیر ہوتے ہین اور اوسی کو فطرت اللہ اور سنت اللہ کہا گیا ہے۔

ظاہر و باطن اثم دونونکو چھوڑنا چاہیے

سورہ انعام مین ہے وذروا ظاہر — اور چھوڑ دو ظاہر گناہ کو اور اوس کے

الاثم وباطنہ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون — باطن کو جو کماتے ہین گناہ سزا پاوینگے اپنے کئے کا۔

گناہ کا ظاہر یہ ہے کہ جو گناہ بنفسہ گناہ ہو اوسکا کرنا اور اوس کا باطن یہ ہے کہ ایسے افعال کا کرنا جو سبب اوس گناہ ظاہر کے ہوسکتے ہون اور اوس کے دواعیات مین سے ہون جیسے غیر اللہ کے لئے اللہ کو بھی شریک کرکے ذبح کرنا جو شرک ہے یہ ظاہر گناہ ہے اور اللہ کا نام ذبح پر نہ لینا یا دوسرے کا نام اوس پر لینا اوس کا باطن ہے یا احکام اصلی کا نہ کرنا ظاہر گناہ اور احکام محافظ کا نہ کرنا اوس کا باطن گناہ ہے مثلاً اصل مقصود یہ ہے کہ غیر خدا کی عبادت کے نظر سے قربانی و ذبح نہ کیا جاوے اور غیر خدا کا نام اوس پر نہ لیا جاوے یہ باطن اثم ہے اور اس نظر سے کہ اعلان اسکا ہوتا رہے کہ غیر خدا کے نام پر ذبح و قربانی نہین ہوتی یہ شرط لگا دیگئی ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لازماً لیا جاوے پس اوس کا ترک کرنا ظاہر اثم کا کرنا ہے جس سے مقصود باطن اثم کی حفاظت ہے جو حقیقتاً اثم ہے اور نا قابل کرنے کے ہے۔

خلق عالم اس لئے ہوا تا کہ آزمایا جاوے کہ کون انسان احسن عمل کرتا ہے اور فطرت انسانی اور اوسپر جزا یا سزا

سورہ ہود مین ہے وھو الذی — وہ وہی ہے جسنے بنائے آسمان و زمین

خلق السموات والارض فی ستة
ایام وکان عرشه علی الماء
لیبلوکم ایکم احسن عملا ولئن
قلت انکم مبعوثون من بعد الموت
لیقولن الذین کفروا ان هذا الا
سحر مبین ولئن اخرنا عنهم العذاب
الی امة معدودة لیقولن ما یحبسه
الا یوم یاتیهم لیس مصروفا عنهم
وحاق بهم ما کانوا به یستهزءون و
لئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم
نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن
اذقنه نعماء بعد ضراء مسته لیقولن
ذهب السیأت عنی انه لفرح فخور
الا الذین صبروا وعملوا الصلحت
اولئک لهم مغفرة واجر کبیر ط

چهه دن مین اور اوس کا عرش پانی پر تها
تاکہ تم کو آزماوے کہ کون تم مین اچها
کرتا ہے عمل اور اگر تو کہے کہ تم اوٹهوگے
مرنے کے بعد البتہ کہینگے کافر یہ نہین مگر
جادو صریح اور اگر ہم دیر لگادین اون سے
عذاب ایک گنی ہوئی مدت تک البتہ کہینگے
کون روک رہا ہے اوسکو خبردار جسدن آویگا
اونپر نہ پهیرا جاویگا اون سے اور اولٹ
پڑے گا اونپر جسپر ٹهٹها کرتے تهے اگر
ہم چکها دین آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پهر
چهین لین اوس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو
اور اگر ہم چکها دین اوسکو آرام بعد تکلیف کے جو پهونچی اوسکو
تو کہنے لگے گئین برائیان مجهسے تو وہ خوشیان
کرتا بڑائیان کرتا ہے مگر جو لوگ صبر کرین اور عمل صالح
کرین اون کو مغفرت اور اجر کبیر ہے -

فطرت انسانی کے خالق نے جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اوسکا عالم ہے فطرت انسانی کی تصویر کو ان آیات مین دکہا کر اور غرض تخلیق بتاکر جس طریق سے مغفرت و اجر کبیر ملتا ہے اوس کا بهی ذکر فرمایا ہے اور جس وجہ سے عذاب نہ پهرے گا اوس کا بهی ذکر فرمایا ہے - پس یہہ

فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کو اللہ نے اس لئے خلق کیا تاکہ آزماوے کہ کون
تم مین اچھا عمل کرتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ غرض
تخلیق آزمایش حسن عمل ہے دوسرے یہ کہ انسانون مین اچھے اور برے
دونون قسم کے لوگ ہون گے کیونکہ اگر ایسے نہ ہون اور کوئی زمانہ
ایسا آوے کہ کل انسان اچھے عمل کرنے والے ہوجاوین تو آزمایش
باقی نہ رہے گی۔ پس انسانی فطرت یہی ہے کہ اچھے اور برے دونون
قسم کے لوگ ہون اور کوئی احسن بروے عمل ہو اور کوئی غیر احسن۔
پھر بعث بعد الموت کے بابت فرمایا کافر اس کو سحر مبین کہینگے اور اگر اونکے
عذاب دینے مین مدت معین تک روک ہو تو کہین کون روک رہا ہے اوسکو
اس طرح کافرون کی فطرت انسانی کی مختلف حالتون اور خیالون کا بیان
ہے۔ ایسے لوگون کے نسبت یہ فرمایا کہ جس دن عذاب اون کا نہ پھیرا
جاوے گا۔ پھر انسان کی عام فطرت کافرون کی فطرت کے بیان کے
بعد بیان فرمائی کہ اگر انسان کو ہم اپنی طرف سے رحمت چکھاوین پھر چھین لین
تو وہ نا امید و ناشکر ہوجاتا ہے یعنی سلب رحمت و بقاے زحمت کے
وقت اور اگر تکلیف کے بعد آرام پہونچاوین تو کہنے لگتا ہے کہ برائیان مجھ
سے گئین یعنی کبھی برائیان اوس پر پھر نہ آوین گی اور اس خیال سے
اوسکی پھر وہی حالت ہوجاتی ہے کہ خوشیان کرتا اور بڑائیان کرتا
ہے یعنی ایسے اچھے افعال جس سے اوسکی حالت نہایت کم ہے اوس کو
اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور بے پروا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ کو بھولجاتا ہے

پس جس صورت پر انسان پیدا ہوا اوسکی ماہیت غیر مبدل ہے لہذا اوسکی فطرت پر استدلال ہو سکتا ہے اور ہستی انسانی کو متغیر سمجھنا اس آیت کے منافی ہے۔ سورہ فاطر مین ہے۔

فہل ینظرون الا سنت الاولین	پس وہ راہ نہین دیکھتے مگر پہلون کی عادت کی
فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا	سو تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت مین بدلنا
ولن تجد لسنت اللہ تحویلا	اور تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت کو ٹلنا۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح اور جس وجہ سے اگلون نے اپنی عادات کا پھل پایا اوسیطرح پچھلے بھی پاوینگے اللہ کی عادات مین تبدیل و تحویل نہین ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم	تو کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنی ساخت کے ڈول پہ
اعلم بمن ھو اھدی سبیلا	تیرا رب زیادہ جاننے والا ہے اوسکو جو زیادہ راہ پایا ہے ہدایت کی

پس ہر شخص اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے یعنی جیسی جسکی بناوٹ ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ ان آیات سے علت و معلول سبب و مسبب کا سلسلہ مستقل ثابت ہوتا ہے اور اون سے نتایج ایک ہی قسم کے پیدا ہونے کا پتہ چلتا ہے جو غیر مبدل و غیر متغیر ہوتے ہین اور اوسی کو فطرت اللہ اور سنت اللہ کہا گیا ہے۔

ظاہر و باطن اثم دونونکو چھوڑنا چاہیے

سورہ انعام مین ہے وذروا ظاھر	اور چھوڑ دو ظاہر گناہ کو اور اوس کے

الاثم وباطنہ ان الذین یکسبون — باطن کو جو کماتے ہیں گناہ سزا پاویںگے

الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون — اپنے کئے کا۔

گناہ کا ظاہر یہ ہے کہ جو گناہ بنفسہ گناہ ہو اوس کا کرنا اور اوس کا باطن
یہ ہے کہ ایسے افعال کا کرنا جو سبب اوس گناہ ظاہر کے ہو سکتے ہوں اور
اوس کے دواعیات میں سے ہوں جیسے غیر اللہ کے لئے اللہ کو بھی شریک
کر کے ذبح کرنا جو شرک ہے یہ ظاہر گناہ ہے اور اللہ کا نام ذبح پر نہ لینا یا
دوسرے کا نام اوس پر لینا اوس کا باطن ہے یا احکام اصلی کا نہ کرنا ظاہر
گناہ اور احکام محافظ کا نہ کرنا اوس کا باطن گناہ ہے مثلاً اصل مقصود یہ ہے
کہ غیر خدا کی عبادت کے نظر سے قربانی و ذبح نہ کیا جاوے اور غیر خدا کا
نام اوسپر نہ لیا جاوے یہ باطن اثم ہے اور اس نظر سے کہ اعلان اس کا
ہوتا رہے کہ غیر خدا کے نام پر ذبح و قربانی نہیں ہوتی یہ شرط لگا دیگئی ہے
کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لازماً لیا جاوے پس اوس کا ترک کرنا ظاہر اثم
کا کرنا ہے جس سے مقصود باطن اثم کی حفاظت ہے جو حقیقتاً اثم ہے
اور نا قابل کرنے کے ہے۔

خلق عالم اس لئے ہوا تا کہ آزمایا جاوے کہ کون انسان احسن عمل کرتا ہے اور فطرت انسانی اور اوسپر جزا یا سزا

سورہ ہود میں ہے وھو الذی — وہ وہی ہے جسنے بنائے آسمان و زمین

خلق السموات والارض فی ستة
ایام وکان عرشه علی الماء
لیبلوکم ایکم احسن عملا ولئن
قلت انکم مبعوثون من بعد الموت
لیقولن الذین کفروا ان هذا الا
سحر مبین ولئن اخرنا عنهم العذاب
الی امة معدودة لیقولن ما یحبسه
الا یوم یاتیهم لیس مصروفا عنهم
وحاق بهم ما کانوا به یستهزؤن و
لئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم
نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن
اذقنه نعماء بعد ضراء مسته لیقولن
ذهب السیات عنی انه لفرح فخور
الا الذین صبروا وعملوا الصلحت
اولئک لهم مغفرة واجر کبیر ط

چھہ دن مین اور اوسکا عرش پانی پر تھا
تاکہ تم کو آزماوے کہ کون تم مین اچھا
کرتا ہے عمل اور اگر تو کہے کہ تم اوٹھوگے
مرنے کے بعد البتہ کہینگے کافر یہ نہین مگر
جادو صریح اور اگر ہم دیر لگاوین اون سے
عذاب ایک گنی ہوئی مدت تک البتہ کہینگے
کون روک رہا ہے اوسکو خبردار جسدن آویگا
اونپر نہ پھیرا جاویگا اون سے اور اولٹ
پڑے گا اونپر جسپر ٹھٹھا کرتے تھے اگر
ہم چکہاوین آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر
چھین لین اوس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو
اور اگر ہم چکہاوین اوسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہونچی اوسکو
تو کہنے لگے گئین برائیان مجھسے تو وہ خوشیان
کرتا بڑائیان کرتا مگر جو لوگ صبر کرین اور عمل صالح
کرین اون کو مغفرت اور اجر کبیر ہے۔

فطرت انسانی کے خالق نے جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اوسکا
عالم ہے فطرت انسانی کی تصویر کو ان آیات مین دکھاکر اور غرض
تخلیق بتاکر جس طریق سے مغفرت واجر کبیر ملتا ہے اوس کا بھی ذکر فرمایا ہے
اور جس وجہ سے عذاب نہ پھرے گا اوس کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ پس یہہ

فرمایا ہے کہ آسمان وزمین کو اللہ نے اس لئے خلق کیا تاکہ آزماوے کہ کون
تم مین اچھا عمل کرتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ غرض
تخلیق آزمایش حسن عمل ہے دوسرے یہ کہ انسانون مین اچھے اور برے
دونون قسم کے لوگ ہون گے کیونکہ اگر ایسے نہ ہون اور کوئی زمانہ
ایسا آوے کہ کل انسان اچھے عمل کرنے والے ہوجاوین تو آزمایش
باقی نہ رہے گی۔ پس انسانی فطرت یہی ہے کہ اچھے اور برے دونون
قسم کے لوگ ہون اور کوئی احسن بروے عمل ہو اور کوئی غیر احسن۔
پھر بعث بعد الموت کے بابت فرمایا کافر اس کو سحر مبین کہینگے اور اگر اونکے
عذاب دینے مین مدت معین تک روک ہو تو کہین کون روک رہا ہے اوسکو
اس طرح کافرون کی فطرت انسانی کی مختلف حالتون اور خیالون کا بیان
ہے۔ ایسے لوگون کے نسبت یہ فرمایا کہ جس دن عذاب اون کا نہ پھیرا
جاوے گا۔ پھر انسان کی عام فطرت کافرون کی فطرت کے بیان کے
بعد بیان فرمائی کہ اگر انسان کو ہم اپنی طرف سے رحمت چکھاوین پھر چھین لین
تو وہ ناامید و ناشکر ہوجاتا ہے یعنی سلب رحمت و بقاے زحمت کے
وقت اور اگر تکلیف کے بعد آرام پہونچاوین تو کہنے لگتا ہے کہ برائیان مجھ
سے گئین یعنی کبھی برائیان اوس پر پھر نہ آدین گی اور اس خیال سے
اوسکی پھر وہی حالت ہوجاتی ہے کہ خوشیان کرتا اور ڈرائیان کرتا
ہے یعنی ایسی اچھی افعال جس سے اوسکی حالت نہایت کمتر ہے اوس کو
اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور بے پروا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے

لیکن ان ہر دو حالت مذکورہ سے وہ لوگ مستثنی ہین جو سراء و ضراء مین صبر و عمل صالح کرتے ہین دونون حالتون مین صبر کرنا تعرف نفس و تفہم فرض کا ذریعہ ہوتا ہے اور وہ عمل صالح کرنے پر آمادہ کرتا ہے پس صبر کرنیوالے اور عمل صالح کرنے والے ہی سراء و ضراء کی برائیون سے بچتے ہین اون کے علاوہ کوئی نہین بچ سکتا یہ عام فطرت انسانی ہے اور اوسکا اجر اللہ تعالی نے مغفرت اور اجر کبیر اسی آیت مین بیان فرمایا ہے لہذا ان آیات مین کافرون کی فطرت اور اون حضرات و اصحاب کی فطرت کا ذکر ہے جنکے لئے اجر کبیر ہے۔

نقائص رسوم و تقلید و الفت آبائی و نادانی اوسکے سبب ہوتے ہین

جو لوگ کہ آزادرای نہین رکھتے اور کسی شے مین تعقل و تفکر صحیح و باقاعدہ تفقہ سے کام نہین لیتے اور جذبات کے غلام ہوتے ہین جب کسی بات کا نشیب و فراز اونکو دکھایا جاتا ہے اور حق سمجھایا جاتا ہے اور ہدایت سوجھائی جاتی ہے تو سب سے بڑا مانع اونکے قبول کیلئے رسوم آبائی و تقلید و الفت اونکی جنسے وہ اور اون کے باپ دادا موانست رکھتے ہین ہوتے ہین اور تمام ہدایت کرنیوالون اور مبلغین اور رسولون اور نذیرون کو اوہی کو سمجھانا پڑتا ہے اور وہی سبب

فساد و عناد و ظلم و فتنہ و جنگ ناحق کے ہوتے ہین۔ سورہ مائدہ مین ہے

و اذا قیل لهم تعالوا الی ما	اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس
انزل الله و الی الرسول قالوا	طرف جو نازل کیا ہے اللہ نے اور رسول کیطرف
حسبنا علی ما وجدنا علیه اباءنا	کہتے ہین کافی ہے ہمکو جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادا کو
اولو کان اباءهم لایعلمون	اگرچہ اونکے باپ دادا نہ جانتے ہون کسی شئے
شیئا ولا یهتدون ط	کو اور نہ ہدایت پائی ہو اونہون نے۔

پس اللہ تعالی نے نہایت بلیغ جواب دیا کہ جس کا اون کے باپ دادون کو علم نہ تھا اور جو ہدایت اونہون نے نہ پائی تھی اگرچہ اوس کا بہی وقت آوے اور علم و ہدایت ہو تو اون کا کہنا کہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو وہ ہم کو کافی ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ لہذا رسوم آبائی کے ترک اور ہدایت و حق کے قبول کرنے کے بابت آیت مذکور کافی ہے

اور سورہ بقر مین ہے و اذا قیل	اور جب اونکو کہا جاے کہ چلو اوسپر جو نازل کیا ہے
لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا نتبع	اللہ نے کہتے ہین ہم چلتے ہین جسپر مالوف پایا
ما الفینا علیه اباءنا او لو کانوا	ہمنے اپنے باپ دادون کو اگرچہ اونکے باپ دادے
اباءهم لایعقلون شیئا ولا یهتدون	کسی شئے کی نہ عقل رکہتے ہون اور نہ ہدایت رکہتے ہون

اس آیت مین اون لوگون کا ذکر ہے جو اپنے باپ دادون کے الفت پر چلتے ہین اور اللہ نے جو حق اوتارا اوسپر نہین چلتے پس یہ وہ لوگ اور مثل اون کے ہوئے جو کسی کو بزرگ سمجہ کر اور اوس سے مالوف ہو کر اوسکی تقلید کرتے ہین اور اوس کو اپنے سے بہتر سمجہ کر اوسکی ایون سے

نہین ٹلتے۔ اسی سے لئے مذکورہ بالا آیت سورہ مائدہ مین ما وجدنا علیہ اباءنا تہا اور اس آیت مین ما الفینا علیہ اباءنا ہے۔ اس کا بھی نہایت بلیغ جواب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگرچہ اون کو کسی شے کے بابت عقل و ہدایت نہ ہو اور عقل و ہدایت کا اوس کے نسبت اُن کیلئے نہ ہونا ثابت ہو جاے تب بھی تم اون کے اُلٹے پر چلوگے۔ پس آیت سورہ مایدہ مین لایعلمون شیئا تہا اور اسمین لایعقلون شیئا ہے یعنی علم و عقل دونون کے بابت آیات ہوئین۔ اور سورہ اعراف مین ہے

و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا اباءنا و اللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ط	اور جب کرتے ہین فاحشہ کہتے ہین ہمنے اوسپر پایا اپنے باپ دادون کو اور اللہ تعالیٰ نے اوس کام کا امر کیا تہا تو کہہ اللہ نہین حکم کرتا فحشاء کا کیا کہتے ہو تم اللہ پر جو وہ نہین جانتا۔

فحشاء کرنے والے ہی بعض وہ ہوتے ہین جو اپنے باپ دادا کے رسم کے مطابق فحشاء کو کرتے ہین اور جب اون کو منع کیا جاتا ہے تو یہ عذر کرتے ہین کہ ہمارے باپ دادون نے ایسا پایا اوس کے مثل کیا ہے اور اوس کو اللہ کے حکم سے اونہون نے کیا ہوگا اس قسم کے لوگون کا جواب اللہ تعالیٰ نے نہایت بلاغت سے اس آیت مین دیا ہے کہ کیا اللہ فحشاء کا حکم دیتا ہے یہ اوس کے درجہ و شان کے خلاف ہے۔ پس تم ایسی بات کہتے ہو جس کو اللہ خود نہین جانتا یعنی اوس کے حکم دینے کو نہین جانتا۔ لہذا جو عمل واقعی طور پر فحشاء مین شامل ہین اون کے لئے بھی

عذر مذکور نہین ہوسکتا۔ اور سورہ کہف مین ہے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا
اذ جاءهم الهدی ویستغفروا ربهم
الا ان یاتیهم سنت الاولین او
یاتیهم العذاب قبلا

اور نہین منع کیا آدمیونکو اس سے کہ ایمان لاوین جب
ہدایت اونکے پاس آئی اور استغفار کرین اپنے
رب کی مگر یہ کہ آئی اونکو (رد کا اونکو) پہلون کی رسم
یا آیا اونکو عذاب سامنے کا۔

اس آیت مین اللہ تعالی نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آدمیون کو ہدایت سے
ایمان لانے اور اپنے رب کے استغفار کرنے سے یا تو پہلون کی
رسم روکتی ہے یا اون کے افعال خود عذاب کا سبب ہوتے ہین
اور چونکہ وہ حق و ہدایت کو نہین مانتے اور بچانے والے کی نصیحت نہین
سنتے اور اپنا بچاو نہین کرتے پس جو آفت اون کے سامنے و قریب
آنے والی ہوتی ہے وہ آجاتی ہے پھر مہلت ایمان لانے اور بچاو کرنے
کی اون کو نہین ملتی اور وہ آفت مانع ہو جاتی ہے جس کو عذاب کہا جاتا ہے
پس ثابت ہوا کہ سب سے بڑا سبب عدم اتباع و عدم عمل ہدایت کا یا تو
سنت الاولین ہوتی ہے یا خود اپنی عادتین جو موجب عذاب یعنی افعال ہوتے
ہین۔ اور سورہ زخرف مین ہے۔

وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناهم
ما لهم بذلك من علم ان هم الا
یخرصون ام آتیناهم کتابا من
قبله فهم به مستمسکون بل قالوا

اور کہتے ہین کہ اگر چاہتا رحمن ہم اونکی عبادت
نہ کرتے نہین اونکو علم نہین یہ تو انگلین دوڑاتے
ہین کیا ہمنے اونکو کوئی کتاب دی ہے اس سے
پہلے سو وہ اسپر مضبوط ہین بلکہ کہتے ہین ہم نے

انا وجدنا اٰباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مھتدون وکذلک ما ارسلنا من قبلک من قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا اٰباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون قال اولو جئتکم باھدی مما وجدتم علیہ اٰباءکم قالوا انا بما ارسلتم بہ کافرون فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین ۝

اپنے باپ دادون کو پایا ایک راہ مگر کہا اونکے آسودہ لوگون نے ہمنے پایا اپنے باپ دادون کو ایک راہ پر اور ہم اونہی کے قدمون کے نشان پر چلتے ہین وہ بولا اور جو مین لاؤن اوس سے زیادہ ہدایت جسپر تمنے پایا اپنے باپ دادون کو تو کہنے لگے کہ ہم تو جسپر تم بھیجے گئے ہو انکار کرنیوالے ہین پھر ہمنے اون سے بدلا لیا سو دیکھہ کیسا ہوا انجام جھٹلانیوالون کا۔

پس ان آیات مین اللہ تعالے نے اون لوگون کا ذکر کیا ہے جو کہتے ہین کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا اونہی کے آثار پر ہم چلتے ہین اور یہ فرمایا کہ ہر قریہ مین جو نذیر گیا ہے اوس سے وہان کے آسودہ لوگون نے بھی یہی کہا ہے حالانکہ اوسنے کہا کہ اوس سے بہتر ہدایت تمہارے لئے لایا ہون تب بھی اون لوگون نے انکار کیا تو ہم نے بدلا لیا اور دیکھہ کہ انجام جھٹلانے والون کا کیا ہوا۔ لہذا ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نذیر سے یہی عذر کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے آثار پر چلتے ہین جس کی اصلاح و بہتر ہدایت کا نہ ماننا سبب عذاب ہوتا ہے۔ اور سورہ دخان مین ہے۔

فاتوا باباءنا ان کنتم صادقین — تو لاؤ ہمارے باپ دادون کو اگر تم سچے ہو کیا

اھم خیر ام قوم تبع والذین — وہ بہتر ہین یا قوم تبع اور اونکے قبل کے

من قبلھم اھلکنٰھم انھم — لوگ کہ ہلاک کیا ہمنے اون لوگون کو

کانوا مجرمین ؏ — وہ مجرمین کے قوم تھے۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باپ دادون کے بلانے کے لیئے کہتے تھے اور اوس کو معیار صدق قرار دیتے تھے تاکہ وہ لوگ اپنے رسوم کے بابت بتلاوین اللہ تعالی نے فرمایا کہ قوم تبع اور اونکے قبل کے لوگ اچھے ہین یا قائلین مجرمین جو پہلے ہلاک ہو چکے ہین۔ لہذا ان امور پہنچگا نہ کے بابت اللہ تعالی نے جواب دیا یعنی اول اونکا جو کہتے تھے ما وجدنا علیہ اباءنا دوسرے اونکا جو کہتے تھے ما الفینا علیہ اباءنا تیسرے فاحشہ کرنیوالون کا جو کہتے تھے وجدنا علیہ اباءنا واللہ امرنا بھا چوتھے جو کہتے تھے انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اٰثارھم مھتدون ولو شاء الرحمٰن ما عبدنٰھم پانچوین فاتوا باباءنا ان کنتم صادقین کہنے والونکا چھٹے یہ بھی فرمایا کہ اونکو سنت اولین نے یا عذاب کے آنے نے ہدایت قبول کرنے سے روکدیا لہذا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کی عقل و صراط مستقیم پانے کی دشمن بیجا رسوم اولین و آبائی و جذبات و عادات قبیحہ ہین اور بہتر باتون کا نہ ماننا اور آگاہ کرنیوالون کی نصیحت کو نہ سننا و نہ سمجھنا سبب اوسکی ہلاکی اور گمراہ ہونیکا ہے اور صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا اور آزادی رائے رکھنا اور حق ماننا اور اوسپر چلنا لازم ہے۔

علم اور علماء و تعقل و تفکر و تفقہ و تدبر کے باہم امتیازی فرق اور اونکی فضیلتین اور اونکے خلاف و عید اور قلب و آنکھ وغیرہ کی باہمی نسبت

سورہ یونس مین ہے وما کان	اور کوئی نفس نہین ہو سکتا کہ ایمان
لنفس ان یؤمن الا باذن اللہ و	لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور
یجعل الرجس علی الذین	ڈالتا ہے گندگی اون پر جو
لا یعقلون ؕ	عقل نہین رکھتے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نہین سمجھتے اونہی پر رجس پڑتا ہے اور اونہی کو اللہ ایمان لانے کا حکم نہین دیتا حالانکہ بغیر اوس کے حکم کے کوئی ایمان نہین لاتا۔ سورہ انفال مین ہے۔

ان شر الدواب عند اللہ الصم	بدترین جانداروں مین اللہ کے نزدیک
البکم الذین لا یعقلون ؕ	وہ بہرے گونگے ہین جو عقل نہین رکھتے۔
سورہ آل عمران مین ہے ان فی	آسمانون اور زمین کے پیدا کرنے
خلق السموات والارض واختلاف	مین اور رات اور دن کے اختلاف مین
اللیل والنہار لآیٰت لاولی الالباب	آیات ہین اون صاحبان عقل کے لئے
الذین یذکرون اللہ قیاماً	جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے
وقعوداً وعلیٰ جنوبہم ویتفکرون	اور اپنی کروٹون پر اور فکر کرتے ہین آسمانون
فی خلق السموات والارض ربنا	اور زمین کے پیدا ہونے مین اے رب ہمارے

ما خلقت ھذا باطلا سبحانک — نہین پیدا کیا تونے اسکو باطل۔ پاکی ہے تجھکو

فقنا عذاب النار ط — سو بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔

پس ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صاحب عقل ہونا محمود ہے اور تفکر جس کا نتیجہ صاحب عقل ہونا ہے وہ بھی مستحسن ہے اور سورہ اعراف مین ہے اولم یتفکروا ما — کیا نہین فکر کرتے کہ اون کے

بصاحبہم من جنۃ ان ھو الا — صاحب کو جنون نہین ہے وہ مگر صاف

نذیر مبین ط — طور پر آگاہ کرنے والا ہے۔

پس اس آیت مین بھی تفکر کی ہدایت ہے۔ اور سورہ محمدؐ مین ہے۔

افلا یتدبرون القران ؕ — سو کیا غور نہین کرتے قران کو۔

اور سورہ نسا مین ہے افلا یتدبرون — سو کیا غور نہین کرتے قران کو

القران ولو کان من عند غیر اللہ — اور اگر ہوتا غیر اللہ کے پاس سے تو پاتے

لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ؕ — اوسمین اختلاف بہت۔

سورہ ص مین ہے کتاب انزلناہ — کتاب ہے کہ نازل کیا ہمنے تیری طرف

الیک مبارک لیتدبروا ایٰتہ — برکت دینے والی تاکہ غور کرین اوسکی آیات کو

ولیتذکر اولوا الالباب ؕ — اور نصیحت پکڑین صاحبان عقل۔

تدبر کے معنی سمجھکر کامون کے فکر کرنے کے و تامل یا غور کے ہین۔ ان آیات مذکورہ بالا سے تدبر کی تعریف اور اوسکو عمل مین لانے کی تاکید نکلتی ہے۔ جس سے اوسکا مستحسن ہونا کما حقہ ثابت ہوتا ہے۔ سورہ سبا مین ہے

قل انما اعظکم بواحدۃ ان — تو کہہ سوا اسکے نہین کہ مین تمکو نصیحت کرتا ہون ایک

ان تقوموا للہ مثنی وفرادی ثم — بات کی یہ کہ کھڑے ہو اللہ کیلئے دو دو اور ایک
تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ — ایک پہر فکر کرو کہ تمہارے صاحب کو جنون
ان ھو الا نذیر لکم بین یدی — نہین ہے نہین وہ مگر تمہارے لئے آگاہ
عذاب شدید — کرنیوالا جسکے آگے عذاب بڑا ہے۔

تفکر کی فضیلت بہی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ مومن مین ہے

ھو الذی خلقکم من تراب — وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی
ثم من نطفۃ ثم من علقۃ — سے پہر نطفہ سے پہر پانی کی بوند سے
ثم یخرجکم طفلا ثم لتبلغوا — پہر لہو کی پھٹکی سے پہر تم کو نکالتا ہے
اشدکم ثم لتکونوا شیوخا — بچہ کرکے یہان تک کہ پہونچو اپنے زور کو پہر یہانتک
ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا — کہ ہو جاؤ بوڑہے اور تم مین سے اوس سے پہلے
اجلا مسمی ولعلکم تعقلون — مرجاتا اور سب پہونچو مقررہ وعدہ کو اور تاکہ سمجھو۔

پس تعقل کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ رعد مین ہے

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد — اللہ وہ ہے جسنے بلند کیا آسمان کو بغیر ستون کے
ترونھا ثم استوی علی العرش — جسکو تم دیکھتے ہو پہر مستوی ہوا عرش پر اور مسخر کیا
وسخر الشمس والقمر کل یجری — سورج و چاند کو ہر ایک جاری رہتا ہے
لاجل مسمی یدبر الامر یفصل — وقت معین تک تدبیر کرتا ہے کام کی تفصیل
الایت لعلکم بلقاء ربکم — کرتا ہے آیات کی تاکہ اپنے رب کے لقا پر
توقنون وھو الذی مد الارض — یقین لاؤ وہی وہ ہے جسنے بڑہایا زمین کو اور
وجعل فیھا رواسی وانھرا ومن — بنایا اوسمین پہاڑ اور نہرین اور ہر قسم کے میوے

كل الثمرات جعل فيها زوجين
ٹہرایا اوسمین جوڑے جو چہپاتا ہے رات

اثنين يغشى الليل النهار ان
کو دن مین اسمین آیات ہین اوس قوم کیلئے

فى ذالك لأيت لقوم يتفكرون
جو فکر کرتے ہین اور زمین مین قطعات

وفى الارض قطع متجورات و
ہین ملے ہوئے اور باغ ہین انگور کے

جنت من اعناب وزرع
اور کہیت اور کہجورین بہت سی شاخون

ونخيل صنوان وغير صنوان
کے اور غیر اس کے پاتے ہین ایک پانی

يسقى بماء واحد ونفضل
اور ہم زیادہ کرتے ہین بعض کو بعض سے

بعضها على بعض فى الاكل ان
میوہ کہاتے ہین۔ اسمین نشانیان ہین

فى ذالك لأيت لقوم يعقلون ط
اونکو جو سمجہتے ہین۔

سورہ نحل مین ہے ينبت به الزرع
اُگاتا ہے تمہارے واسطے اوس کے ذریعہ سے

والزيتون والنخيل والاعناب
کہیتی اور زیتون اور کہجورین اور انگور اور ہر قسم کے

ومن كل الثمرات ان فى ذالك
میوے اسمین آیات ہین اوس قوم کیلئے جو تفکر

لأية لقوم يتفكرون وسخر لكم الليل
کرتی ہے اور کام مین لگایا تمہارے لئے

والنهار والشمس والقمر والنجوم
رات اور دن اور سورج اور چاندکو اور ستارے

مسخرات بامره ان فى ذالك
کام مین لگے ہین اوسکے حکم کے سبب سے اسمین

لأيت لقوم يعقلون وما ذرا لكم
آیات ہین اوس قوم کیلئے جو سمجہتی ہے اور جو کچہہ پہیلادیا ہے

فى الارض مختلف الوانه ان فى
زمین مین تمہارے لئے مختلف ہین رنگ اوس کے اسمین آیات

ذالك لأيت لقوم يتذكرون ط
ہین اوس قوم کیلئے جو نصیحت پکڑتی ہین۔

پس ان آیات مین ہر قسم کی کہیتی اور اُگنے والی چیزون سے یہ استدلال ہے

کہ تفکر کرنے مین آیات ہین پس قوت متفکرہ کو اونکی حکمت مین لگانے کی ترغیب ہے اسیطرح دن و رات و چاند و سورج وغیرہ سے یہ استدلال ہے کہ تعقل کرنے مین آیات ہین۔ لہذا تعقل کی قوت اونکی حکمت کے بابت صرف کرنے کی ترغیب ہے اسیطرح زمین پر جو چیزین پھیلی ہین اور اختلاف الوان سے یہ استدلال ہے کہ نصیحت قبول کرنے کے لئے آیات ہین اس طرح نصیحت قبول کرنے کی ترغیب ہے پس قوت متفکرہ قوت متعقلہ قوت قبول نصیحت کی فضیلت بہی ان آیات سے ثابت ہوتی ہے جو کسیطرح کم قابل حرز جان بنانے کے نہین ہے۔ سورہ عنکبوت مین ہے

و تلک الامثال نضربہا للناس	ان مثلون کو ہم بیان کرتے ہین آدمیون کیلئے
وما یعقلہا الا العالمون ط	اور نہین سمجھتے اوس کو مگر عالم۔

علم کے بعد امثال مذکور کو تعقل کیا جانا بہی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

سورہ زمر مین ہے ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ط	اور البتہ عذاب آخرت کا بڑا ہے اگر جانتے۔
اور پھر سورہ زمر مین ہے اولئک الذین ھدیھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب ط	وہی ہین جنکو ہدایت کیا اللہ نے اور وہی لوگ ہین صاحبان عقل۔
پھر اسی سورہ زمر مین ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ط	تو کہہ کیا برابر ہین وہ لوگ جو علم رکھتے ہین اور جو علم نہین رکھتے۔

سورہ ہود مین ہے یستطیعون   استطاعت رکھتے ہین سننے کی تب بھی
السمع وما کانوا یبصرون اولئک   نہین دیکھتے وہی وہ لوگ ہین جنہون نے
الذین خسروا انفسہم ط   ٹوٹا کیا اپنا۔

پس اس آیت سے اون لوگون پر وعید نکلتی ہے جو استطاعت سننے کی رکھتے ہین اور حق کو نہین سنتے اور اوسکو نہین دیکھتے اور ایسے لوگ اپنا خود خسارہ کرتے ہین۔ اس آیت مین استطاعت کا لفظ ہے جو نہایت بلیغ ہے۔ قدرت کے ساتھ معمولی سامان ہونا استطاعت ہے

سورہ حج مین ہے اولم یسیروا   کیا پہرتے نہین ملک مین سو ہوتے اون کیلئے
فی الارض فتکون لہم قلوب   دل کہ سمجھتے اون سے یا کان کہ سنتے اون سے
لا یعقلون بہا او اذان لا یسمعون   سو کچھہ آنکھین اندہی نہین ہوتین لیکن اندہے
بہا فانہا لا تعمی الابصار ولکن   ہوجاتے ہین دل جو سینون مین
تعمی القلوب التی فی الصدور   ہین۔

پس ایسے قلوب چاہیئن جنسے سمجھین اور ایسے کان جنسے سنین اور قلوب کو اندہا نہ ہوجانا چاہیئے جنسے سمجھہ کر عمل نہ کرین لہذا سمجھہ کر عمل کرنے کے بابت حکم اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ایک اصول اسلام کا ہے۔ سورہ

بنی اسرائیل مین ہے ان السمع   کان اور آنکھہ اور دل
والبصر والفواد کل اولئک کان   ہر ایک مسئول علیہ
عنہ مسئولا ط   ہون گے۔

سمع اور بصر و فواد کے زیر اثر تمام انسانی آزادی اور خواہشات مختلف شکلین

اختیار کر لیتے ہین اور دراصل یہی اعضا کل خواہشات انسانی کے قایمقام ہین آنکھہ اور کان واقعات کے حاصل کرنے کے ذریعہ ہوتے ہین اور دل کے ذریعہ سے اُن پر فیصلہ کر کے انسان اپنی مرضی وارادہ کا استعمال کرتا ہے لہذا اُن کو مسئول علیہ قرار دیا گیا ہے تاکہ اصلیت کا یندہ پر قیامت کے دن انکشاف ہوجاوے۔ اور انھین کی بنا پر جزا یا سزا دیجاوے۔ سورہ ملک مین ہے وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیرہ — اور کہینگے اگر ہم سُن لیتے یا سمجھ لیتے تو ہم نہ ہوتے دہکتی آگ مین ہونیوالون مین سے۔

پس سُن لینے و تعقل کر لینے کی فضیلت اور اُس کے نہ کرنے سے بُرے نتایج کا نکلنا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ سورہ انعام مین ہے

وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمت البر والبحر قد فصلنا الایٰت لقوم یعلمون ۝ وھو الذی انشاکم من نفس واحدۃ فمستقر ومستودع ط قد فصلنا الایٰت لقوم یفقھون ۝ — اور وہی وہ ہے جسنے ٹھرایا تمہارے لئے ستارون کو تاکہ بسبب اُنکے راہ پاؤ تاریکی مین جنگل و دریا کی بیشک تفصیل کیا ہمنے آیات کی اُس قوم کیلئے کہ علم رکھتے ہین اور وہی وہ ہے جسنے نکالا تم کو ایک جان سے۔ سو تمہارے لئے ٹھرنے کی جگہ ہے اور سونپنے کی بیشک تفصیل کی ہمنے آیات کی اُس قوم کیلئے کہ تفقہ کرتے ہین۔

پس علم رکھنے والی اور تفقہ کرنے والی قوم کی یہ فضیلتین ان آیات مین بیان ہوئی ہین کہ انھین کے لئے تفصیل آیات کی اللہ کرتا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون (پھیر دیا اللہ نے اُنکے

قلوب کو اس واسطے کہ وہ تفقہ نہین کرتے۔ سورہ حشر مین سے ہے

لا انتم اشد رھبۃ فی صدورھم — البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے اُن کے دل مین
من اللہ ذلک بانھم قوم — اللہ سے بسبب اسکے کہ وہ ایسی قوم ہین
لا یفقھون ط — کہ تفقہ نہین کرتے۔

منافقون کی بابت ہے کہ وہ سوسائٹی اور ملنے والون سے خدا کی نسبت زیادہ ڈرتے ہین یعنی احکام خداوندی نہین بجا لاتے ہین۔ اور سبب اسکا یہہ بیان ہوا کہ وہ قوم ایسی ہے جو تفقہ نہین کرتی۔ سورہ منافقون مین ہے

ذلک بانھم امنوا ثم — یہہ بسبب اس کے کہ وہ ایمان لائے
کفروا فطبع علیٰ قلوبھم فھم — پھر کافر ہوئے سو مہر کر دیگئی اُنکے قلوب پر
لا یفقھون ط — پس وہ تفقہ نہین کر سکتے۔

پس مُہر کو سبب تفقہ نہ کرنے کا اس آیت مین بیان کیا ہے۔ لہذا تفقہ نہ کرنا اللہ کے مُہر کا ہو جانا ہے اور اُس وعید کا مستحق بنتا ہے جو اس آیت مین ہے اور دل کا بیکار ہو جاتا ہے۔ اور سورہ منافقون مین ہے

وللہ خزائن السمٰوٰت — اور اللہ کیلئے خزانے آسمانون اور زمین کے ہین
والارض ولٰکن المنٰفقین لا یفقھون — لیکن منافقین تفقہ نہین کرتے۔

پس تفقہ نہ کرنا سبب ایسی غفلت و نادانی و عدم فہم کا ہے جو منافقون کے شایان ہے لہذا تفقہ نہ کرنا و فقیہہ نہ ہونا مشابہ کافرون و منافقون کے ہونا ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع — راضی ہوئے کہ رہین پیچھے رہنے والون مین

علی قلوبھم فھم لا یفقھون ط — سو مہر لگگئی اُنکے دلون پر سو وہ تفقہ نہین کرتے۔

دعوت بصیرت کے ساتھ کرنی چاہیئے

سورہ یوسف مین ہے قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین ط — تو کہہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہون مین اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ مین اور جو لوگ میری اتباع کرتے ہین وہ اور پاک ذات ہے اللہ اور مین مشرکین مین سے نہین ہون

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوت بصیرت کے ساتھ کرنی چاہیئے کہ لوگ بابصیرت قبول کرین اور مبلغان کو ضرور ہے کہ بصیرت کے ساتھ سمجھاوین۔ پس جس کو خود بصیرت نہ ہو اُس کیلئے دعوت کرنا اور فتوے دینا جائز نہین ہے۔ اور بصیرت نتیجہ ہوتی ہے جاننے و سمجھنے و تفقہ و تفکر کرنے کا یعنی علم و تعقل و تفقہ و تفکر وغیرہ کا۔

جو بغیر علم وہدایت اور کتاب منیر کے اللہ کے معاملہ مین مجادلہ کرے اُسکا عذاب

سورہ حج مین ہے ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتٰب منیر ط ثانی عطفہٖ لیضل عن سبیل اللہ لہٗ فی الدنیا خزی — اور آدمیون مین سے وہ بھی ہے جو لڑتا ہے اللہ کے معاملہ مین بغیر علم کے اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن ہونے کے۔ موڑتا ہوا اپنے پہلو کو غرور سے تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے اسکو دنیا مین رسوائی ہے

وندیقهٗ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق — اور چکھاوینگے ہم قیامت کے دن اُسکو عذاب جلنیکا
ذٰلک بما قدمت یداک وان اللّٰہ — یہ سبب اسکے کہ آگے بھیجا ہے تیرے دونوں ہاتھوں نے
لیس بظلام للعبیدط — اور اللہ نہین ہے ظلم کرنے والا اپنے بندون پر

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ عقل وعلم اور کتاب منیر یہی تین چیزین ایسی ہین جو سبب برہان ہو سکتی ہین یعنی علم صحیح ہو اور ہدایت کسی معصوم نبی کی ہو اور کتاب روشن خدا کی ہو جس سے محکم طور سے سمجھہ مین آسکے اور نیز یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو جو اللہ کے معاملون مین بغیر ان تینون چیزون کے مجادلہ کرتا ہے اور گردن پھیر پھیر کر اللہ کی راہ سے گمراہ کرتا ہے اس کو دنیا مین رسوائی ہے اور قیامت کے دن عذاب حریق یہ اس لئے کہ خود فعل بد کرتا ہے اور بندون کو گمراہ کرتا ہے پس بندون پر اللہ ظلم کرنے والا نہین۔

برہان کے ذریعہ سے دعویٰ کرنا چاہیئے

سورہ مومنون مین ہے ومن — اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھہ دوسرا
یدع مع اللّٰہ الٰھاً اٰخر لا برھان — معبود جس کا اوس کے پاس برہان نہین
لہٗ بہٖ فانما حسابہٗ عند ربہٖ — سوائے اسکے نہین کہ اوسکا حساب اوسکے
انہٗ لا یفلح الکافرونط — رب کے پاس ہے بیشک فلاح پاوینگے کافر

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھہ دوسرے معبود کو نہ پکارنا چاہیئے پس دوسرے سے دعا نہ کیجاوے یا دوسرے کو اللہ کیسا

تاکہ براہ راست اُس کو نہ پکارا جاوے اور بواسطہ اُس کے دعا نہ کیجاوے اور براہ راست پکارنا شرک بھی ہے - اور یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر برہان عقاید قایم کرنا اور عمل کرنا نچاہیئے

سورہ انبیاء مین ہے ام اتخذوا من دونہ الھۃ قل ھاتوا برھانکم ھذا ذکر من معی وذکر من قبلی بل اکثرھم لایعلمون الحق فھم معرضون

کیا بنائے ہین اُنھون نے اُس کو چھوڑکر معبود - توکہہ لاؤ تم لوگ اپنے برہان کو یہی نصیحت ہے میرے ساتھہ والون کی اور نصیحت ہے میرے قبل کے لوگون کی بلکہ اکثر لوگ حق کو نہین سمجھتے سو وہ منہ پھیرتے ہین

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ برہان طلب کرنا آنحضرتؐ کے اصحابؓ اور اون قبل کے سب لوگون کا دستور تھا - اس سے برہان کے طلب کرنے کی ہدایت دوسرے عقاید و افعال مین بھی ہوتی ہے دوسرے آنحضرتؐ اور آپ کے قبل کے انبیاء کو بھی وحی گئی کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہین ہے سو اوسی کی عبادت کرو لہذا بعد برہان کسی امر پر عقیدہ کرنا اور اُس کو اہمیت دینا صحیح اصول و طریق مین سے ہے -

ظن اور اٹکل کرنیوالون کی کثرت رائے اور کثرت تعداد سبب حق نہین ہوسکتی اور طیب کی برابری خبیث نہین کرسکتا اور وہم پرستی اللہ پر افترا کرنا ہے اور علم سے وہ کم و مفقود ہوتے ہین -

سورہ انعام مین ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۝

اور اگر تو ان لوگون کی جو زمین مین اکثر ہین اطاعت کریگا بہکا دینگے تجھکو اللہ کی راہ سے وہ نہین پیروی کرتے مگر ظن کی اور وہ نہین کرتے مگر اٹکل۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر زمین کے رہنے والے ظن یا وہم اٹکل کرتے ہین اور انکی اطاعت کرنا اللہ کی راہ سے بہک جانا ہے کیونکہ ظن اور اٹکل سے ایسے حکم نہین دیئے جاسکتے جو قابل اطاعت ہون۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کثرت راے و کثرت تعداد سبب حق نہین ہوتی۔ اور سورہ مائدہ مین ہے۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون ۝

تو کہہ برابر نہین ہوتے خبیث اور طیب اور اگرچہ عجب مین ڈالے تجھکو کثرت خبیث کی پس تقویٰ کرو اللہ سے اے صاحبان عقل تاکہ فلاح پاؤ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرت خبیث سبب حق نہین ہوسکتی اور وہ طیب کی برابری نہین کرسکتی لہذا نتیجہ نکلتا ہے کہ کثرت راے و کثرت تعداد خبیث کی طیب پر نہ غالب ہوسکتی ہے اور نہ حق ہوسکتی ہے۔ ظن اور اٹکل و مافوق فطرت و خلاف عادات امور کے اعتقاد و اشاعت تعلیم کے سبب سے کم ہوجاتے ہین اسلیے معجزات اور کرامات مافوق العادات کے اعتقادات اور وہم پرستی و استیا پرستی وغیرہ کے تعلیم کی وجہ سے مٹ جانے کے اسباب

یہ ہیں۔ (۱) بجائے خیالی ہوا و بچانے کے وہ نہایت کے تسلیم
کئے حقائق واقعات پر اشاعت تعلیم سے زیادہ توجہ ہو جاتی ہے
اور تعلیم یافتہ بہ نسبت غیر تعلیم یافتہ کے قطعی ثبوت کا زیادہ
طالب ہوتا ہے۔ (۲) جاہل ہر شے کو ذو ارادہ سمجھتا ہے اور
عجائب پرستی کرنے لگتا ہے بخلاف اس کے علم نفس تجربہ کے
قوت کو شبہ کر اس کو گھٹاتا ہے۔ (۳) سائنس کائنات کے مستمر الانتظام
ہونے کا یقین دلاتا ہے اور یہ کہ تمام کائنات کا نظم و نسق
چند خاص حدود اور قوانین کے ماتحت انجام پاتے ہیں اور جو قانون
مشرق آفتاب و ماہتاب پر حاوی ہے اسی طرح ایک ذرہ و ریگ پر
بھی عامل ہے منجملہ وہم پرستی کے صورت ذیل بھی ہے جس کا
قرآن مجید میں بیان ہے لہذا بیان اس کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے

سورہ مائدہ میں ہے ما جعل
اللّٰہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ
ولا حام ولٰکن الذین کفروا یفترون
علی اللّٰہ الکذب واکثرھم
لا یعقلون ط

نہیں ٹھہرایا حرام اللہ نے کان چیرے مویشی
اور نہ سانڈ اور نہ اونٹنی سے اونٹنی ملنے والے
اور نہ دس بچے جننے والے اونٹ کو لیکن
کافر اللہ پہ جھوٹ افترا کرتے ہیں اور اکثر
ان کے لا یعقل ہیں۔

پس کافروں کا لا یعقل ہونا اور اشکال یا وہم سے اشیاء مذکورہ کا سبب
عبادت قرار دینا اور اس کا برا ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
اور جانوران مذکور کا استعمال و کھانا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ

جسکی ملکیت ہو وہ دعویٰ ملکیت سے باز آوے اور کم سے کم یہ کہدے کہ مین نے فلان کے لئے چھوڑا ہے ملکیت کا دعویٰ مجھکو نہین تمہارا جی چاہے استعمال کرو سورہ ذاریات مین ہے

قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون ط — مارڈالے جاوین انکل کرنیوالے جو غفلت مین بھول رہے ہین۔

پس یہ وعید انکل کرنے کی بابت ہے۔ سورہ یونس مین ہے۔

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ط ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ط — اور نہین پیروی کرتے اُنکے اکثر مگر ظن کے اور ظن بے پروا نہین کرتا حق سے کچھ بھی۔

یعنی ممکن وکثیر الوقوع ہے کہ حق ظن کے خلاف ہو لہذا محض ظن جسکے لئے وجہ موجہ نہو کافی نہین۔

عمل اصل ہے کوئی دوسرے کے عوض بدلا نہ پاویگا۔ اور بدترین اعمال کے کون لوگ ہین

سورہ نجم مین ہے ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الذی وفی ط الا تزر وازرۃ وزر اخری ہ وان لیس للانسان الا ما سعی ہ وان سعیہ سوف یری ہ ثم یجزئہ الجزاء الاوفی ط — کیا اُنکو خبر نہین دیگئی جو موسیٰ کے صحیفون مین ہے اور ابراہیم کے جس نے پورا اوتارا کہ کوئی نہین اوٹھاویگا بوجھ دوسرے کا اور نہین ہے انسان کا مگر جو اوس نے عمل کیا اور یہ کہ اوسکا عمل دیکھا جاویگا پھر دیا جاویگا اوسکو بدلا پورا۔

پس ان آیات مین محکم طور سے یہ اصول بیان ہوئے ہین کہ انسان کا

اپنا صرف عمل ہی ہے جو دیکھا جاوے گا اور جیسا بُرا یا اچھا عمل اوسنے کیا ہے اُس کا پورا بدلا دیا جاوے گا اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھاویگا یعنی اُس بدلا پانے میں کوئی شریک نہ ہوگا نہ سفارش کرے گا کہ بدلا پورا نہ ملے۔ پس انسان کو قوت متفکرہ سے کام لیکر سمجھکر عمل کرنا چاہیئے تاکہ بدلا عذاب نہ ملے۔ لہذا اصل مقصود جو عمل ہے اُس کے نسبت اس باعث سے کہا گیا کہ سمجھکر عمل کرے یعنی باعتبار اس کے کہ اور علتیں بھی ہوتی ہیں انسان کا عمل ناقص ہے اور باعتبار کل کے علت تامہ۔ پس جن امور میں انسان کے عمل کو دخل ہے اور اُسکا عمل منجملہ اور علتوں کے ایک علت معلول کے وجود میں لانے کا ہوتا ہے اُن میں وہ مختار ہے اور جو کرتا ہے اُس کا پھل پاتا ہے۔ انسان کا خود سمجھنا اور عمل کرنا ہی اصل میں اس کو دوسری اشیاء سے ممتاز کرتا ہے اور دوسروں سے جدا کرتا ہے اب آیات مذکورہ کو سورہ اعراف کی اس آیت سے ملا کر پڑھو۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن	بیشک پیدا کیا ہے جہنم کے لئے بہت سے
والانس لھم قلوب لا یفقھون	جن و انس کو اُن کیلئے دل ہیں کہ نہیں تفقہ
بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا	کرتے اوسنے اور آنکھیں ہیں کہ نہیں دیکھتے اُنسے
ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک	اور کان ہیں کہ نہیں سنتے اُن سے وہ لوگ مثل
کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم	چوپایوں کے ہیں بلکہ اُن سے بھی گمراہ اور
الغفلون ط	وہی غافل ہیں۔

اور ان غافلون کی سزا کے ساتھہ یہ آیت سورہ انفال کی بھی پڑھو

ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وهم — اور نہ ہو اُن لوگون کیطرح جنھون نے کہا کہ ہمنے سنا اور وہ

لا یسمعون ان شر الدواب عند — نہین سنتے بدترین جانورون مین اللہ کے نزدیک

الله الصم البکم الذین لا یعقلون — وہ گونگے بہرے ہین جو نہین عقل رکھتے۔

پھر یہ آیت سورہ کہف کی بھی پڑھو جسمین اخسرین اعمال والون کا ذکر ہے اور وہ ہین جو اپنے اعمال کو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ آیات اللہ کے ساتھہ کفر کرتے ہین۔

قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا — تو کہہ کیا مین آگاہ کرون تمکو سب سے بڑے ٹوٹا والون کی

الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا — اعمال سے جنکی سعی گمراہ ہوئی دنیا کی زندگی مین اور وہ

وهم یحسبون انهم یحسنون — سمجھتے ہین کہ وہ اچھے صنعت کرتے ہین وہی وہ ہین

صنعا اولئک الذین کفروا بایٰت — جنھون نے کفر کیا اپنے رب کی آیات کیساتھہ اور اسکے

ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا — لقا کیساتھہ سو مٹ گئے اُنکے اعمال پس نہ کھڑا

نقیم لهم یوم القیٰمة وزنا۔ ذٰلک — کرینگے ہم اُن کیلیے وزن یہ اُن کا بدلا جہنم ہے

جزاؤهم جهنم بما کفروا واتخذوا — بسبب اُنکے کفر کے اور بسبب کہ ٹھہرایا میری

ایٰتی ورسلی هزوا — آیات اور میرے رسولون کو ٹھٹھا۔

ایسے اعمال جنکے ہین اُن سے اللہ پناہ مین رکھے کیسی بُری انتہا جو بدترین دنیاداروں کی ہے۔

نفس مین جو چیزین ہین اُنکے چھپانے و ظاہر کرنے دونو کا حساب ہوگا

سورہ بقر مین ہے لله ما فی — اللہ کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانون

السموات وما فی الارض و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به الله فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء و الله علی کل شیء قدیر

اور زمین مین اور اگر ظاہر کرو تم جو تمہارے نفسوں مین ہے یا اسکو چھپاؤ حساب لیگا تم لوگون سے اسکا الله سو بخشدیگا جسکو چاہیگا اور عذاب کریگا جسکو چاہیگا اور الله ہر چیز پر قادر ہے۔

پس الله نفس کے ہر فعل کا حساب کرے گا اور جیسا جس کا اچھا یا برا اعمال ہوگا ویسا اُس کو عذاب یا ثواب دیگا۔ اس آیت مین جو یہ کہ سو بخشیگا جسکو چاہے گا اور عذاب دیگا جس کو چاہے گا اُس سے مراد یہ ہے کہ بعد حساب کے اگر کوئی اس قابل ہوگا کہ اُسکی مغفرت کیجاوے تو وہ بخشدیا جاوے گا اور اگر اس قابل ہوگا کہ عذاب کیا جاوے تو اُس کو عذاب دیا جاوے گا اور جو اس قابل ہوگا کہ بروے رحم مغفرت کردیا جاوے اُس کی مغفرت بروے رحم ہوگی اور جو اس قابل ہوگا کہ اُس پر الله کا غضب ہو اُس کو عذاب دیا جاوے گا اور رحم نہ کیا جاوے گا۔ پس یہ کہنا بالکل صحیح ہوا کہ جسکی چاہے گا مغفرت کرے گا اور جسکو چاہیگا عذاب دیگا۔ چونکہ ظاہر و چھپے حساب کی شرط اس آیت مین ہے لہذا یہ مراد نہین ہوسکتی کہ بے گناہ کو چاہے عذاب دیوے اور گناہگار کو چاہے بخشدیوے بلکہ مراد مفہوم وہی ہے جو بیان ہوا۔

شکر کے معنی و مفہوم

سورہ نحل مین ہے والله اخرجکم

اور الله نے تم کو تمہارے ماؤن کے

من بطون امہتکم لا تعلمون شیئا | بطنوں سے نکالا تم کچھ نہیں جانتے تھے اور بنا دیا
وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ | تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم
لعلکم تشکرون ط | شکر کرو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کان اور آنکھیں اور دل اسلئے بنائے گئے تاکہ شکر کریں لہذا جب تک اُن چیزوں سے شکر کرنے کے لئے کام نہ لیا جاوے اسطرح اُن کا ٹھہرانا عبث ہوتا ہے اور استدلال غیر صحیح ہو جاتا ہے۔ پس اصح یہ ہے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ جو رضائے مولے معلوم ہوا اسی کے کوشش میں اُن کو صرف کیا جاوے اور صرف اس پر محدود کرنا کہ آنکھ سے کتاب اللہ پڑھے اور کان سے اللہ کا نام سنے اور دل سے اُن کو سمجھے صحیح نہیں ہے بلکہ اُن کا صحیح استعمال رضائے مولے کے موافق یہ ہے کہ اُن کو نیک کاموں میں لگاوے۔ چونکہ اس آیت میں یہ بھی بیان ہے کہ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو کوئی چیز نہیں جانتا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ کان و آنکھ و دل سب علم کے ذریعہ ہیں لہذا یہاں پر اس آیت کا لکھنا مناسب سمجھا گیا۔

سورہ بقر میں ہے یا ایہا الذین | اے مومنو کھاؤ طیبات کو جو ہمنے تم کو دیا ہے
امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم | اور شکر کرو اللہ کا اگر اسکی عبادت کرتے
واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون | ہو سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا گیا ہے
انما حرم علیکم المیتۃ والدم الآیہ | تم پر مردہ اور لہو الآیہ

پس طیبات کو جو دیگئی ہیں اُس کے کھانے کے حکم کے ساتھ مومنوں کو

یہی حکم ہے کہ وہ شکر کریں اور اس کے بعد حرام چیزوں کی تفصیل ہے لہذا شکر المنعمہ کہانے کا حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شکر زبانی اللہ کی تعریف پر منحصر نہیں ہے بلکہ استعمال نعمتوں کا بھی چاہیئے کیونکہ یہاں پر ایسا ہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شکر اشیاء خوردنی و نعمت پر ہوتا ہے اور حرام چیزوں کے کہانے پر نہیں ہے تا بلکہ حلال طیب کے کہانے میں ہے۔ سورہ نحل میں ہے۔

فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا	سو کہاؤ جو دیا ہمنے تمکو حلال طیب کو اور
واشکروا نعمت اللہ ان کنتم ایاہ	شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر اوسکی عبادت
تعبدون انما حرم علیکم المیتة	کرتے ہو سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا گیا
والدم الآیہ	تم پر مردہ اور لہو الآیہ

اس آیت سے بھی استدلال مذکور ثابت ہوتا ہے۔ سورہ لقمان میں ہے

ولقد اتینا لقمٰن الحکمة	اور بیشک دیا ہمنے لقمان کو حکمت کہ شکر
ان اشکر للہ ومن یشکر فانما	کرے اللہ کا اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس
یشکر لنفسه ومن کفر فان اللہ	کیلئے اور جسنے کفر کیا سو اللہ غنی
غنی حمید الآیہ	حمید ہے۔ الآیہ

پس شکر کے مقابلہ میں کفر اس آیت میں ہے لہذا جوارح و اعضا کے استعمال سے مراد شکر سے ہوئی نہ کہ زبان سے کہنے سے کیونکہ حکمت بھی اُس کیساتھ ہے جو کام کی باتیں عمل کیساتھ کرتا ہے بذریعہ اعضاء و جوارح کے اور وہ شکر کی غرض سے دیگئی تھی۔

طاغی کو جہنم اور تزکیہ نفس کرنیوالے کو جنت ہے اور ابرار نعیم مین وفجار جحیم مین ہونگے

سورہ نازعات مین ہے فاما من طغیٰ و اثر الحیوٰۃ الدنیا. فان الجحیم ھی الماویٰ. و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۱

سو جس نے سرکشی کی اور بہتر سمجھا دنیا کی زندگی کو تو دوزخ ہی ہے اُس کا ٹھکانا اور جو ڈرا کھڑے ہونے سے آگے اپنے رب کے اور روکا اپنے نفس کو خواہش بد سے تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔

پس ان آیات مین بطور اصول کلی کے بیان ہوا ہے کہ دنیا کی زندگی کو جسنے سرکشی کرکے اختیار کیا یعنی اللہ سے نہ ڈر کر اور اُس کے حکم کو نہ مانکر جس نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دیا تو جہنم ہی ایسے شخص کا ٹھکانا ہے برخلاف اُس کے جو ڈرا اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے یعنی آخرت کی جوابدہی سے جو رب کے آگے ہوگی جو ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات بد سے روکا یعنی اُن خواہشات سے جن کے روکنے کا حکم ہے اور ضبط نفس کیا تو اُس کا ٹھکانا جنت ہی ہے پس خدا کا خوف کرکے خواہشات بد سے رُکنا سبب جنت کا اور سرکشی کرکے وخوف نہ کرکے دنیا کی بدزندگی کو اختیار کرنا سبب دخول جہنم ہی لہذا یہہ اصول کلی قابل یاد رکہنے کے ہے کہ تزکیہ نفس ضروری ہی۔ اور اسی طرح سورہ انفطار مین ابرار کو نعیم مین اور فجار کو جحیم مین کہا ہے۔ یعنی جو

نیکی کو اپنے فرائض سے بھی زیادہ استحساناً نیکی کے لئے کرتے ہین وہ نعمتون
مین ہون گے اور جو ڈھٹائی کے ساتھ بدی کرتے ہون گے یعنی
اللہ سے نہ ڈر کر ڈھٹائی سے کرتے ہونگے وہ جہنم مین ہون گے ۔

کسی اُمت مین قسط کیساتھ فیصلہ کیا جاویگا اور وہی نفع اور ضرر پہنچاتا ہے جو خدا نے چاہا ہے کوئی دوسرا اُن کا مالک نہین اور ہر قوم کیلئے ایک عمر مقرر ہے

سورہ یونس مین ہے ولکل امۃ
رسول فاذا جاء رسولھم قضی
بینھم بالقسط وھم لا یظلمون
ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم
صدقین قل لا املک لنفسی ضرا
ولا نفعا الا ما شاء اللہ لکل امۃ
اجل اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون
ساعۃ ولا یستقدمون ط

اور واسطے ہر امت کے ایک رسول ہوا ہے
پھر جب آیا اُن کا رسول فیصل کیا جاتا ہے
اُنکے درمیان قسط کیساتھ اور اُن پر ظلم
نہین کیا جاتا اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ
اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہین اپنے نفس کے
نقصان کا نہ فائدہ کا مگر جو چاہا ہے اللہ نے ہر امت
کیلئے وقت مقرر ہے جب آیا انکا وقت مقرر تو
ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے اور نہ آگے بڑھتے ہین

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی امت کے لئے ان کا
رسول آجاتا ہے تب وہ مکلف سمجھے جاتے ہین اور قسط کے ساتھ
اس امت کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی جزا اور سزا اعمال کی قسط کیساتھ

دیجاتی ہے اور آنحضرتؐ کو اللہ نے اس کہنے کا حکم دیا ہے کہ مین اپنے
نفس کے نقصان یا فایدہ کا مالک نہین ہون بلکہ جو اللہ نے چاہا ہے
اُسی کے مطابق نفع یا ضر مجھکو پہنچتا ہے۔ لہذا کوئی شخص اپنے نفع و
ضر کا مالک نہ ہوا اور جو کچھ خدا نے چاہا ہے وہی اُس کو پہنچیگا۔ کیونکہ
جب آنحضرتؐ کے لئے ایسا ہے تو دوسرے کے لئے بطریق اولی
ہوگا۔ دوسرے یہ بھی آنحضرتؐ کو ان آیات مین کہنے کا حکم ہوا کہ ہر امت
کے لئے ایک وقت معین ہے جب وہ وقت معین آجاتا ہے تو ایک
گھڑی نہ پیچھے رہتے ہین نہ آگے بڑھتے ہین یعنی زوال پذیر ہوجاتے و نابود ہوجاتے ہین
پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ افراد کیطرح قومین بھی اپنی عمر طبعی مین پہنچکر
وقت معین مین فنا اور زوال پذیر ہوجاتی ہین یہ وہ مسئلہ ہے جسکو آج
مغربی محققین محققہ قرار دے رہے اور کہہ رہے ہین لیکن ایک ان پڑھ
اور بدوی قوم مین ایک اُمّی نے بطور حکم خدا کے بیان فرمایا ہے جس کو
تیرہ۱۳ سو سال سے زیادہ مدت گذر چکی ہے اور تجربہ کرنے کے لئے
اُس کے پاس کوئی مواد ایسا نہ تہا جیسا اب ہے تو کیا یہ امر حیرت انگیز
نہین اور صداقت و امانت آنحضرتؐ کی اس سے نہین ثابت ہوتی۔

گرد و پیش کے حالات سے متناسب بننے کے فوائد و تاکید

سورہ یس مین ہے واذا قیل لھم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم ...... اور جب کہا جاتا ہے اُن کو ڈرو جو اُس سے کہ تمہارے ہاتھوں کے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے

لعلکم ترحمون وما تاتیھم من — تاکہ رحم کئے جاؤ اور نہیں آتی اُن کے پاس
اٰیۃ من اٰیٰت ربھم الا کانوا عنھا — کوئی آیت اُنکے رب کی آیات مین سے مگر اُنکے رب کی
معرضین — طرف سے مگر اُس سے روگردانی کرتے ہین

پس ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے اُن بندون پر حسرت کیا ہے جیسا کہ سابق مین اس آیت کے جو الفاظ ہین اُن سے ثابت ہوتا ہے جو اپنے آگے اور پیچھے کی چیزون اور حالات سے ڈر کر نہین بچتے تاکہ اُن پر رحم ہو یعنی اپنے اردگرد کی چیزون سے متناسب ڈر کر نہین ہوتے تاکہ وہ اُن کے لئے مفید و مسخر ہوجاوین اور وہ اُن سے فایدہ اُٹھاوین بلکہ جو آیت اُن کے رب کی طرف سے اُن کے پاس آتی ہے اُس سے اعراض کرتے ہین یعنی اُن اسباب صحیحہ قویہ فطرتی سے جو قوانین فطرت کے مطابق اُن کے اردگرد موجود ہوتے ہین اپنی حالت کو متناسب نہین بناتے اور بجائے اسکے کہ اُن کے طرف متوجہ ہون اُن سے اعراض کرتے ہین کیونکہ وہ اللہ کی آیات یعنی قوانین فطرت کے وجہ سے اور اُسکے موافق وجود پذیر ہوتے ہین اور قوانین فطرت کے نتایج غیر متغیر ہین پس اُن کے نتایج سے بچنا اور اُن سے متناسب نہ ہونا آیات اللہ کی خلاف ورزی کرنا ہے البتہ اردگرد کے حالات جنکے خلاف ہون تو ناموافق حکم الٰہی ہون اُن سے متناسب ہونا ضروری نہین لہذا نہایت بلاغت و خوبی سے اس فلسفی و اصلی مسئلہ کو ان آیات مین بیان کیا گیا ہے

پھر جو اس رسم آلہی سے فایدہ نہ اُٹھاوے اُس پر حسرت اللہ کی بھی اور بندون کی بھی زیبا ہے۔ لہذا جب ایسی آیات اللہ کیطرف سے اردگرد آگے پیچھے ہون تو اُس سے اعراض نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنی ذات کو ایسا بنا لینا چاہیئے کہ اُن سے فایدہ اُٹھا سکین اور اُن کے نقصانات رسانی سے بچ جاوین اور جو حق ہو اُسکی معاونت کرسکین۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ نقصان یا ہلاکت کا وہ سبب ہون۔ اور آدمی تنا سب نہون۔

عمل صالح ایمان کیساتھہ اگر ہو تو اُسکا سبب تزکیہ ہوتا ہے

سورہ طٰہٰ مین ہے ومن یاتہ مومنا	اور جو آوے اُسکے پاس مومن ہوکر اور بیشک
قد عمل الصلحت فاولئک لھم	عمل صالح کئے ہون تو اُن کیلئے درجے بلند ہین
الدرجت العلی جنت عدن	جنتین بسنے کی جگہ بہتی ہین جنکے نیچے نہرین
تجری من تحتہا الانھر خالدین	رہین گے اُس مین اور یہ بدلا ہے اُس کا
فیہا و ذلک جزاء من تزکی ؕ	جس نے تزکیہ کیا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھہ عمل صالح کرنے سے بلند درجے ملین گے اور بسنے کے لئے جنتین ملینگی جنکے نیچے نہرین بہتی ہونگی اور اُسی مین وہ رہینگے یہ بدلا اُس کا ہے جس نے تزکیہ کیا۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تزکیہ کے عمل صالح نہین ہوتا ہے اور تزکیہ یعنی ضبط نفس کا یہ ثواب ہے جسکی وجہ سے مومن ہوکر عمل صالح کیا۔ پس تزکیہ سبب ہوتا ہے ایمان و عمل صالح کا اور

بغیر تزکیہ کے وہ کما حقہ نہین ہو سکتے۔ اسلیئے ان آیات سے ثابت ہوتا ہے
کہ تزکیہ ہی اصل اصول ہوا جس کو سب سے پہلے ہر عمل صالح
وایمان کے چاہنے والے کو حاصل کرنا چاہیئے۔ لہذا خلاصہ عطر
کل اعمال کا تزکیہ ہوا اور تمام خصایل واعمال مین ضبط نفس ہی انسان
کا سب سے بڑا کمال ہے محققین مغربی اب جسکی تصدیق کر رہے ہین۔

عمل صالح کے مفہوم ومعنی

عمل صالح وصالحین کے ثواب قران مجید مین مذکور ہین اور درجہ صالحین
کا فضل آیات قرانی سے ثابت ہوتا ہے لیکن یہ تفصیل بالصراحت
نہین ہے کہ کون کون جزئی عمل عمل صالح ہین اور کون جزئی عمل
کرنے والا صالحین مین سے ہے یعنی جیسا کہ جزئی اعمال کی مثال دیکر
اولئک ھم المتقون یا ھذا صراطی مستقیما قران مین ہے ویسا اولئک
ھم المصلحون یا ھذا العمل الصالح قران مجید مین نہین ہے اور وجہ
اس کی یہ ہے کہ جو عمل صلاحیت وقابلیت خدا کے حکم کے موافق
ہونے یا یون کہو کہ اپنے اردگرد کے متناسب ہونے اور سودمند
ہونے یا یہ کہ نیک سے بننے کا رکھتا ہو وہ عمل صالح ہے۔ پس عمل صالح
کوئی مخصوص یا جزئی عمل نہین کہ معہ اضافت اسکی تفصیل ہوسکے کیونکہ
زمان ومکان وحالت وشخصی ونوعی کیفیت کے بدلنے کیساتھ صالحیت
بھی بدل جاتی ہے اور اس کا معیار نیکی وبدی کا بدل جاتا ہے خصوصاً

اردگرد کے حالات اور واقعات اُن افعال کے نتایج کو مختلف کر دیتے و بدل دیتے ہین جو سبب سود مندی ہوتے ہین اور جو حق ہین اُن کا شمار عمل صالح مین ہوتا ہے۔ بضرورت کشت و خون ہو تو بڑے ہین عمل صالح ہو جاتے ہین۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے یہ بلیغ لفظ مفہوم مذکور کے لئے استعمال فرمایا یعنی ایسا عمل جو بالکل ٹھیک حق۔ درست۔ راست۔ صحیح (فٹ) ہو اور جو ایسی قابلیت رکھتا ہو کہ اس کے نتایج مفید ہو جاوین۔ بخلاف تقوے کے کہ اُس کا مفہوم یہ ہے کہ ڈر کر بچین اور نیک کام کرین یا صراط مستقیم کے کہ اس مین چند افعال کے اختیار اور چند کے ترک کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جس عمل کا نتیجہ مفید و سود مند ہو وہ صالح ہے خود کوئی عمل عمل صالح نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی عمل کو صالح و نیک سمجھکر کرین اور اُسکا نتیجہ صالح نہ پیدا ہو بوجہ اس کے کہ وہ عمل قابلیت صالحیت کی نہ رکھتا ہو اور غلطی و غلط فہمی سے کیا گیا ہو اور بظاہر اُسمین کسیکا نقصان نہ معلوم ہوتا ہو۔

مومن اور سچے مومن ہونے کیلئے شرط و معیار

سورہ انفال مین ہے فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین سو تقوے کرو اللہ سے اور اصلاح کرو آپس کی اور اطاعت کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اگر تم مومن ہو۔ سوا ے

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا الآیہ

اسکے نہین کہ مومن وہ ہین کہ جب نام آوے اللہ کا ڈرجاوین ان کے دل اور جب پڑھی جاوین اُنپر اسکی آیات زیادہ کردیوین اُن کے ایمان کو الآیہ

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن ہونے کے لئے اور اُسکے پورے ثابت کرنے کے لئے اللہ سے تقوے اور آپس کی اصلاح اور اللہ و رسول کی اطاعت لازم ہے کیونکہ ان کنتم مومنین کی شرط اعمال مذکورہ کرنے کی بابت ہے اور اُس کے بعد یہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ سوائے اس کے نہین کہ مومن وہ ہین کہ جب اللہ کا نام آوے تو اُن کا دل ڈرجاوے نیز اور صفات و افعال بیان کرکے یہ فرمایا ہی کہ وہی مومنون حق ہین یعنی سچے مومن ہین۔ پس سچے مومن و ثابت مومن ثابت کرنے کے لئے صفات مذکورہ آیت سے متصف ہونا لازمی ہے اور تقوی اللہ سے یہی ہے کہ اللہ سے ڈرکر برائیون سے بچین اور اسی لئے ایسا ہونا چاہیئے کہ جب اللہ کا نام آوے تو ڈر ہو اور اُسکی آیات جب پڑھی جاوین ایمان زیادہ ہو اور نماز اور نفقہ جو برائیون سے بچاتے ہین اُس پر مداومت ہو اور اللہ پر توکل ہو تاکہ دوسرے سے خلاف حکم خدا کے خوف نہ کرین۔

جو آیات اللہ پر ایمان لاوین اگر توبہ و اصلاح کرین تو اللہ کو بوجہ رحمت لازم ہے کہ مغفرت و رحمت کرے برخلاف اللہ پر ایمان نہ لانیوالونکے

اللہ پر مغفرت و رحم کرنا اُن پر لازم نہین ہے۔

سورہ انعام مین ہے واذا جاءک الذین	اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ہماری
یؤمنون بایٰتنا فقل سلام علیکم	آیات پر ایمان لائے ہین تو تو کہہ سلامتی ہو تمہارے
کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ انہ	اوپر لازم کر دیا ہے تمہارے ربنے اپنے اوپر رحمت کو
من عمل منکم سوء بجہالۃ ثم	کہ جو عمل کریگا تم مین سے بُرا بے جانے پھر توبہ کرے گا
تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور	اُسکے بعد اور اصلاح کریگا تو وہ غفور رحیم ہے
رحیم وکذٰلک نفصل الاٰیٰت و	اور اسیطرح ہم تفصیل کرتے ہین آیات کی اور تاکہ
لتستبین سبیل المجرمین ط	ظاہر ہو جاوے راہ جرم کرنے والون کی۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آیات اللہ یعنی اُس کے حکم پر ایمان لاوے گا اور نادانی سے کوئی بُرائی کرے گا تو اگر اُس کے بعد توبہ اور اصلاح کرے گا تو بوجہ رحمت اللہ پر لازم ہے کہ وہ بخشدے اور رحم کرے برخلاف اُس کے جو مجرم ہین یعنی ایمان آیات اللہ پر نہین لائے وہ اگر توبہ و اصلاح کرین حالانکہ کر نہین سکتے تو اللہ پر لازم نہین ہے کہ مغفرت و رحم کرے کیونکہ مالک کے نافرمان وہ ہین پھر چاہے سزا دے اور چاہے بخشدے فرمانبردار و نافرمانبردار کے سزا دینے مین بوجہ مذکورہ مختار ہی اور اُنمین فرق کرنا عدل ہی۔ اس فرق کو اسلیئے بیان فرمایا کہ مجرمونکی سزا کا فرق قائم ہو
تقوے اور اصلاح نہ کرنا اُن آیات اللہ کو جھٹلانا اور اُنسے کبر

کرنا ہے جسکو رسول سناتے ہین اور تقوی و اصلاح کرنیوالے
کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

سورہ اعراف مین ہے یٰبنی آدم	اے بنی آدم کبھی آوین تم پاس پیغمبر
اما یاتینکم رسل منکم یقصون	تم مین سے سناوین تم کو میری آیات کو سو جو
علیکم آیٰتی فمن اتقی و اصلح فلا	کوئی متقی ہوا اور اصلاح کی تو خوف نہین
خوف علیھم و لا ھم یحزنون	ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہون گے اور جنہون نے
والذین کذبوا بایٰتنا واستکبروا عنھا	جھٹلایا ہماری آیات کو اور کبر کیا اُس سے
اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا	وہی اصحاب النار ہین اسی مین
خالدون ط	رہین گے۔

پس ان آیات مین بنی آدم مخاطب ہین اور رسولون کے آیات سنانے سے کے نتایج یہ اللہ تعالی نے بیان فرمائے ہین کہ جو سننے کے بعد تقوی اور اصلاح کرے تو اُن پر نہ خوف ہوگا نہ غمگین ہون گے اور جو اللہ تعالی کی آیات کو جھٹلاوین اور اُس سے کبر کرین وہ اصحاب النار ہین لہذا معلوم ہوا کہ تقوے و اصلاح نہ کرنا اللہ کی ان آیات کو جھٹلانا اور اُس سے کبر کرنا ہے جو اپنی امت پر رسول سناتے ہین۔

قوانین فطرت و آیات قدرت سے اللہ کی ذات اور اُسکی آیات و قدرت پر استدلال اور مافوق قدرت و عادت سے

انکار اور اُنکا بیفایدہ ہونا مثلاً فرشتون کا اُترنا یا قرطاس پر نازل ہونا اور رسولون کا صرف مبشر و منذر ہونا نہ کہ اوطرح پر اپنی تصدیق کرانا

سورہ انعام مین ہے قل ارءيتم
ان اخذ الله سمعكم وابصاركم
وختم على قلوبكم من اله غير الله
يأتيكم به انظر كيف نصرف الايت
ثم هم يصدفون قل ارءيتكم
ان اتكم عذاب الله بغتة او جهرة
هل يهلك الا القوم الظلمون
وما نرسل المرسلين الا مبشرين
ومنذرين فمن امن واصلح
فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون
والذين كذبوا بايتنا يمسهم العذاب
بما كانوا يفسقون قل لا اقول
لكم عندي خزائن الله ولا اعلم
الغيب ولا اقول لكم اني ملك ان
اتبع الا ما يوحى الي قل هل يستوي
الاعمى والبصير افلا تتفكرون ط

توکہہ کیا دیکھا تم نے اگر لے لیوے اللہ تمہارا
سننا اور تمہاری بینائی اور مہر کر دے تمہارے
دلون پر کون سا معبود ہے اللہ کے سوا کہ اُن کو
لا دیوے تمہارے لئے دیکھ کسطرح پھیر پھیر بیان
کرتے ہین ہم آیات کو پھر وہ کنارہ کرتے ہین توکہہ کیا دیکھا
تمنے اگر آوے تم کو اللہ کا عذاب یکبارگی یا ظاہر نہین ہلاک
کئے جاوینگے مگر قوم ظالم نہین بھیجتے ہم مرسلین کو مگر بشارت
دینے والے اور آگاہ کرنے والے تو جو ایمان لایا
اور اصلاح کیا تو نہ خوف ہے اُن پر اور نہ وہ
غمگین ہون گے اور جنہون نے جھٹلایا ہماری
آیات کو ملیگا ان کو عذاب بسبب اُنکے فسق کے
توکہہ نہین کہتا مین تم کو کہ میرے پاس اللہ کے
خزانے ہین اور نہ مین جانتا ہون غیب کو اور نہ
مین کہتا ہون تم سے کہ مین فرشتہ ہون نہین
پیروی کرتا ہون مین مگر اُسکی جسکی وحی کیجاوے میرے
طرف توکہہ نہین برابر نابینا و بینا سو کیا تم تفکر نہین کرتے

پس ان آیات سے حسب ذیل امور بھی ثابت ہوتے ہین جو قابل
یاد رکھنے کے ہین - (۱) اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تمہارا سننا اور دیکھنا
اللہ لیلے تو کوئی معبود غیر اللہ کے اُس کو دے نہین سکتا اور اسکو
آیات کہا - (۲) یہہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم مرسلین کو نہین بھیجتے
مگر بشارت دینے والے اور آگاہ کرنے والے سو جو ایمان لایا اور
اصلاح کی تو اُس کو خوف و غم نہین - پس اس سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ انبیاء کا کام صرف بشارت دینا اور آگاہ کرنا ہے تاکہ لوگ ایمان
لاوین اور اپنی اصلاح کرین اور اُس کا نتیجہ یہ ہو کہ خوف و غم اُن کو
نہ ہو یہ کام رسولون کا اصلی نہین ہے کہ وہ آیات یعنی مستبعد امور کو دکھلاوین
تو لوگ ایمان لاوین اور اپنی اصلاح کرین - (۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ جو جھٹلاوین ہماری آیات کو تو بسبب اُن کے فسق کے اُن کو عذاب
لگ جاوے گا - پس آیات کا جھٹلانا فسق کرنا ہوا یعنی حکم خداوندی پر
عمل نہ کرنا - لہذا آیات کے معنی اس آیت مین حکم کے ہوے - (۴) پھر
خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تو کہہ دے کہ مین تم سے نہین کہتا ہون کہ میرے
پاس اللہ کے خزانے ہین اور نہ جانتا ہون مین غیب کو اور نہین کہتا
مین کہ مین فرشتہ ہون - پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ غیر معمولی
چیزون اور مستبعد امور کا دعوے آنحضرت صلعم نہین کرتے تھے بلکہ انسان
ہو کر بشارت دیتے اور آگاہ کرتے تھے نہ کہ فرشتہ بنکر یا عالم الغیب
بنکر یا لالچ دلاکر - (۵) یہ کہ انہین آیات مین سے ہے کہ مین نہین اتباع کرتا

مگر اُس کی جو وحی کیگئی ہے میرے طرف تو کہدے نہین برابر اندھا اور دیکھنے والا پس اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ وحی کے ذریعہ سے نہ کہ عالم الغیبی کے ذریعہ سے آنحضرتؐ بصیر ہوئے اور اُسکی پیروی کرتے ہین برخلاف اُس کے کافر اندھے ہین۔ پس ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وقادر ہونا اُنھی امور مین بیان فرمایا جو ممکنات مین سے ہین اور اُنھی کو آیات قدرت قرار دیا۔ سورہ انعام مین ہے

قل هو القادر علىٰ ان يبعث عليكم	تو کہہ اسکو قدرت ہے کہ اُٹھادے تم پر عذاب تمہارے
عذابا من فوقكم او من تحت	اوپر یا تمہارے پانون کے نیچے سے یا ملادے تم کو
ارجلكم او يلبسكم شيعا ويذيق	فرقے کرکر اور چکھادے تمہارے بعض کو لڑائی کا
بعضكم بأس بعض انظر كيف نصرف	مزا بعض سے دیکھہ کسطرح پھیر پھیر بیان کرتے ہین
الأيٰت لعلهم يفقهون ط	ہم آیات کو تاکہ تفقہ کرین۔

پس اس آیت مین آیات سے مراد آیات قدرت لی گئی ہے اور اللہ کو اُس پر قادر ظاہر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب اوپر سے یا پانون کے نیچے سے پہنچا دیوے یا متفرق کر کے بعض کو بعض سے لڑا دیوے لہذا اللہ کے احکام کو ماننا چاہیئے اور مافوق قدرت وعادت آیات سے استدلال نہ کرنا چاہیئے۔ سورہ انعام مین ہے۔

ان الله فالق الحب والنوىٰ يخرج	اللہ پھوڑ نکالتا ہے دانون اور گٹھلیون کو نکالتا ہے
الحي من الميت ومخرج الميت من	زندے کو مردے مین سے اور مردے کو زندے مین سے
الحي ذٰلكم الله فانىٰ تؤفكون فالق	یہ ہے اللہ رب تمہارا پس کہان پھرے جاتے ہو

الاصباح وجعل الیل سکنا والشمس — پہلو پھاڑ نکالتا ہے صبح کو اور کرتا ہے رات کو چین کی چیز
والقمر حسبانا ذلک تقدیر العزیز — اور چاند اور سورج حساب کا معیار ہیں یہ اندازہ ہے
العلیم وھو الذی جعل لکم النجوم — غالب علم والے کا اور اسی نے ٹھہرایا تمہارے لئے ستاروں کو
لتھتدوا بھا فی ظلمت البر والبحر — کہ سبب ان کے راہ پاؤ اندھیرے میں خشکی اور تری کی
قد فصلنا الایت لقوم یعلمون — بیشک مفصل بیان کی ہیں آیات کو اس قوم کیلئے جو جانتے ہیں

پس ان آیات میں بھی آیات قدرت کا بیان ہے اور تقدیر عزیز علیم کو جسطرح رات کو چین کی چیز اور چاند اور سورج کو معیار حساب اور ستاروں کو راہ دکھانے والا اندھیرے میں قرار دیا ہے بیان فرمایا ہے اور جاننے والی قوم کے لئے آیات کا تفصیل کرنا بیان فرمایا ہے لہذا آیات کے معنی ان آیات میں آیات قدرت ہیں۔ سورہ انعام میں ہے

ولو نزلنا علیک کتبا فی قرطاس — اور اگر ہم اتارتے تجھہ پہ کوئی کتاب قرطاس میں
فلمسوہ بایدیھم لقال الذین — سو چھوتے وہ اسکو اپنے ہاتھوں سے البتہ کہتے کافر
کفروا ان ھذا الا سحر مبین وقالوا — نہیں یہ مگر صریح جادو اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ
لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا — اتارا گیا اسپر فرشتہ اور اگر ہم اتارتے فرشتہ البتہ فیصل
ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون — کردیا جاتا کام پھر نہ مہلت ملتی ان کو اور اگر ہم کرتے
ولو جعلنہ ملکا لجعلنہ رجلا وللبسنا — اسکو فرشتہ تو کرتے ہم اس کو آدمی البتہ مشتبہ
علیھم ما یلبسون ط — کردیتے ہم انپر وہی جو اب اشتباہ کرتے ہیں۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلاف عادت اور غیر ممکن امور آیات اللہ کے منوانے کے لئے اللہ نہیں نازل کرتا اسی لئے ان

آیات مین فرمایا ہے کہ اگر ہم بجاے قرآن بالفظ اُتارنے کے کاغذ پر
لکھا بھیجتے تو کافر اُس کو صریح جادو کہتے کیونکہ جو اُتارتا اسکو دکھلانا پڑتا۔ اور
کاغذ مکتوب کو وہ چھوتے اور دیکھتے اور اُس کے بعد ہی اُس کا
بھی جواب دیا ہے کہ فرشتہ کیون نہ آنحضرتؐ پر اُتارا۔ تاکہ اسکا بھی
جواب ہو جاوے کہ کاغذ لپٹا ہوا جو اوترتا تو فرشتہ بھی لانیوالا دکھلا پڑتا
چنانچہ فرمایا کہ اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو پھر مہلت اُن کو نہ ہوتی کہ ایمان
لاوین ایک تو یہ ہوتا دوسرے اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو آدمی ہی کی شکل مین
بھیجتے کیونکہ غیر متشکل کیسے پیغام لاتا پھر نتیجہ یہی ہوتا کہ جو شبہہ اب کر رہے
ہین وہی اُس وقت بھی کرتے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ خلاف عادت و
غیر ممکن چیزون کو اللہ اپنے اور اپنی آیات کے ثابت کرنے و منوانے
کے لئے نہین بھیجتا اور اگر بھیجتا تو کچھ فایدہ نہ ہوتا اور کافر وہی شک کرتے
جواب کرتے ہین اور صریح جادو کہتے۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ خلاف قانون قدرت کام نہین ہوتا فرشتہ کا بھی اُترنا ایسا ہی ہے۔ اس
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکمت الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ اس دنیا مین
انسان ہی ہون فرشتہ نہ ہون لہذا فرشتون کے غیر متشکل ہو کر آنے
سے انکار اس آیت سے ثابت ہوتا ہے یہ یاد رکھنے کی بات ہے

سورہ انعام مین ہے ولو اننا
نزلنا علیھم الملئکة وکلمھم الموتی
وحشرنا علیھم کل شئ قبلا ما کانوا

اور اگر ہم اوتارتے اُن پر فرشتوں کو
اور بات کہتے اُن سے مردے اور جلا کر
اُٹھا کر لاتے ہم اُن پر ہر ہر شے کو اُن کے

لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون ط — سامنے نہ ہوتا کہ ایمان لاوین مگر یہ کہ چاہے اللہ ولیکن اکثر اُن کے جاہل ہین۔

آیات سابقہ مین آنحضرتؐ پر ملک اور قرطاس کے اترنے کا جواب تہا اس آیت مین اس کا جواب ہے کہ اگر خود کافرون پر ملایکہ اترتے اور مُردے بولتے اور ہر ہر چیز کا حشر اُن کے سامنے ہوتا تو کیا نتیجہ ہوتا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تب بھی وہ ایمان نہ لاتے کیونکہ ایمان وہ جب ہی لاتے جب اللہ چاہتا اور اللہ اس طریق کے ذریعہ سے ان کا ایمان لانا نہین چاہتا تہا پھر کیسے ایمان لاتے نتیجہ اس بیان و طریق مذکورہ بالا بیان کا بہت واضح ہے کہ اس طریق سے جیسا کافر چاہتے تھے آئین فطرت و قوانین قدرت کے رو سے عمل نہین ہو سکتا نہ اللہ ایسا چاہتا ہے لہذا اس طرح مافوق قدرت امور سے ایمان کو وہ نہ لاتے بلکہ جو طریق ایمان کا ہے وہ اس عالم مین یہی ہے کہ رسولؐ بشارت دیوین اور آگاہ کرین جس کو اللہ نے چاہا ہے یعنی جو شخص متناسب بروے قانون قدرت ہے وہ ایمان لاویگا۔ اور جس کو اللہ نے نہین چاہا یعنی اُس نے اپنے کو متناسب اپنے گرد و پیش کے حالات و ہدایات سے نہین کیا وہ ایمان نہین لاویگا۔ اللہ تعالےٰ نے استدلال آیات قدرت سے کیا ہے و بشارت و نذارت پر کان لگانے کو بھی کہا ہے۔ سورہ فرقان مین ہے۔

قال الذین لا یرجون لقاءنا — اور کہا اُن لوگون نے جو نہین رجا رکھتے ہین

لولا انزل علینا الملئکة او نرے ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتو عتوا کبیرا یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا ط

ہمارے ملنے کی کیون نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا کیون دیکھہ نہ لیوین ہم اپنے پروردگار کو بیشک بڑائی کرتے ہین وہ اپنے جی مین اور سر پر چڑھ رہے ہین بہت بڑا سر پر چڑھنا جسدن دیکھینگے ملایکہ کو نہین بشارت اسدن مجرمین کو اور کہینگے بند کر دیتے جاؤ جیسا کہ حق ہے بند کر دینے کا

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کہنا کہ ملایکہ ہم پر کیون نہ اترین اور اللہ کو ہم کیون نہ دیکھہ لین استکبار اور بہت سر پر چڑھنا ہے اور جس دن ملایکہ کو دیکھینگے اس دن ان کو بشارت نہین ہوگی۔

انجام اندیشی کل کیلئے و محاسبہ

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و لتنظر نفس ما قدمت لغد ط

اے مومنو ڈر کر بچو اللہ سے اور چاہئے کہ دیکھے ہر شخص کہ کیا بھیجا کل کے لئے۔

پس ہر مومن کو لازم ہے کہ دیکھتا رہے کہ کل کے لئے کیا بھیجے گا۔ اور کل کے لئے آج سے طیاری کرے اور محاسبہ کرتا رہے۔

یہ نہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ تزکیہ بالیقین ہوگیا

سورہ نجم مین ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی

سو دعوے نہ کرو کہ ہم مزکی ہوگئے خدا زیادہ جانتا ہے اس کو جو متقی ہوا۔

اس آیت مین یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اپنے اتقا کی وجہ سے

اپنے کو یہ سمجھ لینا و دعوے نہ کرنا چاہیے کہ اُس کے افعال و عادات
درست ہوگئے اور سنور گئے اور اُس کا تزکیہ نفس ہوگیا کیونکہ بالیقین کوئی
شخص یہ نہیں سمجھ سکتا واقعات و معاملات ہی فیصلہ کرسکتے اور ثابت
کرسکتے ہیں اور خدا تعالے ہی حقیقت حال جانتا ہے جس کو اس
آیت میں هو اعلم کرکے بیان فرمایا ہے۔ لہذا اچھے رہنا چاہیے
اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصلی علم خدا تعالی کو ہے اس لئے ممکن ہے
کہ مجھکو دھوکا ہوتا ہو لہذا دعوے وبھروسہ نہ کرنا چاہیے کہ میرا تزکیہ نفس ہوگیا

اسلام کے دین ہونے سے اللہ تعالے کا راضی ہونا اور اُس کا کامل و متمم نعمت ایزدی ہونا اور کافروں کا اُس دن سے مایوس ہوجانا

سورہ مایدہ میں ہے الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشونی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے پس نہ ڈرو اُن سے اور مجھ سے ڈرو آج کامل کردیا میں نے تم لوگوں کیلئے تمہارے دین کو اور پوری کردی میں نے تمہارے اوپر اپنی نعمت کو اور راضی ہوا میں تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو

جس دن یہ آیت نازل ہوئی ہے اُس دن سے اللہ نے
فرمایا کہ کافر تمہارے دین سے مایوس ہوگئے یعنی یہ کہ تمہارے دین پر

غالب ہونے سے مایوس ہو گئے۔ پس اُن سے اب نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ دوسری بات یہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آج مین نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امور دین کے کامل ہونے کے لئے ضروری تھے وہ اُس دن قبل نزول اس آیت کے پورے ہو گئے۔ پس بشمول اُن احکام و آیات قرآنی و دیگر امور کے جو ماقبل ہو چکے تھے دین کامل ہو گیا اور اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ دین محمدی مومنین کیلئے کامل ہو گیا تو وہ آخر دین اور سب سے پچھلی شریعت ہوئی کیونکہ کامل ہونے کو کچھ باقی نہ رہا بلکہ جو کامل ہونے کو دوسری شریعت مین باقی تھا وہ دین محمدی مین کامل ہو گیا تیسرے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ پوری کر دی مین نے تمہارے لئے اپنی نعمت کو۔ پس اس سے فضیلت دین محمدی کی ثابت ہوتی ہے کہ جو نعمت اللہ تعالی کو دینی تھی اُس کو اُس نے دیدی پھر اُس سے زیادہ نعمت اب کسی اُمت کو نہین مل سکتی کیونکہ وہ پوری ہو گئی ادھوری نہ رہی۔ چوتھے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ مین راضی ہوا تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو۔ پس اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ دین محمدی سے اللہ تعالی راضی ہے اور اس طرح رضائے مولی معلوم ہو گئی اور تصدیق ہو گئی کہ اسلام دین سچا اور برحق ہے اور کامل ایسا ہے جن کے پیروون کے لئے اللہ کی نعمت پوری ہو گئی ہے۔

جو اللہ کو دوست رکہتا ہو اس کو چاہیئے کہ آنحضرتؐ کی اتباع کرے تا کہ اللہ اسکو محبوب رکھے اور اُسکے گناہونکی مغفرت کرے

سورہ آل عمران مین ہے قل ان	تو کہہ اگر تم دوست رکہتے ہو اللہ کو
کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم	تو اتباع کرو میری اللہ دوست رکہیگا
اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور	تم کو اور مغفرت کرے گا تمہارے گناہونکی
رحیم ط	اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پس اللہ کو جو دوست رکہتا ہے اگر آنحضرتؐ کی اتباع کرے تو اللہ اسکو دوست رکہے گا اور اس کے گناہون کی مغفرت کرے گا۔

ہدایت کے بعد قوم کب گمراہ ہوتی ہے

سورہ توبہ مین ہے وما کان اللہ	اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کردے کسی قوم کو
لیضل قوما بعد اذ ھدٰھم حتی	بعد اسکے کہ ہدایت پر لا چکا اُن کو جبتک کہ ظاہر
یبین لھم ما یتقون ان اللہ بکل	نہ کردے اُنپر کہ کس چیز سے اُنکو تقوی کرنا چاہیئے
شیٔ علیم ط	اللہ ہر شئے پر علیم ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی قوم ہدایت پا کر اُسوقت تک گمراہ نہین ہوتی جب تک کہ یہ جان نہ لے کہ کس چیز سے اُس کو بچنا چاہیئے۔ اور اللہ قبل اُس کے گمراہ کرنے کے اُنپر ظاہر کردیتا ہے کہ اس سے اُن کو بچنا چاہیئے۔

سزا کا دینا آخرت کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے دنیا مین بلا ضرورت بدلا نہ لینا چاہیئے اور ہر آدمی اپنے عمل کا ذمہ وار ہے

سورہ جاثیہ مین ہے قل الذین	تو کہدے ایمان والون کو بخشدین اُن
آمنوا یغفروا للذین لا یرجون	لوگون کو جو امید نہین رکھتے اللہ کے دنون کی
ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون	تاکہ بدلا دے اُس قوم کو اُن کے کسب کا جیسے عمل
من عمل صالحا فلنفسہ ومن	کیا صالح تو اپنے لئے اور جسنے برا عمل کیا تو اُسکا
اساء فعلیہا ثم الی ربکم ترجعون	ذمہ دار ہے پھر اپنے رب کیطرف رجوع ہونگے

پس ان آیات سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ کافرون سے ایسے امور کا بدلا نہ لیا جاوے اور اُن کو بخشدیا جاوے جنھین وہ آخرت مین عذاب پا سکتے ہین تاکہ اُس بدلا کیوجہ سے اُن کے عذاب مین تخفیف نہ ہو۔ دوسرے ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ جزا و سزا اُسیکو ملیگی لہذا بہتر یہ ہے کہ بدلا لینے کے لئے مومنین کیطرف سے بغیر ضرورت اس دنیا مین عمل نہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے دشمنون کی ذمہ داری مین مواخذہ مین تخفیف کا سبب ہو اور اُن کو فایدہ پہنچ جاوے اس طرح بہت سے نزاعات مابین مومنین و کافرین کے کم ہی ہو جاتے ہین۔ لہذا یہ حکمت ہی سے ہے کہ بدلا لینے کیلئے مزید اعمال نہ کرنے ہون گے۔

رات و دن کو کیون خصوصاً دن کو مبصرہ کیون اللہ نے بنایا اور دن معاش و تلاش فضل کیلئے ہے۔

سورہ نبا مین ہے وجعلنا نومکم
سباتا وجعلنا الیل لباسا وجعلنا
النہار معاشا ط

اور بنایا ہمنے تمہاری نیند کو دفع ماندگی اور بنایا ہمنے
رات کو اوڑہنا اور بنایا ہمنے دن کو
معاش کے لئے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند سے ماندگی یعنی محنت
کرنے کا کسل رفع ہوتا ہے اور رات لباس یعنی اس کا اندہیرا کام کی
چیزون کو ڈہانک لینے والا اور بینائی کا لانے والا ہوتا ہے اور چین کرانیوالا
جیسا کہ دوسری آیت مین ہے کہ لتسکنوا فیہ تا کہ رات مین چین پکڑو تم
اور دن کو معاش کے لئے یعنی محنت کر کے معاش پیدا کرنے کیلئے
اللہ نے کہا پس نتیجہ یہ ہے کہ رات عموماً چین و آرام و سونے کیلئے اور
دن محنت کر کے معاش پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہین۔ سورہ انعام
مین ہے فالق الاصباح وجعل
الیل سکنا والشمس والقمر حسبانا
ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ط

پہوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا اور ٹہرایا رات کو
چین کیلئے اور سورج و چاند حساب کیلئے
یہ اندازہ ہے عزیز علیم کا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات چین کے لئے اور چاند و
سورج شمار ایام و حساب کے لئے ہین۔ سورہ یونسؑ مین ہے۔
ھو الذی جعل لکم الیل لتسکنوا
فیہ والنہار مبصرا ان فی ذٰلک
لاٰیٰت لقوم یسمعون ط

وہی وہ ہے جسنے بنایا تمہارے لئے رات کو تا کہ چین
پکڑو اسمین اور دن کو دکہانے کے لائق اسمین
آیات ہین سننے والی قوم کیلئے۔

سورہ بنی اسرائیل مین ہے وجعلنا

اور ہم نے بنائی رات اور دن

الیل والنهار اٰیتین فمحونا اٰیة	دو آیتین پہر مٹا دیا آیت رات کو اور بنا دیا
الیل وجعلنا اٰیة النهار مبصرة	آیت دن کو دکہانے کی چیز تاکہ تلاش کرو
لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا	فضل اپنے رب کا اور جانو گنتی سنون
عدد السنین والحساب ۝	اور حساب کی ۔
سورہ مومن مین ہے اللّٰہ الذی	اللہ وہ ہے جسنے کیا تمہارے لئے
جعل لکم الیل لتسکنوا فیه والنهار	رات کو تاکہ چین پکڑو اسمین اور دن کو دکہلانیوالا
مبصرا ان اللّٰہ لذو فضل علی	اللہ صاحب فضل ہے آدمیون پر لیکن اکثر
الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون	آدمی شکر نہین کرتے یہ ہے اللہ تمہارا
ذٰلکم اللّٰہ ربکم خالق کل شیٔ لا	رب پیدا کرنیوالا ہر شے کا نہین معبود مگر وہ
اله الا هو فانّٰی تؤفکون کذٰلک	سو کہان سے پہیرے جاتے ہو اسیطرح
یؤفك الذین کانوا باٰیات اللّٰہ	پہیرے جاتے ہین وہ لوگ کہ اللہ
یجحدون ۝	کی آیات سے منکر تہے ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ رات انسانون کے چین کیواسطے اور دن کہانیوالا ہے اور اس لئے یہ دونون رکہے گئے کہ آدمیون پر اللہ کا فضل ہے اور ان پر اللہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ اللہ تمہارا رب اور خالق ہر شے کا ہے کوئی معبود اس کے سوا نہین تو ان لوگون کیطرح مت پہرو جو اللہ کی آیات سے انکار کرتے تہے اللہ نے فرمایا کہ ان آیات سے بہی فایدہ اُٹہاؤ اور شکر کرو اور استدلال جو کیا گیا ہے اُسپر ایمان لاؤ اور معبود اللہ ہی کو جانو ۔ ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے

رات کو انسانون کے چین کے لئے قرار دیا ہے لہذا جسقدر چین ضرورت
بمعاوضہ دن کے محنت کے ہو اُن سب کو چین کر کے رفع کر لینا چاہیئے
اور اسکو اللہ کا فضل سمجھنا چاہیئے اور چونکہ رات اندھیری ہوتی ہے
لہذا علامت ہے اسکی کہ اُسمین چین کرین اور مصنوعی ذریعون سے اُسکو
روشن کر کے بلا ضرورت دن نہ بناوین کہ اُسمین بجاے چین کے کام
کرین اور فطرت کے اشارات کے برخلاف عمل کرین اور سزاے فطرتی
جو ہمیشہ خلاف ورزی فطرت کیساتھ لازمی ہوتی ہے اور تکلیف اُس کا لازمی
نتیجہ ہوتی ہے پاوین - اسی لئے اس آیت مین اللہ تعالے نے یہہ بھی
فرمادیا کہ دن کو ہم نے دکھانیوالا کیا ہے تاکہ معلوم ہو جاے کہ روشنی مین
بجاے سکون کے انسان کام و حرکت زیادہ آسانی سے کرسکتا ہے
اور اُسکو ضرورت نہین ہوتی کہ مصنوعی ذریعہ سے روشنی کرے تاکہ
آنکھ سے کام لے اور اسیطرح دن کو اندھیرا بنانا تاکہ اسمین سکون کرین
اور رات کو کام کرنا بھی خلاف فطرت ہے اور نتیجہ بھی وہی ملتا ہے جو
خلاف ورزی فطرت سے فطرت دیتی ہے نتیجہ یہہ ہے کہ بغیر ضرورت رات
مین چین نہ کرنا اور بغیر مجبوری دن مین کام نہ کرنا اور جو آسانی قدرتی ہے
اُس سے فایدہ نہ اُٹھانا احمقی ہے - رہی یہہ بات کہ جہان رات یا دن
بڑے یا چھوٹے ہوتے ہین وہان کسقدر کیا کرنا چاہیئے اُس کیلئے
ضرورت اور مجبوری کی قید ہمنے جوڑ دی ہے - پس عبادت وغیرہ یا
دیگر ضروریات انسانی اُس کا رات مین بھی کرنا ضرورت ہے اور دن

میں بھی اُن کا کرنا بضرورت ہے غرض یہ ہے کہ اللہ جن کی ہدایت کرتا ہے اُسکی ممانعت نہیں کرتا کہ بے حیا نیت پیدا ہو اور تکلیف مالایطاق ہو خواہ دنیاوی کام کے لئے ہو خواہ دینی کام کے لئے۔ قدرت کیطرف سے روشنی دن کی گویا اس لئے کیجاتی ہے کہ انسان جب چیزونکو دیکھے تو اُس کے دل میں تحریک کام کرنے اور حرکت کرنے و عمل کرنے کی پیدا ہو اور جب دن جا کر رات ہو جاتی ہے تو گویا قدرت کیطرف سے یہ اشارہ کیا جاتا ہے کہ چونکہ آنکھ بغیر روشنی کے نہیں دیکھتی ہے لہذا ایسا کام جسمین آنکھ کی ضرورت ہو بلا ضرورت نہ کرنا چاہیئے۔ پس خود ہی قوانین قدرت و آئین فطرت دلالت امور مذکورہ بالا پر کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ جو کام مقتضائے فطرت کے اشارات سے موافق نہ ہوگا اس کا نتیجہ مضرت اور نقصان ہوگا۔

نیکی کا ثواب کسقدر زیادہ اور بدی کا عذاب کسقدر یعنی اُسکے مثل ملتا ہے

سورہ قصص میں ہے من جاء	جس نے نیک کام کیا اُسکے لئے اُس سے اچھا ہے
بالحسنة فله خیر منها ومن جاء	اور جس نے بُرا کام کیا سو نہ بدلا دیا جاویگا
بالسیئة فلا یجزی الذین عملوا	بُرائی کا مگر جس کا اُس نے
السیئات الا ما کانو یعملون ٥	عمل کیا۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر حسنہ کا عوض اُس عمل سے اچھا انسان کو

ملے گا اور سیئہ کا بدلا اُسکے مثل ملیگا یا اللہ اُس کو بخشدے گا جیسا کہ دوسری آیتون سے ثابت ہے۔ اور سورہ انعام مین ہے۔

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها — جس نے نیکی کی اُس کیلئے دس گنا ہے

ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون ۝ — اُسکے مانند اور جسنے کیا بدی سو نہ بدلا دیا جائیگا مگر مثل اُس کے اور اُس پر ظلم نہ ہوگا۔

عشر امثالها سے اگر کثرت مراد ہے تو اللہ تعالی کو اختیار ہے کہ دس گنا سے بھی زیادہ بدلا عطا کرے بہرحال کم سے کم دس گنا ثواب دینے کا اُس عمل کے مثل کا وعدہ اللہ نے کیا ہے۔ پس حسنہ پر وعدہ و ترغیب اور سیئہ پر وعید ہے اس سے زیادہ اور کیا ترغیب حصول رحمت ہوسکتی ہے۔ اور سورہ بقر مین ہے۔

مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم ۝ — مثل اُن لوگون کے جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو اللہ کی راہ مین مثل دانہ کے ہے جسین اُگین ساتھ بالین ہر بال مین سو دانے اور اللہ زیادہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ہر نیکی کا بدلا وعدتاً کم سے کم دس گنا تھا لیکن اللہ کی راہ مین صرف کرنے کا بدلا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سات سو گنا کا وعدہ ہے اور اُسپر بھی اور زیادہ کرنے کی بابت فرمایا گیا ہے۔ حکمت اسمین یہ ہے کہ فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے کئی فایدے حاصل ہوتے ہین پہلا فایدہ

ثواب جدا جدا الملنا قرین انصاف ہے لہذا تعداد ثواب کی اس رحمت کے سبب سے بڑھ جاتی ہے۔

حظ کے ساتھ الم اور الم کے ساتھ حظ ہے لہذا محنت سے

بازرہنا چاہیئے اور اپنے رب کیطرف رغبت کرکے اسکو کرنا چاہیئے حظ نام ہے اعصاب کے ایک حد محدود ومعین طرز عمل کا اور چونکہ ہر عمل سے اعصاب میں کسی نہ کسیقدر تکان ہونا ضروری ہے اس لئے کوئی حظ ایسا نہیں ہوسکتا جس کے متعاقب کرب واقع ہو۔ پس کوئی حیات انسانی آلام وتکالیف سے قطعاً پاک نہیں رہ سکتی۔ چونکہ حیات انسانی عبارت ہے مجموعہ حرکات سے اور حرکت نام ہے انتشار سالمات کا جو مرادف ہے انقباض وکرب کا اس لئے ہر انسان کیلئے کرب واذیت ناگزیر ہے۔ اور چونکہ ہر حیات انسانی لازمی طور پر حیات اجتماعی ہوتی ہے اور حیات اجتماعی ممکن نہیں جبتک کہ افراد کے ارادی افعال محدود نہ کئے جاویں اس لئے تحدید حریت کا نام احساس کرب ہے اس لئے بھی درد والم حیات انسانی میں ناگزیر ہیں۔ جب تکان وکرب جاتا رہتا ہے اور اعصاب اپنے عمل کو کرنے لگتے ہیں تو پھر حظ ہوجاتا ہے۔ لہذا حظ والم کا دور حیات انسانی میں جاری رہتا ہے اور کرب وانقباض کے دور کرنے کے لئے آرام کیا جاتا ہے اور تکان وانقباض کے جاتے رہنے کے بعد حظ وانبساط کی کیفیت شروع

ہوجاتی ہے۔ اس اصول کلی کو اللہ تعالی نے نہایت خوبی سے
بیان فرمایا ہے۔ سورہ الم نشرح میں ہے۔

فان مع العسر یسرا ان مع العسر | تو تنگی کیساتھ آسانی ہے آسانی کیساتھ
یسرا فاذا فرغت فانصب والی | تنگی ہے سو تو جب فراغت پا تو محنت کر اور
ربک فارغب ہ | اپنے رب کی طرف رغبت رکھ۔

پس تکان و انقباض کو عسر سے اور حظ و انبساط کو یسر سے تعبیر کرنا
بالکل صحیح ہے۔ حظ انبساط اعضاء کے طرز عمل سے پیدا ہوتا ہے
لہذا یسر کے ساتھ اس کو ظاہر کرنا ایسا خوش اسلوب محاورہ ہے
جو معجز ہے۔ اس کے علاوہ یہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ آسانی
کے ساتھ تنگی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی۔ پس کسقدر صاف ہے
کہ حیات انسانی میں حظ و الم کا دور لازمی اور ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔
خصوصاً حظ کے ساتھ کرب کا ہونا ظاہر ہے۔ اس طرح اس آیت
میں اللہ تعالی نے یہ ہدایت فرمائی کہ چونکہ تنگی و آسانی ساتھ ہی
ساتھ ہوا کرتی ہیں تو جب تو فارغ ہو تو محنت کیا کر یعنی محنت کرنے
میں اس کا لحاظ نہ کر کہ تنگی ہوگی یا آسانی وہ تو لازما ہوا کرتی ہیں۔ دوسرے
اپنے رب کی طرف رغبت کر یعنی ایسی محنت کر جسمیں رب کیطرف
رغبت رہے۔ لہذا آنحضرت کو یہ حکم ہے کہ جب ضروریات انسانی
سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی طرف رغبت کرکے محنت کریں یعنی تبلیغ
رسالت و ہدایت اور اسکے متعلقہ امور کو انجام دیویں۔

مصائب سے سبق و فایدہ

اگر کچھ مال کا نقصان ہو گیا یا کوئی عزیز بچہ مر گیا یا کوئی عزیز دوست فوت ہو گیا یا کسی محنت کا ثمرہ ہاتھ نہین آیا کی کرائی کوشش رایگان گئی یا مظلوم کو ظالم نے تکلیف پہنچائی تو یہ مصیبت کہی جاتی ہے لیکن بات ہی کیا ہے ہماری زندگی محض اللہ کے لئے ہے اور اسیکی رضامندی و فرمانبرداری کے لئے اسیکی طرف ہم لوٹ کر جانیوالے ہین - مال یا اولاد کا ہونا حقیقی مقصد زندگی کا نہین ہے بلکہ اللہ اور اُس کے حکم کے لئے اپنے کو بنا لینا اصلی مقصد ہے اور اُس کے حصول کا طریقہ مصائب کے وارد ہونے ہی پر انسان کے سمجھ مین آتا ہے اور یہی بات اُس کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے بڑی بڑی برکات اور بڑی بڑی رحمتون کا وارث بنا دیتی ہے - قضا و قدر کے طرف سے جو صدمات انسان پر وارد ہوتے ہین وہی درحقیقت اُس کے تکمیل کا موجب ہوتے ہین اور وہی بات جو دوسرون کے لئے دُکھ کا موجب ہوتی ہے مومن کے قلب کے حالت کیوجہ سے رحمت و برکت کا سبب ہو جاتی ہے - اگر نیک و بد کو الگ کر دیا جاوے اور نیکون پر تکلیف نہ آوے تو ایمان بالغیب باقی نہین رہتا - جب تک عزیز و اقارب پر انسان تکلیف نہین دیکھتا اُس وقت تک انسان کے دل سے دنیا کی محبت سرد نہین پڑتی - البتہ تفرع

اور رخ اکیطرف جھکنا اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے ایک دہریہ کے لئے یہی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کو دیکھکر اور انسان کی بےبسی اور عاجزی کو سمجھکر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قایل ہو جاوے مومن تضرع سے اور زیادہ فایدہ اُٹھاتے اور خدا کی راہ مین بڑی بڑی ترقیات کرتے ہین تضرع دونون مین پیدا ہوتا ہے لہذا اُس مقصد کو بھول نہ جانا چاہیئے جس کیلئے خدا نے ہم کو مومن بنایا ہے یہ سبق بڑے بڑے مصایب سے ملتا ہے۔ دل کا پرغم چشم کا پرنم ہونا داخل فطرت انسانی ہے لیکن اُس سے زیادہ غم و نوحہ وگریہ وزاری نہ کرنا چاہیئے یعنی ایسے افعال جو رضاے الٰہی کے خلاف یا اُس کی شکایت ہو نہ ہونا چاہیئے۔ مشکلات تجربہ کار و انجام اندیش بنا دیتی ہین جسطرح آپس کے دو پہلوانون کے کشتی کرنے مین ایک دوسرے کے اعصاب مضبوط و قوے قوی ہوتے ہین اسیطرح مشکلات کا اکھاڑا ہمارے بہترین صفات کو ظہور مین لاتا اور ہم کو مضبوط و تجربہ کار و صابر و ثابت قدم بناتا ہے لہذا مشکلات و تکلیفات کو ہمیشہ مضرت رسان نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اُن سے جو فایدے ہوتے ہین اُن کا بھی خیال کرلینا چاہیئے اور یہ خیال صبر و رضاے الٰہی پر قایم و ثابت کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔

خلقت انسانی ایسی ہے کہ جزا و سزا دیجاوے وا و سکے فوایدِ ظاہر

حکمت توبہ و استغفار

خدا تعالیٰ نے اپنے قصد و ارادہ سے انسان کی خلقت ایسی پیدا کی ہے اور ایسے عالم مین انسان کو رکھا ہے کہ ہر انسان بلا استثنا ایسے افعال کرے جو نیک و بد ہون ایسا نہین ہو سکتا کہ انسان ذوجہتین سمجھا جاوے اور پورے افعال اُس کے دونون جہت مین مساوی و یکسان ہون یا سب نیک ہی ہون یا سب بد ہی ہون باعتبار اپنی پیدایش کے بھی ہر انسان کو جو کرنا چاہیئے اُس کے ٹھیک مطابق بھی وہ نہین کر سکتا کیونکہ دیگر تحریکین اور ترغیبین و اسباب عالم اُس کو ایسا کرنے سے روک دیتے ہین اور اُس کے افعال کچھہ اِس طرف اور کچھہ اُس طرف ہو جاتے ہین ایک طرف کو نیکی اور دوسری طرف کو بدی کہتے ہین غرضکہ انسان فرشتہ کیطرح نہین پیدا ہوا بلکہ اُس سے نیک و بد دونون کام کا صادر ہونا لازم ہے کمہار کو جیسی ضرورت ہوتی ہے کسی برتن کو ہاتھی کی شکل مین اور کسیکو آدمی کی شکل مین اور کسیکو ایسی شکل مین جو پانی رکھنے کے کام مین آوے بناتا ہے۔ اگر ہاتھی کے نسبت یہ کہا جاوے کہ اسکو آدمی کی شکل مین کیون نہین بنایا یا برعکس اس کے تو ایسا سوال لغو ہے کیونکہ اگر کمہار مذکور اُسکی دوسری صورت بناتا تو دوسری صورت مین بھی یہی سوال ہو سکتا ہے کہ اُس کو بھی کیون ویسا بنایا۔

پس خدا تعالےٰ کی نسبت بھی یہ سوال نہین ہوسکتا کہ انسان کو
ایسی خلقت پر کیون خلق کیا کیونکہ جس خلقت پر اللہ تعالی کو
انسان جیسی مخلوق کو پیدا کرنا منظور تھا اور جس کو اُس نے چاہا
اُسی قسم کی خلقت کے نسبت چاہا لایسئل عما یفعل وھم
یسئلون مین اسیطرف اشارہ ہے۔ ایسی مخلوق کی اصلاح
کے لئے جو نیکی وبدی دونون کرنے والا ہو اور جسمین سمجھہ وقوت
متفکرہ وقوت تفقہ کی استعداد بھی ہو جیسا کہ انسان ہے آخرت
مین عذاب وثواب کا خوف دلانا اور خدا تعالی کے عظمت
کیوجہ سے بدیون سے بچنے کا یقین دلانا ہی منظور تھا۔ لہذا
اُس کا انتظام بھی باحسن وجوہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ حقیقتاً
نیکی وبدی کا معیار یہ ہے کہ دوسرے کو غیر مناسب نقصان نہ پہنچے
وفایدہ وترقی ہو اور اُسی کے بابت اللہ تعالی نے حکم دیا ہے
اور اُسی کے جزا وسزا مین عذاب وثواب مقرر کیا ہے پس عذاب
وثواب وخلاف ورزی کی سزا صرف حکمی ہے حقیقی نہین ہے
کیونکہ انسان کو کچھہ جنت کے لئے کچھہ جہنم کے لئے اللہ تعالی
نے جو پیدا کیا ہے صرف اس قدر ہوسکتا ہے کہ ایسا عذاب نہ ہو
جو رحمت پر غالب ہو کیونکہ اپنے بندون پر ایسا عذاب کرنا شایان
ذات معبود نہین ہے اگرچہ جو اُس نے بنایا ہو ایسی مخلوق کے پیدا
کرنے کی ضرورت بھی قادر مطلق کو نہین ہوسکتی ہے اسلئے ایسا ہی نہین

ہوسکتا کہ جو گناہ بوجہ ایک بندہ کے دوسرے بندہ کے حق
مین ہو یعنی حق العباد ہو وہ دوامی یا لازمی ہو۔ اس تخصیص و حکم کی وجہ
سے بندہ کو جس کا حق ہو اُس کا اسیقدر حق ہوسکتا ہے کہ اپنے
حق کا معاوضہ دوسرے بندہ سے عاقبت مین پاوے لیکن جس
بندہ کے پاس معاوضہ دینے کے لئے نیکی نہ ہو تو اُس صورت مین
بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس کا حق ہو اُس کو اللہ اپنے
پاس سے ثواب دیوے یا مجرم کے حسنات مین سے معاوضہ
کسیطرح پر دلا دیوے۔ رہی یہ بات کہ معاوضہ جو نادار بندہ کے
عوض اللہ دیگا اُس کا معاوضہ اُس سے کیا لیگا تو یہ معاملہ مابین اللہ
رحیم و کریم اور بندہ مذکور کے ہے نہ کہ مابین دو بندون کے
اس لئے اُس کی نسبت کوئی بیان قرآن مین نہین ہے۔ نتیجہ
یہی ہے کہ صرف بندون مین ایک بندہ کو دوسرے بندہ سے معاوضہ
دلایا جاوے یا معاوضہ اللہ بصورت عذاب یا ثواب خود دیوے
جسکو مابین بندون کے قیامت مین ہونا چاہیئے۔ بعد معاوضہ دینے کے
معاملہ مابین عبد و معبود و مالک و مملوک کے ہے نہ مابین دو عبدون
یا دو مخلوق کے۔ پس حقی سزا و جزا مذکور اُس سے غیر متعلق
ہوتی ہے لہذا اس نکتہ کو سمجھ رکھنا چاہیئے وہ اسیوقت تک متعلق
ہوسکتی ہے جب تک کہ اللہ تعالی معاوضہ ایک دوسرے کا پورا
نہ کر دے۔ پس جنہیں حق العباد بھی ہے اُن کو بھی اللہ تعالی کی رحمت سے

ناامید ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُنکی
نیکیان بدلہ مین محسوب ہوجاوینگی اس سے لئے طیاری کرنا چاہیئے
یہ اپنے مقام پر ثابت ہے اور اس کتاب مین بھی ثابت کیا گیا
ہے کہ ہر فعل جو انسان کرتا ہے اُس کے لئے جزا و سزا اللہ تعالی
نے مقرر فرمائی ہے اور انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا ہے
اور بعض گناہون کے نہ بخشنے و عذاب دینے کی بابت و بعض نیکیون
کے ثواب دینے و بخشدینے کی بابت وعدہ کرلیا ہے لہذا باستثناے
اُن کے بقیہ کو چاہے بخشدے یا عذاب کرے جیسا مقتضاے مشیت ہو کیونکہ
اسکی بابت وعدہ نہین ہوچکا یعذب من یشاء و یغفر لمن یشاء پس اس
غرض سے کہ کوئی شخص گناہ کرکے ناامید نہ ہوجاوے کہ اُس گناہ کا
بدلا ضرور لیا جاوے گا اور وہ قابل معافی نہین ہے یا اُس گناہ کا
عوض وہ نہین دے سکتا اس لئے بوجہ ناامیدی وہ راحت حاصل کو
راحت آجل پر ترجیح دے اور دوسرا گناہ اور بھی اس نظر سے
کرے کہ چو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یک دست اللہ تعالی
نے توبہ و استغفار کو ذریعہ قرار دیا کہ آدمی اگر اُن کو اُن شرائط
کے ساتھ کرے جو اللہ نے مقرر کیا ہے تو وہ گناہ سے پاک
ہوجاتا ہے یا یون کہو کہ اُس کے گناہ کی مغفرت ہوجاتی ہے یا اسکا
معاوضہ دینے کو ثواب مل جاتا ہے۔ دوسرے جو فعل انسان
سے سرزد ہوتا ہے اُس کے نسبت اُس کا یقینی طور پر جاننا

کہ اسباب سابقہ کیوجہ سے مجبوراً اُس سے واقع ہوا ہے جسکی ذمہ داری انصافاً اُس پر عاید نہین ہو سکتی یا وہ ایسا فعل ہے جسکا وہ ذمہ دار ہے نہایت دشوار ہے اور اس بات کا کماحقہ جاننا کہ موروثی و نسلی سبب فعل مذکور کے واقع ہونے کے سبب ہین یا خود اختیار انسانی تقریباً محال ہے اس لئے بھی توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیئے تاکہ شک و وسوسہ بھی نہ رہے کہ خدا کی رحمت سے نااُمیدی کیوجہ اسکو ہے لہذا توبہ و استغفار اُس زنگ و دھبہ کے دور کرنے کے لئے جو گناہون کے سبب سے دل پر بیٹھ جاتا ہے اور اس رفع شک کے لئے کہ یہ ایسا گناہ ہو یا نہ ہو جسکا مین ذمہ دار ہون طریق توبہ ایسا مفید ہی کہ اس سے زیادہ کوئی شے مفید نہین۔

معافی سیئات کی و قبول توبہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور جو کرتے ہین اسکا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے

سورہ شوریٰ مین ہے وھو	اور وہی وہ ہے کہ قبول کرتا ہے توبہ
الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ	اپنے بندون سے اور معاف
و یعفوا عن السیئات و یعلم	کرتا ہے سیئات کو اور جانتا ہے
ما تفعلون ہ	جو تم کرتے ہو۔

پس اس آیت مین تین امر مخصوصہ صفات ایزدی بیان ہوئے ہین

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیئات کو اللہ معاف کرتا ہے اور
اُس کے علاوہ جو گناہ ہین اور اُس سے سخت ہین اُنکا بدلا دلاتا
ہے۔ دوسرے توبہ کے قبول ہونے سے سب گناہ بخشدیے
جاتے ہین لہذا توبہ جن شرائط کے ساتھہ ہونی چاہیئے اُن کو ضرور
مقدم رکھنا چاہیئے۔

بندون کو اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہونا چاہیئے اور رجوع رہنا چاہیئے وہ گناہون کو بخشتا اور توبہ قبول کرتا ہے

سورہ انعام مین ہے قل	تو کہدے کس کیلئے ہے جو آسمانون اور
لمن ما فی السمٰوٰت والارض قل للہ	زمین مین ہے تو کہہ اللہ کیلئے ہے اُسنے
کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ لیجمعنکم	ضروری کر لیا ہے اپنی ذات پر رحمت تم کو جمع کریگا
الیٰ یوم القیٰمۃ لاریب فیہ الذین	وہ قیامت تک جسمین شک نہین جنہون نے اپنی
خسروآ انفسہم فہم لا یومنون ہ	نفس پر خسارہ کیا وہ ہین جو نہین ایمان لاسکے

پس رحمت الٰہی کا بندون کے حق مین اور گنہگارون کے حق مین غالب
ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ سورہ انعام مین ہے۔

واذا جاءک الذین یومنون بایٰتنا	اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان
فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ	لائے ہماری آیتون پر تو کہہ سلام ہے تم پر ضروری کیا ہے تمہارے
نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم	ربنے اپنی ذات پر رحمت کہ جو کوئی تم مین کرے برائی
سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ	نادانی سے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور اصلاح کرے

واصلح فانه غفور رحيم وكذالك — تو اللہ غفور رحیم ہے اور اسیطرح ہم
نفصل الآيات ولتستبين سبيل — بیان کرتے ہیں اپنی آیتیں تاکہ کھل جاوے
المجرمين ٥ — راہ گنہگاروں کی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ و اصلاح جب بعد گناہ کے نادانی سے کئے جاویں اور توبہ کرنے کی رغبت ہو تب اللہ رحمت کرے گا صرف جب موت حاضر ہووے تو توبہ نہیں ہوسکتی اور توبہ اس لئے ہے تاکہ مجرمین ناامید نہ ہوجاویں اور توبہ کی راہ کھلجاوے۔ سورہ حجر میں ہے

نبئ عبادي اني انا الغفور الرحيم — بتادے میرے بندوں کو کہ بیشک میں غفور رحیم ہوں اور
وان عذابي هو العذاب الاليم — یہ کہ میرا عذاب وہی عذاب الیم ہے۔

یہ اسلئے فرمایا کہ بیم و رجا باقی رہے اور بخیال رحمت جرأت گناہ کرنیکی نہ ہو اور جو ایسا کرے وہ بھی مستحق عذاب عظیم ہو اسیطرح بخیال عذاب کوئی مایوس ہو جاوے اور عمل نیک ترک کردیوے۔

سورہ زمر میں ہے قل یعبادی — کہہ اے بندو میرے جو حد سے گذر گئے
الذين اسرفوا على انفسهم لا — ہو اپنی جان پر ناامید مت ہو اللہ کی
تقنطوا من رحمة الله ان الله — رحمت سے اللہ بخشتا ہے سب ذنوب کو
يغفر الذنوب جميعاً انه هو الغفور — وہ غفور الرحیم ہے اور رجوع کرو اپنے
الرحيم وانيبوا الى ربكم واسلموا — رب کی طرف اور اسلام لاؤ اس پر
له من قبل ان ياتيكم العذاب — قبل اسکے کہ آوے تم کو عذاب پھر نہ
ثم لا تنصرون ٥ — مدد کئے جاؤ۔

پس یہ آیات رحمت ہیں اور اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم فرمایا ہے

کہ میرے بندون سے کہدے تجھے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہون یعنی گناہ کرنے کے بعد مایوس ہوکر عمل نیک کا کرنا نہ چھوڑین اللہ غفور الرحیم ہے اور سب ذنوب کو بخشتا ہے صرف رب کیطرف رجوع ہونا اور اسلام لانا قبل عذاب کے ضروری ہے یعنی قبل حاضر ہونے موت کے توبہ اور اسلام چاہیئے۔ پس مذہب اسلام کو یہ فضل ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے دوامی طور پر محروم نہین کرتا بلکہ گناہ کے کرنے کے بعد اُس سے نجات کا بھی طریق بتایا ہے۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ ذنوب کس کو کہتے ہین۔ لغت مین ذنب کے معنی یہ ہین کہ ہر کام جس کا کرنا ناروا ہو۔ اور بروے استعمال قرآنی صرف یہ تخصیص ہے کہ وہ ناروا کام جنکی بدلے عدم مغفرت موعود نہین ہے۔ چنانچہ سورہ مومن مین جو سورہ زمر کے بعد ہی ہے یہ ہے۔

ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر	کافر پکارے جاوینگے کہ بیزار ہونا خدا کا بہت بڑا ہے
من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی	اپنے جی سے بیزاری سے جسوقت تم بلائے جاتے تھے
الایمان فتکفرون قالوا ربنا	ایمان کیطرف تو کفر کرتے تھے کہینگے وہ اے رب ہمارے
امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا	تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور جلا چکا ہم کو
بذنوبنا فھل الی خروج من	دو بار سو اعتراف کیا ہم نے اپنے ذنوب کا
سبیل ۝	تو کیا باہر جانے کی راہ ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذنوب کرنے کا فعل اُن لوگون سے صادر ہوا تھا جو کفر کرتے تھے اور جو شریک کرتے تھے

ان کا یقین کرتے تھے لیکن مشرک نہ تھے - لہذا جن لوگونکی مغفرت سے قرآن مجید مین انکار نہین ہے اُن کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہین ہونا چاہیئے اور مایوس و ناامید ہو کر ترک عمل نہین کرنا چاہیئے۔

سورۂ محمد مین ہے ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم — جو کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے پھر مرے کافر تو ہرگز انکی مغفرت اللہ نہ کرے گا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو گناہ قابل مغفرت نہین ہے اگر آدمی اُسپر نہ مرا اور توبہ کرے تو اللہ مغفرت کرتا ہے دوسرے کفر کیساتھہ رسولونکو اللہ کی راہ سے روکنا اور مرنے تک توبہ نہ کرنا اسکا سبب ہے کہ مغفرت نہ ہو جیسا کہ اس آیت مین آنحضرت سے جن کفار نے مزاحمت کی تھی اور اللہ کی راہ سے روکا تھا اُنکی نسبت حکم ہے۔

اثم کے معنی لغت مین یہ ہین کہ اُس کام کا کرنا ناجائز ہوا اور اس مین وہ امور بھی آجاتے ہین جنکی نسبت عدم مغفرت قرآن مجید مین مذکور ہے لہذا اللہ تعالی نے یہان پر ان اللہ یغفر الاثم جمیعاً نہین کہا بلکہ یغفر الذنوب کہا اسلیئے اثم اور ذنب کا یہ فرق خیال رکھنا چاہیئے۔

سوء کے معنی لغت مین بدی غم۔ فساد۔ خیانت اور آفت وغیرہ کے ہین۔ لہذا سورہ نساء مین جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جو سوء کرے گا یا ظلم کرے گا اپنے نفس پر پھر استغفار کرے گا اللہ سے تو اللہ کو غفور رحیم پاوے گا اُس سے تائید ہوتی ہے کہ اثم اور ذنب اور سوء اور خطیہ اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے معنون مین باہم کیا فرق ہے کیونکہ اُس کے بعد کسب خطیہ اور اثم اور اثم مبین کا بھی ذکر ہے۔ لہذا سورہ نساء کی آیت مذکور کی تفسیر

بھی آیات مذکورہ بالا سے ہوتی ہے۔ سورہ نساء میں ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه	اگر تم بچوگے ان کبائر سے جو تمکو منع کیے گئے
نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم	ہیں اتار دینگے ہم تجھسے تمہاری برائیاں اور
مدخلا کریما	داخل کرینگے تم کو عزت کی جگہ میں۔

پس اس آیت سے بھی رحمت اللہ کی ثابت ہوتی ہے کہ جس کبائر سے ممانعت ہے اگر اس سے اجتناب کیا جاوے تو صغائر کو اللہ معاف کرے گا و بخشدے گا۔ لہذا ان سب طرز بیان اور متعدد طرق اعلان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت کو غلبہ ہوگا اور تاکہ لوگ جرأت کرکے مغرور نہ کرنے لگیں یا بھروسہ کرکے اعمال بد پر اصرار کرنے لگیں یا مایوس ہو کر نیک عمل نہ چھوڑ دیویں یہ سب کچھ بیان ہوا ہے اور مقصود رضائے الٰہی اس میں ہے کہ عمل صالح کرتے و کبائر سے بچتے رہیں۔ سورہ ہود میں ہے

الر کتٰب احکمت	الر ایک کتاب ہے کہ محکم کیگئی ہیں اسکی آیات
ایته ثم فصلت من لدن حکیم	پھر مفصل کیگئی ہیں حکیم خبیر کیطرف سے کہ نہ عبادت
خبیر الا تعبدوا الا الله اننی لکم	کرو مگر اللہ کی میں تمہارے لئے اسکی طرف سے
منه نذیر وبشیر وان استغفروا	نذیر و بشیر ہوں اور یہ کہ استغفار کرو اپنے رب سے
ربکم ثم توبوا الیه یمتعکم متاعاً	پھر اس سے توبہ کرو بہرہ مند کرے گا تم کو بہرہ نیک
حسنا الی اجل مسمی	سے مدت معین تک۔

پس محکم و مفصل کتاب کی آیات میں جسطرح اللہ ہی کی عبادت کرنے کا حکم ہے اسیطرح استغفار اور اس کے بعد توبہ کا ہے لہذا اہمیت توبہ

استغفار کی ثابت ہے۔ سورہ فرقان میں ہے۔

یضاعف له العذاب یوم القیمة — دونا کر دیگا اس کے لئے عذاب قیامت کے

ویخلد فیه مهانا الا من تاب و — دن اور رہیگا اس میں ذلیل ہو کر مگر جس نے

امن وعمل صالحا فاولئك — توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو اس

یبدل الله سیاتهم حسنات — کیلئے بدل دیگا اللہ سیئاتوں کو حسنات سے

وکان الله غفورا رحیما ٥ — اور اللہ غفور رحیم ہے

پس ان آیات سے توبہ اور ایمان لانے اور عمل صالح کرنے سے سیئات کا حسنات سے بدل جانا و معاف ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہے

ومن تاب وعمل صالحا — اور جس نے توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اس نے

فانه یتوب الی الله متابا ٥ — توبہ کی اللہ کی طرف توبہ کرنے کی جگہ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ اور عمل صالح کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے۔

والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا — اور وہ جب کرتے ہیں فاحشہ یا ظلم کرتے ہیں

انفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم — اپنی نفسوں پر یاد کرتے ہیں اللہ کو پس استغفار

ومن یغفر الذنوب الا الله ولم — کرتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون معاف کرتا

یصروا علی ما فعلوا وهم یعلمون — گناہوں کو مگر اللہ اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو کیا

اولئك جزاؤهم مغفرة من — حالانکہ جانتے ہیں ان کا بدلا ہے مغفرت ان کے رب کی

ربهم وجنت تجری من تحتها — طرف سے اور جنتیں بہتی ہیں جنکے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے

الانهر خلدین فیها ونعم — اور اچھا بدلا ہے عمل

اجر العاملین ہ	کرنے والوں کا۔

پس ان آیات سے اللہ کا استغفار کرنے سے مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ لہذا یہ آیت رحمت ہے۔ دوسرے جان کر گناہ پر اصرار نہ کرنا بھی قابل معافی ثابت ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے

ان اللہ یحب التوابین ویحب	اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو
المتطہرین ہ	اور دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو

پس جو لوگ دل اور اپنی چیزوں کو پاکیزہ رکھتے ہیں اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور چونکہ توبہ سے پاکیزگی دل کی ہوتی ہے لہذا اسے بھی اس کے ساتھ ہی بیان کیا۔

سورہ توبہ میں ہے و ان اللہ ھو	اور اللہ وہی توبہ قبول کرنے والا
التواب الرحیم ہ	رحم والا ہے۔
سورہ مومن میں ہے الذین	جو اٹھائے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد
یحملون العرش ومن حولہ	ہیں تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کی اور
یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ	ایمان لاتے ہیں اس پر اور مغفرت چاہتے ہیں
ویستغفرون للذین آمنوا ربنا	ایمان والوں کی اے رب ہمارے تو سمایا ہوا ہے
وسعت کل شیء رحمۃ وعلما	ہر چیز میں بوجہ رحمت و علم کے تو بخش
فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک	ان لوگوں کو جو توبہ کریں اور پیروی کریں تیرے
وقھم عذاب الجحیم ہ	راہ کی اور بچا ان کو دوزخ کی راہ سے۔

پس ایسا استغفار جو رحمت و علم الٰہی کی بنیاد قرار دیکر ایسے لوگوں کیلئے

جن کا ذکر اس آیت مین ہے امید ہے کہ مقبول ہو۔

سورہ تحریم مین ہے توبوا الی — اے مومنو توبہ کرو اللہ کیطرف توبہ نصیحت قبول
اللہ توبۃ نصوحۃ عسیٰ ربکم — کرنے والی کہ قریب ہے کہ دور کرے تمہارا رب تمہاری
ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم — برائیون کو اور داخل کرے جنتون مین بہتی
جنت تجری من تحتھا الانھار ہ — ہین جنکے نیچے نہرین۔

سورہ مزمل مین ہے واستغفروا — استغفار کرو اللہ سے اللہ
اللہ ان اللہ غفور رحیم ہ — غفور رحیم ہے۔

سورہ نور مین ہے وتوبوا الی — اور توبہ کرو اللہ کیطرف سب کے
اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم — سب اے مومنو تاکہ
تفلحون ہ — فلاح پاؤ۔

اور سورہ طہ مین ہے وانی لغفار — اور بیشک مین ہی بخشنے والا ہون
لمن تاب وامن وعمل صالحا — اُس کو جس نے توبہ کیا اور ایمان لایا
ثم اھتدیٰ ہ — اور عمل صالح کیا پہر ہدایت پایا۔

پس توبہ ہر صورت سبب فلاح ہے اور اُس کو جلد اور نصیحت قبول کرنے والی توبہ کرنی چاہیئے اور یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ جب موت حاضر ہو جاوے تو توبہ قبول نہین ہوتی اور چونکہ موت کا وقت معین نہین ہے لہذا توبہ کرنے مین ہمیشہ جلدی کرنی چاہیئے اور معیار توبہ یہ ہے کہ اُس کے ساتھہ عمل صالح اور استقامت ہو کہ پہر جس سے توبہ کیجاوے وہ فعل تا بہ اختیار نہ ہو۔

اپنے رب کی استغفار و توبہ کا سبب ازدیاد قوت کا ہونا اور جس نے فطرت بنائی اس سے اجر کا ملنا یعنی موافق فطرت کے عمل کرنے پر

سورہ ہود میں ہے والی عاد اخاهم هودا قال یقوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیره ان انتم الا مفترون یقوم لا اسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی افلا تعقلون و یقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه یرسل السماء علیکم مدرارا و یزدکم قوة الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین ٥

اور عاد کیطرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا کہا کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی تمہارے لئے نہیں ہے کوئی معبود سوا اسکے نہیں ہو تم مگر افترا کرتے ہو۔ اے قوم میری نہیں مانگتا ہوں تم سے کوئی اجر نہیں اجر میرا مگر اس پر جس نے میری فطرت بنائی سو کیا تم نہیں عقل رکھتے اور اے قوم میری استغفار کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسکی طرف بھیجیگا تم پر بدلی برسنے والی اور زیادہ کریگا تمہاری قوت پر اور تمہاری قوت کے اور مت پھر جاؤ مجرم ہو کر۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ استغفار و توبہ اپنے رب سے کرو تو وہ تم پر پانی برسادیگا اور تمہاری قوت کو زیادہ کردے گا۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ استغفار و توبہ اللہ کیطرف سبب رحمت و ازدیاد قوت کا ہوتا ہے کیونکہ جب استغفار و توبہ آدمی کرے گا تو جرم اور دوسروں پر ظلم نہ کرے گا

پس باہمی اُلفت ہوگی اور اُس کا نتیجہ موجودہ قوت سے اور قوت کا زیادہ ہونا ہے لہذا ایک وجہ یہ بھی استغفار و توبہ سے فایدہ پہنچنے کی ہوئی دوسرے حضرت ہودؑ نے یہ بھی کہا کہ میرا اجر اُس پر ہے جس نے میری فطرت بنائی سو تم کیا عقل نہیں رکھتے۔ پس فطرت اور اُس کے مطابق چلنے کو سبب اجر قرار دیا لہذا یہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے تاکہ توبہ کریں پھر توبہ قبول کرتا ہے بشرطیکہ نادم ہوں

سورہ توبہ میں ہے وعلى الثلثة	اور اُن تین آدمیوں پر جو پیچھے چھوڑے گئے
الذين خلفوا حتى اذا ضاقت	تھے یہاں تک کہ جب تنگ ہوئی اُن پر زمین ساتھ
عليهم الارض بما رحبت وضاقت	اس کے کہ کشادہ تھی اور تنگ ہوئیں اُن پر
عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا	اُن کی جانیں اور ظن کیا اُن لوگوں نے
من الله الا اليه ثم تاب عليهم	کہ پناہ نہیں اللہ سے مگر اسکی طرف پھر پھر آیا
ليتوبوا ان الله هو التواب	اللہ اُن پر تاکہ توبہ کریں وہ اللہ ہی توبہ
الرحيم ٥	قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اُن تین اصحابؓ کرام کا ذکر ہے جو لڑائی میں جانے سے رہ گئے تھے اور مجبوری سے نہ شریک ہو سکے اُن حضرات کو ایسی پریشانی تھی کہ زمین اُن پر باوجود فراخی کے تنگ معلوم ہوتی تھی اور اپنی جان اُن پر تنگ تھی اور وہ اللہ ہی سے دعا مانگتے تھے کہ ہم لوگوں کی پناہ

سوائے تیرے کسی کیطرف نہین ہے تو اللہ نے توبہ اُنپر چاہی یعنی
متوجہ ہوا تاکہ توبہ کرین اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنیوالا ہے
پس اس آیت مین تاب اور لیتوبوا اور تواب تینون لفظ یکجا اور ایک
ہی مادّہ کے ہین لہذا معنی پر خیال کرنا چاہیئے کہ تین معنی بوجہ تین حیثیت
کے مختلف ہوئے۔

اعتراف کیصورت مین توبہ کیجاوے تو قبول ہوتی ہے جب خلط ہو جاوے

سورہ توبہ مین ہے و اٰخرون	اور دوسرے جنہون نے اعتراف کیا اپنے گناہون کا
اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً	اور ملا دیا عمل صالح اور دوسری بُرائیون کو
صالحا و اٰخر سیئا عسی اللہ ان	قریب ہے اللہ کہ توبہ قبول کرے گا اُنکی اور
یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم	اللہ غفور رحیم ہے

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ عمل صالح اور سیئہ کو خلط
کر دیتے ہین اگر اپنے گناہ کا اعتراف کرین تو اللہ اُنکی توبہ قبول کرتا ہے
اللہ غفور رحیم ہے۔ پس اعتراف کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ عمل صالح
خالص طور پر بغیر خلط ملط کے ہونے لگتا ہے اور عمل سیئہ کیوجہ سے
جو نتایج پیدا ہو چکے ہین اُنکی تلافی ہو جاتی ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے

کیف یھدی اللہ قوما	کسطرح ہدایت کرے گا اللہ اُس قوم کی جنے
کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان	کفر کیا بعد اپنے ایمان کے حالانکہ گواہی دیا تھا
الرسول حق وجاءھم البینٰت	کہ رسولؐ حق ہین اور آچکی ہین اُنکے پاس بینات

واللہ لا یہدی القوم الظلمین — اور اللہ نہین ہدایت کرتا ظالمین کی قوم کو انکی

اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ — بدلا ہے کہ اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور

اللہ والملئکۃ والناس اجمعین — ملائکہ اور آدمی سب کی رہین گے اُسمین

خلدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب — نہ کم ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مہلت

ولا ہم ینظرون الا الذین تابوا — ہوگی مگر جنہون نے توبہ کی اسکے بعد

من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ — اور اصلاح کیا تو اللہ غفور رحیم ہے

غفور رحیم ان الذین کفروا — جنہون نے کفر کیا بعد اپنے ایمان کے

بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن — پھر زیادہ کیا کفر کو ہرگز نہ قبول ہوگی اُنکی

تقبل توبتہم واولئک ہم — توبہ وہی گمراہ ہین جن لوگون نے کفر

الضالون ان الذین کفروا و — کیا اور مرے اور وہ کافر ہین تو

ماتوا وہم کفار فلن یقبل من — ہرگز نہ قبول کیا جاوے گی اُسمین سے

احدہم ملء الارض ذہبا و — کسی سے زمین بھر کی چاندی اور اگرچہ بدلا

لو افتدی بہ اولئک لہم عذاب — دیوے اُس کے ساتھ اُنہین کو عذاب الیم

الیم وما لہم من نصرین ۵ — ہے اور اُن کیلئے کوئی مددگار نہین ہے۔

اور سورہ مایدہ مین بیان اسکا ہے کہ خمر و میسر و انصاب جنس
ناپاک ہین اُن سے بچو اور خمر و میسر سے عداوت و بغض پیدا ہوتا ہے
اور اللہ کی راہ اور نماز سے رکنا ہوتا ہے۔

لیس علی الذین امنوا وعملوا — ایمان والون اور عمل صالح کرنے والون پہ

الصلحت جناح فیما طعموا — گناہ نہین جو کھا چکے جبکہ پرہیز کرین

اذا ما اتقوا و امنوا و عملوا الصلحت ثم اتقوا و امنوا ثم اتقوا و احسنوا و اللہ یحب المحسنین ۵

اور ایمان لاوین اور عمل صالح کرین پہر تقوی کرین اور ایمان لاوین پہر تقوی کرین اور احسان کرین اور اللہ دوست رکہتا ہے احسان کرنیوالون کو

چونکہ ان چیزون مین جو کہائی گئی ہون شراب بہی ہے جس کا اثر بغض و عداوت ہوتا ہے لہذا اس آیت مین و اتقوا و احسنوا کی بہی شرط لگی ہے یعنی شراب پینے کی توبہ یہ ہے کہ تقوے کیساتہہ نیکی بہی ہو تاکہ بغض و عداوت کی بہی جڑ کٹے۔ دوسرے چونکہ عام طبیعت انسانی اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ حرام کہائی ہوئی چیزون کے نسبت یہ خلش رہتی ہے اور یہ خیال رہتا ہے کہ توبہ قبول ہوئی یا نہین اور حرام جب پیٹ مین چلا گیا تو وہ نکل گیا یا نہین لہذا اس خلش کے مٹانے و نیکی کرنے کی ترغیب کے لئے طریق توبہ یہ بتایا گیا ہے کہ تقوی کرین اور ایمان لاوین پہر تقوے کرین و نیکی کرین یعنی ہمیشہ نیکی کرتے جاوین یہ مراد نہین کہ بار بار بلکہ اس طرز بیان سے ہمیشہ نیکی و تقوے و ایمان کرنے کی تاکید ہے پس حرام کہائی ہوئی چیزون کی نسبت اس قسم کی توبہ ہونی چاہیئے۔ سورہ نساء مین ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار و لن تجد لھم نصیرا الا الذین تابوا و اصلحوا و اعتصموا باللہ و اخلصوا دینھم للہ فاولئک

منافقین نیچے کے طبقے مین ہین نار کے اور ہرگز نہ پاوے گا تو ان کیواسطے مددگار مگر جنہون نے توبہ کیا اور صلاحیت پکڑی اور اعتصام کیا اللہ کیساتہہ اور خالص کیا اپنے دین کو اللہ کیلئے

مع المومنین وسوف یوت اللہ — سو وہ لوگ مومنین کے ساتھ ہین اور جلد دیگا

المومنین اجرا عظیماہ — اللہ مومنین کو اجر بڑے درجے کا۔

پس منافقین جب مومنین کے ساتھ سمجھے جاوینگے یعنی اُن کی توبہ تب قابل قبول ہوگی جب چارون شرائط مذکورہ آیت وہ پورا کرینگے نہ اُن کا درجہ نیچے ہی کے طبقہ نار مین ہے اور اُن کا کوئی مددگار نہین۔ آخر کی چوتھی خصلت بالخصوص منافقین مین نہین ہوتی پس اُن کی توبہ کے قبول کے لیئے اُسکی شرط مخصوصاً کی گئی اور دیگر شرائط بھی نسبتاً زیادہ رکھی گئین جو بالکل اصول صحیح کے رو سے درست و مفید ہین۔

اللہ و رسول کی اطاعت سے فوز عظیم حاصل ہوتا ہے

سورہ احزاب مین ہے ومن — اور جس نے اطاعت کی اللہ اور

یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا — اُس کے رسول کی پس تحقیق بڑی

عظیماہ — مراد کو پہونچا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت سبب فوز عظیم ہے۔

عبد منیب وہ ہے جو اپنے آگے اور پیچھے کی آیات سے نصیحت قبول کرے اور اُنسے متناسب ہو

سورہ سبا مین ہے افلم یروا — سو کیا نہین دیکھا اُنہون نے جو اُنکے

الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء ان فی ذلک لایۃ لکل عبد منیب ۝

آگے اور جو اُنکے پیچھے ہے آسمان اور زمین میں سے اگر چاہیں ہم دھنسا دیویں اون کو اُنکے ساتھ زمین کو یا گرا دیویں ان کے اوپر ٹکڑا آسمان میں سے اس میں آیت ہے ہر بندہ رجوع کرنے والے کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آگے اور پیچھے کی چیزوں کو کافر نہیں دیکھتے یعنی اپنے اردگرد کی چیزوں سے متناسب نہیں ہوتے اور آسمان اور زمین میں کسیکو نہیں دیکھتے کہ اللہ اگر چاہے تو زمین کے ساتھ اُن کو دھنسا دے اور آسمان کا ٹکڑا اُنپر گرا دے اس میں آیت ہے رجوع ہونے والے بندہ کو یعنی جو شخص رجوع ہونا چاہے وہ ان آیات کو سمجھ سکتا اور اپنے اردگرد کے حالات سے متناسب ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں بخلاف دیگر آیات کے سماء کا لفظ ہے سموات کا لفظ نہیں ہے لہذا سماء کا ٹکڑا گرنا ہی ہو سکتا ہے کہ اوپر کی جو چیزیں قابل گرنے کے ہیں وہ مراد ہوں پس اس بلاغت کو خیال کر کے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اردگرد کے حالات سے مثل سماء اور ارض کے واقعات قابل وقوع کے اور اُن سے عبرت اور نصیحت پکڑنا چاہیئے اور اُن کو آیت سمجھنا چاہیئے۔

کافر ایمان کیساتھ عمل صالح نہ کرنے والے کو عذاب شدید

ہوتا ہے اور ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنیوالے کا
عمل قبول ہوتا ہے اور زیادہ فضل اللہ کا اُسکو ملتا ہے

سورہ شوری مین ہے ویستجیب الذین امنوا وعملوا الصلحت و یزیدھم من فضلہ والکافرون لھم عذاب شدید ٥

اور وہی وہ ہے جو قبول کرتا ہے ایمان والون اور عمل صالح کرنے والون کا اور زیادہ کرتا ہے اُن کو اپنے فضل سے اور کافرون کو عذاب سخت ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانے والون اور
عمل صالح کرنے والون کی باتین و عمل قبول ہوتے ہین اور اسیطرح
فضل اُن پر زیادہ کیا جاتا ہے یعنی وہ اور زیادہ عمل صالح قوت ایمان
کے ساتھ کرتے ہین اور اللہ قوت وقوت ایمان وعمل صالح کی اُنکے
لئے زیادہ کرتا ہے سو وہ اُس کو زیادہ کرسکتی ہین برخلاف کافرون کے
یعنی اُن لوگون کے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح نہین کرتے اُن کو
عذاب شدید ہوتا ہے۔ پس یہان پر کافر کے معنی ایمان کے ساتھ عمل
صالح نہ کرنے والے کے ہین۔

ابتغاء لوجہ اللہ کا بدلا اللہ کے ذمہ ہے اور انسانون کی
کوششین علت ناقصہ ہین علت تامہ نہین اور جو عطا و
تقوے کرے اور تصدیق اچھے کام کی کرے اسکا ثواب

اور جو بخل و استغناء و تکذیب حسنیٰ کی کرے اسکا عذاب

سورۂ لیل مین ہے - واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ ان سعیکم لشتیٰ فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ وما یغنی عنہ مالہٗ اذا تردیٰ - ان علینا للہدیٰ وان لنا للآخرۃ والاولیٰ فانذرتکم نارا تلظیٰ لا یصلٰہا الا الاشقیٰ الذی کذب وتولیٰ وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ ۵

قسم رات کی جب چھا جاوے اور قسم دن کی جب روشن ہو اور اسکی جو اُسنے پیدا کیا نر و مادہ تمہارے کوششین جدا جدا ہین سو جس نے دیا اور متقی ہوا اور سچ جانا بھلی بات کو تو ہم اُس کو سہج سہج پہنچا دینگے آسانی مین اور جسنے نہ دیا اور استغنا کیا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو تو اُس کو سہج سہج پہنچا دینگے سختی مین اور کام نہ آویگا اسکو مال اسکا جب گڈھے مین گریگا ہمارا ذمہ ہے سمجھا دینا اور ہمارے ہاتھ ہے آخرت اور اولیٰ (دنیا) تو آگاہ کر دیا مینے تپتی آگ سے اسمین وہی بیٹھیگا جو بڑا بدبخت جسنے جھٹلایا اور منھ موڑا اور بچا دینگے ہم اُس سے متقی کو جو دیتا ہے اپنا مال تزکیہ کرنے کو اور نہین کسیکا اُسکے پاس احسان جسکا بدلہ دے مگر اسکا جسنے چاہ کر رضامندی اپنے رب کی کیا جو سب سے بڑا ہے اور وہ راضی ہوگا

ان سعیکم لشتیٰ سے یہ مراد ہے کہ انسانون کی سعی علت ناقصہ یعنی جدا جدا کسی کام کے انجام کے لئے ہوتی ہین علت تامۂ کامل

نہین ہوتین ورنہ اگر صرف یہی مراد لیا جاوے کہ انسان کی کوششین
جدا جدا ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہین تو اس کے کہنے سے
کوئی فایدہ نہین معلوم ہوتا ہے - ان آیتون کی بلاغت پر خیال
کرنا چاہیئے کہ اعطا سے بر و احسان مراد ہے اور اتقی سے صدق بالحسنی سے تقوی
اور نیک بات کو سچ جاننا یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کو سچ جاننا -
غرضکہ اون سے مراد فحشاء سے بچنا اور تقوے کرنا اور منکر و بغی سے
بچنا ہے صدق بالحسنی سے اس کے سوا ایک عام اصول کی
بھی ہدایت ہے کہ نیک کام کو ہمیشہ سچ جاننا چاہیئے اور بری بات کو
ہمیشہ جھوٹ پس نیکی کا ایک خاص اور ضروری و مقدم اصول بھی
بیان ہوا ہے - لہذا ان اصناف پر یہ تینون امور مذکور حاوی ہین وہ
بیحد ہین اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ بھلی بات کو جس نے سچ جانا وہ نہایت
آسانی مین پہونچایا جاوے گا و علے عکسہ - بخل کا لفظ مقابل اعطے کے
ہے کہ دینے مین بخل کیا اور استغنی کا لفظ نہایت جامع اور وسیع المفہوم
ہے کہ انسان نے اپنے درجہ اور حالت کا خیال نہ کر کے بالکل
بے پروائی و بیباکی و بے فکری ظاہر کی کیونکہ یہ ظاہر کرنا کہ کچھ احتیاج
و فکر و ڈر نہین ہے استغناء کرتا ہے - مال کا کام نہ آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا استغناء
بالکل نادانی ہے مال تک کام نہین آتا - جو شخص اللہ کی رضامندی
چاہ کر عمل کرے اوس کے نسبت اللہ تعالی نے اس آیت مین
ظاہر کیا ہے کہ کسی کا احسان سوا اوس کے ایسا نہین ہے

جس کا بدلا دینا اُسپر لازم ہو یعنی اس امر کو بھی اپنے اوپر بطور احسان کے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا ہے حالانکہ اُس کی ذات اس سے بہت اعلیٰ و پاک و ارفع ہے اس طریق سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نیکی کا بدلا خدا تعالیٰ ضرور دے گا بشرطیکہ ابتغاءً لوجہ اللہ کیگئی ہو۔

اللہ کی رضامندی پر چلنے والوں کیلئے درجے ہونگے

سورہ آل عمران میں ہے افمن اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط من اللہ وماوٰہ جہنم وبئس المصیر ھم درجٰت عند اللہ واللہ بصیر بما یعملون ○

سو کیا جس نے پیروی کی اللہ کی رضامندی کی مثل اُسکے ہے جو پھر آیا اللہ کے غضب کیساتھ اور ٹھکانا اُس کا جہنم ہے اور بُری جگہ ہے اُنکو درجے ہیں اللہ کے پاس اور اللہ بصیر ہے اُسپر جو وہ کرتے ہیں

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کی رضامندی پر چلنے والے مثل ان کے نہیں جن پر اللہ غضبناک ہوا اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور رضامندی پہ چلنے والوں کے لئے درجے ہیں یعنی جیسا کام اُنھوں نے کیا ہوگا ویسا درجہ ایک دوسرے سے کم و زیادہ پاوینگے

فاتوا ابھدیٰ من القرآن والتوراۃ

سورہ قصص میں ہے فلما جاءھم الحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل

سو جب آیا اُن کے پاس حق ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ دیا گیا اُسکو مانند

ما اوتی موسیٰ او لم یکفروا بما	جو دیا گیا تھا موسیٰ کو کیا انہون نے کفر نہین
اوتی موسیٰ من قبل قالوا سحران	کیا اُس کے ساتھ جو دیا گیا تھا موسیٰ کو پہلے
تظاھرا وقالوا انا بکل کافرون ۔	کہنے لگے کہ دونون جادوگر ہین جو غلبہ چاہتے ہین
قل فاتوا بکتب من عند اللہ ھو	اور کہنے لگے کہ ہم بالکل اسکے ساتھ کفر کرنیوالے ہین تو کہدے
اھدی منھما اتبعہ ان کنتم	کہ تو لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے جو زیادہ ہدایت کرنیوالی
صدقین ۔	ہو ان دونون سے مین پیروی کرون اُسکی اگر تم سچے ہو۔

پس ان آیات مین قران اور توریت کا سب کتابون سے زیادہ قابل ہدایت ہونا بیان ہوا ہے لہذا اُن دونون کا سب سے زیادہ قابل ہدایت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سورہ علق کے احکام استغناء وغیرہ کے متعلق

سورہ علق وہ سورہ ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ شروع اس طرح ہوئی ہے کہ اپنے رب کے نام پر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ پس قرأۃ کے پہلے اللہ کا نام لینا اس سے ثابت ہوتا ہے اور بجائے اللہ کے لفظ ربک ہے جو دلالت کرتا ہے اس پر کہ پرورش اور برقرار رکھنے والا اور خبر رکھنے والا و پیدا کرنے والا یعنی خالق اور پرورش کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے اُس کے بعد فرمایا کہ بنایا آدمی کو علق یعنی پھٹکی سے انسان کے خالق ہونے کی دلیل اس سے نکلتی ہے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ تیرا رب اکرم ہے جس سے خدا تعالیٰ کا سب سے بزرگ ہونا

ثابت ہوتا ہے آگے اکرم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بذریعہ قلم
کے سکھلایا انسان کو وہ چیز جو نہین جانتا تھا اُس کے بعد
انسان کی فطرت بیان ہے کہ آدمی سرکشی کرتا ہے اگر اُس کو
استغنا ہوتا ہے پھر اُس سرکشی کے لئے جو دوا ہے اُس کو بتایا
کہ الی ربک الرجعی یعنی اے انسان تیری رجعت تیرے رب کی
طرف ہے انجام اُس کا رب کیطرف پھر جانا ہے پھر فرمایا کیا تو نے
دیکھا ہے ایسے شخص کو جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز
پڑھے اور اُس نمازی بندہ کے نسبت یہ فرمایا کہ آیا دیکھا ہے تو نے
اُس کو کہ ہوتا نیک راہ پر اور حکم کرتا تقوے کرنے کا یہ اشارہ ہے
کہ اگر وہ ہدایت و تقوے پر نماز پڑھتا ہے تو اُس کا منع کرنا کس قدر
بُرا ہے پھر فرمایا کہ آیا تو نے دیکھا اُن کو کہ جھٹلایا اور مُنھ موڑا یہ نہ جانا
کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس طریقہ سے اصل اُس بات کو جس سے
تمام گناہون سے توبہ ہوتی ہے اور مُنھ مُڑ جاتا ہے اُس کا بیان کیا
یعنی صرف جان لینا ہی کہ اللہ دیکھتا ہے تمام گناہون سے چھوٹنے کا
سبب ہو سکتا ہے پس ایسے بڑے موثر امر کا جو اصل اصول ہے
ذکر کیا پھر وعید کو بھی ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ خدا کو دیکھتا ہوا اور حاضر
و ناظر نہ سمجھنے سے اگر کسیکو فایدہ نہین ہوتا تو وہ اسیکا خیال کرے اور
فرمایا کہ بیشک اگر باز نہ آوے گا ہم گھسیٹینگے چوٹی جھوٹے گنہگار کی
اور وعید کو شدید تر کیا تو اب لاوے اپنے مجلس والون کو ہم

ہلاکت میں سیاہ سے سیاست کرنے کو پھر فرمایا کہ بیشک نہ اطاعت کر تو اُس کی اور سجدہ کر اور نزدیک ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ موجب قربت اور رحمت الٰہی ہے پس اس سورہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں یہ سب امور بیان ہوئے ہیں۔

ہر نفس و ہر بشر خواہ نبی ہو خواہ اور کوئی موت سے ملاقی ہوگا اور ہر شئے ہلاک ہونیوالی ہے و آنحضرت و مومنین پر درود کی حقیقت

سورہ قصص میں ہے کل شئ	ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے
ھالک الا وجھه	مگر اللہ کی ذات۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اور ہر چیز ہلاک ہونگے کسی شخص کا استثنا نہیں ہے شئے شاء سے نکلا ہے پس جس چیز کا ہونا یعنی مخلوق ہونا خدا نے چاہا اور اُس کے چاہنے سے ظاہر ہوئی وہ شئے ہے اور ہلاک ہونے والی ہے سورہ رحمن میں ہے

کل من علیھا فان	جو کوئی اوس پر ہے وہ فنا ہونیوالا ہے
ویبقیٰ وجه ربك ذو الجلال	اور باقی رہے گی ذات تیرے رب
والاکرام ۵	صاحب جلال واکرام کی۔

پس اس سے بھی ہر زمین کے رہنے والے کا فانی ہونا ثابت ہوتا ہے سورہ عنکبوت مین ہے

کل نفس ذائقۃ الموت ٥ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے -

پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جسمین نفس ہے وہ مرے گا اور اس سے فانی ہوگا اور کوئی استثنا کسی شخص کی نسبت نہین ہے خواہ وہ انبیاء ہو یا مقتول فی سبیل اللہ یا کوئی اور حیات انسانی عبارت ہے مجموعہ حرکات سے اور حرکت نام ہے انتشار سالات کا اور موت عبارت ہے اس سے کہ جسم و قویٰ بیحس ہو جاوین جو اسپر دلالت کرتے ہین کہ کسب و اکتساب اب وہ شخص جسکا جسم ہے نہین کر سکتا سورہ زمر مین ہے -

انک میت و انھم میتون تو بھی مرنیوالا ہے اور وہ بھی مرنیوالے ہین

پس اس آیت سے آنحضرتؐ کا بھی اسطرح موت سے فانی ہونا ثابت ہوتا ہے جسطرح اُنکا جینا اس آیت مین فرض کرتے ہے سورہ انبیاء مین ہے

وما جعلنا من قبلک الخلد افان اور نہین دیا ہمنے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ رہنا

مت فھم الخالدون کل نفس سو کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ رہ جاوینگے ہر نفس کو

ذائقۃ الموت ٥ موت کا مزا چکھنا ہے -

سورہ کہف مین ہے .. قل انما تو کہہ سوائے اسکے نہین کہ مین آدمی ہون

انا بشر مثلکم یوحی الیّ الآیہ مثل تمہارے وحی کیجاتی ہے میرے طرف الآیہ

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانیت مین اور انسانون کے

طرح ہر امر مین آنحضرتؐ سے صرف وحی فضل تھی لہذا موت وحیات
مین بہ نسبت دیگر آدمیون کے اور کوئی تفریق نہین تھی اور اس کے
کہدینے اور اعلان کر دینے کا آنحضرتؐ کو حکم ہوا۔ پس اس آیت مین
بہت صاف بیان کیا گیا ہے کہ کسی بشر کو جو بشر ہے ہمیشہ زندہ رہنا
نہین ہے اور ہر نفس کو ذائقہ موت کا چکھنا ہے اور چونکہ اس کے
بعد بیان ہوا ہے کہ اگر تو مر گیا تو کیا وہ رہینگے۔ لہذا آنحضرتؐ کی ذات
مبارک بھی ذائقہ موت سے بری نہین اور کل آدمی خواہ وہ رسول و
نبی ہون خواہ مقتول فی سبیل اللہ خواہ اور کوئی سب شامل ہین بغیر
کسی استثنا کے اور سب سے بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ جب
آنحضرت ملاقی موت سے ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبوی مین
آکر یہ خطبہ دیا اما بعد من کان منکم
یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات
ومن کان منکم یعبد اللہ فان
اللہ حی لا یموت قال اللہ وما
محمد الا رسول قد خلت من
قبلہ الرسل افان مات او قتل
انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب
علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً
وسیجزی اللہ الشاکرین ۝

اما بعد جو کوئی تم مین محمدؐ کی عبادت کرتا ہے تو محمدؐ
بیشک مر گئے اور جو کوئی تم مین اللہ کی عبادت کرتا ہے
تو اللہ حی لا یموت ہے کہا اللہ نے اور نہین محمدؐ مگر
ایک رسولؐ بیشک اُن سے پہلے کئی
رسولؐ گذر چکے سو کیا وہ مر یا قتل ہو تو تم پھر جاؤ گے
اپنے پاؤن پر اور جو پھر یگا اپنے پاؤن پر
تو ہرگز نہ ضرر پہنچا سکیگا اللہ کا کچھ
اور اللہ جلد بدلا دیگا
شاکرین کو۔

پس حضرت ابوبکرؓ نے آیت مذکورہ سے استدلال کیا اور اُسکی تفسیر کی کہ آنحضرت صلعم کو موت آگئی اور اللہ ہی حی لاموت ہے پس خدا پرستی چاہیئے محمد پرستی نہ چاہیئے یعنی عبادت خدا ہی کی کرنی چاہیئے جو زندہ اور کبھی نہ مرنے والا ہے نہ کہ آنحضرت کی اور آیت مذکورہ میں بہت صاف ہے کہ جسطرح سابق کے رسل گذر گئے اسیطرح آنحضرت بھی گذر گئے اور آپ کے گذر جانے سے اپنے اعقاب پر نہ پھر جانا چاہیئے۔ لہذا ہم صرف یہ کہتے ہین کہ جسطرح اور آدمیون کی موت ہوتی ہے اسیطرح کل رسولون اور آنحضرت صلعم کی موت کا ہونا ثابت ہے موت کی جو حقیقت ہو اگر دیگر آدمیون کو بعد موت کے انکشاف ہوتا ہو یا وہ زندون کو دیکھتے یا جواب دیتے ہون تو انبیاء و رسل بھی اسیطرح کرتے ہون گے لیکن کوئی تفریق بروے آیات قرآنی ثابت نہین ہوتی بلکہ مماثلت ثابت ہوتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ جیسے عارف و اکرم صحابہ کی تفسیر سے اُسکی تائید ہوتی ہے۔ سورہ مریم مین ہے

و السلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیاً	اور سلام ہے مجھ پر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مرا اور جسدن اُٹھون گا زندہ ہوکر

یہ حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے۔ اور سورہ مریم مین ہے۔

و السلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیاً	اور سلام ہے یحییٰؑ پر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن جی کر اُٹھے گا۔

پس ان آیات سے حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ کا بھی مرنا ثابت
ہوتا ہے اور چونکہ دونوں حضرات کی نسبت تقریباً ایک ہی قسم
کے الفاظ اور تقریباً ایک ہی قسم کا طرز بیان ہے لہذا کوئی وجہ
نہیں کہ اگر حضرت یحییٰ کو مردہ مانا جاوے تو حضرت عیسیٰ کو نہ مانا جاوے
اور دیگر آیات کی تفسیر ان آیات سے نہ کیجاوے - سورہ احزاب
میں ہے - ان اللہ وملئکتہ — اللہ اور اس کے ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں اس
یصلون علی النبی یا ایھا الذین — نبی پر اے مومنو صلوٰۃ بھیجو اسپر اور سلام کرو
امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما — جیسا کہ حق ہے سلام کرنے کا
اس آیت میں آنحضرت پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم ہے اور اللہ
اور اس کے ملائکہ کی نسبت بھی یصلون ہے بہر حال درود
جسمیں استدعا ہے رحمت ہو اس کے بھیجنے کا اور سلامتی
چاہنے کا حکم ہے لیکن یہ حکم بطور تفصیل نہیں ہے کہ تا حیات
یا بعد ممات تا قیامت بھیجنے کا حکم دیا ایکبار کے لئے اور چونکہ سلام بھی ہے لہذا
تا حیات بھی استدلال ہو سکتا ہے مگر یہ کہ سلام کے معنی سلامتی
دنیا و آخرت دونوں کی لیجاوے اور بعد ممات صرف آخرت
کی بھی جاوے - دوسرے ما قبل و ما بعد آیت میں آنحضرت کے
ایذا دینے اور ایذا دینے کی وعید کا بیان ہے - لہذا
صلوٰۃ تا حیات کے بابت تاکید ہوئی ہے سورہ بقر میں ہے
وبشر الصابرین الذین اذا — اور بشارت ان صبر کرنے والوں کو جو

اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و — پہنچتی ہے انپر مصیبت کہتے ہیں کہ ہم

انا الیہ راجعون اولئک علیھم — اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسکیطرف لوٹ

صلوات من ربھم و رحمۃ و — جائینگے انہیں پر صلواۃ ہے اُن کے رب

اولئک ھم المفلحون ہ — کیطرف سے اور رحمت اور وہی فلاح پانیوالے ہیں

پس ان آیات سے اللہ تعالےٰ کا صابرین مذکورہ آیت پر صلواۃ اور رحمت کا بھیجنا ثابت ہے ۔ اور سورہ نور میں ہے ۔ تفسیر

فاذا دخلتم فسلموا علی انفسکم — سو جب داخل ہو تم مکانوں میں تو سلام بھیجو اپنے

پس اس آیت سے مومنین پر سلام بھیجنا یا الفاظ دیگر سلام کرنا بھی ثابت ہے ۔ سورہ احزاب میں ہے ۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ — اے مومنو یاد کرو اللہ کو بہت یاد کرنا

ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا — اور پاکی بیان کرو اسکی صبح و شام وہی

ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ — وہ ہے جو صلواۃ بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے

لیخرجکم من الظلمات الی النور — بھیجتے ہیں تاکہ نکالے تم کو تاریکی سے نور کیطرف

و کان بالمؤمنین رحیما ہ — اور ہے مومنین پر رحم کرنے والا ۔

پس ان آیات سے اللہ اور اُس کے ملائکہ کا مومنین پر صلواۃ بھیجنا ثابت ہوتا ہے جسطرح اسی سورہ کی آیت مذکورہ سے آنحضرت پر اللہ تعالےٰ اور اُس کے ملائکہ کا صلواۃ بھیجنا مذکور ہو چکا ہے صرف مومنین کو دوسرے مومن پر صلواۃ بھیجنے کا امر نہیں ہے لہذا اللہ اور اُس کے ملائکہ کا صلواۃ جسطرح آنحضرت پر ہے اسیطرح

مومنین پڑھی ہے اور وہ اسمین شریک ہین۔ فضیلت درود یعنی صلواۃ کی قران مجید مین مذکور نہین ہے یعنی وہ آنحضرت پر ہو یا دوسرو نپر تمامتر اُس کا دارمدار احادیث پر ہے اور اس کا بھی کہ آنحضرت پر وہ پیش کیا جاتا ہے اور آپ اُس کا جواب دیتے ہین تاوقتیکہ اُن احادیث کی تنقید نہ کیجاوے اور بالتفصیل بیان نہ ہون اُنکی بابت یہان لکھنا نامناسب ہے۔ لہذا درود کے متعلق اعتقاد احادیث کیوجہ سے قایم کرنے سے بہت احتیاط کرنا چاہئیگی اور جو مقتضاے احتیاط ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔

مقتولان فی سبیل اللہ کے احیاء ہونے سے کیا مراد ہے

اور شہید و شہداء کے معنی بروے قران

مقتولان فی سبیل اللہ جن کو عرف عام مین شہید اور اُنکی جمع شہداء کہتے ہین اُسیطرح زندہ ہین جسطرح اور آدمی خصوصاً نیک اشخاص و انبیاء و رسول زندہ ہین اُن سب کو زندہ یا مردہ جو کچھہ کہا جاوے تعبیر کا فرق ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

الذین قالوا لاخوانھم وقعدوا	وہ (منافق) کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور
لو اطاعونا ما قتلوا قل فادرءوا	خود بیٹھہ رہتے ہین کہ اگر وہ ہماری بات مانتے
عن انفسکم الموت ان کنتم	تو قتل نہ ہوتے تو کہہ کہ اپنی ذات سے موت کو ہٹاؤ
صدقین ولا تحسبن الذین	اگر تم سچے ہو اور تو نہ سمجھہ اُن لوگون کو جو اللہ کی

قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء — راہ مین قتل ہوئے اموات بلکہ احیا ہین اپنے
عند ربہم یرزقون فرحین بما — ربکے پاس روزی پاوینگے خوش ہین اُس پر
اتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون — جو دیا اللہ نے انکو اپنے فضل سے اور خوشوقت
بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم — ہونگے انکی طرف سے جو ابھی نہین ملے اُنسے اُنکے
الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون — پیچھے سے یہ کہ نہین خوف اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے
یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل — خوشوقت ہوتے اللہ کی نعمت اور فضل سے
ان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین ۝ — اور اللہ نہین ضایع کرتا اجر مومنین کا۔

ان آیات مین ہمنے یرزقون و یستبشرون کا ترجمہ ہونگے یعنے
صیغہ استقبال سے کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ صیغے استقبال کے
ہین پس اختیار ہے کہ حال کے معنی اُن سے نہ لئے جاوین اور
خاص وجہ ہمارے صیغہ حال کے معنی نہ لینے کے یہ ہین کہ خود اسی
سورہ آل عمران کی آیات و نیز دیگر آیات سے محکم طور پر ثابت ہے
کہ اجر و جزا یا سزا قیامت کے دن ملیگی لہذا صحیح معنی یہی ہین کہ حال
کے معنی نہ لئے جاوین۔ نیز اس بحث کے متعلق یہ امر قابل یادرکھنے
کے ہے کہ عذاب و ثواب قبر مین ہونا ثابت نہین ہے اور جبکہ وہ
ثابت نہ سمجھا جاوے اور اصول کے رو سے یہ امر صحیح سمجھا جاوے
تو اور تاویلین معنی مذکور کے لینے کے ہوتے ہین پس اس بحث مین
اگر عذاب و ثواب قبر سے استدلال کیا جاوے اور اُس کو
مقدمہ قرار دیا جاوے تو وہ صحیح نہین ہوگا کیونکہ ہمارا مسلمہ نہین۔ لہذا

مسلمہ فریقین نہ ہوگا اور ہمارے مقابلہ مین حجت نہ ہوگی ہمارے نزدیک
تو بعض آیات قران سے بھی قبر مین عذاب یا ثواب کا نہ ہونا ایک طرح پر
ثابت ہوتا ہے۔ بوجوہ ذیل ان آیات سے مقتولان فی سبیل اللہ کا ایسا
زندہ ہونا جو کسب کر سکین یا سمجھ سکین ثابت نہین۔

ا۔ یہ آیت منافقون کے طعن کے بیان کے بعد ہے کہ اگر وہ انکی
بات مانتے تو قتل نہ ہوتے لہذا خدا نے بہ لحاظ ان تہمتون اور قضایون
کے جو مقتولان فی سبیل اللہ کو وہ عطا کرے گا یہ فرمایا کہ ان کو تو مردہ نہ
سمجھو بلکہ خدا کے پاس وہ زندہ ہین یعنی جیسی زندگی دوسری ارواح کو
ہے ویسا تو انکی زندگی ثابت ہی ہے باعتبار اس کے بھی کہ وہ تمام
نیک و مثال عمدہ چھوڑ گئے ہین اور انکی مغفرت ہوگی اس کے سبب سے
بھی زندہ ہین کیونکہ اصل زندگی مغفرت اور نعمت و راحت پانا ہے جو انکو
حاصل ہوگی اور حیات دنیا کے تمتع و فایدون کے مقابل وہ فواید و تمتع
زیادہ باقی اور زیادہ بہتر ہین۔ پس اس کہتے ہین کہ اپنے رب کے پاس زندہ ہین نہایت
بلاغت ہے۔ (۲) یہین فرمایا کہ تم لوگ ان کو زندہ سمجھو نہ مردہ بلکہ آنحضرت
کو فرمایا کہ تو مت سمجھ اموات بلکہ احیاء سمجھ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت بخوبی
امر مذکور کو سمجھتے تھے اور جو آنحضرت سے پوچھتے اس کو تفصیل آپ آگاہ
کر دیتے۔ (۳) اگر مقصود یہ ہوتا کہ حقیقتاً ان کو زندہ کہا جاوے تو عند
ربہم کا لفظ نہ ہوتا۔ (۴) بل احیاء عند ربہم کے بعد یرزقون کا لفظ بھی
اس غرض سے زیادہ کیا گیا تا کہ اگر یہ سمجھا جاوے کہ وہ بھی معروف زندہ ہین

تو اُن کو کھانا پینا چاہیے اور اللہ کے پاس کیسے کھائیں پینگے تو اسکی
نفی ہو جاوے کیونکہ رزق بھی ثواب وہ قیامت کے دن پاوین گے
لہذا احیاء سے مراد ایسی زندگی نہین ہے جسمین مادی طور پر کھایا پیا جاوے
(۵) اگر اعمال آ سکے منقطع نہ ہوجاتے اور کسب کی اور سمجھنے کی طاقت
انمین ہوتی تو اُن کی تشریح اور تفصیل بھی ہوتی اُنکی خوشوقتی بھی بیان
ہوئی ہے کہ اپنے حال مین خوش ہین اور جو پیچھے آوینگے ان کے بابت
اُن سے خوشوقت ہوں گے کیونکہ اُن کو بھی اُسیطرح فضل و نعمت ملینگی
(۶) بقیہ الفاظ بھی ایک ایک کرکے دیکھو کہ وہ خاص اس غرض سے
بھی لائے گئے ہین تاکہ کسب و اکتساب و علم اُن کا ثابت ہو بلکہ قتل
فی سبیل اللہ کی فضیلت اور امور مذکورہ بالا کی تائید ہو اور تحریص علی
القتال کرین اور منافقون کی باتون کے اثر کو کم کرین۔ سورہ بقر مین ہے

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ	اور تم لوگ نہ کہو اسکو جو قتل ہو اللہ کی راہ
اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون	مین مردہ بلکہ احیاء ہین لیکن تمکو خبر نہین ۔

یعنی تم کو خبر نہین کہ کسطرح کے احیاء ہین لہذا اس آیت سے بھی وہی امور
ثابت ہوتے ہین جو سورہ آل عمران کی آیت مذکور سے ثابت ہوچکے ہین
اگر اللہ کا یہ مقصود ہوتا کہ اُن کو زندہ بمعنی معروف بتلاوے تو لاتشعرون
کے ساتھ تفصیل بھی کر دیتا کہ یہ عمل وہ اپنی زندگی مین کر سکتے ہین۔
سورہ آل عمران کی آیت مین نہ سمجھیو تو کہا گیا تھا اور اس آیت مین نہ کہو تم
کہا گیا ہے تم سمجھو تم نہین کہا گیا لہذا یہ بلاغت ہے کہ زبان سے اُن کو مُردہ

نہ کہو حالانکہ اُن کو مردہ محسوس کرتے ہو بلکہ اُن کے تمام جو باقی ہین
اُس کے اعتبار سے زندہ کہو۔ دوسرے عندربھم کا لفظ اس
آیت مین نہین ہے جس سے اور تائید ہوتی ہے لاتشعرون سے یہ
بھی ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کی خاص قسم ہے جسکی تفصیل تم نہین
سمجھتے یعنی وہ مشابہ دنیا کی زندگی کے نہین ہے۔ صبر و صلواۃ کے
ترغیب و بیان کے بعد یہ آیت ہے لہذا اُس سے بھی تحریص علی
القتال و منافقین کے قول مذکور کے اثر کا کم کرنا مقصود ہے دوسری
جگہ قران مجید مین کل مومنین عمل صالح کرنے والون کو اللہ تعالی نے
حیات طیبہ دینے کا وعدہ کیا ہے پس مقتولان فی سبیل اللہ بھی اسی
قسم کی حیات طیبہ پاوینگے۔ سورہ حدید مین ہے۔

انما الحیواۃ الدنیا لعب ولھو ان	جان لو تم کہ سوا اُس کے نہین کہ دنیا کا جینا
الدار الاخرۃ لھی الحیوان	لعب اور لہو ہے اور دار آخرت کا جینا وہی
لو کانوا یعلمون ٥	جینا ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

پس اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ زندگی صحیح و اصلی
آخرت کی زندگی ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم	اور اگر تم قتل ہوئے اللہ کی راہ مین یا
لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما	مرگئے تو مغفرت اللہ کی اور رحمت بہتر ہے
یجمعون ٥	اُس سے جو وہ جمع کرتے ہین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ مین موت طبعی

مرجانا یا قتل ہونا اُس سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہین کیونکہ مغفرت اور رحمت اُسکا
بدلا ہے لہذا منافقین کی مذکورہ بالا بات کا جواب اس آیت سے بھی نکلتا ہے

اور سورہ آل عمران مین ہے قال تعالیٰ	سو جنھون نے ہجرت کی اور نکالے گئے
فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم واوذوا	اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری
فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنہم	راہ مین قتل کیا اور قتل ہوئے دور کردونگا اُن سے
سیاتہم الآیہ	اُنکی برائیون کو الآیہ

پس اس آیت مین بھی مقتولان فی سبیل اللہ کا ثواب مذکور ہے قرآن مجید
کے رو سے مقتولان فی سبیل اللہ کو شہید یا شہداء نہین کہا گیا ہے
نہ شہید یا شہداء کو احیا کہا گیا ہے چنانچہ سورہ بقر مین ہے۔

وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا	اور اسیطرح ہمنے ٹھہرایا تم کو امت وسط کی تاکہ
شہداء علی الناس ویکون الرسول	تم بتانیوالے ہو آدمیون کو اور رسول تم لوگونکا
علیکم شہیدا ۵	بتانے والا ہو۔

پس اس آیت مین شہداء کا ترجمہ بتانے والے یا گواہ ہوا اور دیگر مترجمین نے
بھی اسی ترجمہ کو اختیار کیا ہے سورہ حدید مین ہے۔

والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک	جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسولون پر
ہم الصدیقون والشہداء عند	وہی صدیق اور شہداء ہین اپنے
ربہم ۵	رب کے پاس۔

پس اس آیت سے بھی شہداء کے معنی مقتول فی سبیل اللہ کے
نہین ثابت ہوتے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوتے ہین اور شاہ عبدالقادر صاحب

نے بھی اپنے ترجمہ قرآن مین احوال بتانے والے شہدار کا اس آیت
مین ترجمہ کیا ہے۔ پس آیت انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین مین شہدار سے مراد مقتول فی سبیل اللہ نہین ہون گے
بلکہ اس کے بھی وہی معنی ہون گے جو آیات سورہ بقر اور سورہ حدید مذکورہ بالا
مین و دیگر جگہ معنی لئے گئے ہین یعنی بتانے والے یا گواہ کے۔

ہر چیز کا اللہ کا ایک اندازہ مقرر ٹھہرا دینا اور جو اللہ سے ڈر کر بچے اسکو ایسی جگہ سے روزی ملنا جسکا خیال نہ ہو اور راہ ملنا

سورہ طلاق مین ہے ومن یتق	اور جو کوئی تقوی کرتا ہے اللہ سے اللہ کر دیتا ہے
اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من	اس کیلئے راہ نکلنے کی اور رزق دیتا ہے اس کو
حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی	جہاں سے اسکو گمان نہ ہو اور جو بھروسہ رکھتا ہے اللہ پر
اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ	تو وہ اسکو کافی ہے اللہ اپنا امر پہنچنے والا ہے
قد جعل اللہ لکل شیء قدرا	بیشک ٹھہرا رکھا ہے اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ۔

پس ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر بچتا ہے اس کے لئے اللہ کوئی راہ نکال دیتا ہے اور جہان سے اس کا خیال بھی نہ ہو اس کو وہان سے روزی ملتی ہے اور توکل اس پر کافی ہے اور جو اللہ کا حکم ہوتا ہے اس پر وہ ضرور پہنچ جاتا ہے یعنی وہ ہو کر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لئے اس نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے لہذا یہ سب امور کر سکتا ہے اس لئے اللہ سے ڈر کر بچنا بہت مفید ہے۔

سورہ مرسلت مین ہے الم نخلقکم من ماء مھین فجعلنہ فی قرار مکین الی قدر معلوم فقدرنا فنعم القدرون ۵

کیا نہین پیدا کیا ہمنے تم کو بے قدر پانی سے پھر کیا ہمنے اُس کو ایک ٹھہرنے کی جگہ مین ایک اندازہ معلوم تک سو اندازہ کیا ہمنے پس ہم اچھا اندازہ کرنیوالے ہین۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نطفہ سے یا بت بھی قدر یعنی اندازہ اللہ نے کیا اور اللہ بہت اچھا اور خوب اندازہ سب چیزون کا کرنیوالا ہے بذات خود بدی کوئی چیز نہین صرف خاص مواقع و حالات و اعتبارات کے ماتحت کسی چیز کے ناجائز و نقصان رسان طریق سے استعمال کا نام بدی ہے ایک ہی چیز خاص مقدار مین مفید اور دوسری مقدار مین نقصان رساں ثابت ہوتی ہے ایک ہی کام کسی خاص حالت مین راحت و برکت کا سبب ہوتا ہے اور کسی دوسری حالت مین وہی کام اُس کے اور اُس کے ساتھیون کے لئے لعنت و تکلیف اور عذاب کا موجب ٹھہرتا ہے یہ ایک عالمگیر قانون ہے۔ مذہب انسان کو اسکی حرکات و سکنات و افعال و اشیاء سے متعلقہ مین مقدار و تناسب کا پتہ بتلاتا ہے لہذا اسی ہدایت کا نام قدر ہے اور ہر چیز کا اندازہ معین سے تناسب قبول کر کے کسی معلول کا وجود اس سے ہونا دلیل اسی قدر کی ہے جس سے اللہ ہر چیز کو وجود مین لایا ہے۔

عذاب و ثواب آخرت مین ہونے کے فواید اور مخالفون

سے کے ساتھ ولڑائیون مین اُس سے کے نتائج

اسکو اعتقاد و ایمان ہے کہ سزا اس دنیا مین نہین ہوگی بلکہ آخرت
مین ہوگی اس دنیا مین جو سزا دیجاتی ہے وہ عبرت و رسوائی کیلئے
ہے لڑائی وغیرہ کا مقصود یہ ہے کہ فتنہ مٹ جاوے تاکہ امر بالمعروف
ونہی عن المنکر مومنین کرسکین اور یہی غایت اصلی ہے جسمین بہترین فایدہ
ہے جو دوسری طرح نہین ہو سکتا کہ مومن کافر اور اپنے مخالفون پر حملہ
نہین کرتا نہ لڑتا ہے اس لیئے کہ بدلا نہ ہوے اور سزا دیوے بلکہ ان
کے بدلا و سزا کے لئے آخرت ہی کو ترجیح دیتا ہے اسطرح تعدی و
عدوان نہین کرتا نہ بچون عورتون عالمون اور غیر لڑنیوالون کے متعرض
ہوتا ہے نہ دیگر اشیاء کو غارت کرتا ہے نہ ایسے افعال کرتا ہے اور
نہ ایسی چیزون سے کام لیتا ہے جو عقل کے منافی ہین بلکہ صرف اصل
غرض سے کام رکھتا ہے اسیطرح اپنے فی سبیل اللہ جان دینے کو
جینے پر ترجیح دیتا ہے تاکہ بہترین ثواب پاسکے لیکن خود جان دینا
ثوابون کا حق نہین کرتا لہذا اسکا حفاظت جان کے بعد جان یا دنیا
مین جان جانے کا خوف نہین ہوتا۔ اس طرح ثبات و انصاف پیدا ہون
ہوتے ہین۔

عمل کا بدلا ہر ایک کو عمل کے موافق مساوی

حساب سے دیا جاوے گا

سورۂ نبا میں ہے لا یسمعون
فیہا لغوا ولا کذابا جزاء من ربک
عطاء حسابا ٥

نہ سنینگے اُسمین لغو اور نہ جھٹلانا بدلا ہے
تیرے رب کا دیا گیا ہے
حساب سے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اجر و بدلا قیامت مین دیا جاویگا وہ حساب کے روسے دیا جاوے گا لہذا جو درجات ملین گے وہ بموجب ثواب عمل کے ہون گے نہ یہ کہ کسی کو اُسی عمل کا حساب زیادہ دیا جاوے اور کسی کو اُسی عمل کا حساب کم دیا جاوے۔

اعمال کے ثواب و عذاب کے درجات ہین

سورۂ آل عمران مین ہے افمن
اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط
من اللہ وماویہم جہنم وبئس
المصیر هم درجت عند اللہ
واللہ بصیر بما یعملون ٥

کیا جنے پیروی کی اللہ کے مرضی کی برابر ہے
اُس کے جو کما لایا اللہ کا غصہ اُس کا
ٹھکانا دوزخ ہے اور بڑی جگہ پہنچا اُنکے
درجے ہین اللہ کے پاس اور اللہ دیکھتا ہے
اُس پر جو وہ کرتے ہین۔

سورۂ انعام مین ہے ولکل درجت
مما عملوا وما ربک بغافل
عما یعملون ٥

اور ہر کسی کو درجے ہین
اُس کے عمل سے اور تیرا رب بیخبر نہین
اُن کے کام سے۔

سورہ احقاف مین ہے ولکل درجٰت مما عملوا ولیوفیھم اعمالھم وھم لا یظلمون ہ
اور ہر ایک کے درجے ہین اپنے کئے کے تاکہ پورا دیا جاوے اُن کو اُنکے کام اور اُنپر ظلم نہ کیا جاوے گا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نیک و بد عمل کے اور ہر آدمی کے درجے ہون گے جو ایک دوسرے کے عمل سے متفاوت ہونگے اور باعتبار اپنے درجون کے فضل رکھینگے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے

انظر کیف فضلنا بعضھم علیٰ بعض وللاٰخرۃ اکبر درجٰت واکبر تفضیلا ہ
تو دیکھ کیسا فضیلت دی ہمنے بعض کو بعض پر اور آخرت مین بہت بڑے درجے ہین اور بہت بڑا فضل (ایک دوسرے پر)

جزا و سزا کا آخرت مین ملنا حکمت و مصلحت ہے

اگر جزا و سزا اس دنیا ہی مین دیجاتی اور آخرت کے لئے نہ متعلق کیجاتی تو اول تو ایمان بالغیب نہ ہوتا اور سب لوگ ایک اعتقاد کے ہو جاتے دوسرے جو مجرم جرم کرنے کے بعد ہی فوراً مر جاتا یا جرم کرکے ہی خودکشی ہی کر لیتا اُس کو سزا نہ دیجا سکتی اسیطرح جو فی سبیل اللہ قتل ہوتے اُن کو جزا نہ دی جا سکتی لہذا آخرت مین جزا و سزا کا ملنا مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔

آخرت و حیات دنیا و زینت

سورہ یونس مین ہے ان الذین
جو نہین رجا رکھتے ہین ہمسے ملنے کی

لا یرجون لقاءنا و رضوا بالحیوۃ	اور راضی رہتے ہیں دنیا کی زندگی کیساتھ
الدنیا و اطمانوا بہا و الذین ھم	اور اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور
عن آیاتنا غافلون اولئک ماوٰھم	جو ہماری آیات سے غافل ہیں انہی کا ٹھکانا
النار بما کانوا یکسبون ۝	نار ہے بسبب ان کے کسب کے ۔

اس آیت میں پوری تفصیل اور بوضاحت بیان کیا گیا ہے اور دوسری
آیتوں کی تفسیر ہے کہ کون حیات دنیا بری ہے جس کا نتیجہ نار و عذاب ہے
پس بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور حیات
دنیا پر راضی ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں یعنی نہ آخرت کا اعتقاد رکھتے ہیں
نہ آخرت کے زاد راہ کا سامان کرتے ہیں اور اللہ کی آیات سے
غافل ہیں انہی کا ٹھکانا نار ہے اور سبب یہی بیان کیا گیا ہے کہ بسبب
ان کے کسب کے کیونکہ کسب ان کا محض دنیا کے لئے اور نفس کے
کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ سورہ والنازعات میں ہے۔

فاما من طغی و اثر الحیوۃ الدنیا	سو جس نے سرکشی کی اور مقدم رکھا دنیا کی
فان الجحیم ھی الماوی و اما	زندگی کو سو جہنم اسکا ٹھکانا ہے اور
من خاف مقام ربہ و نہی النفس	جو ڈرا اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے اور
عن الھوی فان الجنۃ ھی	منع کیا اپنے نفس کو بیجا حرص سے تو
الماوی ۝	جنت اس کا ٹھکانا ہے ۔

پس ان آیات میں بھی سرکشی کرنا اور حیات دنیا کو ترجیح دینا سبب
جہنم کا اور بمقابلہ اس کے خدا سے ڈرنا اور حرص بیجا سے اپنی نفس کو

منع کرنا یعنی تقوے و قسط کرنا سبب جنت کا کہا گیا ہے۔ لہذا حیات دنیا غیر محمود شے نہیں ہے بلکہ اس کو سب پر ترجیح دینا اور سرکشی کرنا برا ہے

سورہ کہف میں ہے واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداوة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوٰة الدنياه

اور صبر کرا اپنے نفس کو ان کیساتھ جو پکارتے اپنے رب کو صبح و شام اور چاہتے ہیں اسکے منھ یعنی اسکی رضامندی کو اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں انکو چھوڑ کر چاہتے ہو زینت حیات دنیا کے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو صبح و شام اللہ کی رضامندی کو چاہتے ہوں اور صبر کرتے ہوں ان کے ساتھ صبر کرنا چاہیئے نہ یہ کہ ان کو چھوڑ کر حیات دنیا کی زینت کو حاصل کرنا چاہیئے۔ پس اگر ان کیساتھ زینت چاہیں تو وہ حلال ہے لیکن انکو چھوڑ کر جایز نہیں لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مومنین پر تنگی عدم زینت کی وجہ سے ہو ان کا ساتھ دینا چاہیئے تاکہ سب ملکر زینت کو حاصل کر لیویں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کیلئے ایسا حکم ہو کہ انکا ساتھ دیں تاکہ وہ لوگ کامیاب ہو جاویں ورنہ دیگر لوگ ایسی تکلیف مالایطاق کے متحمل نہیں ہو سکتے لہذا ان کے لئے حکم نہو بہرحال اس نظر سے صبر کرنا اور ساتھ دینا محمود ٹھہرا۔

وقت معین ہے اس لئے فوری عذاب نہیں ہوتا اپنے ظلم سے آپ بستیاں ہلاک ہوتی ہیں

سورہ کہف مین ہے وربک الغفور	اور تیرا رب غفور رحیم والا ہے اگر پکڑے اُنکو
ذو الرحمۃ لو یؤاخذہم بما کسبوا	اُنکے کسب پر تو جلد لاوے اُنپر عذاب بلکہ
لعجل لہم العذاب بل لہم موعد	اُن کیلئے ایک وعدہ ہے ہرگز نہ پاوینگے
لن یجدوا من دونہ موئلاہ	اُنکو چھوڑکر سرکنے کی جگہ۔
سورہ قصص مین ہے وما کان	اور تیرا رب بستیون کو ہلاک نہین کرتا
ربک مہلک القری حتی یبعث	جب تک نہ پہنچے اُن کے صدر مقام مین
فی امہا رسولا یتلوا علیہم ایتنا	رسول جو پڑہتا ہو اُن پر آیات ہماری اور
وما کنا مہلکی القری الا واہلہا	ہم ہلاک نہین کرسکتے بستیون کو مگر جبکہ
ظلمون ہ	اُس کے رہنے والے ظالم ہون۔

پس بستی والے جبھی ہلاک ہوتے ہین جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوتے ہین اور رسول اُن کے صدر مقام پر مبعوث ہو چکے ہین

سورہ فاطر مین ہے ولو یؤاخذ	اور اگر اللہ پکڑے آدمیون کو اُن کی
اللہ الناس بما کسبوا ما ترک	کمائی پر تو نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر
علی ظہرہا من دابۃ ولکن	ایک چلنے والا لیکن اُن کو مہلت دیتا ہے
یؤخرہم الی اجل مسمی فاذا	ایک ٹھہرے وقت تک پھر جب آتا ہے
جاء اجلہم فان اللہ کان	وقت تو اللہ ہوتا ہے اپنے
بعبادہ بصیرا ہ	بندون پر بصیر۔

پس چونکہ وقت معین ہے لہذا اُس وقت تک مہلت رہتی ہے فوراً سزا نہین ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ بات کردی ہے کہ اختلاف کا فیصلہ اس دنیا میں نہ ہوگا اور قانون قطرت یعنی فعلی وعدہ کیساتھہ قرآن کا یہ قولی وعدہ ہے

سورہ یونس مین ہے وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ولولا کلمت سبقت من ربك لقضی بینھم فیما فیه یختلفون ٥

اور نہ تھے آدمی مگر ایک جماعت سو اختلاف کیا ان لوگون نے اور اگر ایک بات پہلے نہ ہوگئی ہوتی تیرے رب کیطرف سے تو چکا دیا جاتا ان کے درمیان اُسمین جسمین وہ اختلاف کرتے ہین ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ پہلے ہی کرچکا ہے کہ اختلاف کی سزا قیامت مین دیوے اس دنیا مین اُس کا فیصلہ نہ ہووے یعنی قانون قدرت کے رو سے جو کچھہ ہوتا ہے اس دنیا مین ہوتا رہے پس یہ دو باتین اس آیت سے ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ اختلاف کا فیصلہ اس دنیا مین بوجہ اللہ کے پہلے ہی اُس کے طے کردینے کے نہین ہوتا ہے ۔ دوسرے جو بات اللہ نے مقرر کردی ہے اور جو قانون قایم کردیا ہے اُس کے رو سے ہوتا رہے گا اُس سے تجاوز نہ ہوگا گویا فعلی وعدہ یعنی قانون قدرت کے ساتھہ قرآن مجید مین یہ قولی وعدہ ہے ۔

جنت اور نار کی نعمتین و تکالیف مثال کے طور پر بیان ہوئی ہین اور وعدہ جنت کا بالغیب ہوا ہے۔

سورہ رعد مین ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھر اکلھا دائم و ظلھا ٥

مثل اُس جنت کے جسکا وعدہ ہی متقین کو بہتی ہین جسکے نیچے نہرین میوہ اُس کا ہمیشہ کا ہے اور سایہ اُس کا۔

پس مثال ہے جو بیان ہوئی ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ نعمت اور تکالیف جنت و نار کی مثالاً بیان ہوئی ہین۔ سورہ سجدہ مین ہے۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ٥

سو نہین جانتا کوئی نفس کہ کیا چھپا دیا ہمنے اُن کیلئے آنکھونکی ٹھنڈک بدلے اُنکے عمل کے۔

پس جب انسان جان نہین سکتا تو جنتون کی نعمتین مثال مین بیان ہوئی ہین نہ کہ وہ حقیقتاً ہین لہذا جنکے مثال دی گئی ہے زیادہ سے زیادہ اُنکی مثل تکالیف یا نعمتین ملینگی۔ سورہ حم سجدہ مین ہے۔

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم ٥

اور تم کو وہان ہے جو تمہارا جی چاہے اور تم کو اُس کے اندر ہے جو منگاؤ بطور مہمانی کے غفور رحیم کیطرف سے۔

جبکہ وہ جو چاہین ملیگا تو معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین بیان ہوئی ہین وہ بطور مثال کے ہین اور نعمتین اُن سے بہت اعلی و زیادہ ہین۔

سورہ زخرف مین ہے وفیھا ما

اور اُسمین وہ چیزین ہین جس کو دل

تشتهیہ الانفس وتلذ الاعین و انتم فیھا خالدون وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون

چاہین اور لذت دین آنکھون کو اور تم اُسمین رہوگے یہ جنت ہے جسکے وارث کئے گئے ہو بسبب اپنے عمل کے۔

سورہ محمد مین ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیھا انھار من ماء غیر اسن ...... کمن ھو خالد فی النار

مثل اُس جنت کے جو وعدہ کیگئی ہے متقیون کو اُسمین نہرین ہین پانی کی جسمین بو نہین ...... مثل اُس کے جو رہین نار مین۔

پس معلوم ہوا کہ جنت اور نار دونون کی نعمتین اور تکلیفین مثال کے طور پر بیان ہوئی ہین ورنہ اُن سے کہین زیادہ ہونگی اور جو راحتین یا تکلیفین نہین گذرین اور گذرنے والی ہین اُن کو محسوس کرانے اور خیال مین لانے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہین ہے کہ اُن کی مثالین اُن چیزون سے بیان کی جاوین جو مشاہد اور محسوس ہوتی ہین لہذا جسطرح آیات مذکورہ مین ظاہر کیا گیا ہے وہ اس بات کیلئے کافی ہے کہ جہان جہان جو لذتین اور آلام کی چیزین ثواب و عذاب مین بیان ہوئی ہین وہ مثالی سمجھی جاوین اور یہ سمجھا جاوے کہ اُس قسم کی لذتین اور تکلیفین زیادہ سے زیادہ جو ہوسکتی ہین وہ ہونگی لہذا جو یہ اعتراض کرتے ہین کہ حور و قصور وغیرہ ایسی چیزون کو ثواب یا عذاب مین جو بیان کیا ہے وہ موزون نہین ہے وہ غلط ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اُس قسم کی لذتین یا تکلیفین زیادہ سے زیادہ جو ہوسکتی ہین وہ ملینگی

جبکہ آدمی خدا کی رضامندی و عمل صالح کرنے کی غرض سے اُسی قسم کی لذتون کو ترک کرکے تکلیف اُٹھاتا ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ اُسی قسم کی لذتون سے معاوضہ دینے کا ذکر کیا جاوے اور ایسا نقص روا رکھا جاوے۔ سورہ مریم مین ہے۔

جنٰت عدن التی وعد الرحمٰن	جنتین بسنے کی جگہ جنکا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے
عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا	اپنے بندون سے بالغیب بیشک اُس کا وعدہ پورا ہوگا

پس اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے وعدہ بالغیب کیا ہے جسطرح بندے اللہ پر ایمان بالغیب لاتے ہین اسیطرح اُن کو وعدہ بھی بالغیب دیا گیا ہے جو پورا ہوگا۔

اطاعت والدین کس عمر تک و کسطرح ضروری ہے اور وعدہ ثواب اولاد کے چند امور کے کہنے کے عوض و شکر کے معنی عمل کے بھی ہین نہ صرف زبان سے کہنے کے

سورہ احقاف مین ہے حتی اذا	یہان تک کہ جب اولاد پہنچی اپنے جوانی کو
بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال	اور چالیس برس کو کہا اے رب میرے توفیق
رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی	دے مجھکو کہ شکر کرون مین تیرے اُس نعمت
انعمت علیّ وعلیٰ والدی وان اعمل	کی جو انعام دیا تو نے مجھ پر اور میرے باپ مان پر
صالحاً ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی	اور یہ کہ مین عمل کرون صالح کہ تو اُس سے راضی ہو

انی تبت الیک وانی من المسلمین	اور صلاحیت پیدا کر میرے لئے میری اولاد مین مین توبہ
اولٰئک الذین نتقبل عنھم	کیا تیری طرف اور مین اہین مین سے ہون انہین کے قبول کرتے
احسن ما عملوا ونتجاوز	ہین ہم بہتر عمل جو انہون نے کئے اور درگذر کرتے ہین
عن سیئاتھم فی اصحب الجنۃ	ہم انکی سیأت سے جنت کے لوگونمین وعدہ سچا ہے
وعد الصدق الذی کانوا یوعدون	جسکا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ وعدے مذکورہ آیت کو مذکورہ آیت عمل کرنیوالون کیساتھ پورا کرے گا اور ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی جوانی اور چالیس سال پر پہنچنے پر انسان خود سمجھنے اور کرنے کی صلاحیت کا حقہ رکہتا ہے دوسرے انہین آیات کے متصل یہی ہے کہ والدین ایمان اولاد کے لئے فریاد کرین اور وہ نہ مانین تو ان پر قول ثابت ہو جاتا ہے پس ایمان کے بابت والدین کی نصیحت ضروری قابل قبول ہے اور شرک کے بابت انکی اطاعت نہ چاہیئے جیسا کہ سورہ لقمان مین ہے۔

ان اشکرلی ولوالدیک الی	اور تاکید کی ہمنے آدمی کو شکر کر میرا اور اپنے باپ ماں کا
المصیر وان جاھداک علی ان	میری طرف پھر آنا ہے اور اگر وہ دونون کوشش کرین
تشرک بی مالیس لک بہ علم	تجھسے کہ شریک کر میرے ساتھ جسکا نہین تجھکو
فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا	علم تو نہ اطاعت کر انکی اور ساتھ دے انکا دنیا مین
معروفا واتبع سبیل من اناب الیّ	معروف کیساتھ اور اتباع کر اسکی راہ کی جو رجوع ہوا میری طرف

پس ان آیات سے شکر کے معنی علاوہ زبان کے کہنے کے رہنا چاہیئے وفایدہ پہنچانے کے ہی ثابت ہوتے ہین کیونکہ جسطرح اللہ کیلئے شکر کا

حکم ہے اسیطرح والدین کے شکر کا بھی ان آیات مین حکم ہی دوسرے
شرک کی بابت اطاعت نہ کرنے کا اور معروف کے طور پر ساتھہ دینے کا
والدین کے ساتھہ حکم ہے بلکہ اسیطرح پر جو اللہ کیطرف رجوع ہوتے ہین
انکی راہ کے مطابقت دینے کا حکم ہے۔

مسجد کی بنیاد تقوے پر ہو تو اس مین اقامت چاہیئے

سورہ توبہ مین ہے لمسجد اسس	البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد رکہی گئی ہے پہلے دن سے
علی التقوی من اول یوم احق	تقوے پر وہ احق ہے کہ کہڑا ہو تو اسمین اسمین
ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون	مرد ہین کہ دوست رکہتے ہین پاک رہنے کو اور
ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین	اللہ دوست رکہتا ہے پاک رہنے والون کو

پس جو مسجد ضرار یعنی ضرر پہنچانے اور تفریق بین المومنین اور درمیان
انکے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے تہے ان کیلئے بنائی
گئی تہی اور انکے کمینگاہ کیلئے ٹہرائی گئی تہی اس کے مقابلہ مین اللہ تعالی
نے اس مسجد کو احق قرار دیا جو پہلے ہی دن تقوے کے بنیاد پر بنائی گئی
تہی لہذا جو مسجد مسجد ضرار کیطرح بنائی گئی ہو اسمین اقامت درست نہین ہے
اور جسکی بنیاد تقوے اور طہارت پر ہو اسمین درست و مستحب ہے۔

مومنون کو بیچ منی و شعایر اللہ اور ماہ حرام اور ہدی قلاید
اور کعبہ کیطرف بہ نظر فضل و رضامندی جو ارادہ کرتے ہون

اُنکی نہ کرنا چاہیئے

سورہ مایدہ مین ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد و لا اٰمین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم و رضواناً ۔

اے مومنو بیحرمتی مت کرو اللہ کے شعایر کی اور نہ ماہ حرام کی اور نہ کعبہ کے قربانی کی اور نہ جنکی گردن مین پٹہ ڈالکر لیجاتے ہین اُنکی اور نہ قصد کرنیوالونکی جو بیت الحرام مین اپنے رب کے فضل و رضامندی ڈہونڈہنے کیلیے جاتے ہین۔

پس امور مذکورہ آیت کی بیحرمتی کی مومنون کو ممانعت ہوئی۔

اثم کسکو کہتے ہین اور کبایر الاثم کیا اور کون ہین

سورہ نجم مین ہے ویجزی الذین احسنوا بالحسنی الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ

اور بدلا دیگا اُن کو جنہون نے نیکی کی نیکی کیساتھ جو بچتے ہین کبایر اثم اور فواحش سے مگر کچہ آلودگی۔ بیشک تیرا رب واسع المغفرت ہے۔

اور سورہ شوری مین ہے فما اوتیتم من شیٔ فمتاع الحیوٰۃ الدنیا وما عند اللہ خیر و ابقی للذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش

اور جو تم دیئے گئے ہو کسی شے سے سو وہ متاع حیات دنیا کی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہین اُن سے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہین اور جو بچتے ہین کبایر اثم اور فواحش سے

واذا ما غضبوا هم یغفرون الآیہ — اور جب غصہ ہوتے ہین بخشدیتے ہین الآیہ

لہذا ہم کو غور کرنا ہے کہ قران مجید مین اثم کسکو کہا گیا ہے دوسرا یہ کہ یہ اثم کون ہین۔ سورہ مجادلہ مین اثم کا لفظ جو دو بار ہے اُس سے کوئی اثم کی تعریف نہین نکلتی بلکہ نجوے یا لاثم کی مخالفت صرف نکلتی ہے اسیطرح سورہ قلم مین معتد اثیم ہے اور سورہ بقر مین ایک جگہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان ہے اور دوسری جگہ اخذتہ العزۃ بالاثم ہے اور سورہ نور مین ما اکتسب من الاثم ہے اور سورہ آل عمران مین لیزدادوا اثما ہے اور سورہ نساء مین خوانا اثیما اور سورہ اعراف مین لا یسمعون لغوا ولا تاثیما اور سورہ اعراف مین قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق و سورہ دہر مین ولا تطع منہم اثما وکفورا ہے۔ ان سب سے معنی ومفہوم اثم بجز اُس کے بُرا ہونے کے اور کچھ نہین معلوم ہوتے۔ سورہ بقر مین مردہ اور لہو و لحم خنزیر و ما اُہل بہ لغیر اللہ کے نسبت یہ ہے۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد — سو جو کوئی مضطر ہو نہ بغاوت کرنیوالا اور نہ زیادتی

فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم — کرنیوالا اسوا اُسپر اثم نہین اللہ غفور رحیم ہے

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاے مذکورہ کا کہانا اگر بشرا لیطا مذکور نہ ہو تو اثم ہے چونکہ اُن چیزون کا کہانا دوسرون پر بھی اثر کرتا ہے اور دوسرون کو بھی اُن کے کہانے کی ترغیب ہوتی ہے اور جو خصایل ونقصان اُن سے پیدا ہوتے ہین وہ دوسرون پر بھی اثر کرتے ہین

دوسرون کو بھی بالواسطہ نقصان پہنچاتے ہین اور متعدی ہین لہذا
اُن چیزون کا کہانا حق العباد بھی ہو سکتا ہے پس اگر اثم اس معنی
مین بروے محاورہ قرآن مستعمل سمجھا جاوے کہ جو گناہ حق العباد اور
دوسرون پر مؤثر ہون اُن کو اثم سمجھنا چاہیئے تو اس آیت سے کوئی
منافات نہین ثابت ہوتی۔ سورہ بقر مین ہے۔

واذکروا اللہ فی ایام معدودات	اور یاد کرو اللہ کو ایام گنے ہوئے مین سو
فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ	جلدی کیا دو دنوں مین سو اثم اسپر نہین اور جسنے
ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقیٰ	تاخیر کی تو اثم نہین اسپر اس شخص کیلیے جسنے تقویٰ کیا

پس چونکہ حج کے ایام معدودات ہین اگر معینہ ارکان سے تجاوز ہو
تو بے انتظامی و بدنظامی ہو جاوے اور دوسرون کو بھی نقصان
پہونچے اور اس طرح تقوے نہ ہو سکے لہذا اثم کے معنی حق العباد
اور دوسرون پر موثر ہونے کے اس آیت مین بھی ہو سکتے ہین۔

سورہ بقر مین ہے ویسئلونک	تجھسے پوچھتے ہین شراب جوا کے نسبت تو کہدے
عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم	ان دونون مین اثم کبیر ہے اور منافع ہے
کبیر ومنافع للناس واثمھما	آدمیون کو اور ان دونون کا گناہ اکبر ہے
اکبر من نفعھما ہ	دونون کے نفع سے۔

اس آیت مین خمر و میسر اثم کبیر قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اُن
دونون سے حق العباد پیدا ہوتا ہے اور دوسرون کا نقصان ہوتا ہے
اور شراب جھگڑے و تساہل و فساد کا سبب و تلف حقوق کا باعث

ہوتی ہے اور جو اصریح طور پر مال دوسرون کا لینے کا ارادہ کرتا ہے اور فساد و جھگڑا کا سبب ہوتا ہے۔ پس اثم کی تعریف اور جوا اور شراب کا اثم کبیر ہونا دونو باتین اس آیت سے نکلتے ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔ ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین حقا علے المتقین فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم

اگر چھوڑے نیک مال وصیت چاہیئے والدین اور اقربین کیلئے جو حق ہے متقین پر سو جسنے اسکو بدلا اُس کے بعد اسکے سننے کے تو سوا اسکے نہین کہ اُسکا گناہ اُسپر ہے جو اُس کو بدلدے اللہ سمیع علیم ہے سو جو ڈرا وصیت کرنیوالے سے طرفداری اور اثم سے تو صلح کرلیا اپنے درمیان تو اُسپر اثم نہین اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات مین وصیت مال کے بدلنے کو جو بعد سننے کے ہو اثم قرار دیا گیا ہے لیکن طرفداری یا اثم کے خوف سے اگر اصلاح اُسکے درمیان کیجاوے تو اُس کو اثم نہین قرار دیا بلکہ اُس کے لیئے اللہ کو غفور رحیم کہا ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والے نے جس مال کو والدین والاقربین کے دینے کیلئے وصیت کی ہو اُسکا بدلنا اثم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی حق العباد سے ہے۔ سورہ بقر مین ہے

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون

اور نہ کھاؤ مال آپسمین باطل کیساتھ اور نہ لیجاؤ اُس کو حکام تک تاکہ کھالو ایک فریق کچھ اموال آدمیون کا اثم کیساتھ اور تم جانتے ہو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اموال الناس بالاثم کھانا بھی حق العباد ہے۔ سورہ بقر میں ہے۔

ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا — اور نہ چھپاؤ تم لوگ شہادت کو اور جسنے اُس کو چھپایا

فانہ اٰثم قلبہ — سو اٰثم کرنے والا ہے اُس کا قلب۔

رہن مقبوضہ کی شہادت کے چھپانے کے متعلق یہ آیت ہے اور جسنے چھپایا اُس کے قلب کو آثم کہا گیا ہے۔ چونکہ خود کسی کا مال بالباطل ایسا شخص نہیں کھاتا بلکہ حرام کھانے والے کی تائید کرتا و شہادت صحیح سے چشم پوشی کرتا ہے لہذا خود اُس کو آثم نہیں کہا بلکہ اس کے قلب کو اٰثم کہا ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اثم کا تعلق حق العباد سے ہے۔ سورہ نساء میں ہے

انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب — دیکھ کس طرح افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور

وکفی بہ اثما مبینا — کافی ہے ایسا اثم مبین ہونے کو۔

شرک کے بابت یہ آیت ہے کہ اللہ پر جھوٹ اس طرح افترا کرتے ہیں اور اس کو اثم مبین قرار دیا ہے اور اُس کے پہلے شرک کو افترا و اثم عظیم کہا ہے۔ پس اللہ پر افترا کرنا بھی اثم مبین قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق اللہ بھی جس گناہ سے پیدا ہو وہ بھی مثل حق العباد کے اثم قرار دیا گیا ہے یعنی اللہ کیساتھ شریک کرنا اگرچہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتا لیکن بوجہ مخالفت اُس کا حق ہے نیز سبب بندوں کے بھی نقصان کا ہوتا ہے لہذا اثم قرار دیا گیا ہے

سورہ نساء میں ہے ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا واثما مبینا

جسنے کیا خطیہ یا اثم کو پھر تہمت لگائی اس کی کسی بیگناہ کو تو بیشک اسنے اٹھایا بہتان اثم بین

پس بہتان لگانا بھی اثم مبین میں شامل کیا گیا ہے اور یہ بھی حق العباد ہے

سورہ احزاب میں ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا

اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں ایمان والوں کو بغیر کسی گناہ کے جو انہوں نے کسب کیا تو بیشک اٹھایا بہتان اور اثم مبین۔

سورہ مائدہ میں ہے ولا نکتم شہادۃ اللہ انا اذا لمن الآثمین

اور نہ چھپاویں ہم اللہ کی شہادت کو ہم اس وقت اثمین میں ہو جاوینگے

اور شہادت کا چھپانا دل کا گنہگار کرنا ہے اور شہادت کرنے والوں کی طرف سے اسمین بیان ہے کہ اگر ہم چھپاویں تو آثمین میں سے ہوں گے سورہ شعرا میں ہے

تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرہم کاذبون

اترتا ہے ہر تہمت کرنے والے اثیم پر ڈالتے ہیں کان اور اکثر ان کے کاذب ہیں

پس کاذب افاک کو اثیم قرار دیا ہے جو حق العباد ہے اور سورہ جاثیہ میں ہے۔

ویل لکل افاک اثیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعہا فبشرہ بعذاب الیم ۵

خرابی ہے ہر تہمت لگانیوالے اثیم کے لئے سنتا ہے اللہ کی آیات جو پڑھی گئیں اس پر پھر اصرار کرتا ہے تکبر کیا تھا گویا کہ نہیں سنا انکو سو بشارت دے اسکو عذاب الیم کی۔

سورہ فرقان میں ہے والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مہانا الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ

اور جو نہیں پکارتے اللہ کیساتھ دوسرا معبود اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو کہ حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق کیساتھ اور نہیں زنا کرتے اور جو کوئی کرے اسکو ملتا ہے اثم دونا کیا جاویگا اس کے لئے عذاب قیامت کے دن اور رہیگا اسمین ذلیل ہوکر مگر جسنے توبہ کیا اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو انکی بدلی کریگا اللہ

سیاٰتھم حسنٰت وکان اللّٰہ غفوراً رحیما — سیاٰت کو حسنات سے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

ان آیات میں یہ بیان ہے کہ جو اللہ کیساتھ دوسرے معبود کو پکارے اور
اپنے نفس کو قتل کرے جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اور زنا کرے وہ
اثم کرنیوالا ہے اور اس کیلئے دونا عذاب قیامت کے دن ہے اور اسمیں
خوار ہو کر داخل ہوگا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور عمل صالح کرے تو
اُسکی برائیوں کو حسنات کیساتھ اللہ بدل دیگا اور اللہ غفور رحیم ہے۔ پس اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اثم میں توبہ ہے اور اسطرح پر توبہ قبول ہوگی کہ سیئات کو حسنات سے
بدل دیا جاویگا۔ لہذا نتیجہ مذکورہ بالا آیات سے یہ نکلتا ہے کہ خمر کی بیع اور جوا کے
کسلئے میں اثم کبیر ہے اور کسی اثم کے بابت کبیر نہیں کہا گیا لیکن مال و رجا
کا جن اثموں سے نقصان اور تصرف ہو اُنکی وعید دوسری آیات میں نازکے
اور بدلیل جوا کے اثم کبیر ہونے کے اُس کو بھی اثم کبیر میں شمار کر سکتے ہیں اور
اور اثم وہ ہے جو دوسروں پر اثر کرے اور اُنکے حقوق کو باطل کرے اور تمام
قرآن میں اسکے علاوہ جو مذکور ہوئے اثم اور اُسکے مادہ سے کوئی لفظ بھی نہیں پایا
زنا اس لیئے اثم قرار دیا گیا کہ معاشرت اور نسل و نسب میراث کے تحفظ میں اس
سے نقصان ہوتا ہے اسی طرح دوسرے معبود کی عبادت کرنا
اس لئے کہ وہ محافظ اعمال صالحہ کا ہے اگر عظمت خدا کی نہ ہو
تو معاشرت کو نقصان پہونچے اور قتل ایک شخص کو منجملہ اُس کے
جن سے معاشرت ہے جدا کرنیوالا ہے لہذا اثم قرار دیا گیا۔ اور جو علاوہ انکے
گناہ ہے اُس کو اثم نہیں قرار دیا گیا ہے پس بہتر یہ ہے کہ اسی دنیا میں

جس کا حق ہو اُس سے اثم معاف کرالیا جاوے ورنہ آخرت مین باوجود توبہ کے بھی حسنات سے بدلا دینا ہوگا اور اگر حسنات بدلا دینے کے لئے کافی نہ ہون گے تو بہت افسوس ہوگا۔

جس علالت مین آنحضرتؐ کی ممات ہوئی اُسمین جو آپؐ نے وصیتین فرمائین لکہی جاتی ہین تاکہ معلوم ہو کہ مقدم و اہم باتین جنکی نسبت آپکو تاکید و مزید ہدایت کرنی تہین وہ کیا ہین تاکہ اُن پر زیادہ توجہ مومنین رکہین اور اُنکے مطابق عمل کرین وفات سے ایک ماہ پیشتر آنحضرتؐ نے مہاجرین و انصار کو جمع فرماکر یہہ فرمایا۔ "لوگو مرحبا خدا کی سلامتی حفاظت نصرت تمہارے ساتھہ ہو خدا تمہین رفعت ہدایت و توفیق عطا فرماوے اور تمھین اپنی پناہ مین رکہے اور آفات سے بچائے اور سلامت رکہے مین تم کو تقوے اور خدا پرستی کی وصیت کرتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہون اور تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون اور خیال کرتا ہون کہ تم بہی اسیطرح لوگون کو اُس سے ڈراتے رہوگے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی و کبر۔ بڑہ کر چلنے کو خدا کے بندون و خدا کی بستیون مین مت پہیلنے دو اور آخرت کا گہر اُسی کے لئے ہے جو دنیا مین علو و فساد نہین چاہتے اور عاقبت متقین کے لئے ہے۔ مین اُن فتوحات کو دیکہہ رہا ہون جو تم کو حاصل ہون گی مجھے یہہ ڈر نہین رہا کہ تم مشرک بنجاؤگے لیکن خوف ہے کہ دنیا کی رغبت و فتنہ مین پڑکر ہلاک نہ ہوجاؤ جیسے پہلی اُمتین

ہلاک ہو گئیں۔

وفات سے پانچ روز پہلے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی تم ایسا نہ کرنا۔ خدا اُن یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔ اے خدا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنائیو کہ اُسکی پرستش ہوا کرے۔ (موطاء امام مالکؒ)

دوسری روایت میں ہے اُس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا رہا ہوں دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ خدایا تو اسکا گواہ رہ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔

آنحضرتؐ نے نزاع کی حالت میں جبکہ پسینے میں حضرت علیؓ کے چہرہ پر آپ کا لعاب دہن ٹپک رہا تھا فرمایا۔ لونڈی و غلام کے بارہ میں خدا کو یاد رکھو انہیں خوب کھلاؤ خوب پہناؤ اُن کیساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔ اُس کے بعد حضرت عائشہؓ کے زانو پر جبکہ سر مبارک تھا تو زبان مبارک سے نکلا الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم نماز نماز اور جس کے مالک ہو چکے ہیں تمہارے ہاتھ اور فرمایا اللھم رفیق الاعلیٰ اُسی وقت آنکھوں کی پتلی بدل گئی اور سب سے اخیر جو لبوں پر آگیا وہ لا الہ الا اللہ تھا۔

پس آنحضرتؐ کے آخر الفاظ جنکے مالک ہاتھ ہو چکے ہیں اُن کے ساتھ سلوک کے بابت اور نماز کے بابت اور لا الہ الا اللہ و اللھم رفیق الاعلیٰ تھی۔

مختصر فہرست مضامین لطیف

عنوان باب کی کاتبان کتاب کی غلطیاں للجو اپنا سے ہیں

فہرست ہذا سے انکی تصحیح ضروری ہے۔

برائے صحت ضروری بعیر شمول عنوان ابواب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱	پاویگا	پائیگا اگر بھاوے [illegible]
	[illegible]	مفہوم	مفہوم کا بیان
	۱۱	کی	کیا ہے
۳۳	۵	کرین	کرین
۴۶	[illegible]	[illegible]	آل عمران
۴۳	[illegible]	کا	کا [illegible]
۹	۱۰	جن کا	[illegible]
۱۲۵	۱۷	نہ کہ	نہ کہ صرف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱۷	تزکیہ	تزکیہ کا ایسا
"	۱۸	ہیہ	ہیہ ایسا
۱۵۵	۱۲	قدم بنا	قدم بناتا
"	۱۷	پر	پر قائم

هو المستعان

قل هاتوا برهانكم هذا ذكر من معي وذكر من قبلي ان كنتم صادقين

البرهان و فلسفة القرآن

سنہ ١٣٢٧ ہجری

حصہ دوم

مصنفہ مولانا بالفضل اولنا و بالعمل اتقانا المعروف بعبد الرؤف

ولد شیخ محمد یحیی بن شیخ نصیر الدین الصدیقی الموی الہ آبادی

مصنف دلائل فضائل الاسلام و صراط المستقیم و کتاب المحکم

در مطبع اسرار کریمی الہ آباد زیور طبع پوشید

تاریخ طبع براہین و البلاغ سنہ ١٣٣٤ ہجری و

برہان الاقوم آیات قرآن المحکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نسبحہ و نعبدہ و نستعینہ نسجدہ و نتوکل علیہ و ہو العزیز الحکیم و رب کل شئی و بکل شئی علیم و ہو الغنی الحمید و استغفرہ و اتوب الیہ و ہو التواب الرحیم و مالک یوم الدین ۔

زبان و طرز بیان جملہ قصص کتاب ہذا

امابعد الفاظ ذہنی خیالات کے نمائندہ ہوتے ہیں اور خیالات ذہنی چیزوں کے ذہنی تصویر پس الفاظ ذہنی وسیلہ ہوتے ہیں مفہوم و معنی کے سمجھانے و معلوم کرانے و سامنے آنے کے مقصود اصلی مفہوم ہوتا ہے نہ کہ لفظ ۔ جن الفاظ کے مقصود فہم میں نہین آتے اُنکا بحث مین آنا سامنے لانا عبث و بے فایدہ ہوتا ہے ۔ الفاظ معنی و مفہوم کے لئے زیور اور لباس ہین اگر مفہوم و معنی مہمل و لغو ہون تو الفاظ کیسا ہی پر زور و ذیشان ہون مقصود کے فایدہ پہونچانے کا سبب نہونگے بلکہ زشت و نازیبا سمجھے جاوینگے ۔ مقصود کے سمجھانے کے لئے الفاظ مصنوعی اوزار ہوتے ہین پورا مفہوم اُنکے ذریعہ سے ادا نہین ہو سکتا کیونکہ وہ اصل کی پوری نقل نہین ہو سکتی اُنکے ذریعہ سے پوری و صحیح تصویر جو کم و بیش نہو نہین کھینچی جا سکتی پس باعتبار حالت و اشخاص و واقعات عام و خاص وغیرہ کے طرز بیان بدلنا رہتا ہے اور لفظ نئے تراش و خراش سے لانا اور بدلنا پڑتا ہے لہذا جیسا زیور و لباس مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے ویسا معنی کو پہنایا جاتا اور اُن سے آراستہ کیا جاتا ہے ناممکن ہے کہ ایک ہی بیان و لفظ ہر انسان کے لئے ایک ہی قسم کا اثر کرے بلکہ اسلوب کے تبدیل و خوب کرنے اور لفظ کے تغیر اور قسم قسم کے

لانے سے زیادہ عام فہم ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے مین الفاظ پیچ درپیچ کے لکہنے اور الفاظ کے پردہ مین مضمون کے رکہنے اور اُنکے ذریعہ سے رعب پیدا کرنے کو کذب سمجہتا ہون اور پرزور و باشان الفاظ کے ذریعہ سے اثر ڈالنے کو بہتر نہین سمجہتا اور اسی مین خوبی جانتا ہون کہ مفہوم و دعوی و دلائل کی خوبی اور اُنکی خوش اسلوبی و صحت اثر کرے نہ کہ لفظون سے مرعوب ہوکر جیکر مین پڑین اور دعوی کو بغیر صحیح دلیل تسلیم کرلین اور الفاظ ہی کے آگے سر تسلیم خم کرکے اُسکی مدح سرائی کرین۔

پس اس کتاب کے جملہ حصص مین مین نے تا بہ امکان معنی و مفہوم پر زیادہ توجہ کی ہے اور زبان و محاورون پر بہت کم غور کیا ہے اور اُنپر کو وقت و یا جب چاہین کتاب کے مفہوم کو الفاظ بہتر و موزون و مناسب کا لباس دے سکتے اور زیور سے آراستہ کرسکتے ہین لیکن وہ چندروزہ ہے مفہوم ہی مین یہ کرامت ہے کہ اوس مین ایسی استقامت ہے کہ تحریف و تغیر و تبدل کا اُس کو اندیشہ نہین جب چاہین اوس کو آراستہ کرسکتے ہین وہ خود عروس زیبا ہے اُسپر خوش قماش زیور و لباس زشت نہین ہوسکتے

مین اُردو کے لکہنے مین زبان عربی و فارسی و اُردو کے الفاظ کا باہم مرکب کرنا جایز سمجہتا ہون اور اس کو بہی معیوب نہین سمجہتا کہ جمع اُردو زبان کے موافق لائی جاوے نہ کہ اوس زبان کے مطابق جس زبان کا لفظ ہو یعنی لازم نہین سمجہتا کہ جو لفظ کسی زبان کا اُردو مین استعمال کیا جاوے اُسی زبان کے موافق اُسکی جمع استعمال کیجاوے بلکہ اُردو و فارسی عربی جس زبان کے طریق جمع کو چاہین لاسکتے ہین صرف یہ دیکہنا

چاہیئے کہ موافق گفتگوے ریختہ ہوجاتی ہین یا نہین چنانچہ اس کتاب مین قصداً مین نے
اکثر جگہہ ایسا ہی کیا ہے میری راے مین اس سے زبان اُردو وسیع اور درست ہوتی
ہے اور الفاظ اپنے ہوجاتے ہین صرف و نحو زبان کی تکمیل کے لئے ہین نہ کہ اسکے
سیکھنے کے لئے اس لئے انکا بہت لحاظ کرنا غیر ضروری سمجھتا ہون اور اُنپر زیادہ خیال
کرنا قیود ناجایز کا پابند ہوجانا و زبان اُردو کے محدود ہوجانے کا سبب سمجھتا ہون اور صرف
و نحو کے قواعد بنانے مین اُردو مین ثقیل و غیر مانوس الفاظ و محاورے مین داخل کرنا نہین
چاہتا لیکن ایسے قیود سے محدود کرنا بھی جایز نہین رکھتا جس سے وسعت زبان کو ذرہ
برابر بھی نقصان ہو ایسے صرف و نحو کے شکنجے مین اُردو زبان کو کسنا جو غیر ضروری اور
غیر اصلی ہون اور زبان کی سلاست و نفاست و لطافت کو روکین اور لفظی مباحث
و اختلاف کا سبب ہون جایز نہین بلکہ قبیح ہے ۔ مین عربی اور فارسی کے مقبول الفاظ
و مقبول محاورون کو خارج کرنا بھی بہتر نہین سمجھتا ۔ نکات الشعرا مین میر تقی لکھتے ہین
سیوم آنکہ حرف و فعل فارسی بکار برند و این قبیح است ۔ و مختار فقیر ہمینست کہ ترکیب
فارسی موافق گفتگو ریختہ بود مضایقہ ندارد ۔ مین اس سے اتفاق کرتے ہوے اس قدر
اور اضافہ کرتا ہون کہ جہان جہان فارسی کا لفظ ہے اُسکے بعد عربی اور ہندی کا لفظ بھی
زیادہ کردیا جاوے ۔ مولوی عبدالحق مقدمہ انتخاب کلیات میر مین لکھتے ہین ان
بزرگون نے تو پھر بھی یہ کیا کہ جہان کثرت سے فارسی الفاظ اور محاورے اور فارسی
ترکیبین داخل کین وہان بہت سے الفاظ کو اپنا بنالیا اور اُردو صرف و نحو کے خراد پر
چڑھا کر اُردو بنالیا لیکن آجکل یہ کوشش کی جاتی ہے کہ عربی الفاظ اور ترکیبون کو جیون کا
تون رکھنا چاہیے ۔ ۔ ۔ اُن بزرگون نے زبان کے بنانے اور وسیع کرنے کی کوشش کی

اور بہت بڑا احسان کیا آجکل لوگ انکی تقلید کو ننگ سمجھتے ہین اور انکی کوششون کو غلط العام سے تعبیر کرتے ہین حالانکہ وہ صحیح اصول پر چل رہے تھے اور ہم باوجود ہمہ دانی کے زبان کے اصلی ترقی ونشو ونما کے گر سے ناواقف ہین - ایک دوسرا فریق جو فارسی عربی کے مقبول الفاظ نکالکر انکی جگہہ غیر مانوس اور ثقیل سنسکرت کے الفاظ ٹھوسنا چاہتا ہے اُسی نافہمی مین مبتلا ہے ہماری رائے مین یہ دونون زبان کے دشمن ہین مین اُس بیان سے اتفاق کرتے ہوئے اس قدر اور اضافہ کرتا ہون کہ ہر زبان کے الفاظ و محاورے اور ترکیبین اُردو مین داخل کرلینا اور اون کو اپنا بنالینا مستحسن ہے بشرطیکہ مقبول الفاظ اُسکے لئے پہلے سے نہ ہون اور غیر مانوس و ثقیل بھی وہ نہ ہون اور ترجمہ بھی اُنکا ضرورت کے مطابق نہ ہوسکتا ہو - لہذا اس کتاب کے جملہ حصص کے محاورون و الفاظ و ترکیبون و طرز بیان پر معترض نہ ہونا چاہئے بہ لحاظ خیالات مذکور مین نے قصداً ایسا لکھا ہے - لہذا بلا مست کرنے والے کی حماقت سمجھتا ہون -

عنوان باب کی کاتبان کتاب کی غلطیان لاجواب اسباب مین سے ہین

فہرست مضامین لطیف ہذا سے اُسکی تصحیح ضروری ہے حدّ زبان و طرز بیان - ۱

علم الاخلاق اور اُسکے اقسام علم الاعتدال و علم العدل و علم الاحسان اور علم الاخلاق کی علمی و عملی غرض - ۵

تقابل کے تحت مین عدل کا اور تعاون کے تحت مین احسان کا ہونا اور تقابل سے آزادی مطلق مین ظلم جلی و خفی دو شرطون کا بڑہنا و علم الاخلاق کا کلیۃ الکلیات اور محدود آزادی کا بقائے زیست مین اور تقابل اور اُسکے رقبے کے بڑہانے مین دخل اور نافع للذات و للغیر افعال دونون کی کرنے کی ضرورت شدید - ۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۰	۱۲	ہذا	ہذا کے حصہ اول مین

علم الاخلاق اور اُس کے اقسام علم الاعتدال و علم العدل و علم الاحسان اور علم الاخلاق کی علمی و عملی غرض

علم الاخلاق کا موضوع وہ ارادی افعال ہین جو تصاحب اور تعامل کی حالت مین صادر ہون اور شخصی اور نوعی اور اہلی زیست کے بقا اور اُنکے رقیون کی کمی بیشی مین موثر ہون۔ علم الاخلاق کی علمی غرض اُن کلیات کا بنانا ہے جن سے تصاحب اور تعامل کی حالت مین ارادی افعال کا اثر شخصی اور اہلی اور نوعی زیست اور اُن کے رقیون پر معلوم ہو۔ علم الاخلاق کی عملی غرض تصاحب اور تعامل کی حالت مین ایسے افعال کے پختہ عادت کا حاصل کرنا ہے جن سے مفید افعال طبعاً صادر ہون اور مضر افعال صادر نہ ہون۔ علم الاعتدال اُن افعال ارادیہ سے بحث کرتا ہے جو طبعی اور عشرتی ماحول مین زیست پر بلا واسطہ موثر ہون اور دوسرے انسانون کی زیست پر بواسطہ۔ علم العدل اُن افعال ارادیہ سے بحث کرتا ہے جن سے تعامل ٹھیک ہو۔ علم الاحسان اُن ارادی افعال سے بحث کرتا ہے جن سے اورون کی زیست مین ترقی ہو۔ پس علم الاخلاق ایک علم ہے جس کا موضوع دماغی امراض کا طریق علاج بھی ہے اُسکی ترقی اُسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح طب جسمانی فنون کی ہوتی ہے۔ بیکن کا قول ہے کہ فیلسوفان اخلاق کو لازم تھا کہ اس کے دریافت مین استقلال کے ساتھ مصروف ہوتے

کہ انسان کے عادات واطوار پر خاص طریق تعلیم سے خاص عادات کے اختیار سے خاص کتابون کے مطالعہ سے صحبت سے عبرت وحمیت سے ودیگر اشخاص کی تقلید سے کون کون واقعی اثر پیدا ہوتے ہین انسانون کی خواہشون کا نیست ونابود کرنا اور ان سے بالکل مستغنی ہوجانا کامل بننا نہین ہے بلکہ احتیاجون کا اعتدال کے ساتھ پورا ودفع ہونا کمال انسانی ہے۔ جب احتیاج ہی نہ ہون تو انسان انسان کہان رہا اور جامۂ انسانیت مین کہان باقی رہا۔

تعامل کے تحت مین عدل کا اور تعاون کے تحت مین
احسان کا ہونا تعامل کے باہمی ہونے سے آزادی مطلق مین
دو شرطون کا بڑہنا اور علم جلی وخفی و علم الاخلاق کا
کلیۃ الکلیات محدود آزادی کا بقائے زیست مین تعامل
اور اس کے رتبے کے بڑہانے مین تعاون کی
اور نافع للذات وللغیر افعال دونون کی ضرورت ووجوب

جب بہت سے آدمی راحت سے عمر طبعی تک پہونچنے اور آیندہ نسلون کو راحت سے عمر طبعی تک پہونچانے کے غرض سے ملکر رہتے ہین اور تعامل کرتے ہین تب علم الاخلاق کا موضوع وجود پذیر ہوتا ہے

اُس کا موضوع وہ ارادی افعال ہین جو تصاحب اور تعامل کی حالتین شخصی اور اہلی اور نوعی زیست پر اثر کرین اگر زیست کے باقی رکھنے مین یہ اثر ہوگا تو تعامل کے تحت مین آوے گا اور اگر اُس کے ترقی دینے مین ہوگا تو تعاون کے تحت مین۔ علم الاخلاق کا وہ حصہ جو تعامل کے ارادی افعال سے بحث کرتا ہے علم العدل ہے اور وہ حصہ جو تعاون کے افعال سے بحث کرتا ہے علم الاحسان ہے یہ دونون حصے اُن ارادی افعال سے بحث کرتے ہین جنکا اثر بلا واسطہ اورون پر ہے اور بواسطہ فاعل کی ذات پر۔ اور جن مین اثر بلا واسطہ فاعل کی ذات پر ہوتا ہے اور بواسطہ اورون پر یعنی وہ ارادی افعال جو آدمی عشرتی ماحول مین اپنی زیست کو راحت سے طبیعی حد تک پہونچانے مین کرتا ہے اُن افعال سے علم الاعتدال مین بحث ہوتی ہے۔ کل کام شخصی اور اہلی اور نوعی زیست کے باقی رہنے اور بہتر ہونے کو جو ضرور ہین اُن کو لوگ آپسمین علیٰ قدر مراتب بانٹ لیتے ہین ہر شخص سب کامون مین سے تھوڑے خود اپنے لئے کرتا ہے اور باقی تمام اور لوگون کے لئے جو کام وہ باقی تمام لوگون کیلئے کرتا ہے اُس کے بدلے اورون سے وہ کام جو اُس کو اپنے لئے خود ضروری تھا کرالیتا ہے۔ غیر تصاحب مین صرف اپنے زیست راحت سے بسر کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ تصاحب مین اولاد کی زیست اور نیز نوع انسان کی زیست کی فکر بڑھ جاتی ہے اور اُس سے اُس

مطلق جسمانی اور اخلاقی و عقلی آزادی مین دو شرطین بڑہجاتی ہین۔
پہلی شرط یہ بڑہتی ہے کہ کوئی فرد دوسرے فرد پر ظلم جلی نہ کرے ظلم جلی سے
وہ افعال مراد ہین جو کسی فرد کے جان جسم صحت و عافیت کو ضرر
کرین یا اُس کے مال کو اُس سے بلا اُس کی رضا کے لے لین۔
دوسری شرط یہ بڑہتی ہے کہ کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر ظلم خفی بھی نہ کرے۔
ظلم خفی سے وہ افعال مراد ہین جن سے کوئی فرد کسی دوسرے فرد کی
محنت یا مال بلا معاوضہ نہ دے۔ مزدور کی مزدوری نہ دینا سود کی
قیمت نہ دینا معاہدہ کر کے پورا نہ کرنا دغا و فریب سے مال لے لینا
وغیرہ ظلم خفی کی مثالین ہین۔ آزادی مطلق مین دونون مذکورہ شرطون
لگانے سے بعد علم الاخلاق کا کلیۃ الکلیات یہ ہوتا ہے کہ تصاحب
اور تعامل کی حالت مین تینون زیستون کی بقا اور اُن کے رتبے
بڑہنے کے لئے ہر فرد کو اپنے اُن فعلون مین جو تینون کے لئے
مفید ہین پوری آزادی ہونا چاہیئے بشرطیکہ وہ پوری آزادی دوسرونکی
پوری آزادی مین مخل نہ ہو اور کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر ظلم جلی یا خفی
نہ کرے یعنی ہر ایک کو محدود آزادی ہو جہان تک محدود آزادی بقا
زیست مین دخل رکھتی ہے وہان تک تعامل ہے اور جہان اُس کو
رتبہ زیست بڑہانے مین دخل ہے تب تعاون ہے۔ تصاحب اور
تعامل کے حالت مین نافع للذات افعال اور نافع للغیر دونون واجب
ہین جو ایک کو کرتے ہین اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہین وہ اپنے کو

اور دوسرون کو نقصان پہونچاتے ہین۔

عدل و احسان مین فرق اور کب اور کنکو ان مین سے کس کو کرنا چاہیئے

قوت عاقلہ اور قوت ممیزہ کا ساتھ ہے جتنا ہی مختلف چیزون مین تمیز کی قوت بڑہتی ہے اتنا ہی عقل زیادہ ہوتی ہے علم الاخلاق اور علم القوم کے مختلف تعلقات مین امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ عدل مین ہمدردی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرنا ہوتا ہے کہ ہر فرد کو اپنے افعال مفیدہ للحیات و راحت مین پوری محدود آزادی ہے اور اُسکی محنت کا ثمرہ اُسی کو ملنا چاہیئے نہ کسی اور کو۔ احسان مین ہمدردی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہر فرد کو اپنی پوری محدود آزادی اور اپنی محنت کے ثمرہ مین اور افراد سے مدد ملنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی زیست زیادہ اچھی طرح سے بسر کرسکین۔ عدل اور احسان کے فرق کو پورے طور سے پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ عدل قومی امر ہے اور ہر فرد کا فرض عین ہے اور اُس پر قوم کی زیست موقوف ہے احسان صرف شخصی بات ہے اور اُس کا کرنا تمام فردون کا فرض عین نہین۔ ایسا احسان ہرگز نہ کرنا چاہیئے جس سے عدل کو ضرر ہو ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ مفضول فردون کو اُس محنت کے پھل ملین گے جو اُنہون نے نہین کی اور فاضل فردون کی محنت کے پھل اُنسے

چھن جاوین گے اور ایسی صورت مین فاضل فردون کو فاضل
ہونے کا محرک جاتا رہے گا۔ چونکہ عدل قوم کا فرض ہے اور احسان
اشخاص کا اس لئے اقوام کو احسان اپنے ذمہ نہ لینا چاہیے
ورنہ عدل مین خلل پڑے گا۔

علم الاعتدال کا موضوع و اُسکی عملی غرض

علم الاعتدال مین اُن افعال ارادیہ سے بحث ہوتی ہے
جو طبیعی اور عشرتی ماحول مین انسان کی زیست پر بلا واسطہ موثر ہون
اور اورون کی زیست پر بواسطہ آدمی کے بعض ارادی افعال
سے اُس کو لذت ملتی ہے اور بعض سے اذیت ہوتی ہے بعض
براحت عمر طبیعی تک پہونچنے مین معین ہوتے ہین بعض سے مرض
یا موت کا سامنا ہوتا ہے یہی ارادی افعال جو مرکب ماحول مین آدمی
کے زیست و راحت کے علت ناقضہ ہوتے ہین علم الاعتدال کا
موضوع ہین۔ شخصی اور نوعی تجربہ سے پتہ لگانا چاہیئے کہ کون سے
ارادی افعال زیست و راحت کو بڑہاتے اور کون سے افعال
زیست و راحت کو کم کرتے ہین اور اُس کے پتہ لگنے کے بعد
علم الاعتدال کے اصول و کلیات مرتب ہو سکتے ہین۔ اون
کلیات پر عمل کرنے کی پختہ عادت ڈالنا چاہیئے تاکہ راحت سے عمر طبیعی تک
پہونچنے مین بقدر طاقت بشری کوشش ہو یہی راحت سے عمر طبیعی تک پہنچنا

علم الاعتدال کی عملی غرض ہے۔

اعتدال کی غرض سے محنت معتدل لازمی ہے

انسان کی ساخت اور ماحول کے آفاذ کا یہ اثر ہے کہ انسان کو
جیتا رہنے کو محنت کرنا لازم ہے اور چونکہ محنت کرنے سے انسان
تھک بھی جاتا ہے اور کسی عضو سے مفرط محنت لے تو وہ عضو بیکار
ہوجاتا ہے اس لئے انسان کو اپنے جسم اور قوتون سے کام تو
ضرور لینا چاہیئے لیکن اتنا ہی جتنا راحت سے عمر طبیعی تک پہونچنے مین
کارآمد ہو اتنا زیادہ کام ہرگز نہین لینا چاہیئے جس سے براحت عمر طبیعی
تک پہونچنے مین خلل پڑے اور فاعل کمزور یا بیمار یا بیکار ہوجاوے یا قبل
ازوقت مرجاوے۔ محنت کے صرف ایسے ہی افراط سے پرہیز لازم
نہین جس سے فاعل خود کمزور یا بیکار ہوجاوے بلکہ ایسی مفرط محنت
سے بھی بچنا چاہیئے جس سے فاعل کی اولاد کمزور یا مریض پیدا ہو۔
انسان کو اپنے جسم اور قوتون مین صرف عمری یعنی حق حین حیات
حاصل ہے اور قانون فطرت اس کی اولاد اس کے جسم و قوی
کا وارث ہوتا ہے۔ پس جو اپنے قوتون کی اور جسم کی حفاظت
نہین کرتا وہ اپنے اعقاب کو ادنی قسم کا ترکہ چھوڑتا ہے اور اپنے
افعال سے نوع انسان کو ضرر پہونچاتا ہے۔ جو اپنے جسم و جان اور
قوتون کی خبر نہین لیتے وہ بیمار و ناتوان و بیکار ہوکر اورون پر وبال

ہوتے ہین اور اپنے زندہ رہنے کا ناجایز و ناز یبا بوجھہ اوروں پر ڈالتے ہین اور نوع انسان کی کمزوری و فنا مین شریک ہوتے ہین پس افراط محنت سے خود فاعل اسکی اولاد اور نوع انسان کو ضرر ہوتا ہے۔

آرام و سونا فرض و لازم ہین

بقدر ضرورت آرام کرنا اور سونا بھی فرض ہے۔ آرام و سونے کی حد فاعل اپنی شخصی خواہش سے مقرر نہین کرسکتا جتنا طبی تجربہ نے کافی سمجھا ہے اُس مقدار کو اپنی شخصی خواہش سے ملاکر اور اپنی ضرورت و فواید کو مد نظر رکھکر ایک حد مقرر کرلینا چاہیئے فقط استثنائی ہی کے اعتبار سے آرام و سونا فرض نہین ہے بلکہ ایثار کے لحاظ سے بھی دونون فرض ہین ورنہ انسان اپنے ضروری افعال مین قاصر ہوکر اوروں پر وبال ہوتا ہے اور نوع انسان کو نقصان پہونچاتا ہے۔

آب ہوا و غذا کی ضرورت

تجربہ شاہد ہے کہ آدمی کو تندرست و زندہ رہنے کیلئے صاف ہوا خالص پانی اور جید الغذا کھانے کی ضرورت ہے آدمی کو چاہیئے کہ اپنی عمر کا جتنا زیادہ حصہ ممکن ہو صاف ہوا مین بسر کرے غیر صاف ہوا سے آدمی کو اُتنا ہی بچنا چاہیئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے بچنا ہے

غیر صاف ہوا تندرستی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اسیطرح جہان تک ہوسکے
غیر خالص پانی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ لذیذ اور جید الغذا کھانا
سیر ہوکر کھانا لازم ہے وہ نافع للذات بھی ہے اور نافع للغیر بھی
اول تو سیر ہوکر کھانے سے جو لذت اور فرحت ہوتی ہے وہ گرانبہا
ہے اور جو فوائد اس سے تنومند اور صاحب قوت ہونے مین اور اپنی
زیست اور ایثار کے افعال کے کرنے مین ملتی ہے وہ اور بھی زیادہ
قابل قدر ہے۔ تمام کامون کا کرنا تندرستی و قوت پر موقوف ہے اور
وہ دونون جید الغذا اور کافی کھانون پر موقوف ہین۔ جید الغذا سریع الہضم
اور لذیذ اور گوناگون کھانا سیر ہوکر کھانا اپنی اور اپنی اولاد اور نوع انسان
کی زیست اور راحت کے لئے لازم ہے اور ردی الغذا بطی الہضم
اور بدمزہ کھانا اور ضرورت سے کم اور زیادہ کھانا اپنی اور اولاد اور نوع
انسان کی زیست اور راحت و صحت کو مضر ہے۔ طبی اور ذاتی
تجربہ سے ثابت ہے کہ بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت عمدہ سادہ
کھانا سیر ہوکر کھانا راحت سے عمر طبیعی تک پہونچنے مین بہت مدد
کرتا ہے۔ ضرورت سے کم کھانا یا بدمزہ کھانا یا چوتی بھوک پر قناعت
کرنا فضائل حسنہ مین سے سمجھتے ہین غلط خیال ان کا اپنا بگاڑتا ہے
اور نوع انسان کا دشمن بنتا ہے۔ اسیطرح جو لذت بخش بکثرت
کھانے کو مقصود زندگانی سمجھتے ہین وہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہین
لذیذ کھانون کے افراط مین اول تو اسراف ہے آمدنی سے بہا کھانا

امراض اور اولاد اور نوع انسان پر ظلم ہے۔ سورہ اعراف مین ہے

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ — اور کہاؤ اور پیو اور بیجا صرف نہ کرو اللہ دوست

لا یحب المسرفین ٥ — نہین رکہتا بیجا صرف کرنے والون کو

پس اعتدال خورد و نوش و استعمال اشیاء کے بابت اس سے زیادہ صاف وجامع و بہتر اور کیا حکم و ہدایت ہو سکتی ہے۔

ہوا اور پانی و روشنی کے بابت قوانین و رسوم ہونے چاہئین تاکہ دوسرا اُن کی محدود آزادی مین خلل نہ ڈالے اسیطرح زمین کو بہی طبعی ذریعہ حیات کہنا چاہیئے اور اُس کے بابت بہی ہر فرد کو محدود آزادی ہونی چاہیئے صرف زمین کے مزروعہ و قابل کام بنانے کی محنت مجرا ہونا چاہیئے۔ اصولاً زمین کے استعمال مین سبکو مساوات ہونا چاہیئے اور جب قومی و شخصی ضرورت مین تعارض ہو تو قومی ضرورت کو ترجیح دینا لازم ہے۔

لباس و مکان و سامان مکان کیسا اور ہوا کی بابت اُسمین کیسا خیال رکہنا چاہیئے

آدمی جو کچھہ کرسکتا ہے وہ قلیل قوت کے صرف سے اور اُس کا صرف یا تو فاعل اور دیگر افراد کی زیست کو مفید ہوتا ہے یا مضر کبھی ایسا نہین ہوتا کہ نہ مفید ہو نہ مضر بلکہ عبث ہو۔ دوسرے جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ بہی انسانی قوت کے صرف سے حاصل ہوتی ہے

اس لئے ہر فرد کو صرف قوت یعنی کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہئے
کہ وہ کام جسمین فاعل اپنا وقت اپنی قوت اپنی دولت صرف کرتا ہے
وہ فاعل اور باقی فردون کی زیست کے لئے مفید ہے یا نہین۔
اخلاقاً انہین کا کرنا حسن ہے جو مفید ہون اور انہین کو فضایل کہینگے
اور جو مضر ہون قبیح ہے اور انہین کو رذایل کہینگے۔ پس تمام
افراد کو وہی کام کرنا چاہیئے جو زیست کو مفید ہون اور اسی وجہ سے
لباس و مکان و سامان مکان وغیرہ مین ہر شخص کو زینت پر منفعت کو
ترجیح دینا چاہیئے ایسا ملبوس و مسکن و سامان مہیا کرنا چاہیئے جس سے
بقدر ضرورت راحت ملے۔ آرایش اور نمایش فضول سے
پرہیز کرنا چاہیئے مثلاً لباس مین سادگی فرض ہے اسی کے ساتھ
لباس ایسا ہونا چاہیئے جو جسم کو چھپاوے اور گرمی و سردی سے
بچاوے اور جسم کو گوارا ہو بقدر امکان بالکل صاف ہو ایسا
چست نہ ہو جس سے اعضاء کے فطرتی ساخت مین فرق آوے
اور خون کے دورے مین حرج ہو اگر خوشنما ہو تو مضایقہ نہین
لیکن اگر انہیں خوشنما کرنے مین افراط کرتا بہت سا وقت اور دولت
اور قوت کا ضایع کرنا ہے جو علم الاعتدال مین بہت قبیح ہے دوسر
لباس فاخرہ سے انسان دوسرون پر بہت برتری ظاہر کر کے ان کے
دلون کو ستاتا اور نوع انسان کا دشمن بنتا ہے۔ صاحب کمال
تندرست با علم و عمل مرد و عورت سادے اور ستھرے لباس مین بے تکلف

لباس کے بہ نسبت زیادہ نکلے معلوم ہوتے ہین جو کچھ لباس کے
بابت ہے وہی زیور کے بھی متعلق سمجھنا چاہیے۔ مکانات بنانے مین
بھی منفعت کو زینت پر مقدم کرنا چاہیے صاف و ستھرا گرمی و سردی و بارش
وغیرہ فصلون کے لئے موزون ہونا چاہیے ایسی ساخت ہو جو ہر وقت
کثیف شدہ ہوا سے پاک ہوتا رہے اس کے خلاف جن لوگون نے
فاسد مذاق کا نام تہذیب رکھا ہے وہ نوع انسان کے ناعاقبت اندیش
دشمن ہین۔

اعتدال و حفاظت کیغرض سے نکاح بھی صحت کیلئے ضروری ہے

نکاح سچے اور پاک الفت پر مبنی ہونا چاہیے اور احسان کی
نظر سے اس کو کرنا چاہیے نفس پرستی اور تجارتی اصول پر ہو تو
اس سے ہمدردی۔ وفا۔ تحمل۔ جفاکشی وغیرہ ایثار کی شریف
خصلتین پیدا نہین ہوتین۔ صحیح زوجین مین استثنار و ایثار
ایسے باہم پائے جاتے ہین کہ بہت سے افعال جو ایک آن مین تابع اللذا
جانکر کرتا ہے وہ دوسرے کے لئے بھی نافع ہوتے ہین اور ایک
ہی فعل جو عامل کے لئے استثنار ہوتا ہے دوسرے کے لئے
ایثار ہو جاتا ہے عورت سے شخصی زیست کی تکمیل ہوتی ہے فطرت
انسانی کی بہت سی جہات سے اس کے نشوونما مین باعث اور
اعلیٰ زیست کا وجود بھی سے اس کے بین وہی تو اس کا مرکز ہے۔

نوع انسان کے باقی رکھنے کا بڑا حصہ فطرت نے اُس کے سپرد کیا ہے اسی وجہ سے وہ اتنی تنومند نہین ہوتی جتنے مرد ہوتے ہین اور اُس کا شخصی نشو ونما پندرہ سولہ ہی برس کی عمر مین پورا ہو چکتا ہے اُس کی بقا اُس کا حصول اُس کا ترقی مفرح ذات اور ممد حیات ہے۔ نکاح کا اصل مقصود یہی ہونا چاہیئے کہ نوع انسان مین فاضل افراد پیدا ہون ایسے نکاح جیسے مفضول افراد پیدا ہون قبیح ہین۔

علم العدل و ادائے حقوق و فرائض

ازان کو حق نمی داند بپرہیز — کہ روح از تعصبت او در عذابست
کسے کو می کند نعمت فراموش — اگر کردن فراموشی ثوابست
چو حق معاینہ دانی کہ می باید داد — بلطف بہ کہ بجنگ آوری و دل تنگی
خراج اگر نہ گذارد کسے بطیب نفس — بقہر ازو بستانند و مزد سرہنگی

تعامل وتعاشر کی حالت مین حقوق وفرائض کا پابند ہونا اپنے حقوق وفرائض کو ضائع کرنا اور بجبرانہ نقصان کیساتھ دوسرون کے حقوق کا ادا کرنا مزید ہے کیونکہ جب بہت سی عمرو ہین باہم تعامل کرین تب قوم کی بقا کیلئے دو اصل ہین۔ بچون کے ساتھ تو یہ معاملہ چاہیے کہ وہ اپنی پرورش کے جتنے عمر قابل ہون اُتنے ہی زیادہ اُنکی مدد کرین اور پرورش مین مستقل ہونے کیطرف جتنا ہی وہ چلے جاوین اُتنا ہی مدد دین

کمی ہوتی جاوے۔ باتون کے بابت یہ اصل ہے کہ جو جیسا ہو سکو
اُس کے کردار کا پھل ملے بشرطیکہ بکار ہون اگر دونون مین سے
ایک پر بھی عمل نہ ہو تو قوم فنا ہو جاتی ہے۔ جب فاضل فردون کو
اپنی محنت کا پورا پھل نہین ملتا اور اُنکی حاصکردہ دولت مفضول
فردون کے زندہ رکھنے مین صرف ہوتی ہے تب اول تو فاضل
فردون کو یا تو ضرورت سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے جو انکے
صحت و زیست کو مضر ہوتی ہے یا فطرت انسانی اُن کے زیادہ
کمانے کی محرک نہین رہتی۔ کوئی اس بات کو برغبت گوارا
نہین کر سکتا کہ کمائے تو وہ اور آزادین اور لوگ۔ مفضول فردین
جب اورون کے سہارے جیتی ہین تب وہ اور زیادہ سست
اور بیکار ہو جاتی ہین اور فاضل فردون پر ان کا بار اور بھی زیادہ
گران ہوتا ہے اور یہ مفضول فردین مفضول اولاد پیدا کرکے
قوم من حیث القوم کے فضل اور جودت کو کم کرتی ہین اور رفتہ رفتہ
قوم کے فنا کا باعث ہوتی ہین۔ یہ عمل تعامل کی حیثیت سے ہے
اُسکا لحاظ رکھکر تعاون کی حیثیت سے مدد کرنا بھی بہتر ہے۔ تعامل کی حالت
مین اہل تعامل کے افعال کا کلی دستور العمل یہ ہے کہ ہر فرد
جو چاہے اُس کے کرنے مین آزاد ہے بشرطیکہ وہ باقی فردون
کے تماثل آزادی مین خلل نہ ڈالے۔
علم العمل شخصی اور نوعی تجربے سے دریافت کرتا ہے کہ تعامل کے

حالت مین کون سے ارادی فعل کس مشاغل سے کرے اور کس قسم کی محدود آزادی مین خلل ڈالتے ہین اور اس طور سے تعامل ہموار کو برہم کرکے شخصی اور اہلی اور نوعی زیست کو گھٹاتے ہین۔ یہی افعال ارادی علم العدل کا موضوع ہین اور عملی غرض علم العدل کی اُن آزادی افعال سے بچنے کی پختہ عادت ڈالنا ہے جن سے اوروں کی محدود آزادیون مین خلل پڑے۔

غور سے دیکھا جاوے تو جتنے فطرتی یا قانونی حقوق افراد قوم کو حاصل ہین یا ہونا چاہیئے وہ سب اسی محدود آزادی کی تفریعین ہین۔ پس ہر فرد کو اپنے افعال کے کرنے مین پوری آزادی ہونی چاہیئے بشرطیکہ وہ باقی تمام افراد کے آزادی مین مخل نہو حسب ذیل حقوق بروے عدل ہر فرد کو ہین جن کا بالاجمال یہان بیان ہوتا ہے۔

حق سلامت بدنی صحت و عافیت۔ حق فطرتی وسایل حیات اور حق حرکت و نقل۔ حق مال۔ حق ہبہ و وصیت۔ حق معقاہدہ و معاہدہ۔ حق عمل۔ کہنے و لکھنے کی آزادی کا حق۔ عقاید اور عبادت کا حق۔ عورتون کے حقوق۔ اولاد کے حقوق سیاسی حقوق۔ حق نصیحت و امر بالمعروف و نہی عن المنکر مابین قوم۔

حق مال۔ مال سے عام ترین معنے مراد ہین یعنی ہر وہ چیز جو کسی فرد کی ملکیت ہو اور جس سے اُس کو نفع ہو سکے خواہ وہ منقولہ

یا غیر منقول اور خواہ وہ محسوس ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ یا غیر محسوس جیسے مالکانہ حق تصنیف وغیرہ۔ اس لئے کہ مال کسب یعنی صرف قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے بلا معاوضہ و مالک کے بغیر مرضی لینے کے یہ معنی ہیں کہ غاصب نے مغصوب منہ کی قوت کا وہ حصہ برباد کر دیا۔ لہذا اسمیں بھی حقوق و فرائض باہمد گر ہیں جنکو ادا و پورا ہونا چاہیئے۔ آدمی اگر کوئی ایجاد یا تصنیف کرے تو وہ بھی ویسا ہی محفوظ ہونا چاہیئے جیسے محسوس مال محفوظ ہوتا ہے۔ اور جیسے حق ایجاد و تصنیف عقلی مال ہے ایسے ہی نیک چلنی و نیکنامی اور خلق حسن اخلاقی مال ہے اس کو بھی محفوظ ہونا چاہیئے جو لوگ عیب و غیبت و بہتان کرکے بدنام کرتے ہیں وہ نوع انسان کے برباد کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ انہیں حق مال و حق عزت دونوں کی نسبت ہم علیحدہ دوسری جگہ بیان کرینگے اور دونوں کے جو حقوق و فرائض بروئے اسلام ہیں انکو مفصل لکھینگے۔

حق ہبہ و وصیت۔ ملک کامل کے معنی یہی نہیں کہ مالک سے کوئی حصہ اس کا کوئی شخص بغیر رضامندی نہ لے سکے بلکہ اسکے معنے میں یہ بھی داخل ہے کہ مالک کو اپنے مال میں تصرف کا پورا اختیار ہو اگر کوئی کامل تصرف سے کسی کو روک سکتا ہے تو اس مانع کو ملک میں دخل ہے اور مالک پورا مالک اپنے مال کا نہیں اس لئے ہر مالک کو پورا حق ہونا چاہیئے کہ اپنے کل یا بعض مال کو جسیا چاہے ہبہ کردے یا بذریعہ وصیت دیدیوے اُس کو مجبور کرنیکا

حق کسیکو نہ ہونا چاہیئے جو نتائج مترتب ہون اور جو عواقب عاید ہون اسکا
ذمہ دار وہ خود ہے نہ کہ دوسرا۔ سمجھانا اور امر بالمعروف کرنا اور چیز ہے اور
تصرف سے روکنا اور چیز اسیطرح یہ بات کہ نفاذ ہبہ یا جقدر ان کسقدر
اور کیسے ہوگا دوسری بات ہے لہذا حق ہبہ و وصیت مین ہر شخص کو آزادی
ہونا چاہیئے۔

حق مقابضہ و معاہدہ مال کا۔ ہر مالک کو پوری آزادی ہونی
چاہیئے کہ اپنے مال کو جسطرح چاہے معاملہ کرے اور اس کے نسبت
معاہدہ کرے اور اس کے قبضہ کے نسبت جو چاہے عمل کرے
جبکہ اس سے دوسری کی آزادی مین خلل بیحق کے نہ واقع ہوتا ہو

حق عمل۔ ہر شخص کو آزادی ملنا چاہیئے کہ جو پیشہ چاہے کرے
بشرطیکہ قوم و ملک کو اس سے نقصان نہ پہونچے اور کسی کے آرام
و آزادی مین مخل نہ ہو۔

حق تقریر و تحریر کہنے اور لکھنے کی آزادی ہر شخص کو ہونا چاہیئے
کہ جو چاہے لکھے اور کہے جہان تک دوسرے کی آزادی مین ان کا
اظہار مخل نہ ہو ان کو روکنا انسان کے دست و زبان کو بیکار کر دینا ہے
جو اہم ترین نعمت انسان کی زندگی کے گئے ہین۔ اگر پوری آزادی
نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ بہت سی سچی و سود مند باتین ظاہر نہ ہون او
نوع انسان کو ضرر پہنچے۔

حق عقاید و عبادت۔ ہر شخص کو حق ہے کہ جو عقیدہ چاہے رکھے

اور جو عبادت چاہے کرے کیونکہ معاملہ مابین اس کے اور اللہ کے ہی لیکن اس کے ساتھ ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے اور ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر کہ سمجھاوے نصیحت کرے اور اصلاح کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور یہ حق ہی ہے بلکہ فرض و مقتضائے انسانیت ہے اس طریق سے نوع انسانی صحیح و سچی و معتدل آزادی سے فایدہ اٹھا سکتے اور حق کو حاصل کر سکتے اور تبلیغ حق کی اور اسلام کی کر سکتے اور زیست کو بہتر بنا سکتے ہین۔

حقوق فطرتی و سایل حیات انسانی۔ حقوق فطرتی و سایل حیات اُن حقوق کو کہتے ہین جن کو خود یا اُن کے بہترین طور پر حصول کے وسایل خود فطرت و قدرت نے مہیا کر دیئے یا انسان کے دسترس مین رکھدیئے ہین کہ بہت سہولیت کے ساتھ اُن کو حاصل یا مسخر ہو جاوین بشرطیکہ انسان ایک دوسرے کے حصول مین خلل نہ ڈالین اور مساویانہ برتاؤ کرین پس اُن وسایل سے مستفید ہونے کے لئے اُن انسانون کا حق مساوی ہے جنکو حاجت ہو اور جو اُن سے فایدہ اُٹھا سکین۔ منجملہ اُن کے ہوا پانی روشنی زمین و آگ وہ چیزین ہین جو قدرتاً موجود ہین اور بہت کچھ حیات انسانی اُن پر منحصر ہے۔ ہوا اگر نہ ہو تو انسان بہت تھوڑی دیر مین ہلاک ہو جاوے اگر تازہ و صاف ہوا نہ ملے تو نہ سانس جو نیچے جاوے نہ ممد حیات ہو اور نہ جو باہر آوے مفرح ذات اور اگر ہوا مین سمیت ہو تو انسان زندہ

نہ رہ سکے۔ پس جو لوگ اس عطیہ قدرت سے دوسرون کو محروم
کرتے ہین یا اُس کے گندہ اور زہریلی ہو جانے و تازہ ہوا کے روکنے کا
سبب ہوتے ہین وہ دوسرون کو اُن کے فطرتی وسایل حیات
کے حقوق سے محروم کرتے ہین اس لئے ایسے فتنہ و فساد کرنیوالون
کی سزا یہی ہے کہ وہ بھی اپنے فطرتی وسایل حیات سے متمتع
ہونے سے باز رکھے جاوین اور اگر مقتضائے عقل و عدل ہو
تو ہلاک کر دیئے جاوین۔ خالص پانی بھی انسانی زندگی کیلئے
اُسیطرح لازمی اور ضروری ہے جسطرح ہوا اور یہ بھی اُسیطرح فاسد
و گندہ وغیرہ کیا جاسکتا ہے جسطرح ہوا بلکہ اُس کے ذریعہ سے آمد و رفت
بھی بذریعہ جہازون اور کشتیون کے ہوتی رہتی ہے لہذا سمندرون
اور دریاؤن کے سفر سے روکنا حقوق حرکت و نقل سے بھی
روکنا ہے لہذا اُسکی سزا بھی مثل ہوا کی سزاؤن کے ہونی چاہیئے
بلکہ اُس سے زیادہ۔ روشنی اگر نہ ہو تو انسان دیکھ نہ سکے آفتاب کی
حرارت و روشنی اگر اشیاء پر نہ پڑے تو بیج نہ اُگین پھل پختہ
نہ ہون انسان کی تندرستی مرض خطرمین پڑ جاوے غرضکہ وہ بھی
نہایت ضروری دائم ہے اور قدرت کی طرف سے اُس کا انتظام
ہے اُس سے بھی مستفید نہ ہونے دینا اُسی قسم کے جرایم مین
سے ہے جیساکہ ہوا و پانی سے نہ مستفید ہونے دینا۔ زمین بھی وہ چیز ہے
جس پر آدمی رہتا ہے۔ اُس پر کاشت کرتا اور درخت لگاتا اور د

جو خودرو چیزین ہوتی ہین اُن سے گذر کرتا اور وسایل حیات یا اُن
وسایل کے وسایل حاصل کرتا اور اُن سے فایدہ اُٹھاتا ہے اگر ایسا
نہ کرے تو خود ہلاک ہو جاوے یا رفتہ رفتہ ہلاکت تک پہنچ جاوے اور
عمر طبعی تک نہ پہنچے۔ قدرت نے زمین کو اور اُس کے وسایل کے
وسایل کو تقریباً مہیا کر دیا ہے اور ایسے ذرایع قایم کر دیے ہین کہ انسان
اُن سے متمتع ہو سکے پس اُن چیزون مین جو عطیات قدرت ہین
مساویانہ حقوق نہ سمجھنا کمال سفاکی ہے خصوصاً اُن چیزون مین جو زمین پر
خودرو ہوتی اور اُگتی ہین اور اُسمین انسان کی محنت کا کوئی حصہ
نہین لگتا۔ زمین کی جن چیزون مین انسان کی محنت سے ترقی ہوتی
ہے اور زراعت وغیرہ ہونے لگتی ہے اُسمین محنت کرنے والون کا
اُتنا ہی حق ہے جس قدر معاوضہ محنت کا سمجھا جاوے ورنہ حقوق ہر
انسان کے اُسمین مساوی ہونے چاہئین خصوصاً جو غریب ہون
اور اُن کو ضرورتاً اور ضرورت بھی مقدم نسبتاً ہو اُن کا حق مرجح ہونا چاہیے
کیونکہ وسایل حیات مین سے اور قدرت کی طرف سے بغیر انسان کی
محنت کے وہ مہیا ہین جن لوگون نے زمین یا ملک پر قبضہ کر کے
اپنا ہی اُس کو بنانا چاہا ہے اُن کے لیے بین الاقوامی عدالت و
قوت کی ضرورت ہے تاکہ قسط و عدل کے ساتھ فیصلہ ہو دیگر اشیاء
خصوصاً جانورون کے نسبت بھی ایسا ہی قیاس کرنا چاہیے اور اُنکی
نسل کو تا بہ امکان قایم رکھنا و ترقی دینا چاہیے افراط شکار وغیرہ سے

برباد و ضایع نہ کر دینا چاہیے کیونکہ اُن سے بھی وسایل حیات کو
بواسطہ فایدہ پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ اور
متعدد طریق پر فطرتی وسایل حیات مذکورہ اور اُن کے وسایل پر اور
اُن سے انسان کو جس طریق سے فایدہ پہنچتا ہے ذکر تفصیلاً فرمایا ہے
اور اُن کو اپنے رحمت و نعمت میں شمار کیا ہے اور آیات قدرت میں
گنایا ہے اور اپنے الوہیت پر اُن کو دلایل و براہین قرار دیا ہے اور
اس قدر متواتر آیات ہیں کہ اُن کا لکھنا غیر ضروری ہے بلکہ اُن پر اشارہ
کر دینا استدلال کے لیے کافی ہے لہٰذا حقوق فطرتی وسایل
حیات کے بابت عدل و قسط کا قایم رکھنا فرض انسانی و فرض مومن
ہے اور چونکہ اُن کا کماحقہ نہ ادا ہونا انسان کی ہلاکت تک منجر ہے لہٰذا
اُنکی بابت سزاؤں کی تفصیل نہ ہونا اُن کی اہمیت کو کم نہیں کرتا
بلکہ اشارہ اُن کے بدیہی ہونے کا کرتا ہے جس سے اُنکی اہمیت
اور زیادہ ثابت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم بعض آدمیونکو بعض سے
دفع نہ کرتے رہتے تو اصلاح نہ ہوتی اس امر کے لیے کافی ہے
کہ فطرتی وسایل حیات کے لیے تنازع ہونا اور بذریعہ دفع و قوت سے
اصلاح ہوتے رہنا اور اس طرح سزا سے فطرتی کا ملتے رہنا لازمی
اور یہی عدل و قسط ہے۔

یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اول تو جو لوگ باہم قریب ہوتے ہیں اُن کے
حقوق پیدا کرتے ہیں دوسرے جو بعید ہوتے ہیں اور اُنکی ضرورت

اُس مقام کے قریب کردیتی ہے اُن کے حقوق کو ثابت کردیتی ہے
پس بصورت حق تلفی تنازعہ کا ہونا فطرتی ولازمی ہے اور چونکہ
ہر آدمی اور ہر قوم حقوق نہیں ادا کرتی لہذا قوت کے ذریعہ سے اور لڑائی
کے وسیلہ سے اُن کا ہوتا رہنا اور رفتہ رفتہ عدل پر آجانا ضروری ہے
اس لئے فطرتی وسایل حیات بھی سبب تنازعہ ونیز سبب عدل
ہوتے ہیں اور جسطرح تعامل وتعاشر پر مجبور کرتے ہیں اُسیطرح
حقوق حاصل کرنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔

حق سلامت بدنی۔ اگر جسم سلامت نہ ہو تو ایسے افعال سے
انسان قاصر ہوگا جو زیست کی تکمیل یا بقا کے لئے ضروری ہیں لہذا
ہر شخص کا حق ہے کہ اُس کا جسم اور اُسکی جان دوسروں سے
محفوظ رہے اور بغیر حق کے ان کا نقصان نہ کیا جاوے اور دوسروں
پر فرض ہے کہ بغیر حق کے کسی کے جسم وجان کو نقصان نہ پہونچاویں
اور اُن کی آزادی وآرام وعمل میں مخل نہ ہوں اگر ایسا کریں گے تو وہ
بھی اُس سزا کے مستحق ہوں گے جو مساوی ہو یا انسداد کے لئے
اور عدل وقسط کرنے کے لئے جو مناسب وقت وموقع ہو۔ اُس کا
بیان جدا مفصل ہم کرینگے۔

حق حرکت ونقل۔ مردہ وزندہ انسان کو صرف حرکت ہی
علانیہ متمیز کرتی ہے حرکت ونقل ہی سے انسان اپنے کاموں کا انتظام
واہتمام کرتا ہے اور کمال انسانی وسعادت انسانی کو پہونچتا ہے

کسی شخص یا کسی قوم کی حرکت ونقل کو روکنا اُس کے قوے اور اُسکی انسانیت کو روکدینا و برباد کرنا ہے ہر شخص کو حق ہے کہ جہاں چاہے جاوے اور جیسی چاہے حرکت کرے بشرطیکہ دوسرے کے حق مین اُس سے نقصان نہ ہو قران مجید مین اسی لئے جو مومنین مہاجرت نہین کرنے پاتے تھے اور رُکے رہنے کی وجہ سے بھی اُن پر ظلم ہوتا تھا مومنین کو اُن کے طرف سے لڑنے کا حکم ہوا ہے اور اُن کے حق حرکت ونقل کو بحال کرادینے کا یہ حکم۔ اسی لئے قران مین ہے کہ وما لکم لاتقاتلون کیا ہو گیا ہے تم کو کہ اُن کے نجات دلانے کیلئے تم نہین لڑتے پس اہمیت حرکت ونقل کی کماحقہ ثابت بلکہ بدیہی ہے اور جو شخص اور جو قوم اُس سے کسی بہانہ و کسی طریق سے کہین جانیکو روکا جاتا ہے اس کے حقوق مذکور باطل کئے جاتے ہین جس سے اُس کو اور اُس کے معاونین کو حق اصلی وواقعی ہے کہ جس طرح ممکن ہو نجات حاصل کرین اور نجات دلادین۔

حق پدر ومادر واولاد۔ زندہ رہنے اور صالح بننے اور حالت بہتر بنانے اور جوان ہونے کی جتنی ضروریات اولاد نابالغ کو ہین ان کے پورا کرنے کا والدین پر حق ہے مگر والدین کو اتنی محنت نہ کرنی چاہیئے جس سے وہ بیکار و کمزور ہو جاوین کیونکہ اولاد کا یہ حق نہین ہے کہ اُن کے فایدہ کے لئے وہ بیکار ہو جاوین اولاد کو ایسی اطاعت کرنی چاہیئے جو جہد للبقا مین مستقل ہونے سے مانع نہ ہو اور

کرنا والدین کا ماننا چاہیئے تاکہ فائدہ ہو اور نقصان سے بچیں اگر وہ
شریک خدا کے لئے کہیں تو اطاعت نہیں چاہیئے غرضکہ انکو اپنے
والدین کے لئے اور ملک اور قوم و جہان کے لئے اصلح ہونا چاہیئے
دوسری جگہ جدا مفصل بیان کیا جاویگا۔

حق نصیحت و امر بالمعروف و نہی عن المنکر مابین مومنین کے

باقی رکھنے میں نیز اُس کے بہتر بنانے میں تو ہم کو بہت دخل ہے
اور مذہب اسلام نے اصلاح بین المومنین کو جزو قومیت قرار دیا ہے
اور فطرتاً بھی صحیح طور سے زیست کے باقی رکھنے اور اُس کے بہتر
بنانے میں ایک دوسرے کی نصیحت و آشتی سے بہت فائدہ ہوتا ہے
اور زیست بجائے ضایع ہونے کے باقی و قائم و بہتر ہو جاتی ہے
لہذا حق نصیحت و حق امر بالمعروف و نہی عن المنکر باہم قوم میں ہونا لازم ہے
اور یہ شرف اور فضل مذہب اسلام کو حاصل ہے کہ باہم مومنین میں
حق مذکور کو فرض اخلاقی قرار دیا ہے گویا اُس کے فطرتی حق ہونیکی
بابت ظاہر کر دیا ہے جس کو اخلاق کی بابت لکھنے والوں نے علاحدہ
شامل نہیں کیا تھا مفصل بیان اُس کا جدا کیا جاویگا۔ قوم جتنی ہی
قابل نصیحت و لایق امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو اُتنی ہی ہر فرد کو اُسکے
کرنے کی ضرورت ہے پھر ہر فرد کو اختیار ہے کہ اُس پر عمل کرے یا نہ کرے
اپنے عمل کا وہ ذمہ دار ہے اور جو نتیجہ و سزا و اچھا اُسکے پانیکا وہ مستحق ہے

عورتوں کے حقوق۔

جیسے مردوں کو اپنے اُن افعال میں

جو زیست ہاے سہ گانہ کے لئے مفید ہین پوری آزادی ہونا چاہیئے ایسا ہی
عورتون کو بھی چاہیئے عقد سے بوجہ کلیہ تقسیم محنت چند کام شوہر کے ذمہ
ہون گے اور چند زوجہ کے اس طور سے ان کی مطلق و محدود آزادی مین
اور ضروری قید لگینگی اُن ضروری قیدون کے علاوہ پوری آزادی عورتون کو
چاہیئے مفصل بیان جداگانہ ہوگا جب تک دنیا مین ایسی قومین اور ایسے
انسان ہین جنمین باہم جنگ و جدال کا اندیشہ ہے اور ہر دم بری اور
بحری لڑائیون کے لئے فوجون کی ضرورت مین بسر کرتے ہین تب تک
عورتون کے سیاسی حقوق مردون کے برابر نہین ہوسکتے۔

سیاسی حقوق۔ اجتماع اور تعامل کی حالت مین زندگی
چین سے بسر کرنے کے جو اصول ہین تمام فطرتی حقوق انھین سے
پیدا ہوتے ہین اور سب کے سب مختلف صورتین ہین اُس محدود
آزادی کی جو ہر فرد کے راحت سے عمر طبیعی تک پہنچنے کے لئے
ضرور ہے اگر ہر فرد کے جسم و جان و عرض و مال محفوظ ہون اسکو
رفتار کردار گفتار مین کما حقہ آزادی ہو اپنے مال مین تصرف کا کما حقہ
اختیار ہو جو معاہدہ چاہے کرے جو پیشہ چاہے اختیار کرے جیسا
چاہے تقریر و تحریر مین بلا دوسرون کے دل دکھانے کے ظاہر کرسکے
اور عقاید و عبادت کی آزادی ہو تو اُس کو تمام فطرتی حقوق حاصل ہین
اگر اور چیز چاہتا ہے تو وہ فطرتی حقوق کے سوا ہے۔ فطرتی حقوق کے
محفوظ رکھنے کو سیاسی حقوق ہوتے ہین اگر آدمی دوربینی سے کام لین

تو فطرتی حقوق سیاسی حقوق سے اہم اور زیادہ قابل اعتبار نظر آوین
لیکن انسان پاس کی چیز کو دور کی چیز سے بہتر دیکھتا ہے اور اکثر وسایل
کو غایات پر ترجیح دیتا ہے اس لئے سیاسی حقوق کو فطرتی حقوق پر
مقدم کر لیتا ہے مگر یہ خیال خام ہے تمام سیاسی حقوق محض سلبی وسیلہ ہین
اور اصلی ذریعہ قومی حیات طیبہ اور راحت کاملہ کا محدود آزادی سے پورا
کام لینا اور پوری محنت و مشقت کرنا ہے اور اُس پر بھی پوری حیات طیبہ
و راحت کاملہ یا عیش راضیہ نہین حاصل ہوتین محض مساوات بلا کامل
اعمال آزادی محدود کچھ بھی فایدہ نہین دے سکتی ہے۔ فرض کر لو
کہ ہر ایک کو بحیثیت فرد قوم وہی حقوق سیاسی ہین جو دوسرے کو ہین تو
صرف اس مساوات سے یہ نہین لازم آتا ہے کہ ایسی قوم ضرور بہتر ین
قوم ہوگی اگر ایسی قوم کی تمام فردین جاہل و سست اور کمینہ خو اور
نفس پرست ہون تو وہ علوم و فنون اور ایجادات اور تجارت اور صناعیون
مین کیسے ترقی کرے گی اور دولت کیسے پیدا کرے گی۔ سیاسی
حقوق ذریعہ ہین فطرتی حقوق کا اور فطرتی حقوق کو کام مین لانا وسیلہ ہے
تکمیل زیست و راحت کا پس یہ گمان کر لینا کہ سیاسی حقوق ملتے
ہی زیست سہ گانہ اور راحت کی تکمیل ہو جاوے گی خیال محال ہے۔
اور جب کسی قوم مین مختلف فرقون کے اغراض متحد نہ ہون تب اُس سے
زیادہ اور آفت نہین ایسی قوم کبھی ترقی کی سیدھی راہ پر چل نہین سکتی۔
جنگ کے وجہ سے قومین بننا شروع ہوتی ہین ایسے وقت مین جب افراد

اس لئے قوم کی صورت پیدا کرتے ہین کہ بیرونی دشمنون سے بچین تب
کل قوم کی زیست مقصود اصلی ہوتی ہے اور فردون کی زیست مقصود
عرضی۔ جو قوم محض خارجی دشمنون سے حفاظت کرے اُسکی سلطنت کی
ساخت ایسے قوم کی سلطنت سے جو صرف اندرونی دشمنون سے بچاوے
بالکل جدا ہوتی ہے پہلے مین تعامل جبری ہوتا ہے دوسرے مین
تعامل اختیاری ہوتا ہے اور قوم کا وجود صرف اسی لئے ہوتا ہے کہ افراد
کی زیست و راحت کو بقا و ترقی ہو۔ اگر کوئی قوم ایسی حالت مین ہو کہ اُسکے
بیرونی و اندرونی دونون دشمن موجود ہون تو ایسی قوم کے حکومت کے
دو فرائض ہون گے اول بیرونی دشمنون سے بچانا دوسرے اندرونی
دشمنون سے بچانا اور تمام افراد قوم کا یہ فرض ہوگا کہ حکومت کو خرچ دین
اور دیکھتے رہین کہ وہ اپنا کام دیانت اور محنت اور قابلیت سے کرتی
ہے یا نہین۔ خارجی اور داخلی دشمنون سے بچانے کے سوا سلطنت کا
کوئی اور کام نہین ہے - ان دونون کام کا پورے طور سے لحاظ کرکے
تمام افراد قوم کو پوری محدود آزادی دینی چاہیئے کہ بالاجتماع یا بالانفراد
جیسے وہ چاہین اپنی اپنی زیست و راحت کی تکمیل کی فکر کرین۔ اگر
سلطنت اپنے اصلی کامون کے علاوہ کوئی اور کام اپنے ذمہ لیتی ہے
تو اُس کا جتنا وقت اصلی کام مین گذرنا چاہیئے دوسرے غیر ضروری
کام مین صرف ہو جاتا ہے اور بہت بڑا نقصان جو سلطنت کو ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ افراد قوم مین اپنا کام خود کرنے کا استقلال پیدا

نہین ہوتا اور مہارت اور نتائج مہارت مین علاقہ کٹ جاتا ہے۔ پس
حاکم جتنا ہی شرائط زیست و راحت کو بذریعہ تعامل ہموار پیدا کرے
اُتنا ہی اُس نے اپنا کام خوب کیا۔

قوم کا زندہ اور تندرست رہنا اس پر موقوف ہے کہ اُس کے تمام
فرقے اور افراد اپنا کام پورے طور سے ٹھیک وقت پر آسانی کرتے
رہین اگر ایسا نہ ہوتا کہ اکثر صورتون مین پاس کی چیز دور کی چیز کو
چھپا دیتی ہے تو اہل بصیرت کو صاف نظر آتا کہ رفاہ عام کے کامون مین وقت
اور قوت اور دولت صرف کرنے سے قوم مین سرمایہ راحت اُتنا زیادہ
نہین بڑھتا جتنا سچا عدل ہونے سے بڑھتا ہے اور اسی لیے رفاہ عام کا کام
کرنے کی بہ نسبت ہر فرد کی یہ کوشش زیادہ چاہیئے کہ تمام افراد مین
سچا عدل ہوتا رہے۔

سیاست آتشے باشد کہ آن را ... زہر بد سگالان فسردہ زند
چو ایشان بفروزند آتش ظلم ... ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند
خوشا آن شہریارے کہ اندر دانش ... تامل کند در کتاب سیاست
سر تیغ او گلشن سلطنت ... تر و تازہ دارد بآب سیاست
اگر سلطان نہ فرماید سیاست ... زنار مرد کسے لاف ریاست
بلا بیم زند روے زمین را ... نہ دولت را بقا باشد نہ دین را
چو مردم ضبط در کشور نہ بینند ... بجز فتنہ رہ دیگر نہ بینند

سیاسی معاملات مین مصلحت وقت سے فعلی اور قولی کذب کو بُرا نہ جاننا

غلط ہے تغافل کی حالت مین زیست وراحت زندگانی کے اصول صحیح پر مبنی ہے اور جھوٹ اور قومی فلاح مین کلی تباین ہے۔ سیاسی احسان کا تقاضا ہے کہ تمام افراد سیاسی راست بازی پر اصرار کرین سیاسی احسان صرف یہی نہین کہ ہر فرد اپنے معاملات مین اور اپنے سیاسی کردار مین مخلص اور راستباز ہو بلکہ اُس کا یہ ہی تقاضا ہے کہ ہر فرد نگران رہے کہ قوم کا سیاسی نظام یعنی فرقہ حاکمہ اور اُس کے مضافات اپنا کام ٹھیک کر رہے ہین یا نہین۔

قسط و شہادت پر قایم رہنے اور ان کے خود کرنے اور دوسرون سے کرانے کا حکم اور عدل کا اقرب للتقوی ہونا واللہ تعالی کا قسط کرنا اور قسط کرنیوالون کو دوست رکھنا

قسط و عدل کا فرق صفحہ ۱۵ تا ۴۴ حصہ اول مین بیان ہو چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ قسط اصل و مقدم ہے جب وہ نہ ہو سکے تو عدل ہونا چاہیئے لہذا قسط اور اُس کے مقابل کے جو الفاظ قرآن مین ہین اُن کی نسبت لکھتے ہین۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ علم العدل مین قسط کا بیان ہوتا ہے کیونکہ عدل سے غرض قسط ہی ہوتی ہے لہذا ایک طرح عدل عام ہے۔ سورہ نساء مین ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین — اے مومنو ہو جاؤ قایم کرنیوالے قسط کے

بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم — شہادت دینے والے للہ اگرچہ اپنی نفسوں کی

او الوالدین والاقربین ان یکن — یا والدین اور اقربین پر ہو اگر غنی یا فقیر

غنیا او فقیرا فالله اولی بهما — ہوں گے تو اللہ اُنکا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے

فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا وان تلووا — سو نہ پیروی کرو ہوا کی عدل کے کرنے میں اور

او تعرضوا فان الله کان بما تعملون — اگر زبان ملوگے یا اعراض کر جاؤ گے تو جو کچھ تم

بصیراه — کروگے اللہ اُس پر بصیر ہے۔

اس آیت مین قسط پر قایم رہنے کا مومنین کو حکم ہے یعنی خود بھی قسط کرین
اور دوسرون سے بھی حاکم ہون یا غیر حاکم قسط کراوین اسی لئے اس
آیت مین کونوا قوامین بالقسط ہے۔ پس اگر کوئی قسط نہ کرتا ہو حاکم ہو یا
غیر حاکم تو ہر مومن کا فرض ہے کہ اُس سے قسط کرانے کی بہترین وسربیت
کوشش کرے۔ دوسرے للہ شہادت دینے کا حکم ہے یعنی سچی و صحیح
شہادت بغیر کسی اُجرت کے لینے کے یہان تک کہ اپنے نفس
اور اپنے والدین و اقربین پر بھی شہادت مذکور دینے کا حکم ہے۔ اور
اللہ تعالے نے حکمت و مصلحت بھی اُسکی اسی آیت مین بیان کردی ہے
کہ غنی یا فقیر ہون گے تو اللہ اُن کا زیادہ خیر خواہ ہے یعنی ایسی شہادت
سے نہ اُن کا غنا کم ہوگا نہ فقر زیادہ ہوگا بلکہ فایدہ اسمین ہے اس لئے
اللہ تعالے نے حکم دیا اور اُس کے خلاف کرنا ہوا کی پیروی کرنا ہے اور یہ
بھی حکم ہے کہ اگر زبان ملوگے یا بچا جاؤ گے یعنی شہادت مین ٹالنے
کے لئے تو جو کچھ کروگے اللہ اُس پر بصیر ہے یعنی اُسکا مواخذہ ہوگا

سورہ مایدہ مین ہے یا ایہا الذین	اے مومنو ہو جاؤ قایم رہنے والے
اٰمنوا کونوا قوامین للّٰہ شہداء	للّٰہ شہادت دینے والے قسط کی اور نہ
بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم	مجرم بنا دے تم کو دشمنی ایک قوم کی اس پر
علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب	کہ عدل نہ کرو عدل کرو کہ وہ اقرب للتقویٰ ہے
للتقویٰ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر	اور تقوے کرو اللہ سے اللہ خبیر ہے
بما تعملون ہ	جو تم کرتے ہو۔

سورہ نساء کی آیت مین جو پہلے مذکور ہوئی قوامین بالقسط شہداء للّٰہ اور اس آیت مین قوامین للّٰہ شہداء بالقسط ہے پس ان دونون آیتون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود قسط کرنے اور دوسرون سے قسط کرانے اور خود شہادت دینے اور دوسرون سے شہادت دلانے کے لئے قایم رہنے کا حکم ہے۔ اس آیت مین یہ بھی حکم ہے کہ کسی قوم کی دشمنی اس سے تم کو مجرم نہ بنا دے کہ عدل نہ کرو کہ عدل اقرب للتقویٰ ہے یعنی عدل خود پورا تقوے نہین ہے لیکن تقوے جو اس سے بہتر ہے اس سے اقرب ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اللہ سے تقوے کرو اللہ جو تم کرتے ہو اس سے خبیر ہے۔ پس تاکید و ترغیب احکام و امور مذکورہ کے بابت ہے اور عدل کو اس آیت مین اقرب للتقوے کہا گیا ہے لیکن قسط کو نہین کہا گیا لہذا قسط کا عدل سے بہتر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس کسقدر سچائی سے بھرے ہوے یہ احکام ہین کہ قسط اور شہادت للّٰہ اپنے قرابت اور اپنے والدین اور

تقوین کے یابت کرنا و کرانا چاہیئے اور اُسپر قایم رہنا چاہیئے اور کسی قوم کی دشمنی مجرم نہ بناوے کہ عدل نہ کرین اور زبان ملکر یا اعراض کر کر شہادت بللہ سے گریز کرنا جایز نہین ہے۔ سورہ حدید مین ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط ۵ — بیشک ہمنے بہیجا اپنے رسولونکو بینات کیساتہہ اور اُتارا ہمنے اُن کیساتہہ کتاب و میزان تاکہ کہڑا کردین آدمیون کو قسط کے ساتہہ۔

پس رسولون کیساتہہ کتاب و میزان کے نازل ہونیکا مقصد و منشا یہ ہے کہ آدمیونکو قسط پر قایم کردیوین لہذا قسط کی افضلیت ثابت ہے اور سورہ ممتحنہ و مایدہ مین ہے۔

واللہ یحب المقسطین ۵ — اور اللہ محبوب رکہتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

پس جو محبوب اللہ تعالیٰ کا بننا چاہے اُسکو قسط کرنا چاہیئے اور جو مبغوض اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہے وہ اُسکو ترک کرے کیونکہ اعمال مین کوئی صورت ایسی نہین جسکا ثواب یا عذاب ہوتا ہو جسمین رضاے مولیٰ یا عدم رضاے مولیٰ نہ ہو بلکہ اُسکے علاوہ تیسری صورت ہو۔

قسط و عدل کا مفہوم

سورہ بقر مین ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ و لیکتب بینکم کاتب بالعدل و لا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب و لیملل الذی علیہ الحق و لیتق اللہ ربہ و لا یبخس منہ شیئًا فان کان الذی علیہ الحق سفیہًا او ضعیفًا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل ۵ — ای مومنو جب معاملہ کرو تم اُدہار کا وقت مقرر تک کیلیے تو لکہہ لیا کرو اُسکو اور چاہیئے کہ لکہے تمہارے درمیان لکہنیوالا عدل کیساتہہ اور انکار نکرے لکہنیوالا لکہنے سے جیسا کہ سکہایا اُسکو اللہ نے پس چاہیئے کہ لکہے اور بتاوے جسپر حق دینا ہے اور چاہیئے کہ تقویٰ کرے اللہ اپنے رب کا اور نہ کم کرے اُسمین کچہہ سو اگر ہو جسپر حق ہے سفیہ یا ضعیف یا نہ بتا سکتا ہو وہ تو چاہیئے کہ بتاوے اُسکا ولی عدل کیساتہہ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عدل کا مفہوم یہ بھی ہے کہ پورا معاملہ قرض کا بتلایا جاوے یا لکہا جاوے اور معاملہ

والکنے مین کچھ کم نہ کیا جاوے اور چونکہ ایسا ہونا ذریعہ قسط کرنیکا ہوتا ہے لہذا اسکا پورا انضباط ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اسی بنا پر باہمی قسط کیساتھ فیصلہ ہوگا پس عدل کا ذریعہ قسط ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا عدل کرنیکے یہ معنی ہونگے کہ جیسا معاہدہ و معاملہ باہمی ہوا ہو اسکے بنا پر قسط کیا جاوے پس جن آیات مین عدل کیساتھ قسط کرنیکا حکم ہے اور عدل کا لحاظ کرکے اسکا مقصد یہی ہے کہ جو معاہدہ ہوئے ہون عدل کو انکا ذریعہ کرکے قسط کرنا لہذا عدل و قسط مین جو استعمال قرآنی مین فرق ہے اسلئے عدل کے کرنیکا بھی حکم آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان مین ہے جو فرق الفاظ قسط یا امر اور کونوا قوامین بالقسط و لیقوم الناس بالقسط مین ہے اور جو تاکید و تفصیل قسط کی نکلتی ہے وہ عدل کی نہین نکلتی۔ سورۂ یونس مین ہے۔

ولو ان لکل نفس ظلمت ما فی الارض لافتدت بہ واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وقضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون
اور اگر ظلم کرنیوالے ہر ہر شخص کے پاس وہ چیز جو زمین مین ہے ہوتی البتہ اپنے چھڑانے مین دیدیتا اور چھپاویگی ندامت جب دیکھیگی عذاب اور فیصلہ کیا جاویگا انکے درمیان قسط کیساتھ اور انپر ظلم نہ کیا جاویگا

سورۂ یونس مین ہے الیہ مرجعکم جمیعا وعد اللہ حقا انہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت بالقسط والذین کفروا لہم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون ۝
اللہ کیطرف تمہارا پھرجانا ہے سبکا یہ وعدہ خدا کا حق ہے وہ پہلے خلق کرتا ہے پھر دوبارہ کریگا اسکو تاکہ بدلا دے ایمان والون اور عمل صالح کرنیوالون کو قسط کیساتھ اور کافرون کیلئے پینا گرم پانی کا ہے اور عذاب ہوگا دردناک بسبب اس کے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

پس آیات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کا فروموٴمن دونون کے درمیان قسط کریگا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنی طرف قسط کا کرنا منسوب کیا ہے نہ کہ عدل کا۔ لہذا قسط کی فضیلت ثابت

ہوتی ہے وعدل وقسط کے فرق کیطرف خیال کرنے کا سبب یہ امر ہوتا ہے۔

امر بالقسط کرنے والوں کے قتل کرنیوالوں کی وعید

سورہ آل عمران مین ہے ان	جو اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہین
الذین یکفرون بآیت اللہ و	اور قتل کرتے ہین نبیون کو بغیر حق کے
یقتلون النبیین بغیر حق و	اور قتل کرتے ہین اُن لوگون کو جو
یقتلون الذین یامرون بالقسط	آدمیوں کو حکم کرتے ہین قسط کا خوشخبری سنا
من الناس فبشرھم بعذاب	اُن کو عذاب الیم کی وہی ہین جنکے
الیم اولئک الذین حبطت	اعمال اکارت گئے دنیا اور آخرت مین
اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ وما لھم	اور ان کا کوئی مددگار
من ناصرین ٥	نہین ہے۔

پس دنیا و آخرت مین دونون جگہ ان کے اعمال اکارت جاتے ہین جو امر بالقسط کرنے والون کو قتل کرتے ہین اور انکو عذاب الیم ملتا ہے یعنی دنیا مین بھی راحت اُن کو نصیب نہین ہوتی جو امر بالقسط کرنیوالونکو قتل کرتے ہین لہذا ایسے لوگ ذلیل و رسوا و غلام و فنا ہو جاتے ہین۔

شریعت کے تعین کو انکی شریعت کے موافق پایا مسلم اُن کے جب نزاع ہو کس شریعت سے فیصلہ کرنا

قرین انصاف ہے ۔

سورہ مایدہ مین ہے وان — اور اگر تو حکم کرے اُن کے درمیان
حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان — تو حکم کر قسط کے ساتھ اللہ محبوب
اللہ یحب المقسطین ہ — رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

یہ اُن لوگون کے درمیان مین حکم دینے کے بابت ہے جو ایمان
بافواہہم لائے تھے اور اُنکے دل ایمان نہین لائے تھے اور تحریف
کرکے توریت وانجیل کو دکھلاتے تھے جیسا کہ اوپر کی آیات سے جو
سلسلہ وار ہین معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کے متصل آیات سے ۔

وکیف یحکمونک وعندھم التورٰۃ — اور کیونکر حکم کرینگے تجھکو اور اُنکے پاس توریت ہے
فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد — اُسمین حکم اللہ کا پھر پھیرا عراض کرتے ہین اُس سے
ذٰلک وما اولٰئک بالمؤمنین ہ — اور نہین ہین وہ ایمان لانیوالے ۔

یعنی اگر ایمان لانے والے ہوتے تو اُس پر عمل کرتے پس اُن کا ایسا
ایمان نہین ہے جو عمل پر آمادہ کرے اور سچا ہو۔ اس کے بعد توریت
مین جو حکم ہے اُس کو مفصل بیان کرکے یہ فرمایا ہے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک — اور جو نہ حکم کرے گا اُس پر جو کچھ
ھم الظٰلمون ہ — اُتارا ہے اللہ نے تو وہی لوگ ظالم ہین۔

یعنی توریت مین جو حکم ہے اُس کے مطابق اگر یہودی حکم نہ کرین تو ظالم ہین
پھر فرمایا ہے وقفینا علیٰ اٰثارھم — اور پیچھے بھیجا ہمنے اُنکے نقش قدم پر

بعیسی ابن مریم مصدقا لما	عیسیٰ ابن مریم کو تصدیق کرنیوالا اپنی اگلی
بین یدیه من التورىة واتینه	توریت کو اور دیا ہم نے اُسکو انجیل
الانجیل فیه هدی ونور	جسمیں ہدایت اور نور ہے اور جو تصدیق
ومصدقا لما بین یدیه من التورىة	کرنیوالی ہے اپنے پہلے والی توریت کو اور
وهدی وموعظة للمتقین	ہدایت اور نصیحت متقین کیلئے اور چاہیئے کہ حکم
ولیحکم اهل الانجیل بما انزل الله	کریں اہل انجیل اُسپر جو نازل کیا اللہ نے اُسمیں
فیه ومن لم یحکم بما انزل الله	اور جو حکم کریگا اُسپر جو نازل کیا اللہ نے تو
فاولئک هم الفسقون و	وہی فاسق ہیں اور اُتاری ہمنے تیری طرف
انزلنا الیک الکتب بالحق	کتاب حق کیساتھ اگلی کتاب کو تصدیق
مصدقا لما بین یدیه من الکتب	کرنے والی اور اُسپر شامل سو حکم کر
ومهیمنا علیه فاحکم بینهم بما	اُن کے درمیان جو کچھ نازل کیا اللہ نے
انزل الله ولا تتبع اهواءهم	اور نہ اتباع کر اُن کے خواہشوں کی جبکہ
عما جاءک من الحق لکل جعلنا	آچکا ہے تیرے پاس حق ہر ایک کیلئے ٹھہرایا ہمنے
منکم شرعة ومنهاجا ولو شاء	تم میں سے ایک شریعت اور ایک راہ اور
الله لجعلکم امة واحدة ولکن	اگر چاہتا اللہ تمکو کردیتا اُمت واحد ولیکن تاکہ
لیبلوکم فی ما اتکم فاستبقوا الخیرات	آزماوے تمکو اُسمیں جو دیا تمکو تو دوڑو نیکیوں کیطرف
الی الله مرجعکم جمیعا فینبئکم	اللہ کیطرف ہے تمسب کا پھرنا سو آگاہ کریگا تمہیں
بما کنتم فیه تختلفون وان احکم	جسمیں تم اختلاف کرتے تھے اور حکم کر اُنکے درمیان
بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم	جو کچھ نازل کیا اللہ نے اور نہ چل اُنکی خواہشوں پر

واحذرهم ان یفتنوك عن — اور ڈرا اُنسے کہ بہکا دین تجھکو بعض اس
بعض ما انزل الله الیك ۵ — چیز سے کہ نازل کیا اللہ نے تیری طرف۔

پس آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ بعض احکام جو آپؐ پر نازل
ہوئے ہین اُس سے آپ کو بہکا دین یعنی یہ کہین کہ بعض باتین جو شریعت
محمدیہ کے مطابق ہین اُن کے رو سے فیصلہ کر دیجئے اور بعض باتین
شریعت یہود و نصاریٰ کے رو سے - لہذا صحیح مفہوم ان آیات کا
یہ ہے کہ ہر شریعت والون کے درمیان اُن کی شریعت کے مطابق
حکم دینا چاہیئے اگر فیصلہ دیا جاوے اور اُن کا مسلمہ حکم ہو کیونکہ انہی
آیات مین ہے کہ ہر ایک کو ہمنے ایک شریعت اور راہ دی ہے - اور
چونکہ وہ بھی حکم اللہ کا اُس وقت کی شریعت کے مقتضا کے موافق
سزا دینے کا تھا لہذا اُس کو غلط نہین کہہ سکتے - پس اُس سے مختلف
حکم دینا قرین انصاف نہین ہوگا اور بعض کا حکم دینا اور بعض کا نہ دینا
سیکھنا ہوگا البتہ اگر کسی شریعت مین ایسا حکم ہو جو انصاف کے بالکل متناقض
ہو اور راحت انسانی و حکم شریعت حقہ کا ضد ہو تو ایسی صورت مین
دوسرا طریق اختیار کرنا ہوگا چونکہ وہ شریعت اللہ کیطرف سے نہین سمجھی
جانی چاہیئے اس لئے ان آیات مین فاحکم بینہم ہے تاکہ اُس سے احتراز رہے
لہذا ایک شریعت کا سہل حکم اور دوسری شریعت کا سخت حکم نہ دینا چاہیئے بلکہ ایک ہی شریعت کے رو دونون حکم

ظلم کا قبیح ہونا اور ظالمین ضالین و کفار کی سزا اور

اُنکے افعال کے نتائج

سورہ آل عمران میں ہے کیف
یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم
و شھدوا ان الرسول حق و
جاءھم البینٰت و اللہ لا یھدی
القوم الظلمین اولٰئک جزاؤھم
ان علیھم لعنۃ اللہ و الملٰئکۃ
و الناس اجمعین خٰلدین
فیھا لا یخفف عنھم العذاب
و لا ھم ینظرون الا الذین
تابوا من بعد ذٰلک و اصلحوا
فان اللہ غفور رحیم ان
الذین کفروا بعد ایمانھم ثم
ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم
و اولٰئک ھم الضالون
ان الذین کفروا و ماتوا وھم
کفار فلن یقبل من احدھم
ملء الارض ذھبا و لو افتدیٰ بہ

کیونکر ہدایت کریگا اللہ اُس قوم کی
کہ کافر ہوگئے بعد اپنے ایمان کے اور
بتا چکے کہ رسول حق ہے اور پہنچ چکی اُنکو
بینات اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالموں کو
انہیں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ کی لعنت
اور ملائکہ اور آدمیوں کی سب کی سب رہینگے
اُسمیں نہ ہلکا کیا جاویگا اُن پر عذاب
اور نہ وہ مہلت پاوینگے مگر وہ جنہوں نے
توبہ کی بعد اس کے اور اصلاح کیا تو
اللہ غفور رحیم ہے جو کافر ہوگئے
بعد اپنے ایمان کے پھر زیادتی کیا
کفر کی ہرگز نہ قبول کی جاویگی ان کی
توبہ اور ضال ہیں جن لوگوں نے
کفر کیا اور مرگئے اور وہ کافر
ہیں تو ہرگز نہ قبول کیا جاویگا
اُن میں سے کسی سے زمین بھر کر سونا
اور اگر بدلا دیوین اپنا اُس کو اُنہیں کو

اولئک لھم عذاب الیم وما لھم من نصرین ٥ | عذاب الیم ہے اور نہین کوئی انکا مدد کرنے والا۔

پس ان آیات مین ظالم اُن کو کہا گیا ہے جو بعد اس شہادت کے کہ رسول حق ہے اور بینات پہنچنے کے اور ایمان لانے کے کافر ہوئے اور اُن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُن کو اللہ ہدایت نہ کریگا اور اُن کے اوپر سب کی لعنت رہے گی اور تخفیف عذاب کی نہ ہوگی نہ مہلت دیجاوے گی مگر اگر توبہ کرین اور اصلاح کرین تو اللہ غفور رحیم ہے یعنی مغفرت اور رحمت ہوگی۔ دوسرے ضال اُنکو کہا گیا ہے جنھون نے بعد اپنے ایمان کے کفر کیا اور پھر زیادتی کی اُنکی توبہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ہرگز مقبول نہ ہوگی یعنی جنھون نے اس قدر زیادہ کفر کیا کہ اعتبار اُن کے توبہ کا نہ رہا۔ تیسرے جو کافر مرین اور کفر کرین اُن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اگر زمین بھر بھی سونا اپنے بدلے دیوین تو ہرگز قبول نہ ہوگا اور اُن کو عذاب الیم ہے اور اُن کا کوئی مددگار نہین۔ پس ظالمین ضالین اور کفار تینون کے بابت تین حکم بیان ہین کہ ظالمین کی توبہ بشرط توبہ و اصلاح قبول ہو سکتی ہے اور ضالین کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور کافر جو مرین اُن کو عذاب الیم ہوگا اور کوئی بدلا اُن سے قبول نہ کیا جائیگا۔

سورہ توبہ مین ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا اباءکم | ۱۰ اے مومنو مت ٹھراؤ اپنے باپ دادون اور بھائیون کو

و اخوانکم اولیاء ان استحبوا کفراً علی الایمان ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظٰلمون — رفیق اگر وہ مستحب رکھیں کفر کو ایمان پر اور جو دوست رکھے انکو تم میں سے تو وہی ظالم ہیں۔

پس جو لوگ اُن لوگون کو جو کفر کو ایمان پر مستحب رکھتے ہیں انکو رفیق بناوین اُن کو بھی اللہ تعالے نے ظالم کہا ہے مومن سے کافر ہوجانا نہیں کہا لہذا مومن بھی ظالم ہوسکتے ہیں جنکو اللہ دوست نہیں رکھتا جیسے فسق کرنیوالے مومن کو پس کافر ظالم اور مومن ظالم دونون ہوتے ہیں اور اللہ کا غضب ولعنت گناہگار مومن پر بھی ہوتی ہے لیکن ضال مومنین میں نہین ہے اور اسی لئے سورہ فاتحہ مین غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہے۔ سورہ شوریٰ مین ہے۔

انہ لا یحب الظٰلمین — اللہ نہین دوست رکھتا ظالمین کو

اور دوسری آیت مین اللہ کی ظالمین پر لعنت ہے۔

قباحت اعتدا ولعنت ونافرمانی اعتدا پر اور منکر فعل کے نتائج مترتب کرنے سے

سورہ مایدہ مین ہے لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذالک بما عصوا وکانوا — لعنت کئے گئے کافر بنی اسرائیل مین سے زبان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کے بسبب اسکے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے

تعتدون کانوا لا یتناھون عن منکر — گذرتے تھے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے
فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ۝ — ناپسندیدہ فعل سے جو وہ کرتے تھے برا کرتے تھے

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اور عیسیٰ نے اُن لوگون پر لعنت کیا جو آپس مین منع نہ کرتے تھے ایک دوسرے کو ناپسندیدہ فعل سے جو وہ کرتے تھے دوسرے وہ حد سے گذرتے تھے تیسرے وہ نافرمانی کرتے تھے لہذا اول الذکر دو افعال کے وجہ سے بھی آدمی قابل لعنت ہو جاتا ہے۔ سورہ بقرہ مین ہے۔

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب — اور حد سے نہ گذرو اللہ دوست نہین رکھتا
المعتدین ۝ — حد سے گذرنیوالون کو۔

حد درجہ توسط و اعتدال کو کہتے ہین اُس سے کمی یا بیشی حد سے گذرنا ہے جس کو اللہ دوست نہین رکھتا پس اس سے بچنا چاہیئے۔

علو فی الارض کی مذمت اور اُس کی حد

سورہ یونس مین ہے ان — فرعون علو کرنیوالا تھا
فرعون لعال فی الارض وانہ — زمین مین اور وہ اسراف
لمن المسرفین ۝ — کرنے والون مین سے تھا۔

پس علو کی مذمت کے لئے یہ کافی ہے کہ خصایل و اعمال فرعونی مین سے وہ ہے اور فرعون وہ تھا جو بنی اسرائیل کے لڑکون کو قتل کرتا تھا اور اُن کی عورتون کو زندہ رکھتا تھا اور لوگون کو لڑا کر فساد

سے ساتھ حکومت کرتا تھا اور اپنے کو کہتا تھا کہ مین تم لوگون کا رب اعلیٰ
ہون ان سب باتون کی تصدیق اور فرعون سے تکبر کرنے کی تصدیق
قرآن مجید کی آیات سے ہے اور یہ سب داخل علو فی الارض ہین۔

فواحش و اثم و بغی کا مختلف المفہوم ہونا۔

سورہ اعراف مین ہے۔

قل انما حرم ربی الفواحش	تو کہدے کہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا ہے میرے
ما ظهر منها و ما بطن والاثم	رب نے فواحش کو جو کھلا ہین ہین اور جو باطن ہین اُسکا
والبغی بغیر الحق و ان تشرکوا	اور اثم اور بغی بغیر حق کو اور یہ کہ شریک کرو تم اللہ
باللہ ما لم ینزل بہ سلطاناً و ان	کیساتھ جس کیساتھ نہین اتری ہے صحیح دلیل
تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون	اور یہ کہ کہو اللہ پر وہ جو نہین جانتے

اللہ پر وہ کہنا جو نہین جانتے ہین سے ہے کہ یہ کہا جاوے کہ فلان حکم اللہ نے
دیا ہے فلانی ہدایت کی ہے بغیر صحیح علم کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا حکم دیا یا اُسکی
ہدایت کی ہو یا اللہ کی ذات و صفات وغیرہ کے بابت بغیر علم کے
کچھ منسوب کرکے کہا جاوے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
کہ فواحش ظاہری ہون یا اُن کا باطن اثم مین شامل نہین ہین بلکہ بروے
استعمال قرآنی اثم و فواحش کی دو جداگانہ اقسام ہین یعنی بغیر حق
اُس کو کہتے ہین کہ بغیر حق کے تجاوز حد سے کیا جاوے اور کسی پر
بڑھ جاوین و لجاوت کرین چونکہ اگر وہ زیادہ بڑھ جاوین تو فتنہ و فساد کے
درجے پر پہنچ جاتی ہے جو معمولاً وہ کم درجہ کی ہے لہذا مخصوصاً

اس آیت مین اُس کا ذکر ہے تاکہ کل اصناف ظلم و رذایل اُس آیت مین آجاوین غرضکہ وہ اصناف بھی مخصوصاً اس آیت مین بیان ہین جو اہم و قابل امتیاز ہین۔ پس بغاوت بھی حرام ہے بشرطیکہ حق کے ساتھہ نہ ہو۔

نتیجہ مردم آزاری و ظلم

بد اختر کس از مردم آزار نیست ❊ که روز مصیبت کسش یار نیست

اگر شادی خویش دران میدانی ❊ کاسوده دلی را بغمے بنشانی

درباتم عقل خویش منشین همه عمر ❊ میدان مصیبت که عجب نادانی

ببازوان توانا و قوت سر دست ❊ خطاست پنجهٔ مسکین ناتوان بشکست

هرآنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ❊ دماغ بیهوده پخت و خیال باطل بست

ظالمے را خفته دیدم نیم روز ❊ گفتم این فتنه است خوابش برده به

وانکه خوابش بهتر از بیداریست ❊ آن چنان بد زندگانی مرده به

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبه زن ❊ ساکن بتخانه باش و مردم آزاری مکن

مکن بد که بدبینی از یار نیک ❊ نه روید ز تخم بدی بار نیک

خرابی ز بیداد بیند جهان ❊ چو بستان خرم ز باد خزان

مکن جامهٔ زندگانی خراب ❊ بسیلاب فعل بد و ناصواب

مگر دشمن خاندان خودی ❊ که بر خاندانها پسندی بدی

مباش در پے آزار و هرچه خواهی کن ❊ که در شریعت ما غیر ازین گناهی نیست

بہ نیکی گرائے و مپیازار کس ‌ رہ رستگاری ہمین است و بس

ستمگار کا کوئی انظار و وفادار و یار نہین ہوتا اُس کا ظلم دوسرون کو
مکار و عیار بھی بناتا ہے یعنی ظلم جلی مظلوم کو کبھی ظالم خفی بنا دیتا ہے پس
باہمی کارزار اُن دونون کی یادگار رہتی ہے اور کبھی مکار کامگار ہوتا ہے
اور کبھی ظالم اُس کو بیکار کر دیتا ہے عموماً عیار ستمگار کو زیان کار کر دیتے ہین
اگر ظالم سے اُن کی جان بچے تو وہ آسنگے کرکے مکار سے ستم کیش کی
پیش نہین جاتی اور بیکار بہ نسبت ستمگار کبھی کبھی زیادہ نقصان رسان
و بدکار ثابت ہوتے ہین جب ظالم سمجھ لیتا ہے کہ اُس کا اثر ظلم کا نہین مانتے
تو دباؤ نہین ڈالتا اسیطرح مظلوم جب مجبور ہوجاتا ہے تو دباؤ چین اُٹھا
اور آخرکار اپنے ظالم دشمن کو پچھاڑ دیتا ہے اور بار بار کا ظلم اُسکو
اپنے کیفر کردار کو پہنچا دیتا ہے۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ سب سے بُرا وہ
شخص ہے کہ جسکی تعظیم ظلم کے وجہ سے کی جاوے۔ (بخاری) اور
فرمایا آنحضرتؐ نے تو اپنے ظالم بھائی کی حمایت کر اور مظلوم بھائی کی بھی
کہ ظالم کا ہاتھ پکڑے۔ (بخاری) اور بموجب فرمانے آنحضرتؐ کے سات
آدمیون مین سے جو اللہ کے سایہ مین اُس دن ہون گے جس دن
سوائے اُس کے کوئی سایہ نہین ایک امام عادل ہے بخاری و مسلم
مین روایت مذکور ہے۔ اور فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو رعیت کا حاکم ہو
اور اُسکی حفاظت و خیرخواہی نہ کرے اللہ اُس پر جنت کو حرام کرے گا
(بخاری و مسلم) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے علم سے کوئی علم اللہ کو پیارا

اور نفع بخش نہین اور اُس کے جہل سے بری و مضر کوئی شے نہین

فساد کی حقیقت اور اُسکی قباحت و مذمت و وعید

کسی اچھی حالت کا بری حالت کے ساتھہ تغیر چاہنا یا اُس کی اعانت یا بری حالت کے بحال و برقرار رکہنے کی کوشش یا اعانت کو افساد کہتے ہین برخلاف اُس کے کسی حالت کو بہتر حالت مین تبدیل کرنے کی کوشش یا اُسکی اعانت یا اچھی حالت کو برقرار و بحال رکہنے کی کوشش یا اعانت کو اصلاح کہتے ہین۔ عموماً فساد کی سبب اثم و گناہ کا ہوتا ہے اور صلاح و اصلاح سبب بر و تقوے کے ہوتے ہین اور اسی طرح فاحشہ یا تشیع فاحشہ کو اچھا سمجہنا سبب فواحش کا اور اُس کا ترک سبب تقوے کا ہوتا ہے۔ اسباب مرض کا انسداد مرض کے زایل کرنے کے لئے مقدم و فرض ہے اور بغیر اُس کے مرض کا ازالہ کما حقہ نہین ہو سکتا ہے لہذا فساد و تشیع فاحشہ کا انسداد اثم و فواحش کے اصلاح و ازالہ کے لئے ضروری اور اہم ہے اور قران حکیم مین اُن کے اصلاح کی تدبیر بھی ہے۔ اصلاح کا مقصد اصلی و اخیر وصل و ملانا و جوڑنا اور فساد کا اصلی و آخر مقصد فصل لڑانا و توڑنا ہوتا ہے۔ صلاح و اصلاح سے اصلی و اخیر غرض آبادی و خوشحالی و مودت و فساد کا نتیجہ بربادی و بدحالی و تکلیف و مصیبت و بغض و عداوت ہے اور آیت ان الارض یرثہا عبادی الصالحون اور اُس کے مثل کی آیتون

اسی طرف اشارہ وہدایت ہے۔ ایک فساد دوسرا فساد پیدا کرتا ہے
اور ایک فساد سے بہت سے بکھیڑے اور گناہ اُٹھ کھڑے ہوتے
ہین۔ سورہ یونس مین ہے۔

ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین — اللہ صلاح نہین کرتا مفسدون کے عمل کی

اور واقعہ بھی ہے کہ جب ایک فساد دوسرے فساد کا مورث وسبب
ہوتا ہے تو مفسد کے عمل کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے جبتک کہ فساد
کو نہ چھوڑے اور صلاح اختیار کرکے توبہ نہ کرے۔ مفسد کی حالت
متغیر ہوتی جاتی ہے اور بُری حالت کیطرف ترقی کرتا جاتا ہے۔
اثم وفاحشہ خود مستقل عمل ہین۔ پس اگر اثم یا فاحشہ واقع ہوجاوے
تو اُس کو فساد کرنا یا فاحشہ کا دوست رکھنا نہین کہنا چاہیئے جو کوشش
یا اعانت اثم یا فاحشہ کے واقع ہونے کے لئے کی جاوے اگرچہ
وہ بھی ایک قسم کا عمل ہے لیکن اُس کی نوعیت اور اثم وفاحشہ کی
نوعیت مختلف ہے جس کو فساد کہتے ہین کیونکہ فساد اسباب امراض
مین سے ہے اور اثم وفاحشہ خود مستقل بیماریان ہین اسی لئے قرآن مجید
مین اُنہین سے ہر ایک کے نتایج وعواقب وعذاب وثواب مواخذہ جدا
مختلف ومتفاوت درجات بیان ہوئے ہین۔ پس صالح ہونے کے
دو معنی ہین ایک یہ کہ خود اپنے نفس کی ایسی اصلاح ہو کہ فساد نہ
کرے دوسرے خود اپنے نفس کی ایسی اصلاح ہو کہ اثم وعدوان نہ
واقع ہون اور اُن کی معاونت نہ ہو اور بر وتقوے پر عمل اور اُن کی

معاونت ہو۔ مصلح ہونا یعنی مصلح بین الناس وبین اخویہ ہونا فضایل اعمال مین سے ہے اور وہ ایسی اصلاح ہے جو فساد کی بھی اصلاح ہے عمل صالح نہ کرنا اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ مطلقاً عمل ہی نہ کیا جاوے وترک عمل سبب غیر صالحیت کا ہو اور اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے عمل ہی کی کوشش وسعی واعانت ہو جو غیر صالح ہو اور اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ غیر صالح عمل کیا جاوے اور عمل عبث ولغو بھی ہوسکتا ہے۔

قران مجید مین فساد کا اطلاق مسلمان اور کافر دونون کے افعال وکوشش پر ہوا ہے ناپ وتول مین کم کرنا فساد سمجھا گیا ہے ناپ وتول مین کم تولنا ایک مستقل گناہ ہے لیکن بحیثیت اس کے کہ اُسکے سبب سے طوالت ہوتی ہے اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے جو ایسے امور کیطرف منجر ہوتے ہین جو مستقل گناہ ہین اُن کو فساد مین بھی شامل کیا ہے پس اس باریک فرق کو جو استعمال الفاظ قرانی مین ہے خیال رکھنا چاہیے برخلاف مصلحین کے مفسدین تنازعہ ڈالنا اور خرابی پھیلانا چاہتے ہین تاکہ مالون اور جانون اور کھیتی اور مویشی وکل مخلوقات کا جن کو نقصان پہونچ سکتا ہے نقصان ہو۔ کوئی آدمی ایسا ہے کہ ایسے افعال کرتا ہے کہ کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہونچے کوئی کسی کے مال پر ظلم یا فریب کے ذریعہ سے باطل طور پر بغیر اُس کی رضامندی کے قبضہ کرلیتا ہے اور مزدور کے کام کی اجرت کم دیتا یا بالکل ہی نہین دیتا۔ کوئی دوسرون کے لڑانے کی

فکر مین رہتا ہے کوئی پہلے کسی کو مزدوری سے زیادہ اُجرت دیتا ہے
بعد مین اُس کو دوسرون کے نقصان پہونچانے کے کام مین لاتا ہے
اور پھر مزدوری مذکور کو پھیرنا چاہتا ہے اس دلیل سے کہ پہلے وہ
زیادہ دے چکا ہے غرضکہ اسیطرح سے ایک کو دوسرے سے لڑاتا
اور نقصان کراتا اور خود بھی لڑتا پھرتا اور نقصان پہونچانے کی کوشش
کیا کرتا ہے اور مختلف و متعدد طریق لوگون کے لڑانے اور پریشان کرنے
مین استعمال کرتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ مرض فساد متعدی ہوتا ہے اور ایک فساد بہت سے
فسادون کا مورث ہوتا ہے اور ایک فساد کرنے والے سے بہت سے
فساد کرنے والے پیدا ہوتے ہین۔ پس مفسد اُس صلاحیت کو
بگاڑنے والا ہوتا ہے جو صالحین اور مصلحین مین ہوتی ہے اور
بدی اور ظلم و حق تلفی و تلف جمعیت و ہلاک کرنے حرث و نسل وغیرہ کا
سبب ہوتا ہے اور صالحین و مصلحین کا ضد ہوتا ہے اور نتیجہ
بھی دنیا اور آخرت مین اُن کے برعکس پاتا ہے اور بنی اسرائیل مین فساد کے
بابت یہ حکم تھا جیسا کہ سورہ مایدہ مین ہے۔

ومن اجل ذٰلک کتبنا علےٰ	اور اسی لئے ہمنے لکھدیا تھا بنی اسرائیل
بنی اسرائیل انہ من قتل	یہ کہ جس نے قتل کیا نفس کو
نفساً بغیر نفس او فساد فی	بغیر نفس کے یا فساد کیا ملک مین
الارض فکانما قتل الناس جمیعاً	تو گویا اُس نے قتل کیا تمام آدمیون کو

ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا

اور جس نے جلایا اسکو تو گویا اس نے جلایا تمام آدمیون کو

سورہ اعراف مین ہے قال الملاء من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومه لیفسدوا فی الارض ویذرك والهتك

ایک سردار بنے قوم فرعون مین سے کہا کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اسکی قوم کو کہ فساد کرین ملک مین اور چھوڑ دیوین تجھکو اور تیرے معبودون کو

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون کی قوم حضرت موسیٰ کی قوم کو مفسد کہتی تھی باینوجہ کہ حضرت موسیٰ تبدیل حالت کرنا یعنی فرعون اور اُس کی قوم کو چھوڑنا چاہتے تھے۔ سورہ مومن مین ہے۔

قال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربه انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظهر فی الارض الفساد

کہا فرعون نے مجھکو چھوڑ دو قتل کرنیکو موسیٰ کے تاکہ بلاوے وہ اپنے رب کو مین ڈرتا ہون اس سے کہ بدل دے تمہارے دین کو یا پھیلاوے ملک مین فساد۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون جانتا تہا کہ حضرت موسیٰ اُسکے دین کو بدلوانا چاہتے ہین اور بصورت دین کے نہ بدلنے کے فساد پھیلانا یعنی اصلاح کی کوشش کرنا چاہتے ہین پس فرعون نے یہ کہا کہ اگر موسیٰ قتل نہون گے تو یا دین بدل دینگے یا اصلاح کی کوشش جاری رکھینگے جس کو وہ فساد کہتا تھا کیونکہ تغیر حالت حضرت موسیٰ کی کوششون کا لازمی نتیجہ تہا حالانکہ فرعون کی کوشش

اور اُسکا عمل خود ہی فساد تھا جیسا کہ خدا تعالی نے اُسکو انه کان من
المفسدین اس آیت مین فرمایا سورہ قصص مین ہے۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل	فرعون نے بڑا سر اُٹھایا ملک مین اور اُس ملک کے رہنے والونکو
اهلها شیعا یستضعف طائفة	فریق فریق کر دیا اُنمین سے ایک فریق کو کمزور کرنا چاہتا تھا
منهم یذبح ابناءهم ویستحی	ذبح کرتا تھا اُنکے لڑکونکو اور اُنکی عورتونکو بے عصمتی کیلیے
نساءهم انه کان من المفسدین	چھوڑ دیتا تھا بیشک وہ مفسدین مین سے تھا۔

فرعون کی کوشش مذکور کو جسمین یہ بھی تھی کہ باشندون کو لڑا کر مختلف
فریق فریق کرکے اور کمزور کرکے حکومت کرتا فساد قرار دیا گیا اور فرعون کو
مفسد کہا گیا پس جو قوم یا جو بادشاہ فرعون جیسی حکومت کرے وہ مفسد ہے
نہ کہ مصلح۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر مفسد یا مصلح اپنے مخالف کو مصلح یا مفسد کہتا ہی
لیکن واقعات ہی فیصلہ کرتے ہین کہ کس کی کوشش اصلاح
کے لئے ہے اور کس کی کوشش افساد کے لئے۔ لہذا خیال
کرنا چاہیئے کہ کس عمل سے فساد پیدا ہوتا ہے اور کس عمل سے اصلاح
و نیکی اور قرآن شریف مین کس عمل کو فساد کہا گیا ہے۔

مال کا جمع رکہنا اور مستحقون کو نہ دینا اور بخل کرنا اور احسان نہ
کرنا بھی بری حالت کو بحال و برقرار رکھنے کی کوشش ہے
لہذا وہ بھی تلاش فساد فی الارض ہے۔

سورہ قصص مین ہے واحسن	اور نیکی کر جیسا نیکی کی اللہ نے
کما احسن الله الیک ولا تبغ	تیرے ساتھہ اور تلاش نہ کر

الفساد فی الارض ان اللہ   فساد کو ملک مین بیشک اللہ اچہا
لا یحب المفسدین   نہین سمجہتا فساد کرنے والون کو۔

اسراف بہی فساد ہے۔ سورہ شعرا مین ہے۔

و لا تطیعوا امر المسرفین   اور مسرفین کی اطاعت
الذین یفسدون فی الارض   نہ کرو وہ ملک مین فساد کرتے
و لا یصلحون ہ   ہین اور اصلاح نہین کرتے۔

کہیتی کو برباد اور نسل کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنا یعنے ایسی کوشش جس کا نتیجہ درختون اور کہیتون کی بربادی اور جانورون اور انسانون کی ہلاکت ہو فساد ہے۔

سورہ بقر مین ہے و اذا تولی   اور جب منہ پہیرتے ہین دوڑتے
سعے فی الارض لیفسد فیہا   ہین ملک مین فساد کرنیکو تاکہ ہلاک
و یہلک الحرث و النسل   ہوجاوین کہیتیان اور نسل اور
و اللہ لا یحب الفساد   اللہ دوست نہین رکہتا فساد کو۔

پس اس آیت کے رو سے جس کوشش کا نتیجہ بربادی مذکور بغیر معقول و شرعی وجہ کے ہو وہ کوشش فساد ہے جس کو خدا تعالے نے وصل کرنے کا حکم دیا ہو اُس کے قطع کی کوشش بہی فساد فی الارض ہے اور اُس کا نتیجہ ٹوٹنا ہے۔ عزیزون اور قرابت مندون سے ناحق قطع کرنے کی کوشش اور مسلمانون مین باہم اصلاح نہ کرنے کی کوشش

فساد ہے۔ سورہ محمدؐ مین ہے۔

فهل عسيتم ان توليتم	کیا تم سے عجب ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ
ان تفسدوا في الارض	تو ملک مین فساد کرنے اور ارحام کو
وتقطعوا ارحامكم اولئك	قطع کرنے لگو۔ وہی ہین جن پر خدا نے
الذين لعنهم الله واصمهم	لعنت کی اور اُن کو بہرہ اور اندھا
واعمى ابصارهم ۵	کردیا ہے اُنکی آنکھون کو۔
سورہ بقر مین ہے۔ ويقطعون	اور قطع کرتے ہین اُسکو
ما امر الله به ان يوصل	جس کے نسبت اللہ نے حکم دیا
ويفسدون في الارض اولئك	کہ ملایا جاوے اور فساد کرتے ہین
هم الخسرون ۵	ملک مین وہی ہین ٹوٹے والے۔

سواے اللہ تعالی کے اور کسی کو معبود جاننا اور اللہ کو عزیز الحکیم نہ جاننا اور اُس سے منھ پھیرنا فساد ہے کیونکہ وصل واصلاح کے وہ اصلی وحقیقی ذریعہ ہین۔

سورہ آل عمران مین ہے وما	اور کوئی معبود سواے اللہ کے
من اله الا الله وان الله	نہین اور بیشک اللہ وہی
هو العزيز الحكيم وان	عزیز حکیم ہے پھر اگر منھ
تولوا فان الله عليم	پھیرلین تو اللہ جاننے والا
بالمفسدين ۵	ہے مفسدین کا۔

کفر کرنا اور اللہ کے سبیل سے روکنا بھی فساد ہے جس سے

عذاب پر عذاب ہوتا ہے۔

سورہ نحل مین ہے الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ زدنٰھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون ۵

جو کفر کرتے ہین اور روکتے ہین اللہ کی راہ سے زیادہ کیا ہے ہم نے اُن پر عذاب پر عذاب بسبب اُن کے فساد کے۔

چور ہونا اور اُن کا کسی ملک مین داخل ہونا فساد کرنا اور فساد کے لئے داخل ہونا ہے۔

سورہ یوسف مین ہے تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض و ما کنا سارقین

خدا کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ ہم ملک مین فساد کرنے کیلئے نہین آئے اور نہ ہم چور ہین۔

ناپ و تول مین گھٹانے کی کوشش کرنا اور لوگون کی چیزون مین نقصان چاہنا فساد کا سبب ہے اور مال کے بابت فساد کرنا ہے۔ سورہ ہود مین ہے

یٰقوم اوفوا المکیال و المیزان بالقسط و لا تبخسوا الناس اشیاءھم و لا تعثوا فی الارض مفسدین ۵

اے قوم پورا کرو ناپ و تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ نقصان پہونچاؤ لوگون کو اُن کی اشیاء مین اور نہ اُٹھاؤ ملک مین فساد۔

سورہ اعراف مین ہے فاوفوا

سو پورا تولو پیمانے

الکیل و المیزان ولا تبخسوا	اور ترازو کو اور نقصان نہ
الناس اشیاءھم ولا	پہونچاؤ لوگون کو اُنکی اشیا ہین
تفسدوا فی الارض بعد	اور فساد نہ کرو ملک مین اُسکی
اصلاحہا	اصلاح کے بعد۔

بادشاہون کا کسی قریہ مین داخل ہو کر اُس کے عزت والونکا کو ناحق ذلیل کرنا فساد ہے۔

سورہ نحل مین ہے۔ قالت	اُوس عورت نے کہا کہ جب
ان الملوک اذا دخلوا قریۃ	ملوک داخل ہوتے ہین کسی
افسدوھا وجعلوا اعزۃ	بستی مین اُس کو بگاڑ دیتے
اھلہا اذلۃ	ہین اور اُسکے عزت والونکو ذلیل کرتے ہین

دہوکا دینا خواہ مومنون کو ہو خواہ کسیکو اور جب ایک سے ملنا تو کہنا کہ ہم تمہارے طرف ہین اور جب اپنے ساتھیون سے ملنا تو کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ہم استہزا کرتے تھے۔ یہ بھی فساد کا سبب ہے۔

سورہ بقر مین ہے یخدعون	دہوکا دیتے ہین اللہ و ایمان والونکو
اللہ و الذین امنوا و ما	اور نہین دہوکا دیتے ہین
یخدعون الا انفسھم و	مگر اپنے کو اور نہین سمجھتے
ما یشعرون فی قلوبھم	اُن کے دلون مین مرض ہے
مرض فزادھم اللہ مرضا	سو زیادہ کیا اللہ نے اُنکے مرض کو

و لهم عذاب اليم بما كانوا	اور اُن کے لئے عذاب الیم ہے
يكذبون و اذا قيل لهم	بسبب جھوٹ کے اور جب اُنکو کہا جاتا ہے
لا تفسدوا في الارض قالوا	کہ نہ فساد کرو ملک میں کہتے ہیں
انما نحن مصلحون الا انهم	کہ ہم ہی تو مصلح ہیں جان لو کہ وہی
هم المفسدون و لكن	مفسد ہیں اور لیکن نہیں سمجھتے
لا يشعرون و اذا لقوا الذين	اور جب ملتے ہیں ایمان والوں
امنوا قالوا امنا و اذا خلوا	سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب
الى شياطينهم قالوا انا معكم	تنہا ہوتے ہیں اپنے شیاطین میں کہتے ہیں
انما نحن مستهزءون ۵	ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ٹھٹھا کرتے تھے۔

تاکہ بندی کرنا اور چھیکر ڈاکہ مارنا بھی فساد ہے۔

سورہ نمل میں ہے۔ و كان	اور شہر میں نو اشخاص
في المدينة تسعة رهط	مفسد فی الارض تھے وہ
يفسدون في الارض و	اصلاح نہیں کرتے تھے
لا يصلحون قالوا تقاسموا	کہنے لگے کہ باہم قسم کھاؤ
بالله لنبيتنه و اهله ثم	اللہ کی کہ رات کو پڑینگے ہم اُن پر اور
لنقولن لوليه ما شهدنا	اُنکے اہل پر پھر ہم اُن کے ولی سے کہینگے
مهلك اهله و انا لصدقون	کہ وہ گواہی دیں کہ اُنکی حاضر ہیں اُنکے اہل نہیں
و مكروا مكرا ہ	ہلاک ہوئی اور ہم صادق ہیں اور مکر کیا اُنہوں نے ایک مکر۔

مفسدین کا درجہ ایمان والوں اور عمل صالح کرنیوالوں سے

درجہ کے موافق نہین ہوسکتا جیسا کہ متقین کا درجہ مثل فجار کے نہین ہوسکتا یعنے مفسدین کے حالت کی اور فجار کے حالت کی اصلاح نہین ہوسکتی اور بدتر ہوتی جاتی ہے جب تک کہ وہ فجور اور فساد سے باز نہ آوین برخلاف اس کے مومنین اور عمل صالح کرنے والون اور متقین کی حالت بہتر ہوتی جاتی اور بہترین طور پر ترقی کرتی جاتی ہے۔

سورہ ص مین ہے ام نجعل	کیا ہم کرینگے ایمان والون
الذین امنوا وعملوا الصلحت	اور عمل صالح کرنیوالون کو
کالمفسدین فی الارض	مثل مفسدین فی الارض کے کیا
ام نجعل المتقین کالفجار	ہم کرینگے متقین کو مثل فجار کے۔
سورہ رعد مین ہے والذین	اور جو توڑتے ہین
ینقضون عہد اللہ	اللہ کا عہد بعد اپنے
من بعد میثاقہ و	معاہدہ کے اور کاٹتے
یقطعون ما امر اللہ بہ ان	ہین اس کو جس کو اللہ نے حکم دیا
یوصل ویفسدون	کہ ملایا جاوے اور فساد کرتے ہین
فی الارض اولئک لھم	زمین مین انھین کو ہے لعنت
اللعنۃ ولھم سوء الدار	اور انہین کو برا گھر ہے۔

پس یہ وعید فساد و قطع کے بابت ہے اور اسکے مقابلہ مین گویا اصلاح وصبر کرتا ہے لہذا افساد سے بچنا چاہیئے۔

خلافۃ الاوفق یا انتخاب طبیعی یا بقائے اصلح وبہتر عمل صالح کرنا اور برے عمل واکبر وبدگناہ جو معاشرت وتعامل مین ہوتے ہین

جہد للبقا مین بعضون کو زیادہ کامیابی ہوتی ہے اور بعض کو کم جو اپنے تغیرات باطنیہ کو خارج کے تغیرات سے زیادہ مناسب کر لیتے ہین وہ زندہ رہنے مین کامیاب ہوتے ہین اور جو ماحول سے مناسبت پیدا کرتے مین کامیاب نہین ہوتے وہ حرف غلط کیطرح صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہین - جو لوگ اپنے اندرونی تغیرات مین ایسی اصلاح کر سکتے ہین کہ وہ خارجی تغیرات کے مناسب ہو جاوین صرف وہی جیتے ہین اور جو اصلاح نہین کر سکتے وہ مر جاتے ہین اصلاح کر کے زندہ رہنے کے واقعہ کو اسپنسر نے خلافۃ الاوفق اور ڈاروِن نے انتخاب طبیعی کہا ہے - خلافۃ الاوفق کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ اپنے ماحول کے سب سے زیادہ موافق ہوتے ہین وہی زندہ رہتے ہین اور خلیفہ یا قائمقام ہوتے ہین اُن کے جو ناموافق ہونے سے فنا ہو گئے انتخاب طبیعی کے یہ معنی ہین کہ قدرت اُن فردون اور نوعون کو چُن چُنکر زندہ رکھتی ہے جو اپنے ماحول سے مناسب ہین اور جو مناسب نہین ہوتے اُنکو ہلاک کر دیتی ہے اور بروے بیان قرآنی عباد صالح وارث وخلیفہ فی الارض ہوتے ہین - لہذا غور کرو کہ کہان آنحضرت صلعم کا اپنے زمانے مین یہ اعلان اور کہان ڈاروِن واسپنسر کا بیان اپنے زمانے مین اتنے دنون بعد - صالح ہونے کے لئے ہر فرد جماعت کو وہ دنیاوی نیکیان حاصل کرنی

لازم ہین جو جلسی حالت مین اچھی وکار آمد زندگی کے لئے ضروری ہین - لہذا
جو افعال اپنے نوعیت مین عموماً و نسبتاً دیگر افعال سے بدتر ہین اور اُنکے
نہایت بُرے واہم ہونے کی وجہ سے اللہ نے انکی نسبت وعید شدید
فرمائی ہے اور سزاے دنیاوی انمین سے بعض کی مقرر فرمادی ہے اور
بعض کے سب سے بدتر ہونے کو اور اُن کے عذاب کو ظاہر کردیا ہے -
ہم ان کو تفصیلاً اب ہم معہ آیات کے لکھتے ہین - یہ خیال ہونا چاہیے کہ جن
بُرائیون کی سزاے دنیاوی مقرر کردیگئی ہین انکی اہمیت ایسی ہی تھی
کہ بغیر سزا کے اُن کا انسداد عموماً نہین ہوسکتا اور نہ عبرت بدون اُس کے
زمانے کے لوگون کو ہوسکتی ہے اور سزائین اختیار مین مومنین کے ہین
کہ جیسی و جسقدر چاہین دیوین لیکن انمین سے بعض سزاؤن کی تعداد
مقرر ہے اسی لئے آلہ سزا وغیرہ کی تفصیل نہین تاکہ جیسا وقت ضرورت کے
مقتضا کے موافق ہو عمل کیا جاوے اور کم سے کم یہ کہ سزاے مقررہ
ضرور دیجاوے یا وعید مقررہ سے ضرور آگاہ کیا جاوے تاکہ انسداد کما حقہٗ

تمام گناہون سے بدتر کافرون کا قتل مع القتل و الظلم ہے اور

تمام ثوابون مین سے بہتر ایمان عمل صالح کیساتھ ہے۔

تمام اُن اعمال مین سے جن کا بہترین ثواب ہے وہ اعمال ہین جن کا
بیان ذیل کی آیات مین ہے - سورہ نساء مین ہے والذین امنوا وعملوا
الصلحت سندخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا ابدا وعدا علیہ حقا

ومن اصدق من اللہ قیلا اور سورہ توبہ مین اور تفصیل سے ہے الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خلدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم ہ اور جو لوگ اعمال مذکورہ کے مصداق صحیح ہوئے ہین اور جنہون نے اپنے اعمال سے ثابت کردیا ہے اور سچے ثابت ہوئے ہین وہ وہ لوگ ہین جنکا ذکر سورہ توبہ مین اس طرح ہے۔ والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم ہ برخلاف اُن بزرگون کے وہ لوگ ہین جن کا ذکر سورہ نساء کی اس آیت مین ہے۔

ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم	جن لوگون نے کفر اور ظلم کیا اللہ کیلئے نہین ہے
ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم	کہ اُنکی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ اُنکی ہدایت کرے کسی طریق
خلدین فیھا ابدا وکان ذلک علی	کی مگر طریق جہنم کی رہینگے وہ اسمین ہمیشہ ہمیشہ
اللہ یسیرا ہ	اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

یہ وہ کافر یعنی اللہ پر ایمان نہ لانے والے ظالم لوگ ہین جو فتنہ مع القتل کرتے ہین پس وہ از روے اثم بدترین اعمال کے لوگ ہین اور از روے عذاب کے جن کو سخت ترین وابدی عذاب ہوگا اُنکی مغفرت نہ ہوگی اور وہ ابدی جہنمی ہون گے۔ یہی وجہ ہے کہ فتنہ کو اشد و اکبر قتل سے قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ بقر مین ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم
اور لڑو اُن سے اللہ کی راہ مین جو تم سے لڑتے ہین اور

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین
حد سے نہ گذرو اللہ نہین دوست رکھتا حد سے گذرنیوالون کو

واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم
اور مارو اُنکو جہان پاؤ اُنکو اور نکالو اُنکو جیسا کہ تم کو نکالا ہے

من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد
اور فتنہ زیادہ سخت ہے

من القتل ۔۔۔۔۔ وقاتلوھم
قتل سے ۔۔۔۔ لڑو اُن سے

حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ
یہان تک کہ نہ رہ جاوے فتنہ اور ہو حکم اللہ کا

فان انتھوا فلا عدوان الا علی
سو اگر وہ باز آوین تو نہین عدوان

الظلمین ۵
مگر ظالمین پر۔

اور سورہ بقر مین ہے والمسجد الحرام
اور مسجد حرام اور اُس کے رہنے والون

واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ و
کو نکالنا بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک

الفتنۃ اکبر من القتل ۔
اور فتنہ بہت بڑا ہے قتل سے ۔

پس جو فتنہ مع القتل ہو وہ اور بھی اشد و اکبر ہوگا لہذا فتنہ کرنے والون کے عمل اعتدا و ظلم اور قتل کرنا اور مکان و دیار سے نکالنا اور ملک مین فساد پھیلانا اور اللہ و رسول سے لڑنا اور مسجد حرام سے اُس کے اہل کو نکالنا اور اس قسم کے بدترین اعمال ہین ۔ سورہ انفال مین ہے ۔

قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم
تو کہدے کافرون کو اگر باز آوین بخشیگا تم کو

ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت
اللہ جو گذر چکا اور اگر پھر کروگے تو بیشک

سنت الاولین وقاتلوھم حتی لا تکون
گذر چکی ہے روش پہلون کی اور لڑو اُن سے

فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان
یہانتک کہ نہ رہ جاوے فتنہ اور ہو جاوے حکومت سب اللہ کی

انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر ٥ — سو اگر باز آوین تو اللہ جو وہ کرتے ہین اُن پر بصیر ہے۔

دین کلہ للہ سے مراد یہ ہے کہ حکم مسلمانون کے آمیر کا نافذ ہوجاوے یعنی اُسی کے حکم پر کل فیصلے ہونے لگین نہ کہ دوسری قوم یا دوسرے کسی کے حکم سے۔ للہ کا مفہوم ہمنے حکم امیر مسلمانان لیا ہے کیونکہ اللہ کے حکم سے یہی غرض ہوسکتی ہے کہ کلام اللہ کے مطابق حکم ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ بغیر کسی آمیر کے ایسا حکم نافذ نہین ہوسکتا کیونکہ اللہ براہ راست حکم کسی معاملہ کے فیصل کرنے مین نہین دیتا بلکہ وہ چونکہ ولی مومنین کا ہے لہذا اُس کے نام سے کل کام اسلام و مومنین کا انجام پاتا ہے۔ دین کے معنی ایسے حکم کے اس آیت مین ہوئے جو کسی معاملہ قومی یا بین الاقوامی مین دو آدمیون کے درمیان انصاف کے ساتھہ دیا جاوے اور ذیل کی آیات سے اس کے اور اسی قسم کی آیات کے یہی معنی لینے کی تائید ہوتی ہے۔ سورہ فاتحہ مین ہے

مالک یوم الدین ٥ — یعنی مالک اُسدن کا جسدن فیصلہ انصاف کیساتھہ ہوگا یا حکم ہوگا

پس حکم کے معنی یہان بھی ہین لیکن یوم کی وجہ اور یوم الدین کے لفظ کے کہنے سے قیامت کا دن مراد ہوتا ہے۔ سورہ تطفیف مین ہے

ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین پس اس سے وہی مراد ہوتی ہے۔ سورہ انفطار مین ہے۔ ثم ما ادرلک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للہ پس والامر یومئذ للہ سے صاف

ظاہر ہے کہ دین کے معنی حکم کے ہین۔ سورہ زمر مین ہے قل انی امرت
ان اعبد اللہ مخلصین لہ الدین ۵ پس اللہ کی عبادت خالص اسکی
حکومت مان کر کرنے کا حکم ہے لہذا دین و دنیا دونون مین حکومت
اللہ سے مراد اس آیت مین ہے۔ پس دین کلہ سے بلا کل و غش
حکومت اور حکم کرنے کا اختیار ملکیت اسلامیون کی ہوجانے کی مراد ہے
لہذا فتنہ کرنے والون کے لئے سزائے دنیاوی یہ ہے کہ ان سے یہانتک
لڑا جاوے کہ حکومت اور حق کا ملک مومنین کا ہوجاوے۔ سورہ بروج
مین ہے ان الذین فتنوا | جو فتنہ مین ڈالتے ہین مومنین اور مومنات کو
المومنین والمومنٰت ثم لم یتوبوا | پھر توبہ نہین کرتے سو ان کو عذاب
فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق | جہنم کا سو کش دینے والا ہے۔
پس مومنین و مومنات کو جو فتنہ مین ڈالتے ہین پھر توبہ نہین کرتے انکی
سزائیان ہوئی ہے۔ فتنہ کے معنون مین لغت مین لکھا ہے۔
واصلھا من فتن الذھب علی النار | اصل اسکا سونے کا آگ مین ڈالا جانا ہے اس غرض کیلئے
لاستخلاصہ من الغش۔ | تاکہ غش الگ ہوجاوے یعنی کھوٹ و میل سے صاف ہوجاوے
فتنہ اور فتن کے الفاظ قرآن مجید مین اُن اذیتون کے متعلق ہی استعمال
ہوئے ہین جو کفار کیطرف سے مومنین کو پہونچی تھین جیسا کہ ان الذین
فتنوا المومنین والمومنات الآیہ اور آیت اخرجوھم من حیث اخرجوکم الآیہ
سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ کا قول صحیح بخاری مین ہے کان الاسلام قلیلا
فکان الرجل یفتن فی دینہ اما قتلوہ واما یعذبوہ حتی کثر الاسلام فلم یکن فتنۃ

اور صحیح بخاری مین ہے اتاہ رجلان فی فتنة ابن الزبیر فقالا ان الناس
صنعوا وانت ابن عمر صاحب النبی صلے اللہ علیہ وسلم وجما یمنعک ان
یخرج فقال یمنعنی ان اللہ حرم دم اخی فقال الم تقل اللہ فقاتلوھم حتی لا تکون
فتنة فقال قاتلنا حتی لم یکن فتنة وکان الدین للہ وانتم یریدون ان تقاتلوا
حتی یکون فتنة ویکون الدین لغیر اللہ۔ کفار دین کے مٹانے کیلئے گھر بار
سے نکالتے تھے اور دین کے لئے یا قتل کرتے تھے یا عذاب دیتے تھے
جب اسلام مین کثرت ہوگئی اسلام قوی ہوگیا فتنہ مذکور مٹ گیا
جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ قاتلنا حتی لم یکن فتنة وکان الدین للہ
ہم یہان تک لڑے کہ فتنہ نہ رہ گیا اور دین اللہ کا ہوگیا یعنی قوت
مومنین کو ہوگئی اور حکم و انصاف اللہ کا قایم ہوگیا پھر کفار دین کے لئے
بے انصافی نہین کرسکتے تھے نہ گھر بار سے نکال سکتے تھے نہ عذاب
دیسکتے تھے اور نہ قتل کرسکتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے قول سے یہ
بھی ثابت ہوتا ہے کہ تم اس لئے لڑائی کرتے ہو کہ فتنہ ہوجاوے اور
دین غیر اللہ کے لئے ہوجاوے اور جو لوگ غیر دین اللہ کے پیرو
ہین اُن کو قوت ہوجاوے اور وہ پھر دین کے لئے مومنین کو عذاب
دینے لگین و قتل کرنے لگین اور گھر بار سے نکالنے لگین۔ پس فتنہ
کے مٹانے کے لئے بھی لڑائی ہوتی ہے اور اُس کے قایم کرنیکے
لئے بھی ہوتی ہے مسلمان بھی فتنہ مین ڈال سکتے ہین اور کفار بھی
مسلمانون کو فتنہ مین ڈال سکتے ہین کفا بھی جانچ کرسکتے ہین اور مسلمان بھی

وہ جس کو سونا سمجھتے ہین اُس کو غش سے جدا کرنا چاہتے ہین - اور
مسلمان بہی جسکو سمجھتے ہین اُس کو جدا کرنا چاہتے ہین- لہذا فتنہ گہر بار و مال
سے بغیر حق کے نکالنے اور اذیت دینے کو بہی کہتے ہین اور اگر کافر مسلمانکو
دین کے لئے گہر بار سے نکالین و مال سے جدا کرین تو اُس کو بہی کہتے
ہین جو فتنہ کی بدترین صورت ہے اور فتنہ مٹانے کے لئے جنگ کرنا
ضروری ہے لیکن اگر کافر گہر و مال سے نکالین اور قتل بہی کرین تو فتنہ
نہ ہوگا بلکہ کافرون کا ظلم فتنہ و قتل سے ہوگا جو فتنہ محض سے بہی اشد و اکبر ہے -
کیونکہ فتنہ کو اشد و اکبر قتل سے قران مین کہا گیا ہے لیکن جب اُس کے
ساتہہ قتل بہی ہو تو اور اشد و اکبر ہوگا- سورہ مایدہ مین ہے -

انما جزآؤا الذين يحاربون الله و
رسوله ويسعون في الارض فسادا
ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم
وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض
ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الاخرة
عذاب عظيم الا الذين تابوا من قبل
ان تقدروا عليهم فاعلموا ان الله
غفور الرحيم ٥

سوائے اسکے نہین کہ سزا اُن لوگونکی جو لڑتے اللہ
اور اُسکے رسول سے اور دوڑتے ہین زمین مین فساد کرنیکو
یہ ہے کہ اُنکو قتل کیا جاوے یا سولی پر چڑہایا جاوے
یا کٹے جاوین اُنکے ہاتہہ پاؤن مخالف طرف سے یا دور کردیے
جاوین ملک سے یہ اُن کیلیے رسوائی ہے دنیا مین اور
اُنکو آخرت مین عذاب بڑا ہے مگر وہ جنہون نے توبہ کرلیا
قبل اسکے کہ قدرت پاؤ تم اُن پر تو جان لو کہ اللہ
غفور رحیم ہے -

ان آیات مین سزا اُن لوگون کی مذکور ہے جو اللہ اور رسول سے
لڑتے ہون یعنی کافرین یا مشرکین کی جنسے لڑائی مابین مسلمانان ہوتی ہو

اور جو فتنہ کرتے ہون اور اُن لوگون کے جو ملک مین فساد کرتے ہون یعنی حرث و نسل کو خراب کرتے ہون اور قطاع الطریقی کرتے ہون اور چوری کا پیشہ رکھتے ہون اور اسی قسم کے افعال مین سعی کیا کرتے ہون جن کو فساد کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ مومنین کے زمرہ سے نہین ہو سکتے اور جس مومن نے اتفاقیہ فساد یا قطاع الطریقی کی وہ اس آیت کے حکم مین شامل نہین ہے بلکہ ایسے پیشہ ور جن کو مومنین کی جماعت مین شمار نہین کیا جا سکتا کیونکہ قبل اس کے کہ مومنین اُن پر قدرت پاوین اگر وہ توبہ کر لین تو اُن کی سزا نہین ہے اور مومنین پر مومنین کو ہر وقت قدرت ہے۔ اور یہ بات قرین قیاس نہین ہو سکتی کہ اگر مومنین قدرت سے نکلجاوین اور جرایم مذکورہ بالا آیت کرتے رہین اور پھر قبل قدرت توبہ کرلین تو سزا سے دنیاوی اپنے جرم کی نہ پاوین۔ پس ایسے لوگون کی سزا یہ ہے کہ اگر قتل مناسب ہو تو قتل کیے جاوین یا سولی دینے کی ضرورت ہو تو سولی دیئے جاوین یا ہاتھ پاؤن کاٹنے کی ضرورت ہو تو ہاتھ پاؤن کاٹے جاوین یا شہر بدر کر کے قید کر دیئے جاوین اختیار دیا گیا ہے کہ جسطرح اُن کے شر سے محفوظ رہ سکین اُسیطرح کی سزا اُن کو دیوین۔ چونکہ ہاتھون کا قطع کرنا چوری مین زیادہ مناسب ہے لہذا قطاع الطریقی کی سزا مین ہاتھ پاؤن خلاف کا کاٹنا غالباً زیادہ مناسب ہوگا اور یہ بھی مناسب ہوگا کہ ملک سے وہ باہر کر دیئے جاوین کہ پھر اُن سے نقصان نہ پہونچے یہ بھی بیان ہے کہ یہ رسوائی اُن کو دنیا مین ہے تاکہ اس

رسوائی سے اور لوگ عبرت پکڑین اور آخرت مین عذاب عظیم ہے لیکن قبل قدرت پانے کے اگر توبہ کرین تو اللہ غفور رحیم ہے۔ پس چونکہ ایسے جرایم سے مال وجان کا نقصان ہوتا ہے لہذا سزائین بھی جسمانی وقید کی دیجاتی ہین۔ میری راے مین اس آیت کی سزا بابت مومنین یعنی امام مومنین کو اختیار رہے کہ جو سزا ان مین سے جس کے لئے مناسب ہو وہ دیوے سورہ اعراف مین ہے۔

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون و	اور کہا شعیب نے اپنی قوم کو اور مت بیٹھو ہر راہ پر ڈراتے
یصدون عن سبیل اللہ من امن بہ و	اور روکتے ہوئے اللہ کی راہ سے جو ایمان لاوے اسپر
یبغونھا عوجا ہ	اور ڈہونڈتے ہوئے اسمین عیب۔

یہ بہی حضرت شعیبؑ کی امت مین مخصوص عیب تہا جسکی نصیحت انہون نے فرمائی ہے۔

صفحہ ۵ کتاب ہذا مین ثابت ہو چکا ہے کہ شر البریہ بدترین خلق و جہنمی اہل کتاب مین سے جنہون نے کفر کیا اور مشرکین ہین۔ پس وہ تین قسم کے لوگ ہین ایک تو مشرک دوسرے جنہون نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا تیسرے جنہون نے اللہ کی آیات کو جہٹلایا اور اس کے ساتہہ تمسخر وغیرہ کیا۔ ان سب کی مغفرت کرنے سے اللہ تعالیٰ انکار فرمایا ہے چنانچہ اول قسم کے اشخاص کی نسبت مغفرت سے انکار اور دوسرے وتیسرے قسم کے اشخاص کی نسبت بطور خبر ہے کہ ان کو اللہ ہرگز مغفرت نہ کریگا۔ لہذا بدترین خلق کی تفصیل کے لئے آیات

نقل ہوتی ہین یہ یاد رہے کہ مغفرت سے انکار ہے یعنی یہ کہ اُن کے گناہونکی
مغفرت نہ ہوگی ابدی جہنم کی ان کے بابت وعید نہین ہے لہذا ان سے
بھی بدتر یعنی سب سے بدتر وہ لوگ ہین جن کے لئے وعید ابدی جہنم کی ہے

سورہ نسار مین ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افترے اثما مبینا۔

اللہ نہ بخشیگا اُس کو کہ شریک کرے اُس کے ساتھ اور بخشتا ہے اُس کو چھوڑ کے جسکو چاہے اور جس نے شرک کیا اللہ کیساتھ تو بیشک افترا کیا اثم مبین کو

اور سورہ مایدہ مین ہے۔ وقال المسیح یبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظلمین من انصار ۵

اور کہا مسیح نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو میرے رب اور اپنے رب کی جسنے شرک کیا اللہ کیساتھ تو بیشک حرام کیا اللہ نے اُسپر جنت کو اور اُس کا ٹھکانا آگ ہے اور نہین ظالمین کا کوئی مددگار۔

حضرت مسیح کی زبان سے اگرچہ بنی اسرائیل سے بیان ہوا ہے مگر
حکم عام ہے کہ جو شرک کرے گا وہ عذاب مندرجہ آیت کا مستحق ہوگا

اور سورہ توبہ مین ہے ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحب الجحیم وما کان استغفار ابراہیم لابیہ

اور نبی اور مومنین کے لئے جایز نہین ہے کہ استغفار کرین مشرکین کیلئے اور اگرچہ اُن کے قرابت والے ہون بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے اُن کے لئے کہ وہ جہنم والے ہین اور نہین تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے

الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ ہ — مگر وعدہ سے جو وعدہ کیا تھا اس سے پھر جب ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے بیزار ہو گئے اُس سے

سورہ منافقون مین ہے۔ واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رء وسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لا یھدی القوم الفسقین ہ — اور جب کہا جاتا ہے اُن کو آؤ مغفرت مانگے تمہارے لئے رسول اللہ کا اپنے سر پھیر لیتے ہین اور دیکھتے ہو تم اُن کو۔ روکتے ہین اور وہ کبر کرتے ہین برابر ہے خواہ تو اُن کیلئے استغفار کر یا نہ کر ہرگز نہ مغفرت کریگا اللہ اُنکی اللہ نہین راہ دکھاتا فاسقین کی قوم کو۔

پس جن منافقین کا ان آیات مین ذکر ہے اُن کی عدم مغفرت موعود ہونے کی خبر دیگئی ہے اور جو حقیقتاً کافر تھے۔ سورہ نحل مین ہے۔

الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدنھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون ہ — جنھون نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے زیادہ کیا ہمنے اُن پر عذاب کے اوپر عذاب بسبب اُن کے فساد کرنے کے۔

اور سورہ محمد مین ہے ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم — جنھون نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے پھر مرے درانحالیکہ کافر ہین تو ہرگز نہ مغفرت کریگا اللہ اُن کی۔

پس جو کفر کرے اور اللہ کی راہ کو روک کر کافر مرے تو اُسکی بھی اللہ ہرگز مغفرت نہ کرے گا۔

سورہ اعراف مین سے ان الذین
کذبوا بایٰتنا و استکبروا عنھا لا تفتح
لھم ابواب السماء ولا یدخلون
الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط
وکذالک نجزی المجرمین لھم من جھنم
مھاد ومن فوقھم غواش وکذالک
نجزی الظلمین ہ

جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور کبر کیا
اوس سے نہ کھولے جاوینگے اُن کے لئے
آسمان کے دروازے اور نہ داخل ہونگے جنت
مین یہانتک کہ داخل ہوجاوے اونٹ سوئی کے
سوراخ مین اور اسیطرح ہم بدلا دیتے ہین مجرمین کو
اُن کیلئے جہنم مین بچھونا ہے اور اُسکے اوپر
سائبان اور ہم یون بدلا دیتے ہین ظالمین کو

سورہ توبہ مین سے الذین یلمزون
المطوعین من المومنین فی الصدقٰت
والذین لا یجدون الا جھدھم
فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم
عذاب الیم استغفر لھم او لا تستغفر لھم
سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم
ذالک بانھم کفروا باللہ ورسولہ
واللہ لا یھدی القوم الفسقین

جو الزام دیتے ہین کھول کر خیرات کرنیوالے
مومنین کو صدقات مین اور جو نہین پاتے
مگر اپنی محنت کا پہر ٹھٹھا کرتے ہین
اُن سے اللہ اُن سے ٹھٹھا کرتا ہے
اور اُن کیلئے عذاب الیم ہے تو اُن کیلئے
استغفار کر یا نہ کر اگر تو اُن کیلئے استغفار ستر مرتبہ بھی
کرے تو ہرگز نہ مغفرت کریگا اللہ اُنکی یہ اسلئے کہ اُنھون نے کفر کیا
اللہ اور اُسکے رسول کیساتھ اور اللہ ہدایت نہین کرتا فاسق قوم کو

قتل نفس وقصاص قتل کے احکام وجبار فی الارض

آپس مین اصلاح نہ کرنا جبار فی الارض ہونا ہے اور مصلح نہ بننا وفتنہ یا فساد کرنا ہے۔

سورہ قصص مین ہے قال یموسیٰ اترید ان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض وما ترید ان تکون من المصلحین ۵

کہا اے موسیٰؑ کیا تو چاہتا ہے کہ مجھکو مار ڈالے جیسا کہ تو نے قتل کیا ہے ایک نفس کو کل تو نہین چاہتا ہے مگر یہ کہ تو جبار فی الارض رہے۔ اور نہین چاہتا تو کہ مصلحین مین سے رہے۔

پس جبار فی الارض بمقابلہ مصلحین کے اس آیت مین ہے جن سے تقابل الفاظ مذکور کا بھی ثابت ہوتا ہے۔

ہر شخص کو جسم وجان عطا ہوئے ہین اُن مین سے جو جس کو عطا ہوا ہے وہ اُسی کا ہے لہذا وہ مستحق ہے کہ اُس کے سلامت بدنی کو کوئی دوسرا نقصان نہ پہونچاوے اور دوسرا اس باب مین آزاد نہین ہے کہ کسیطرح کسی کے سلامت بدنی کو بغیر کسی حق کے نقصان پہونچاوے۔ پس سلامت بدنی کے نقصان پہونچانے اور اُسکے ضایع کردینے مین سب سے بڑا گناہ جو ہے وہ قتل نفس ہے اسلیئے کلام مجید مین اس کے لیئے وعید شدید ہے۔ سورہ نساء مین ہے

وماکان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الاخطاء فمن قتل مؤمنا فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن فتحریر رقبة

اور مسلمان کا کام نہین ہے کہ مار ڈالے مسلمان کو مگر چوک کر اور جسنے مارا مسلمان کو چوک کر تو اسکو آزاد کرنا چاہیئے ایک مسلمان اور خونبہا پہنچانا اُس کے گھر والون کو مگر یہ کہ وہ بخشدیوین پہر اگر وہ تہا اُس قوم مین کہ تمہارے دشمن ہین اور وہ مسلمان ہو تو آزاد کرنا

مؤمنة وان كان من قوم بينكم وبينهم — ایک مسلمان کا اور اگر وہ تھا اُس قوم مین کہ تم مین

ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير — اُنمین عہد ہے تو خونبہا پہنچانا اُسکے گھر والون کو

رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام — اور آزاد کرنا ایک مسلمان کا بردہ پھر جو یہ نہ کرسکے تو

شهرين متتابعين توبة من الله و — رکھے روزے دو مہینہ لگاتار بخشوانے کو اللہ سے

كان الله عليما حكيما ومن يقتل — اور اللہ علیم و حکیم ہے اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو

مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا — بالارادہ تو اُسکی سزا دوزخ ہے رہے اُسمین

فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدّ له — اور اللہ اُس پر غضب ہوا اور اُسکو اُس نے

عذابا اليماه — لعنت کی اور اُس کیواسطے طیار کیا دُکھ دینے والا عذاب

اور سورہ بقر مین ہے یا ایہا الذین — اے وہ لوگو جو ایمان لائے فرض کیا گیا ہے تم پر

امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی — برابر بدلا لینا قتل مین

سورہ بقر مین اس جگہ اُس کے آگے ہے۔

ولكم في القصاص حيوة يا اولي — اور تمہارے لئے برابر بدلا لینے مین زندگی ہے اے عقلمندو

الالباب لعلكم تتقون ٥ — تاکہ تم اللہ سے ڈر کر پرہیزگار رہو۔

پس ناحق قتل نفس کے قصاص مین ترغیب برابر و مثل بدلا لینے کی ہے۔
قتل اولاد کے بابت علاوہ اس کے اور وعیدین ہین جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل
مین ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیة — اور نہ مارو تم لوگ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف

املاق نحن نرزقهم واياكم ان قتلهم — سے ہم اُن کو روزی دیتے ہین اور تم کو

كان خطأ كبيراه — اُن کا قتل خطاء کبیر ہے۔

پس قتل اولاد کو خطاء کبیر کہا گیا ہے اور قتل مومن کا بالعمد کرنے کی

وعید خلود جہنم اور اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت اور عذاب الیم آخرت مین اور دنیا مین قصاص قرار دیا گیا ہے اور قتل خطا کے بابت دیت وغیرہ قرار دی گئی ہین لہذا تفاوت سزا مین جو خوبی ہے اور جو فرق مراتب دکھلایا گیا ہے وہ قابل حرز جان بنانے کے ہے۔

قتل نفس سے کے بعد جسم انسانی کو نقصان پہنچانا ہی

قران سے کے روسے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم تہا جیسا کہ سورہ مایدہ مین ہے وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ ۵

اور فرض کیا ہے اُنپر توریت مین کہ نفس نفس کے عوض مین اور آنکہہ آنکہہ کے اور ناک ناک کے اور کان کان کے اور دانت دانت کے اور زخمون کا برابر بدلا ہے پہر جو کوئی معاف کر دے تو اُس کیلئے وہ کفارہ ہے۔

اس آیت کے بعد حضرت عیسیٰ کے نسبت ہے کہ مصدقا لما بین یدیہ من التوریۃ

حضرت عیسیٰ توریت مین جو گذر چکا ہی اسکی تصدیق کرتے تہے

پس توریت وانجیل کا حکم اس باب مین ایک ہے۔ کلام مجید مین جامع حکم اس کے متعلق سورہ شوریٰ مین یہ ہے۔

والذین اذا اصابہم البغی ہم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ

اور وہ لوگ جب اُن پر ہووے چڑہائی تو بدلا لیتے ہین اور بُرائی کا بدلا بُرائی ویسی ہی۔ پہر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے تو اُسکا بدلا اللہ پر ہے

انه لا یحب الظلمین ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما علیهم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب الیم ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور ۝

بیشک اس کو خوش نہین آتے ظالم اور جو کوئی بدلا لے اپنے ظلم پر سو اُن پر بھی نہین کوئی راہ راہ تو اُنھی پر ہے جو ظلم کرتے ہین لوگون پر اور چڑہائی کرتے ہین بغیر حق کے اُن لوگون پر عذاب الیم ہے جو کسی نے صبر کیا اور بخشدیا بیشک یہ کام ہمت کے ہین ۔

ان آیتون مین بدلا برابر لینے کا حکم ہے لیکن اصلاح اور معافی کے غرض سے اگر معاف کیا جاوے تو اُس کا اجر خود خدا نے دینے کو کہا ہے اور اپنے ذمہ رکہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے صبر کیا اور بخشدیا تو یہ ہمت کے کام ہین ۔ پس بخلاف قتل نفس کے قصاص کے دیگر قصاص مین ترغیب ہے اس امر کی کہ معاف کیا جاوے اور اصلاح مدنظر ہو یعنی اگر خوف فساد کے بڑہنے کا ہو تب تو بدلا لینا مستحسن ہے ورنہ معاف کردینا بہت محمود اور ہمت کا کام ہے ۔ اور سورۂ نور مین ہے

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم ۝

اور چاہیئے کہ معاف کرو اور درگذر کرو کیا تمکو خوش نہین آتا یہ کہ مغفرت کرے تم لوگونکی الله اور الله غفور رحیم ہے ۔

اس آیت مین ترغیب دیگئی ہے کہ معاف و درگذر کرین کہ الله تعالی اسکے عوض مین مغفرت کرے پس اس سے بھی ثابت ہے کہ معافی اور درگذر کرنا زیادہ مستحسن قرار دیا گیا ہے ۔

سورہ حج مین ہے ومن عاقب بمثل ما عوقب به ثم بغی علیه لینصرنه الله ان الله لعفو غفور

اور جسنے بدلا دیا مثل اُسکے جیسا کیا تھا پھر اُسپر کوئی زیادتی کرے تو اللہ اُسکی مدد کریگا اللہ بیشک معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے۔

پس بدلا لینے کے بعد بھی کوئی کسی پر زیادتی کرے تو اللہ جس نے بدلا دیا ہے اُسکی مدد کرے گا۔ دوسرے بدلا بمثل لینے کا حکم ہے۔

ضروریات زیست کے لئے ہر فرد کو آزادی ہونی چاہیے کہ جہان چاہے قیام کرے اور جہان چاہے جاوے

جسم وقوت جو کسی انسان کو عطا ہوئے ہین اُس کیوجہ سے اُس کا حق ہے اور وہ آزاد ہے کہ جہان چاہے تنقل وحرکت کرے اور ہاتھہ پاؤن پھیلاوے لیکن اس آزادی کو روک دینا بغیر کسی حق کے نہایت درجہ خراب ہے جسم وقوت اُس کے ہین جس کو کہ وہ عطا ہوئے ہین پس اوس کو اختیار ہونا چاہیے کہ اپنی ضروریات زیست وراحت کے حاصل کرنے مین جہان چاہے جاوے اور جیسا چاہے ہاتھہ پاؤن مارے اُس کو بغیر کسی حق کے روکنا اُس کے قوے اکو بیکار کردینا ہے اور اُس کی آزادی جسم وقوت کو سلب کرلینا ہے کسیکو قید کرنا اُس سے بھی بدتر ہے کہ اُسکا کوئی عضو بیکار کردیا جاوے کیونکہ اسطرح تقریباً کل عضو بیکار کردیئے جاتے ہین خواہ وہ معین وقت ہی کے لئے کیون نہ ہو اسیطرح

اگر قید نہ کیا جاوے بلکہ آمد رفت و مہاجرت ہی روک دیجاوین تو بھی نہایت ظلم ہے۔ سورہ نساء مین ہے

و مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و	اور تمکو کیا ہوا ہے کہ نہین لڑتے اللہ کی راہ مین
المستضعفین من الرجال والنساء	واسطے اُنکے جو کمزور ہین مرد اور عورتین اور لڑکے
والولدان الذین یقولون ربنا	جو کہتے ہین اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے
اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم	کہ ظالم ہین اُس کے رہنے والے اور
اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا	پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور
واجعل لنا من لدنک نصیرا	پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار

اگرچہ یہ آیت اُن لوگون کے نسبت ہے جن کو مشرکین نے ظلم کر کے روک رکھا تھا لیکن مصداق اس آیت کا بہت صاف ہے کہ ہر ایسے مومن پر صادق آوے گی جو ظلم کے وجہ سے نکل نہ سکتے ہون اور وہ ملک جہان ظلم ہوتا ہو اُس کو چھوڑ نہ سکتے ہون۔ پس اس آیت سے وعید شدید ثابت ہوتی ہے ایسے لوگون کی مدد نہ کرنے کے بابت کہ جو نقل و حرکت ظلم سے بچنے کے لئے کرنا چاہین اور نہ کرسکین جیسا کہ و مالکم کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے لہذا ہمارے نزدیک نقل و حرکت کو بغیر وجہ معقول کے روکنا سخت جرائم اور ظلم شدید مین سے ہے۔

یتیمی اور اُن کے غیر کے اموال بالباطل لی لینے کی

وعید اور رضامندی کی تجارت کا حکم اور اُنکی حقیقت

سورہ نساء مین ہے ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیرا ۵

جو لوگ کھاتے ہین یتیمون کا مال ظلم سے سوا اس کے نہین کہ نہین کھاتے اپنے پیٹون مین مگر آگ اور جلائینگے دہکتی آگ مین۔

اموال بالباطل تصرف کرنے کا سب سے بڑا طریق مسلمانون کے نزدیک یہ ہے کہ یتیمی کا مال ناجائز طور پر تصرف کیا جاوے لہذا اموال بالباطل کے تصرف کی سزا جو عموماً نار ہے اُس سے زیادہ سعیر یعنی دہکتی آگ کی سزا موعود ہے - اور سورہ نساء مین ہے

و اٰتوا الیتٰمی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انہ کان حوباً کبیرا

اور دو یتیمون کو اُن کے اموال اور نہ بدلو خبیث کو طیب کیساتھ اور نہ کھاؤ اُنکے مال اپنے مالون کیساتھ یہ ہے بڑا وبال

پس علاوہ وعید سعیر کے یتیمون کے مال کے تصرف ناجائز کے باب وبال کبیر بھی اُس آیت مین فرمایا گیا ہے - اور سورہ نساء مین ہے

ولا تاکلوھا اسرافاً وبداراً ان یکبروا ومن کان غنیاً فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا

اور نہ کھاؤ یتیمون کا مال اُڑا کر اور گھبرا کر جبتک بڑے نہ ہو جاوین اور جو غنی ہو تو چاہئے کہ بچتا رہے اور جو محتاج ہو تو کھاوے معروف کیساتھ پھر جب الگ کرو اُنکے مال تو شاہد کر لو اُن پر

علیھم وکفی باللہ حسیبا ہ — اور اللہ کافی ہے حساب کرنے کو۔

پس یتیمون کے مہتمم مال کو اگر محتاج ہو تو دستور حسن کے موافق اپنے عملوں کچھ لینا جایز ہے ورنہ جایز نہین۔ سورہ بقرمین ہے۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — اور نہ کہاؤ مال ایک دوسرے کا آپسمین ناحق

وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً — اور نہ پہونچاؤ اُن کو حاکمون تک کہ کہا جاؤ

من اموال الناس بالاثم وانتم — فریق ہوکر آدمیون کے مال مین سے گناہ

تعلمون ہ — کے ساتھہ اور تم جانتے ہو۔

پس یہ آیت باطل طور پر حکام تک لیجانے کے بابت ہے۔ اور سورہ نساء مین ہے یا ایھا الذین — اے مومنو نہ کہاؤ مال ایک دوسرے کا

امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — آپسمین باطل کیساتھہ مگر یہ کہ سودا ہو

الا ان تکون تجارۃ عن تراض — باہم رضامندی کا آپسمین اور نہ مار ڈالو

منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ — آپسمین کیونکہ اللہ کو تم پر رحم ہے اور جو

کان بکم رحیما ومن یفعل ذالک عدواناً — کوئی یہ کام کرے زیادتی اور ظلم سے تو ہم

وظلماً فسوف نصلیہ ناراً وکان — ڈالینگے اُس کو آگ مین اور اللہ پر یہ

ذالک علی اللہ یسیراً ہ — بات آسان ہے۔

سورہ توبہ مین ہے۔ یا ایھا الذین — اے مومنو بہت سے علماء اور

امنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان — رہبان کہاتے ہین لوگون کا مال باطل

لیاکلون اموال الناس بالباطل — کے ساتھہ اور روکتے ہین

ویصدون عن سبیل اللہ والذین — اللہ کی راہ سے حالانکہ جو جمع کرتے ہین

یکنزون الذھب والفضۃ و	سونا اور چاندی اور نہین خرچ کرتے
لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم	اُنکو اللہ کی راہ مین تو بشارت دے اُنکو
بعذاب الیم یوم یحمی علیھا	عذاب الیم کی جسدن کہ گرم کیجاویگی اُن پر
فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم	آگ جہنم کی پس داغے جاوینگے اُن کے
وجنوبھم وظھورھم ھذا ما	پیشانیان اور پہلو و پیٹھ یہ وہ ہے جو جمع
کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم	کیا ہے تم نے اپنے لئے بس چکھو
تکنزون ٥	جو جمع کرتے تھے ۔

لہذا آیات مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مال بالباطل کہانے یا تصرف کرنے کی سزا سے آخرت نار ہے اور جسقدر کسی خصوصیت کے بڑہنے سے زیادتی ہوتی جاوے گی اُسیقدر سزا مین شدت ہوتی جاویگی جیسے یتیمون کا مال کہا لینے سے عذاب سعیر کا پایا اور ان لوگون کا اموال بالباطل کہانا جو رہبان اور اُن کے مثل ہین اُنکی سزا پیٹھ و پہلو و پیشانیون کا جہنم کی آگ مین داغا جانا ہے ۔

سزا سرقہ

سورہ مایدہ مین ہے والسارق	چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت
والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما	تو کاٹ ڈالو اُنکے ہاتھ بدلا اُن کا جو کمایا
جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ	اُنہون نے تنبیہ اللہ کیطرف سے اور اللہ
عزیز حکیم فمن تاب من بعد	عزیز حکیم ہے پھر جس نے توبہ کی اپنے

ظلمه و اصلح فان الله یتوب علیه | ظلم کے اور اصلاح کیا تو اللہ اُسکی توبہ قبول
ان الله غفور رحیم | کرے گا۔ اللہ غفور رحیم ہے۔

جب چوری کی عادت پڑجاتی اور اُس کا چسکہ پڑجاتا ہے تو وہ اکثر نہین چھوٹتی اور چور کو اسین مزا آنے لگتا ہے وہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا سبب ہوتی اور دوسرے نیک کامون کو بھی نقصان پہونچاتی ہے لہذا اُس کے انسداد کے لئے جس آلہ سے چوری کیجاتی ہے اور جو اصل ہے اُس کا کاٹ ڈالنا مناسب تر ہوتا ہے اور انصاف بھی ہے تاکہ پھر ایسا فعل ہی نہ ہوسکے اور دوسرون کو عبرت ہو کہ پھر جرأت نہ کرین اور عملاً یہ سزا کامیاب بھی ثابت ہوئی ہے۔ پس یہ اعتراض کہ مال کے بدلے عضو کا بیکار کردینا مستحسن نہین ہے درست نہین ہے۔ ناپ تول مین کم دینا ایسا امر ہے جو دھوکا دیکر مال بالباطل حاصل کرنا ہے اور چوری بالکل چھپکر کیجاتی ہے جسکی خبر بھی جسکے یہان چوری ہوتی ہے اسکو عموماً نہین معلوم ہوتی کہ کس نے چوری کیا ہے بخلاف اس کے ناپ تول مین لینے والا ایسا شخص ہے جو اُس وقت دھوکا دیدیتا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسکی بددیانتی ظاہر ہوجاتی ہے یا ایسے بددیانت شخص کی شہرت عام ہوجاتی ہے۔ لہذا سرقہ کی سزا اُس کے لئے نہین تجویز ہوئی بلکہ نہایت بلاغت سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اُن پر خرابی ہے۔ کیا وہ نہین سمجھتے یوم عظیم کے لئے

نہ کہڑے کئے جاوین گے۔ پس اس طریق بیان اور اس کنایہ سے جو ابلغ صریح سے ہے یہ اظہار مقصود ہے کہ ہر فعل کے بابت ایسے شخص کو جو تکلیف ہوگی اُس خرابی کو وہ خیال کرے اور چونکہ عام مال بالباطل کہانے کی سزا نار ہے لہذا یہ تو ظاہر ہے کہ ناری ضرور ہوگا پس تفاوت حکم کی بلاغت حرز جان بنانے کے قابل ہے۔

چوری کرنا یہ ہے کہ کسیکا مال اُس سے چہپا کے لیا جاوے جس کے لینے کا حق نہ ہو پس باطل مال کہانے مین یہ شامل ہے اللہ نے اُسکی سزا دنیاوی عبرت دینے یعنی انسداد کرنے کیلئے یہ قرار دی ہے کہ مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتہ کاٹ لئے جاوین چوری کرنے کا عیب جسکہ پڑجاتا ہے تو وہ کسیطرح نہین چہوٹتا دوسرے چونکہ چہپاکر مال لینا ہوتا ہے لہذا ترغیب بہی چوری کرنیکی قوی ہوتی ہے اور جس کا مال جاتا ہے اُس کو بہی سخت ترین تکلیف اکثر اوقات ہوجاتی ہے۔ پس جو آلہ جسم مین انسان کا ایسا ہو جو ذریعہ چوری کرنے کا ہے اُس کا قطع کردینا قرین مصلحت و عقل ہے تاکہ کند ڈالنے کی طاقت ہی نہ رہے اور اس طرح انسداد کامل ہوجاوے۔ تجربہ سے بہی یہ ثابت ہوا ہے کہ جہان ہاتہ کاٹنے کی سزا دیجاتی ہے وہان پورے طور پر انسداد ہوا ہے بخلاف اُس کے جہان ایسا نہین ہے وہان وارداتین ہوا کرتی ہین چونکہ ہاتہ

ایسا آلہ ہے جو سبب چوری کا عموماً ہوتا ہے لہٰذا اُس کو کاٹنا زیادہ موزون ہے بہ نسبت اور اعضاء کے قطع کرنے یا سخت ترین سزا دینے کے خود اس آیت مین عبرت کے لئے سزا کا دینا مذکور ہے۔ سزا دینے کے بابت یہ بھی اخیر آیت مین ہے کہ جس نے توبہ کی اور اصلاح کی تو اللہ توبہ قبول کرے گا یعنی سزائے دنیاوی کے بعد چونکہ اللہ غفور رحیم ہے توبہ و اصلاح کرنے سے اُمید ہے کہ سزائے آخرت نہ ہو اللہ کو اختیار ہے کہ سزا دیوے یا نہ دیوے۔

ناپ و تول پورے نہ کرنے کی وعید

سورہ اعراف مین ہے فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذٰلکم خیر لکم ان کنتم مومنین۔

کہا شعیبؑ نے اے قوم سو پورا کرو ناپ اور تول اور نہ گھٹاؤ لوگون کو اُن کی چیزین اور نہ فساد کرو زمین مین بعد اُسکے اصلاح کے یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔

پس یہ گناہ حضرت شعیبؑ کی قوم مین مخصوصاً تھا جن پر عذاب نازل ہوا اور جس کے بابت خاصکر حضرت شعیبؑ نے نصیحت فرمائی تھی

اور سورہ تطفیف مین ہے ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علے الناس یستوفون واذا کالوھم

خرابی ہے گھٹانے والون کے لئے کہ جب ناپ لین آدمیون سے تو پورا بھر لین اور جب ناپ دین یا تول دین

او وزنوھم یخسرون ٥ — تو گھٹا کردین۔

اس آیت مین اس کے بعد ہے کہ کیا وہ ظن نہین کرتے کہ انکو اٹھنا ہی ایک یوم عظیم کے لئے جس دن کھڑے ہون گے آدمی واسطے رب العلمین کے سورہ رحمن مین ہے۔

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ٥ — اور سیدہا رکھو وزن کو قسط کیساتھ اور نہ کم کرو ترازو کو۔

حقیقت سود و تحریم سود

حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہم سے نہین فرمائی یعنی ہمکو اس کے بابت دریافت کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ ربا جس کو خدا نے حرام فرمایا ہے وہ کیا ہے اور کونسا ربا ہے جو حرام ہوا ہے اور جسپر ایسی سخت وعید نازل ہوئی ہے۔ پس جبکہ اتنے بڑے امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ صلعم کو ربا کی تفصیل و حقیقت کے لئے آنحضرتؐ کے تفسیر کی تلاش تھی اور پوری تشفی نہ تھی تو ضرور تھا کہ صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین اور علماے امت مین اختلاف ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اس کے نسبت مسایل قرار دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودہوین صدی نبوی مین بھی بقدر اپنے فہم کے علماے امت نے اس مسئلہ مین کچھہ مختلف راے رکھتے ہون

سنہ ۹ ہجری مین زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور تحصیل زکوٰۃ کے لئے
عمال قبایل مین مقرر ہوئے اور سنہ ۹ ہجری ہی مین سود
کی تحریم بھی ہوئی اور اُس کے ایک سال بعد سنہ ۱۰ ہجری مین
حجۃ الوداع مین آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا اور سنہ ۱۱ ہجری مین آنحضرتؐ
کی وفات ہوئی پس تفسیر نہ بیان ہونے کی وجہ مصروفیت اور
قلت ایام بھی تھی ۔

ربا النسیئہ وہ ہے جو عرب کے لوگون مین زمانہ جاہلیت مین
مشہور اور معروف تھا اور وہ یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو
کچھ مال دیتا تھا اس اقرار پر کہ مدیون ہر مہینہ ایک مقدار معین اس کو
دے اور راس المال بدستور مدیون کے ذمہ باقی رہے جب
وعدہ ادائے راس المال کا گذر جاتا تھا تو دائن پورا روپیہ اپنا
طلب کرتا تھا اور اگر وہ نہ دیسکتا تھا تو میعاد بڑھا دیتا تھا اور راس المال
کو بھی بڑھا دیتا تھا اور اُس پر ہر مہینہ ایک مقدار معین لیتا تھا ۔ پس جو
مقدار کہ ماہواری لیجاتی تھی یا جو اضافہ کہ راس المال مین کیا جاتا تھا
اُسی پر عرب جاہلیت مین ربا کا اطلاق کرتے تھے اور اُسکی حرمت
اس آیت ربا مین آئی ہے اور لفظ "حرم الربوا" سے یہی خاص ربا
حرام ہوا ہے ۔ یہ طریقہ ربا کا جو عرب جاہلیت مین جاری تھا بعینہ
ہندوستان کے سود خوارون مین جاری ہے کہ وہ ایک شخص کو
روپیہ قرض دیتے ہین اور اُس پر ماہواری یا ششماہی سود لیتے ہین

اور اگر وہ میعاد پر ادا نہین ہوتا تو اس سود کو بھی اصل مین داخل کر دیتے ہین
اور مجموع اصل و سود پر پھر سود لیتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میعاد ادا
منقضی ہونے پر دوسری میعاد بڑھا دیتے ہین اسطرح پر کہ میعاد
بڑھانے کے عوض کبھی کچھ نقد روپیہ لے لیتے ہین اور کبھی مقدار
اصل کو زیادہ کر دیتے ہین اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ غلہ ایک میعاد
معین کے لئے قرض دیتے ہین اور یہ اقرار کرتے ہین کہ جتنا دیا ہے
اُس کا ڈیوڑھا یا دوگنا لینگے اور جب میعاد پر ادا نہین ہوتا ہے تو اس
اضافہ کو بھی اصل مین شامل کرکے میعاد بڑھا دیتے ہین اور اُس مجموع
پر ڈیوڑھا یا دوگنا لینے کا اقرار کرتے ہین یہ سب صورتین اس ربا کی
ہین جس کا ذکر اس آیت مین ہے اور بلاشبہہ یہ ربا حرام ہے
ربا النسیئہ کے اب یہ معنی ٹھہرے کہ مدیون سے علاوہ زر اصل کے
کچھ روپیہ یا مال بطور فایدہ کے لینا مگر ایک بحث اور باقی رہ جاتی
ہے کہ عموماً ایسا کرنا حرام اور ممنوع ہے اور اُس کا کرنیوالا ہر حالتین
انھین وعیدون کا مستحق ہے جو آیات سورہ بقر مین ہین یا اور کسی قسم کی
بھی قید یا تخصیص قران مجید سے پائی جاتی ہے علماے اسلام
کی یہ راے ہے کہ اس مین کسی قسم کی قید یا تخصیص نہین ہے
مگر مین قران مجید کے رو سے ایسا نہین سمجھتا بلکہ میری سمجھ یہ ہے
کہ قران مجید کے رو سے اس قسم کے ربا کے حرام ہونے مین
بھی ایک تخصیص پائی جاتی ہے جو آیندہ بیان ہوتی ہے۔

ربا درحقیقت ایک نہایت بُری چیز ہے اور انسانی اخلاق اور تمدن کے لئے بعض حالتون مین نہایت مضر ہے۔ ربا جبکہ ایک پیشہ کر لیا جاتا ہے جیسے کہ سود خوار سیٹھی اور مہاجن بطور پیشہ کے اُس کو برتتے ہین تو تمدن کے لئے نہایت مضر ہوتا ہے۔ ذیمقدور شخص اُس روپیہ کو ملک کی ترقی اور تجارت کی افزونی مین صرف نہین کرتا بلکہ خود اپنے ہی ملک کے لوگون سے اُن کا مال لے لینے مین صرف کرتا ہے وہ اپنی محنت اور مشقت سے معیشت پیدا کرنے مین بالکل سست ہو جاتا ہے اور لوگون نے جو محنت اور مشقت سے کمایا ہے اُس کے لے لینے پر راغب ہوتا ہے۔ اُس کے مال و دولت سے کوئی صنعت یا کوئی ایسا کارخانہ جس سے لوگون کو معیشت مین مدد پہونچے اور ملک کی دولت کو ترقی ہو نہین قایم ہوتا بجز اس کے کہ غریبون سے اُن کی محنت اور مشقت کے حاصلات کے چھین لینے کا اُسکو قابو ملتا ہے اور کچھہ شبہہ نہین کہ ایسا ربا اخلاق و معاشرت و تمدن کے برخلاف ہے اور شرکت و معاونت سے کام کرنے کو روکنیوالا۔

ایک اور صورت ربا کی ہے جو اس سے بھی زیادہ اخلاق انسانی اور روحانی نیکی کے برخلاف ہے اور بلاشبہہ حرب من اللہ و رسولہ کے برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ غریب و محتاج و مفلس ہین اور نہ کسی عیش و آرام کے لئے بلکہ صرف اپنی زندگی کیلئے قوت لایموت بہم پہنچانے کو روپیہ یا غلہ قرض لیتے ہین اور ذیمقدور سودی قرضہ

اُن کو دیتے ہین اور سود لیتے ہین۔ ایسا کرنا انسانی ہمدردی اور غریبون کے ساتھہ سلوک کرنے کے بالکل برخلاف ہے حالانکہ قران مجید مین اُن کے ساتھہ سلوک کرنے کا جابجا حکم ہے ایسے لوگون سے سود لینا شقاوت قلبی اور بدترین اخلاق ہونے کے سوا قران مجید کی مستحکم ہدایتون کے بھی برخلاف ہے اور کوئی شخص شبہہ نہین کرسکتا کہ ایسا ربا نہایت بد اور ناپاک ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ ایسے ہی ربا کا اُس آیت مین ذکر ہے جس کو خدا نے منع فرمایا اور حرام کیا ہے اور کوئی انسانی دل جو ذرا بھی روحانی اخلاق کی طرف مایل ہوگا ایسا نہوگا جو اس قسم کے ربا کو حرام و ناپاک نہ سمجھتا ہو۔

میری اس سمجھہ پر جو کچھہ شبہہ ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ "حرم اللہ الربا" جو ایک عام حکم تھا اُس کو مین نے خاص کردیا ہے اور اُسی ربا پر منحصر کردیا ہے جو ایسے لوگون سے لیا جاوے جن کے ساتھہ سلوک کرنے اور اُن کے ساتھہ ہمدردی کرنے کی قران مجید مین ہدایت ہوئی ہے مگر میرے دل کو یقین ہے کہ قران مجید کے تمام سیاق و سباق وکلام کے طرز سے بھی ہدایت پائی جاتی ہے۔ ربا کی آیت سے پہلی آیتون مین خداتعالے نے خدا کی راہ مین مال خرچ کرنیوالونکی خوبیون کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُس کی مثال ایک ایسے دانہ کی ہے جو اُوگے اور اُس مین سات خوشے لگین اور ہر خوشہ مین سو سو دانے ہون۔ پھر اُن کو نصیحت کی کہ غریب و محتاجون کیسا

جو تم سلوک کرتے ہو اُس کو احسان جتانے سے اور اُن کا دل
دُکہانے سے برباد مت کرو اور اُسکی مثال ایسے شخص کی بتائی جسکا
ہرا بھرا باغ آگ سے جل گیا ہو۔ پہر اُن کو سمجہایا کہ غریبون اور مسکینون
کو جو خدا کے لئے دیتے ہو وہ اپنے ہی لئے دیتے ہو اور وہ تمہین
پہونچے گا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان لوگون کا ذکر کیا جو
غریب اور مسکین لوگون پر مال خرچ کرتے ہین اور اُن کے ثواب کا
بیان کیا اور اُسی کے ساتہہ ان لوگون کا ذکر کیا جو بعوض سلوک و
ہمدردی کرنے کے سود لیتے ہین۔ پس قرینہ مقام و طرز کلام سے
صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت مین اُنہی لوگون کا ذکر ہے جو غریب
و مسکین لوگون سے سود لیتے تھے اور اُسی سود کو جو ایسے لوگون سے
لیا جاتا تہا جو قابل رحم اور ہمدردی اور سلوک کرنے کے تھے
خدا نے حرام کیا اور فرمایا کہ "حرم الربا" اور پہر فرمایا کہ "یمحق اللہ الربا و یربی
الصدقات" اور پہر فرمایا کہ اے ایمان والو جو کچہہ سود کا لینا باقی
رہ گیا ہے اُس کو چھوڑ دو اور اگر نہین چھوڑتے ہو تو خدا اور رسول
سے لڑنے کو طیار ہو جاؤ کیونکہ خدا اور رسول نے تو اُن کیساتہہ
سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور تم اُس کے برعکس
اُن سے سود لیتے ہو۔ خدا کے حکم کے برخلاف کرنا گویا خدا سے
لڑائی کرنی ہے۔ پس تم کو چاہیئے کہ اُن سے اپنا اصل مال لے لو
اور اگر کوئی ایسا محتاج ہو کہ اصل دینے کا بہی مقدور نہ رکہتا ہو تو تم اُسکو

مہلت دو تاکہ جب اُس کو فراغت ہو ادا کرے اور اگر اصل بھی
چھوڑ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس جسقدر آیتین کہ قبل آیت ربا
کے ہین اور جس قدر کہ اُس کے بعد ہین اُن سب کو ملانے اور
سیاق و سباق کلام پر نظر کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی
ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب اور محتاج آدمیون سے لیا جاتا تھا
جو کھانے کو محتاج تھے اور غلہ یا کھجورین یا اور کچھ قرض لیکر قوت لایموت
بہم پہونچاتے تھے اور جنکی نسبت قران مجید مین جابجا سلوک و ہمدردی
کرنے کی ہدایت تھی مین نہین سمجھ سکتا کہ کوئی شخص گو کہ وہ کوئی مذہب
رکھتا ہو ایسے ربا کو ناپاک و حرام نہ سمجھتا ہو۔ ان کے سوا وہ لوگ ہین
جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہین اور اپنے عیش
و آرام کے لئے روپیہ قرض لیتے ہین جایدادین مول لیتے ہین مکان
بناتے ہین اور قرض روپیہ لے لیکر چین اُڑاتے ہین گو اُنکو قرض
دینا بعض حالتون مین خلاف اخلاق ہو مگر اُن سے سود لینے کی
حرمت کی کوئی وجہ قران مجید کے رو سے مجھکو نہین معلوم ہوتی۔ اسی
طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہین جو تجارت کے کاروبار مین
پیش آتے ہین اور ایسے بنکون کے قایم ہونے سے جو سود پر
تجارت کے مقاصد کے لئے روپیہ قرض دیتے ہین اور ایک
جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہونچا دیتے ہین اور ہر قسم کی آڑھتون کا
کام کرتے ہین اور جن سے تجارت اور ترقی ملک و افزونی آبادی کو

نہایت امداد پہونچتی ہے اُن معاملات مین جو سود کہ لیا و دیا جاتا ہے
مجہہ کو قران مجید کے روسے اُس کے ایسے ربا ہونے کی جسکو
اِس آیت مین حرام کیا ہے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ پس
حکم ربا کا جو قران مجید مین ہے وہ نہایت اخلاق و نیکی پر مبنی ہے
اور کسیطرح ترقی تجارت و ترقی ملک و دولت کا مانع نہین ہے۔
فقہاء نے بلاشبہہ اپنے اجتہاد اور قیاس سے ایسی قیدین
بڑہادی ہین جنسے ربا کا حکم تجارت کی ترقی کا مانع قوی ہوگیا ہے
مگر قران مجید سے ایسا نہین پایا جاتا۔ چنانچہ آیات جنمین ربا کا حکم ہے
دکھلائی جاتی ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالہم فے	مثل اُن لوگون کے جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو
سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت	اللہ کی راہ مین مثل مثل ایک دانہ کے ہے کہ اوگاوے
سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ	سات بالین ہر بال مین سو دانہ اور اللہ
واللہ یضعف لمن یشآء واللہ واسع	دونا کردیتا ہے جس کیلیے چاہے اور اللہ کشایش والا
علیم الذین ینفقون اموالہم	جاننے والا ہے جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو
فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا	اللہ کی راہ مین پہر نہین پیچہے پڑتے اُس خرچ
منًّا ولا اذًے لہم اجرہم عند	مین منت رکہنے اور ستانیکے اُن کیلیے اُنکا اجر ہے
ربہم و لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون	اُنکے رب کے پاس اور نہ خوف ہے اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے
قول معروف ومغفرۃ خیر من	بات معقول اور درگذر کرنا بہتر ہے اُس صدقہ سے
صدقۃ یتبعہا اذًی واللہ غنی حلیم	جسکا پیچہا ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ بردبار ہے

يا ايها الذين امنوا لا تبطلوا صدقتكم
بالمن والاذى كالذي ينفق
ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله
واليوم الآخر فمثله كمثل صفوان
عليه تراب فاصابه وابل فتركه
صلدا لا يقدرون على شيء
مما كسبوا والله لا يهدي القوم
الكافرين ومثل الذين ينفقون
اموالهم ابتغاء مرضات الله
وتثبيتا من انفسهم كمثل جنة بربوة
اصابها وابل فآتت اكلها ضعفين
فان لم يصبها وابل فطل
والله بما تعملون بصير ايود احدكم
ان تكون له جنة من نخيل واعناب
تجري من تحتها الانهار له فيها
من كل الثمرات واصابه الكبر
وله ذرية ضعفاء فاصابها
اعصار فيه نار فاحترقت
كذلك يبين الله لكم الآيات لعلكم

اے مومنو مت باطل کرو اپنے صدقون کو
منت رکھنے اور ستانے سے مثل اس کے جو خرچ کرتا ہے
اپنے مال کو آدمیون کے دکھانے کیلئے اور نہین
ایمان لاتا ہے الله اور یوم آخر پر سو مثل اسکی مثل صاف
پتھر کے ہے کہ اسپر مٹی ہو پس پہونچے اسکو مینھ
پس کر دے اسکو صاف نہین قدرت پاتے اپنے کسب مین
کسی چیز پر اور الله نہین ہدایت کرتا کافرونکی قوم کو
اور مثل اُن لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے
مالون کو الله کی رضا مندی چاہنے اور اپنے
نفسون ثابت کرنے کیلیے مثل ایک باغ کی ہے
جو اونچی پر ہو اسکو پانی پہونچے تو اپنے پہلونکو دونا لاوے
سو اگر نہ پہونچے اس کو مینھ تو اوس ہی کافی ہو اور جو تم
کرتے ہو الله اسکو دیکھنے والا ہے کیا اچھا لگتا ہے
تم مین سے کسیکو کہ اس کیلئے ہو ایک باغ کھجور اور انگور کا
بہتی ہون جسکے نیچے نہرین انمین اس کیلئے ہے ثمر
سے میوے ہون اور پہونچا ہو اسکو بڑہاپا
اور اسکی اولاد کمزور ہون سو پہنچے اس باغ پر
بگولا جسمین آگ ہو سو جلا دے اسیطرح بیان
کرتا ہے الله تمہارے لئے آیات تاکہ تفکر کرو

تتفکرون یا ایہا الذین امنوا انفقوا
من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا
لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث
منہ تنفقون و لستم باخذیہ
الا ان تغمضوا فیہ و اعلموا ان
اللہ غنی حمید الشیطن یعدکم
الفقر و یامرکم بالفحشاء و اللہ
یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا و اللہ
واسع علیم یؤتی الحکمۃ من
یشاء و من یؤت الحکمۃ فقد
اوتی خیرا کثیرا و ما یذکر الا اولوا
الالباب و ما انفقتم من نفقۃ
او نذرتم من نذر فان اللہ
یعلمہ و ما للظلمین من انصار
ان تبدوا الصدقت فنعما ھی
و ان تخفوھا و تؤتوھا الفقراء
فھو خیر لکم و یکفر عنکم من
سیاتکم و اللہ بما تعملون خبیر
لیس علیک ھدیھم و لکن اللہ

اے مومنو خرچ کرو طیبات میں سے جو کمایا
تم نے اور اسمین سے جو نکالا ہمنے
زمین میں سے تمہارے لئے اور مت ارادہ کرو
خبیث میں سے خرچ کا تم اُسکے لینے والے نہین
مگر یہ کہ چشم پوشی کرو اُس سے اور جانو کہ اللہ
غنی ہے لائق حمد کے شیطان وعدہ دیتا ہے
تم کو فقر کا حکم کرتا ہے تمکو فحشا کیساتھ اور اللہ
وعدہ کرتا ہے تم کو اپنے مغفرت و فضل کا اور اللہ
کشایش والا جاننے والا ہے دیتا ہے حکمت جس کو
چاہتا ہے اور جسکو دیگئی حکمت تو بیشک دی گئی
بھلائی بہت اور نہین نصیحت پکڑتے مگر
صاحبان عقل اور جو خرچ کرو کچھ خرچ کرنا یا
نذر مانو تو اللہ جانتا ہے اور نہین
ظالمین کیلئے کوئی مددگار ہوا اگر تم کھلا دو
صدقات کو تو اچھا ہے اور اگر چھپاؤ
تم اُس کو اور دو اُس کو فقیروں کو تو وہ
بہتر ہے تمہارے لئے اور دور کریگا تم سے
تمہاری برائیان اور اللہ جو کچھ کرتے ہو اُس سے
خبر رکھنے والا ہے نہین تجھپر لازم انکی ہدایت لیکن اللہ

یھدی من یشآء و ما تنفقوا	ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو خرچ کرو گے
من خیر فلانفسکم و ما تنفقون	سو اپنے واسطے اور نہ خرچ کرو تم مگر اللہ کی
الا ابتغآء وجہ اللہ و ما تنفقوا	رضامندی چاہنے کیواسطے اور جو خرچ کرو گے تم
من خیر یوف الیکم و انتم لا تظلمون	بھلائی سے پوری ملیگی تم کو اور تم نہیں ظلم کیے جاؤ گے
للفقراء الذین احصروا فی سبیل	واسطے اُن فقیروں کے خیرات ہے جو بند کیے گئے ہیں اللہ کی
اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض	راہ میں زمین میں چل نہیں سکتے جانتا ہے اُن کو
یحسبھم الجاھل اغنیاء	جاہل غنی نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے
من التعفف تعرفھم بسیمٰھم	اُن کو اُن کے چہرے سے نہیں مانگتے
لا یسئلون الناس الحافا و ما تنفقوا	لوگوں سے لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے خیر میں سے
من خیر فان اللہ بہ علیم	تو اللہ اُس کا جاننے والا ہے جو خرچ
الذین ینفقون اموالھم بالیل	کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات و دن میں چھپے
والنھار سرا و علانیۃ فلھم	اور کھلے تو اُن کے لیے اُن کا اجر ہے
اجرھم عند ربھم و لا خوف	اُن کے رب کے پاس اور نہ خوف ہے اُن پر
علیھم و لا ھم یحزنون الذین	اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو کھاتے ہیں سود
یاکلون الربوٰا لا یقومون الا	نہیں کھڑے ہوتے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص
کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن	جس کے حواس کھو دیئے ہوں شیطان نے
من المس ذالک بانھم قالوا	چھو کر یہ اسواسطے کہ انہوں نے کہا کہ سوائے
انما البیع مثل الربوٰا و احل اللہ	اس کے نہیں کہ سوداگری مثل سود لینے کے ہے
البیع و حرم الربوٰا فمن جاءہ	اور حلال کیا ہے اللہ نے سوداگری کو اور حرام کیا سود کو پھر

موعظة من ربه فانتهى فله	جوکوئی کہ آوے اُسکے پاس نصیحت اُس کے رب سے اور باز آوے
ماسلف وامرہ الى الله ومن عاد	سو اُس کیواسطے وہ ہے جو ہو چکا اور اُسکا حکم اللہ
فاولئك اصحٰب النار هم فيها	کیطرف ہے اور جو کوئی پھر کرے تو وہی دوزخ والے ہین
خالدون يمحق الله الربٰوا ويربي	اُسمین رہینگے مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑہاتا ہے
الصدقٰت والله لا يحب كل كفار	صدقات کو اور اللہ نہین چاہتا ہر ناشکر گنہگار کو
اثيم ان الذين امنوا وعملوا	جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا اور قایم کیا
الصٰلحٰت واقاموا الصلوٰة واتوا	نماز اور دیا زکواۃ اُن کے لئے اجر اُنکا
الزكٰوة لهم اجرهم عند ربهم	ہے اُن کے رب کے پاس اور نہ خوف ہے
ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون	اُن پر اور نہ وہ غمگین ہون گے ای مومنو
يايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا	تقوے کرو اللہ سے اور چھوڑدو جو رہ گیا ہے
ما بقي من الربٰوا ان كنتم مؤمنين	سود مین سے اگر تم مومن ہو سو اگر نہ
فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله	کرو تم تو اجازت دو لڑنے کی اللہ اور اُسکے
ورسوله وان تبتم فلكم رءوس	رسول سے اور اگر توبہ کرو تم پس تمہارے لئے رُوس
اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون	تمہار مال کا ہے نہ ظلم کرو تم اور نہ تم پہ ظلم کیا جاوے
وان كان ذو عسرة فنظرة الى	اور اگر تنگ ہو تو ڈھیل دینا ہے آسانی تک
ميسرة وان تصدقوا خير لكم	اور اگر خیرات کرو تو بہتر ہے تمہارے لئے
ان كنتم تعلمون واتقوا يوما	اگر تم جانتے ہو اور تقوے کرو اُس دن سے
ترجعون فيه الى الله ثم توفى	کہ لوٹائے جاؤ گے اُسمین اللہ کیطرف پھر پورا ملیگا
كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون	ہر شخص کو اُس کا کمایا ہوا اور ظلم نہ ہوگا اُن پر

سورہ آل عمران میں ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوٰا اضعافاً مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون

اے مومنو نہ کھاؤ سود دونے پر دوگنا اور تقوے کرو اللہ سے تاکہ بھلا ہو تمہارا۔

اس آیت سے سود دونے پر دونا یعنی سود در سود لینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ سورہ بقر کی آیت الذین یاکلون الربوٰا اور سورہ آل عمران کی آیت لا تاکلوا الربوٰا دونوں پر لام ہے یعنی وہ معرف باللام ہیں اسلئے وہی موضوع بحث ہیں۔ ان آیات میں الف لام استغراق کے لئے نہیں کہ کوئی فرد حکم سے خارج نہ ہو کیونکہ ربوا کے معنی بڑھوتری کے ہیں اور مطلق بڑھوتری حرام نہیں۔ بیع میں بھی بڑھوتری ہوتی ہے اور بیع کی حلت کا خود آیت سورہ بقر میں ذکر ہے۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ لام جنس کا قرار دیا جاوے کیونکہ لام جنس سے صرف حقیقت ذہنیہ کسی شے کی مقصود ہوتی ہے اور افراد کا علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کیا جاتا اور چونکہ حقایق ذہنیہ خارج میں افراد سے علیحدہ کوئی اپنا مستقل وجود خارجی نہیں رکھتیں اس لئے ان کے فعل سے ممانعت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ لہذا مفسرین نے الف لام عہد ذہنی کا قرار دیا ہے کیونکہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ ربوٰا مثل بیع کے ہے جب بیع حلال ہے تو ربوٰا کیوں حرام ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اس الف لام سے صرف اس بڑھوتری پر حکم عاید کرنا مقصود ہے جس کو اہل عرب جانتے تھے۔

اور جسکا رواج بھی انھین تھا۔

ائمہ مجتہدین کو اتفاق ہے کہ آیات حرمت ربوا مجمل ہین اور اجمال صرف بیان مین ہے نہ حقیقت مین کیونکہ حقیقت ربوا معلوم ہے استثنا مین حرمت ربوا کی علت کیا ہے یہ قابل غور ہے۔ چونکہ مومنین کے لئے حکم ہے لہذا مومنین کے لئے باہم آیات مذکور نص قطعی ہونگی نہ کہ مابین مومنین و غیر مومنین کے۔ دوسرے چونکہ بوجہ عقلی مومنین کے لئے سود حرام ہے لہذا اگر غیر مومن کے ساتھ معاشرت ہو تو ان کے لئے بھی اور مومنین کے لئے سود کا لینا و دینا ان کے درمیان برا ہوگا۔

سورہ بقر کی آیت مین ہے فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون کہ تمہارے لئے رؤس اموال تمہارے مال کا ہے تم ظلم نہ کرو اور نہ تم پر ظلم ہو اس سے یہ تمیز ہی ہوسکتی ہے کہ رؤس اموال سے مراد وہ اموال نہین ہین جو سود نہ ادا ہونے پر وہی سود راس المال مین بڑھا دیا جاتا تھا اور اس پر بھی سود لیا جاتا تھا بلکہ اصل اسکا سود زادہ ہے پس اگر یہ تمیز کی جاوے تو صرف سود در سود حرام ہوگا جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت مین حرام ہوا ہے۔ دوسرے سود کا لینا ظلم ثابت ہوتا ہے لہذا اموال بالباطل کمانے مین بھی وہ بہت بدا اور شدید ہے۔ پس کچھ عجب نہین کہ یہ مقصود ہو کہ جب سود دلا دلایا جاتا ہے اور سود در سود کی ممانعت کیجاتی ہے تو اس صورت مین

نہ دینے والے پر ظلم ہوا اور نہ لینے والے پر کیونکہ ایک میں اُس نے
دیا اور ایک میں اُس کو نہ دینا پڑا اور پانے والے نے ایک میں پایا
اور ایک میں نہ پایا۔ اللہ تعالے نے اس کے جواب میں کہ سود
مثل بیع کے ہے یہ فرمایا ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو
بڑہاتا ہے لہذا اس سے بھی یہ نکل سکتا ہے کہ جن کو صدقہ دینا چاہیئے
اُن سے سود لینا منع ہے اور یہ تخصیص اس آیت میں ہے۔ اور
یہ کہنا کہ سود ایک رقم زاید ہے اور اُس کے نہ لینے کی مخالفت
کے ساتھ صدقات سے کے نسبت ہی کہا گیا ہے کہ جس طرح سود
لینا بُرا ہے اُسی طرح صدقات کا دینا اچھا ہے صرف اسی قدر
مقصود ہے ذوق سلیم تسلیم نہیں کرتا کہ صرف اسی لیئے یہ کہا گیا ہو۔
ربا کے تمام جزئیات مسلوب المنفعت نہیں ہیں تشریع میں ممکن ہے
کہ شارع نے جہت عالیہ کا خیال کیا ہو اور اُسی پر حکم لگایا ہو لیکن
وعید جس پر ہے وہ مخصوص ہے۔ سود خواری کے پیشہ کر لینے سے
انسان کم محنت ہو جاتا ہے اور تھوڑے منافع پر قناعت کر لیتا ہے
اُس سے بظاہر شروع میں بخوبی روپیہ و مال ملتا ہے مگر تجربہ سے
ثابت ہوا ہے کہ اُس شخصی منافع کے مقابل قوم کی اجتماعی حالتیں
روز بروز ضعف آتا جاتا ہے اس لیئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سود سے
قومی فایدہ ہوتا ہے کیونکہ شخصی منافع کی مقدار ہمیشہ قومی اعتبار
و قومی اقبال کا قطعی معیار نہیں۔ سود خوار قوموں میں فرداً فرداً

ایسی مثالیں موجود ہیں جو ثروت و مالداری کا نمونہ ہیں مگر عام حالت کے رو سے لوگوں کو اطمینان نہیں۔ ممالک مغربی اس خیال کی صحت کا صحیح نمونہ ہیں سرمایہ کے عوض میں اہل زر کو معاوضہ ملتا ہے پس روپیہ ان کے پاس جمع ہو جاتا ہے اور خود محنت کرنیوالے نقصان میں رہتے ہیں اور دوسروں کے روپیہ کے عوض میں محنت کرتے اور سود بھرتے ہیں اور اپنی محنت کے فواید سے مستفید نہیں ہوتے اس لئے سود در سود کو بغیر تخصیص کے حرام کرنا وہ اصلاح ہے جو اسلام نے کیا اور سود محض کے لئے تخصیص کر دی

سورہ نساء میں ہے واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ — اور بسبب لینے سود کے حالانکہ سود اور بیشک منع کئے گئے تھے اس سے اور بسبب ان کے کھا لینے کے
واکلھم اموال الناس بالباطل — اور لوگوں کے مالوں کو باطل کے ساتھ

اس آیت کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں سود لینے اور مال بالباطل کے کھانے کو جدا جدا بیان کیا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سود لینا باطل کے ساتھ مال کھانا نہیں ہے بلکہ ناترسی سے مال لے لینا ہے جو مال بالباطل تصرف کرنے سے بھی بدتر اور زبردستی و ناترسی و بالفاظ ظلم سے مال لے لینا سود لینا ہے اور بجائے اس کے کہ جس سے لیا ہے اس کے ساتھ احسان کریں اس کے مال کو لے لینا ہے اور باطل طور سے مال کا

سود لینا باطل طور سے مال لینا نہیں ہے بلکہ ناترسی ہے

تصرف کرنا یہ ہے کہ فریب یا رشوت یا بغیر رضامندی کے مال لیا جاوے دوسرے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو بھی سود لینے کی ممانعت تھی۔

سورۂ روم میں ہے فآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ذالک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولٰئک ہم المفلحون وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ہم المضعفون۔

سو دے قرابت والوں کو اُن کا حق اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضامندی اور وہی فلاح پانے والے ہیں اور جو تم دو گے سود تاکہ بڑھے آدمیوں کے مال میں سو نہ بڑھے گا اللہ کے نزدیک اور جو تم دو گے زکوٰۃ میں سے اللہ کی رضامندی چاہتے ہو تو وہی دونے ہوں گے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذو القربیٰ کا حق بھی تو ربیت میں سے دینا اور مسکین اور مسافر کا حق زکوٰۃ میں دینا بہتر ہے انکو جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہ فلاح پانے والے ہیں اور اللہ کے نزدیک سود سے آدمیوں کا مال نہیں بڑھتا بلکہ زکوٰۃ دینے سے جو وجہ اللہ دیجاوے دونا ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سود مقابلے میں زکوٰۃ کے ہے پس اسکی تائید ہوتی ہے کہ غرباء سے سود لینا سود ممنوعہ ہے

علماے امت اور فقہاے اسلام نے ربا کی دو قسمین کی ہین ایک ربا الفضل اور دوسری ربا النسیئہ ربا الفضل سے ایسی بڑہوتری مراد ہے کہ ہمجنس چیز کے دست بدست مبادلہ کرنے مین لی دی جاوے۔ اس قسم کے ربا کی حرمت زیادہ تر حدیثون پر مبنی ہے اور اس باب مین کہ کونسی ہمجنس چیزون کے مبادلہ مین بڑہوتری لینا ربا ہے ائمہ مجتہدین مین اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اُس ہمجنس مال کے مبادلہ مین بڑہوتری ربا ہے جو پیمانہ سے بکتا یا وزن سے تلتا ہو۔

امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مال یا خود قیمتی ہو جیسے چاندی سونا یا جو شے خوردنی ہو۔

امام مالکؒ کے نزدیک وہ مال یا خود چاندی و سونا ہو یا ایسا ہو جس سے انسان کا قوت ہوتا ہو یا جو اُسکی اصلاح کرتا ہو جیسے نمک۔

ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک چاندی اور سونے کے سوا باقی ایسی چیزون کے مبادلہ کی بڑہوتری پر جو کہانے مین نہین آتین جیسے لوہا اور چونا وغیرہ ربا کا حکم نہین ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ربا کا حکم ہے۔ اور جبکہ قلیل مقدار کا غلہ جو ایک صاع سے کم ہو مبادلہ کیا جاوے تو اُسکی بڑہوتری پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ربا کا حکم نہین ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ربا کا حکم ہے۔ اور جو پہل وغیرہ اشیاے خوردنی پیمانے یا وزن سے نہین بکتی ہین

ان کی بڑہوتری پربھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ربا کا حکم نہین ہے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک ربا کا حکم ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک
جیسا کہ اُن کی کتاب مؤطا مین مذکور ہے چاندی اور سونے کے سوا
اور چیزون پر جو وزن سے بکتی ہین جیسے تانبا۔ سیسہ۔ چونا۔ لوہا
کسم وغیرہ یا ایسا میوہ جو تازہ کہانے مین آتا ہے اور سکہلا کر ذخیرہ
نہین کیا جاتا اس کے مبادلہ کے بڑہوتری پر ربا کا حکم نہین ہے
ہمجنس ہونے مین اچھے اور برے یا کہرے اور کہوٹے مین
کچھہ فرق نہین ہے کہرا سونا کہوٹے سونے سے اور کہری چاندی
کہوٹی چاندی سے اور اچھی کہجورین بری کہجورون سے یا سفید گیہون
لال گیہون سے اگر بدلے جاوین تو ضرور ہے کہ برابر کے برابر بدلے
جاوین اگر ان کے مبادلہ مین بڑہوتری لیجاوے تو وہ بہی ربا مین داخل ہے
مجھہ کو جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مبادلہ کو
جو اس ربا مین داخل کیا ہے جس کا ذکر اس آیت مین ہے یہ
علانیہ غلطی ہے۔ اس قسم کے مبادلون کی بڑہوتری سے آیت ربا کو
کچھہ تعلق نہین ہے بلاشبہہ حدیثون مین اس قسم کے مبادلون کی
بڑہوتری پربھی ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر اُس ربا سے یہ ربا جس کا
ذکر اس آیت مین ہے مراد نہین ہے۔ ربا کا اطلاق اُس فایدہ پر
بہی ہوتا ہے جو بیع فاسد کے ذریعہ سے کوئی شخص حاصل کرے
جیسے کہ حدیث مین آیا ہے "من اجبی فقد اربی" اجبی کے معنے

کسی درخت کے پھل کو پھلون کے آنے سے پیشتر بیچڈالنے کے ہین جیسے کہ ہندوستان مین آم کے درختون کا پھل صرف مور آنے پر قبل اس کے کہ آم پیدا ہون بیچڈالاجاتا ہے ایسی خرید و فروخت مین یا تو بایع ایسا فایدہ اٹھاتا ہے جس کے مقابلہ مین درحقیقت اُس نے کوئی جنس نہین دی یا مشتری ایسا فایدہ اٹھاتا ہے جس کے مقابلہ مین درحقیقت اُس نے مال نہین دیا اور اسی لیئے اُس معاملہ پر ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر درحقیقت یہہ معاملہ بیع فاسد کا ہے اور اُس ربا کی تفسیر مین داخل نہین جسکا ذکر آیت ربا مین ہے۔

بخاری و مسلم نے اسامہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "الربوا فی النسیۃ" یعنی ربا اُدھار مین ہے اور ایک روایت مین ہے "لا ربوا فیما کان یداً بید" یعنی جو چیز کہ دست بدست لی دی جاوے اُسمین ربا نہین ہے یعنی وہ ربا جو اس آیت ربا کے روسے حرام ہوا ہے۔ اس حدیث مین اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ دست بدست معاملہ مین جو ربا ہے وہ ربا بیع فاسد کا ہے نہ وہ ربا جو اس آیت مین حرام ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا مین اس قسم کے معاملہ کو ربا سے تعبیر ہی نہین کیا بلکہ ہر جگہ بیع سے تعبیر کیا ہے اور درحقیقت یہ معاملہ بیع کا ہے اور چونکہ اس قسم کے معاملہ مین اکثر بایع مغبون ہوتا ہے یا مشتری اور اسیلئے بیع فاسد ہین

شمار ہو سکتا ہے۔ رسول خدا صلعم نے اس بات سے منع فرمایا
کہ زیادہ مقدار کی ناقص کھجوروں کے بدلے کم مقدار کی اچھی
کھجوروں کا مبادلہ مت کرو کیونکہ وہ ربا ہے یعنی بیع فاسد کا
فایدہ ہے اس لیے کہ دونوں قسم کی کھجوروں کی واقعی قیمت
درحقیقت تنقیح نہیں ہوتی پس یا مشتری کا نقصان ہے یا بایع کا اور
اس لیے یہ فرمایا کہ اگر ایسا کرنا منظور ہے تو بری کھجوروں کی قیمت مقرر
کرکے علیحدہ بیچ ڈالو اور اچھی کھجوروں کی قیمت مقرر کرکے علیحدہ خرید لو۔
یہی حال اچھی یا بری کھری یا کھوٹی چاندی اور سونے کے مبادلہ
مین ہے کہ اسطرح کے مبادلہ کرنے مین دونون قسم مین کسی قسم کی
صحیح قیمت منقح نہین ہوتی لیکن اگر یہ قاعدہ قرار دیا جاوے کہ دو جنس
چیزون کا مبادلہ برابر برابر سے کیا جاوے تو اسمین کسی قسم کے نقصان کا
اندیشہ نہین رہتا کیونکہ اگر وہ دونون درحقیقت ایک سی ہین تو اسوقت
مبادلہ مین کسیکا نقصان نہین اور اگر وہ اچھی اور بری ہین تو کوئی
شخص برابر برابر پر مبادلہ کرنا پسند نہین کرنے کا اور ناقص چیز والے کو
ضرور ہوگا کہ وہ اپنی چیز واجبی قیمت پر فروخت کردے اور اچھی چیز کو
واجبی قیمت پر خرید لے۔ ابن عباسؓ اس قسم کے معاملہ کو اس ربا مین
جس کا ذکر آیت ربا مین ہے اور جو اس آیت کے روسے حرام
ہوا ہے داخل نہین سمجھتے تھے بلکہ اُن کا قول تھا لا ربا الا فی النسیئہ
وکان یجوزہا بالنقد یعنی وہ کہتے تھے کہ ربا ادہار کے سوا اور کسی مین نہین ہے

اور دست بدست مبادلہ مین جو ربا ہوتا تہا اُس کو وہ جایز سمجھتے تھے
تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ اُن کی دلیل یہ تھی کہ اللہ نے بیع کو حلال
کیا ہے اُسمین ایک درہم کو دو درہمون کے بدلے دست بدست
بیچنا بھی داخل ہے اور اللہ تعالے نے ربا کو حرام کیا ہے اُسمین
اُس طرح کا بیچنا داخل نہین ہے کیونکہ ربا کے معنی بڑہوتری کے
ہین اور ہر ایک بڑہوتری حرام نہین ہے بلکہ وہی خاص بڑہوتری
حرام ہے جو آپسمین عرب کے لوگون مین ربا کے نام سے موسوم
تھی اور وہ بڑہوتری اُدہار کے معاملہ مین ہوتی تہی۔ پس خدا نے
جو یہ فرمایا و "حرم الربوا" اُس سے وہی اُدہار والی بڑہوتری حرام ہوئی
اور بیع کے حلال کرنے سے وہ بڑہوتری جو نقد اور دست بدست
ہو حرام نہین ہوئی اور نہ ربا کے حرام ہونے مین داخل ہوئی اور
یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُس کی حرمت حدیث کے رو سے ہوئی ہے
کیونکہ ایسا کہنے مین ظاہر قران کی تخصیص خبر واحد سے ہو جاوے گی
اور یہ جایز نہین۔

تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ نے
اپنے اس قول سے رجوع کی ہے مگر مین کہتا ہون کہ عکرمہؒ جو
اُن کے خاص شاگرد رشید تھے اور اُنہین کے پاس رہتے
تھے اور اُنہین سے تربیت پائی تھی ان کو ابن عباسؓ رجوع کی
خبر نہ تھی اور اس سبب سے وہ روایت جسمین ابن عباس کا رجوع کرنا

بیان کیا گیا ہے نہایت مشتبہ ہوجاتی ہے بہرحال اگر ابن عباس کا رجوع کرنا ہی تسلیم کیا جاوے تو اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ بیع فاسد سے جو ربا ہو اُس کو ابن عباس پہلے جایز سمجھتے ہوں گے پھر اُنہوں نے اُس کو ناجایز سمجھا نہ یہ کہ اُنھوں نے اس معاملہ کو اس ربا مین داخل کیا جس کا ذکر آیت ربا مین ہے۔

اب مین اپنی راے سے قطع نظر کرتا ہوں اور کتب فقہ اور مسایل مسلمہ فقہ کو تسلیم کرکے مندرجہ ذیل معاملات پر جو اس زمانہ مین اکثر پیش آتے ہین نظر ڈالتا ہوں کہ اگر فقہ ہی کی روایتون پر عمل کیا جاوے تو فقہ کے رو سے بھی معاملات مندرجہ ذیل کے سود پر ربا ے ناجایز کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہین۔

اول گورنمنٹ پرامیسری نوٹ۔ اگرچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ کے سود کے مباح ہونیکا فتوی دیا ہے۔ مگر وہ دوسرے اصول کے رو سے دیا ہے۔ فقہ مسلمہ کے رو سے بھی پرامیسری نوٹ کے سود کے جایز ہونے کی اور وجہ ہوسکتی ہے۔

فقہ کے اس مسئلہ کو کہ کل قرض جر منفعتاً فھو ربوا تسلیم کرلو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس قرضہ سے بڑہوتری ملے وہ ربا ہے۔ قرضہ کے متحقق ہونے کو تین رکن ضروری ہین اگر ایک رکن بھی اسمین موجود نہ ہو تو اس پر قرضہ کا اطلاق نہ ہوگا اور اُسکی بڑہوتری ربا ے ناجایز نہ ہوگی۔ اور وہ رکن یہ ہین۔ اول داین یا داینان کا متحقق و مشخص ہونا

دویم مدیون کا محقق و مشخص ہونا۔ سویم داین کو حق طلب باقی ہونا۔ گورنمنٹ
پرامیسری نوٹ مین جسمین زمانہ ادا موعود نہین ہے اُن ارکان ثلاثہ مین سے
دو رکن مفقود ہین ایک مدیون کیونکہ اُس مین کوئی شخص معین و مشخص
مدیون نہین ہے بلکہ صرف ایک مفہوم جس کو گورنمنٹ کے لفظ سے
تعبیر کرتے ہین مدیون ہے جو فقہ کے رو سے صلاحیت مدیون قرار
پانے کی نہین رکھتی۔ دوسرے حق طلب اس لئے کہ داین کو
اُس قرضہ کے طلب کا حق نہین ہے اور جن پرامیسری نوٹون مین
میعاد ادا موعود ہے انمین حق طلب ساقط نہین ہے الا مدیون بدستور
غیر متعین و غیر مشخص ہے۔ پس جو بہوتری کہ اُن پرامیسری نوٹون کے
ذریعہ سے حاصل ہو وہ فقہ کے رو سے ربا نہین قرار پاسکتی دویم
معاملات ترقی ملک مثلاً گورنمنٹ یا کوئی جماعت محدود اس غرض سے
روپیہ قرض لے کہ اُس روپیہ سے ایک نہر آبپاشی کے لئے یا اچھی
سڑک آمد و رفت کے لئے جاری کرے اور داین کو اُس قرضہ کے
بابت سود دینا قبول کرے تو وہ بھی ربا ممنوع مین جس کا ذکر اس
آیت مین ہے داخل نہین ہے کیونکہ وہ اس قسم کا قرضہ نہین ہے
جس پر ربا ممنوع ہے۔ سویم معاملات رفاہ عام۔ فرض کرو کہ کسی شخص
یا جماعت نے ایک سرمایہ اس غرض سے جمع کیا ہے کہ اُس کے
محاصل سے رفاہ عام کے کام کئے جاوینگے وہ سرمایہ فقہ کے رو سے
وقف ہے اور وہ شخص یا جماعت صرف امین یا متولی وقف ہے اُس

سرمایہ کی ملکیت نہین رکھتی نہیں اگر وہ سرمایہ بالفرض کسیکو سودی قرض دیا جاوے تو وہ بھی ربائے ممنوع مین داخل نہین ہو سکتا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جو اصول و قواعد جماعت محدود کے لیے اس زمانہ مین مروج ہین اُنکی روسے وہ جماعت محدودہ اپنی ذات سے اُس قرضہ کی مدیون نہین ہوتی اور نہ اُنکی ذات دائن ہوتی ہے اور یہی حال اُس شخص یا جماعت کا ہے جو کسی سرمایہ وقف کا متولی یا امین ہے پس ان دونون صورتون مین یا دائن شخص معین نہین یا مدیون شخص معین نہین ہے اور اس لئے اُس پر ایسے قرضہ کا ہونا جس پر سود لینا ممنوع ہے صادق نہین آتا اور اس لیے اُسپر ربا یا ربائے ممنوع نہین ہے۔ دوم و سوم صورتون مین غرض رفاہ ہے اور جن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے اُن سے ربا لینا نہین ہے ایسی صورت مین نہ فقہ کے رو سے اور نہ کسیطرح ہماری رائے مین سود ممنوع ہے۔

شراب و جوا کی ممانعت اور اُسکے بُرے نتائج

جوا کھیلنا بُری عادت ہے اُس کا اندرونی مطلب دوسرون کے مال چھین لینے اور بغیر محنت کے مال اُڑا نے کا رہا کرتا ہے اور اُسکے سلسلہ مین طمع اپنا کام کیے جاتی ہے کبھی جوئے باز نے اپنی زندگی خوشی مین نہین گذارا ہوگا ایسے شخصون کی زندگی تکلیف مین گذرتی ہے

ان کا اعتماد نہین کیا جاتا ان کے بزرگون کی اور انکی سالہا سال کی کمائی ہوئی دولت لمحہ بھر مین نابود ہوجاتی ہے۔ اچھے اچھے لکھ پتی جوئے کی بدولت دیکھتے دیکھتے مفلس بنگئے ظلم و فریب فساد و عناد و عداوت طمع و ذلت و قطع معاشرت سب اس سے پیدا ہوتے ہین۔
گھوڑ دوڑ۔ لاٹری۔ سٹہ وغیرہ مین بھی روپیہ صرف کرنا فضول خرچی اور جوا ہے۔ اگرچہ ایسی چیزون مین لوگ فایدہ کی امید سے روپیہ خرچ کرتے ہین مگر درحقیقت یہ انکی غلطی ہے کیونکہ ہزار مین ایک کی بازی مین جیت ہوتی ہے اور نوسو ننانوے (999) کی ہار ایسی چیزون مین روپیہ برباد کرنا عقلمندی نہین ہے۔ ان باتون مین ہماری نظر ایک آدمی پر جو جیتا ہے نہین رہنی چاہیے بلکہ نوسو ننانوے (999) پر نظر کرنا چاہیے جو ہارتے ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر — تجھے پوچھتے ہین خمر اور جوا کے بابت تو کہہ
قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس — ان دونون مین نقصان بڑا ہے اور نفع آدمیون
واثمہما اکبر من نفعہما — کیلیے حالانکہ انکا نقصان زیادہ بڑا ان کے نفع سے

شراب کا مضر صحت ہونا اور اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہونا علم طب سے بھی ثابت ہے جوا کا نقصان نفع سے زیادہ ہونا بھی تجربے سے ثابت ہے۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

یا ایہا الذین امنوا انما الخمر — اے مومنو سوا اس کے نہین کہ شراب
والمیسر والانصاب والازلام — و جوا اور بت اور پانسے گندے ہین

رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ٭

عمل شیطان مین سے ہے تو بچو ان سے تاکہ فلاح پاؤ سوا اسکے نہین کہ چاہتا شیطان کہ ڈالے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض شراب اور جوا سے اور روکے تم کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے تو پھر کیا تم باز نہ آؤ گے۔

ان آیات مین شراب و جوا جس وجہ سے گندہ اور عمل شیطانی مین سے ہین اُس کو بھی بیان کر دیا ہے کہ اس سے عداوت و بغض اور اللہ کے ذکر و نماز سے رکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ ہارنے اور مدہوش ہونے سے یہ امور واقع ہوتے ہین۔ سورہ نسا مین ہے۔

لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی حتی تعلموا ما تقولون ٭

نہ نزدیک جاؤ نماز کے جس وقت تم نشہ مین ہو یہانتک کہ جاننے لگو کہ کیا کہتے ہو۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشہ مین جو کہتے ہین اُس کو نہین سمجھ سکتے اس آیت سے یہ مراد نہین ہے کہ نشہ کی اجازت ہو بلکہ یہ حکم اس کے متعلق ہے کہ اگر اتفاقاً نشہ کا استعمال ہو گیا ہو تو جب تک جو کہین اسکو نہ سمجھنے لگین اُس وقت تک نماز مین نہ جاوین۔ چونکہ شراب پینے والے نشہ کے سبب سے یہ سمجھ نہین سکتے کہ کیا کہتے ہین اور عداوت اور بغض اُس کے خاص نتائج ہوتے ہین اور اُس کے فایدہ سے زیادہ نقصان ہوتے ہین

اس لئے اُس کے استعمال اور پینے کی ممانعت ہوئی اور جو وجہ حرمت کے
اُس کو بھی اللہ تعالےٰ نے بیان فرما دیا۔

الکحل کا بغیر ضرورت صحیح کے عادت کے طور پر استعمال کرنا خواہ کسی
رنگ میں ہو حیوانی خواہشات کو ابھارتا اور حرکت شدید پیدا کرنے کا
سبب ہوتا اور روحانی قوتوں کو کمزور کرتا اور بعض حالتوں میں بالکل تباہ
و برباد کر دیتا اور اخلاقی احساسات کو کند کر دیتا ہے اور انسان کی
اُس طاقت کو جو اپنی مرضی سے کام میں لانے کی اُسمیں ہے ضعیف
بناتا اور جلد موت کے لانے کا سبب ہوتا ہے۔ اُس کیوجہ سے جو
حرکت پیدا ہوتی ہے بظاہر بعض وقت ممد صحت و بصورت طاقت معلوم
ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اُس کا نتیجہ زیادہ تھکاوٹ ہوتا ہے اور نفع
نہایت قلت سے ایسا ہوتا ہے کہ مضرت اُس سے زیادہ ہو جاتی ہے۔
شراب خانہ خراب میں الکحل موجود ہے اور اُس کا جزو ہوتا ہے
علاوہ اس کے نشہ و سکر بھی اُسکی خاصیت ہے پس نشہ و سکر میں
عقل کو مبتلا کرنا جس میں مبتلا ہوتا ہے اور افعال قبیحہ کے ارتکاب کا
سبب ہے عقل کا زائل کرنا شرعاً حرام ہے۔ سکر یہ ہے کہ نہ
سمجھ سکے کہ کیا کہتا ہے پس عقل کے عارضی زوال سے بھی غیر مشروع
افعال سرزد ہوتے ہیں اور اگر اُس حالت میں لذت قلبی اور ایسی کیفیت
حاصل بھی ہو جس سے خشیت خدا سے زیادہ ہو تو وہ بھی حرام ہے
کیونکہ اس کے ساتھ زوال عقل شامل ہے اور بغیر عقل کے وہ کیفیت

قایم و مضبوط نہیں ہو سکتی دوسرے سکر زوال عقل ممکن ہے کہ اس کے
ساتھ اور امور حرام کے پیدا کرنے کا سبب ہو۔

اگر بلا ارادہ عقل جاتی رہے تو ایسا شخص معذور و مرفوع القلم ہے
لیکن ارادتاً امر غیر شرعی سے یا امر شرعی سے عقل کو زایل و کمزور کرنا
بے عقلی ہے اور جائز نہیں۔ امر شرعی سے اگر سکر کی حالت پیدا ہوتی ہو
تو اس کو رفع کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے اور مقدار میں متناسب
ہونے سے وہ رفع ہو سکتی ہے اور اگر غیر ارادہ سے حالت مذکور ہو جاتی ہو
تو اس سے بچنا چاہیئے اور ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ اس کے قریب
نہ پھٹکیں۔ سچے مومنوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انما المومنون الذین
اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم (سوا اسکے نہیں کہ مومن وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ کا ڈر جاویں انکے قلوب)

تقشعر جلود الذین یخشون — کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے چمڑے انکے جو ڈرتے ہیں
ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم — اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتے ہیں انکے چمڑے اور دل اللہ کی
الی ذکر اللہ و اذا تتلی علیہم — یاد کی طرف اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی
آیت اللہ خروا سجدا و بکیا — آیات گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

پس یہ وہ حالات ہیں جو سچے مومنین کے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔
اس سے زیادہ کسی کیفیت کا پیدا ہونا افراط اور غیر محمود ہے اور سکر خود
افراط و ذریعہ افراط ہے لہذا سکر کو ذریعہ تقویت ایمان و خشیت اللہ کا نہ بنانا
چاہیئے اور اسیقدر خشیت اللہ و تقویت ایمان ہونا چاہیئے جو شرع سے ثابت ہو
ورنہ ان سے وہی اچھے ہوں گے جن کے دل پتھر ہیں۔ نتیجہ یہ ہے

کہ شراب و نشہ کے ذریعہ سے و حرکت قلب تیز کرنے کے ذریعہ سے
کیفیت قلبی کو درست کرنا چاہیئے۔

حدود اللہ کے توڑنے کی وعید

سورہ نساء میں ہے تلک — یہ احکام وراثت اللہ کے حدود ہیں
حدود اللہ ومن یطع اللہ و — اور جسنے اطاعت کی اللہ اور اس کے
رسولہ یدخلہ جنت تجری — رسول کی داخل کریگا اس کو جنتوں
من تحتہا الانہار خالدین فیہا — میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ اسمیں رہیگا
وذلک الفوز العظیم ومن — اور یہ بہت بڑی مراد ملنی ہے اور جسنے
یعص اللہ ورسولہ ویتعد — نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی
حدودہ یدخلہ نارا خالدا — اور تجاوز کیا انکے حدود کو داخل کریگا اسکو
فیہا ولہ عذاب مہین — آگ میں ہمیشہ اسمیں اس کیلئے عذاب الیم ہے

اور سورہ بقر میں طلاق کے حکم کے ضمن میں ہے۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ — سو اگر تم ڈرو کہ بیوی خاوند نہ قایم رکھ سکینگے اللہ کی حدود کو

پس طلاق بھی حدود اللہ میں ہوا۔ اور سورہ طلاق میں ہے۔

وتلک حدود اللہ ومن یتعد — اور یہ اللہ کے حدود ہیں جسنے تجاوز کیا
حدود اللہ فقد ظلم نفسہ — اللہ کے حدود کو تو بیشک ظلم کیا اپنی جان پر

غرضکہ وراثت وطلاق وغیرہ سب کے حکم کو جنکو حدود اللہ کہا ہے نہ بجا لانا دائمی
ہمیشگی آگ و عذاب مہین کا سبب ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی معصی

بھی شامل ہو تو اور وعید بھی ہے۔

زنا کی سزا اور اس کی حرمت مومنین پر

سورہ نور میں ہے الزانیۃ	زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنیوالے مرد
والزانی فاجلدوا کل واحد منہما	تو مارو اُنکے ہر ایک کو سو چوٹ بھی اور نہ
مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما	آوے تم کو اُن پر شفقت اللہ کے
رافۃ فی دین اللہ ان کنتم	دین میں اگر تم ایمان رکھتے ہو
تؤمنون باللہ والیوم الآخر و	اللہ اور یوم آخر پر اور چاہیئے کہ دیکھیں
لیشہد عذابہما طائفۃ من	اُنکا مارنا ایک جماعت مسلمانوں سے
المؤمنین الزانی لا ینکح الا زانیۃ	بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت سے
او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا	یا مشرکہ سے اور بدکارہ کو بیاہ نہیں لیتا مگر
الا زان او مشرک وحرم	بدکار مرد یا مشرک اور یہ حرام ہوا ہے
ذلک علی المؤمنین	مومنین پر

چونکہ زنا مضر صحت و مضر تربیت و مضر تمدن و مضر میراث و مضر نسب اور خلاف شرف انسانیت ہے لہذا اُس کے انسداد کیلئے وعید و طریق مذکور ہیں اور چونکہ زنا سے بالخصوص نسب کو نقصان پہونچتا ہے لہذا اس لئے کہ زنا کے واقعہ کا اعلان ہو جاوے اور زانیہ و زانی کیساتھ پھر کوئی نکاح نہ کرے علاتیہ زانی و زانیہ کو سزا دینے کا حکم ہوا اور اس سے بہتر طریقہ انسداد او سیطرح اس فعل بدکا نہیں ہو سکتا لہذا ارادہ اسکے حرم و ذلک علی المومنین

کہا گیا اور سزا ابھی مقرر کی گئی۔

عورت سے عورت کے فاحشہ اور مرد سے مرد کے فاحشہ کرنے کی وعید

سورہ نساء مین ہے و اللتی یاتین	اور جو تمہاری عورتون مین باہم کرین فاحشہ
الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا	تو اُن پر چار گواہ اپنے لاؤ سو اگر وہ لوگ
علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا	گواہی دین تو روک رکھو اُن کو گھرون مین
فامسکوہن فی البیوت حتی	یہان تک کہ وہ مرجاوین موت مین یا
یتوفہن الموت او یجعل اللہ	کردے اللہ اُن کے لئے راہ - اور
لہن سبیلا و الذان یاتینہا منکم	جو مرد باہمی فاحشہ کرین تو اُنکو ستاؤ پھر
فاذوہما فان تابا و اصلحا فاعرضوا	اگر وہ دونون توبہ کرین اور اصلاح پکڑین تو
عنہما ان اللہ کان توابا رحیما	اعراض کرو اُنسے اللہ توبہ قبول کرنیوالا رحیم ہے

چونکہ مرد کیساتھہ مرد کے بدفعلی سے نسب کا نقصان نہین ہوتا لہذا اُس کے انسداد و سزا کے لئے صرف اذیت یا توبہ کا حکم ہوا اور عورت کیلئے دوسری قسم کا پس حکمت اختلاف سزا کی سمجھ ہے چونکہ زنا کی سزا سورۂ نور مین مذکور ہے لہذا عورتون کے فاحشہ یا دو مردون کے فاحشہ سے مراد زنا نہین ہے پس اگر دو عورتین باہمی فاحشہ کرین تو اُنکی سزا ان آیات مین یہ ہے کہ اُن کو گھرون مین روک رکھو اُس وقت تک کہ مرجاوین یا طلاق پاجاوین یا نکاح مین آجاوین اور یہ سزا نہایت مناسب ہو باعث انسداد کیلئے ہے

کیونکہ یہ عادت اگر عورتون مین ہو تو اُس کا پتہ بوجہ اُن کے گھر کے اندر
رہنے کے بہت مشکل ہے اور متعدی ہو جاتی ہے اور یہ عادت ایک سے
دوسرون مین پھیلتی ہے خصوصاً جبکہ وہ گھر سے باہر جانے لگین پس ایسی
عورتون کے لئے یہی مناسب ہے کہ گھر سے باہر نہ نکلنے پاوین اُس وقت
تک کہ مر نہ جاوین اسطرح کافی حفاظت اس بلا سے بچنے کی ہو جاتی ہے
اور ایک قسم کا انسداد بھی ہے لیکن اگر عورت نکاح کر لیوے تو اُس کے
روکنے کا حق اور گھر کے باہر جانے سے باز رکھنے کا حق شوہر کو ہوتا ہے
لہذا مجبوری ہے اور عورت کی آزادی ایسی حالت مین بذریعہ سزاے عام
روکی نہین جا سکتی بلکہ شوہر خود روک سکتا ہے اور لوگ آپ ہی اپنے گھر
مین بوجہ علم اس حکم کے نہ جانے دینگے اور اگر نے نکاحی ہے تو اُسکے
ورثا اُس کو روکین یا نکاح کر دیوین پس یجعل اللہ لہن سبیلا کے صحیح
مفہوم یہی ہین کہ یا طلاق دیا جاوے یا نکاح ہو جاوے اور چونکہ مرد
اور عورتون کی حالت مین بوجہ گھر مین بیٹھنے اور باہر کام کرنے کے اختلاف ہے
لہذا مردون کے بابت یہ حکم دیا گیا کہ اُن کو ستاتے رہین یعنی نصیحت وفضیحت
کرتے رہین کیونکہ کسی سزا کا حکم نہین ہے پہر اگر وہ توبہ کرین اور اصلاح کرین
یعنی یہ معلوم ہو جاوے کہ توبہ کر کے اُنہون نے اپنی عادت کو چھوڑ دیا ہے
تو اُن سے اعراض کرنا چاہیئے اللہ تواب رحیم ہے۔ لہذا مردون کے
بابت بھی یہ حکم اُن سے اس عادت کے چھوڑانے کے بابت مفید
اور انسدادی ہے اور اس سے مناسب اور بہتر کیا حکم ہو سکتا ہے۔ خود

اسراف اور اعضاء و قوے کا نقصان اُن کے لئے سزاے فطرتی ہے اور غیر محل مین عمل کرنا اور قوت شہوت مین روائت بھی ہے پس اُس سے نقصان زیادہ ہوتا ہے اور قدرت نے جس فایدہ کیلئے اُس قوت کو دیا ہے اُس سے وہ فایدہ نہ حاصل کرنا اُسکو ضایع کرنا ہے۔

وعید حُب تشیع فاحشہ

سورہ نور مین ہے ان الذین	جو دوست رکھتے ہین کہ پھیلے فاحشہ
یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی	ایمان والون مین اُن کے لیے
الذین امنوا لھم عذاب الیم	عذاب الیم ہے دنیا اور
فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم	آخرت مین اور اللہ جانتا ہے
وانتم لا تعلمون	اور تم نہین جانتے۔

فاحشہ مین زنا و لواطت وغیرہ شامل ہین پس اُن کے پھیلنے کو دوست رکھنا یا اُن کو پھیلانا سبب وعید مذکورہ اس آیت کا ہے اور اللہ تعالی نے اسی مصلحت کے نسبت اس آیت مین یہ فرمایا ہے کہ اللہ جانتا ہے تم نہین جانتے یعنی تم نہین جانتے کہ اس سے کیا نقصان ہوتا ہے اور کس قدر وہ متعدی ہو جاتے ہین۔ لہذا اس سے بہتر طریق ممانعت نہین ہو سکتا۔

افترا کذب کی وعید

سورہ نحل مین ہے انما یفتری
الکذب الذین لا یومنون بایٰت
اللہ و اولٰئک ھم الکذبون

سوا اسکے نہین کہ جھوٹ باتے ہین
وہ لوگ جو ایمان نہین رکھتے اللہ کی
آیات پر اور وہی جھوٹے ہین۔

افترا کذب قلب و اعضاء و جوارح سب سے ہوسکتا ہے خلاف واقع امر کو بنا لینا کذب ہے اور اللہ کی آیات پر ایمان نہ لانا ہے یعنے آیات قدرت بھی اُس کو بُرا ثابت کرتی ہین اور آیات احکام خدا کے بھی خلاف ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

ویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم
ثم یقولون ھذا من عند اللہ
لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم
مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما
یکسبون ٥

وائے ہے اُنپر جو لکھتے ہین کتاب کو اپنے
ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ ہے اللہ کے پاس سے
تاکہ مول لین اُس کے عوض تھوڑی قیمت
افسوس ہے اُنکے لیے اسپر کہ کسب کیا اُنکے ہاتھون نے
اور افسوس ہے اُنپر جو اُس سے کسب کرتے ہین

سزا و وعید بہتان اور عورتون پر عیب لگانے کی اور اُنکی بابت شہادتین

سورہ نور مین ہے والذین
یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ

اور جو عیب لگاتے ہین محصنات کو
پھر نہین لاتے چار

شہداء فاجلدوھم ثمنین	گواہ تو مارو اُن کو اسّی کوڑے اور نہ مانو
جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدًا	اُن کی گواہی کبھی وہی فاسق ہین
واولئک ھم الفسقون الا الذین	مگر جو توبہ کرین اس کے بعد
تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان	اور اصلاح کرین تو اللہ غفور
اللہ غفور رحیم والذین یرمون	رحیم ہے۔ اور جو عیب لگاوین
ازواجھم ولم یکن لھم شہداء	اپنی بیویون کو اور نہ ہوں اُن کیلئے گواہ
الا انفسھم فشہادۃ احدھم	مگر خود وہ تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے
اربع شہدٰت باللہ انہ لمن	کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے
الصدقین والخامسۃ ان	کہ بیشک وہ سچا ہے اور پانچوین بار
لعنت اللہ علیہ ان کان من	یہ کہ لعنت اللہ کی اُس پر ہو اگر وہ
الکذبین ویدرؤا عنھا العذاب	جھوٹا ہے۔ اور پھر جائیگا عورت سے عذاب
ان تشھد اربع شہدٰت باللہ	اگر چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے
انہ لمن الکذبین والخامسۃ	کہ بیشک مرد ہی جھوٹا ہے اور پانچوین بار
ان غضب اللہ علیھا ان کان	یہ کہ اللہ کا غضب اُس عورت پر ہو اگر
من الصدقین ولولا فضل اللہ	مرد سچا ہو۔ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا
علیکم ورحمتہ وان اللہ تواب	تم پر اور اُسکی رحمت حالانکہ اللہ تواب
حکیم۔	حکیم ہے۔

پس جن عورتون کی شادی ہوگئی ہے اگر اُن پر کوئی عیب لگاوے اور چار گواہ اُس پر نہ لاوے تو اسّی کوڑے اُسے مار جاوینگے

اور اُس کی شہادت کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ فاسق سمجھا جاویگا لیکن اگر اس کے بعد وہ توبہ کرے اور اصلاح کرے تو فسق کا عذاب نہ پاوے گا کیونکہ اللہ نے اسی آیت مین کہا ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے یہ معنے نہین ہین کہ اُس کو اسی قمچی نہ ماری جاوینگی لیکن اگر کوئی اپنی بیوی پر عیب لگاوے تو چار شہادت نہ لانے پر اُس کو سزا نہ دیجاویگی بلکہ اُس سے قسم مذکورہ بالا آیت کے مثل لیجاوے گی اور اُس کے قسم کے بعد اگر عورت بھی مذکورہ بالا آیت کے مطابق قسم کھاوے تو عورت کو سزا نہ دیجاویگی۔ اور یہ حکم عقل کے موافق بھی ہے کہ اپنی عورت پر بغیر وجہ کافی کے کوئی عیب نہین لگاتا پس اُس کو سچا سمجھنے کے لئے چار شہادت پر مجبور کرنا جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اور اُس کے حالات خفیہ کو جان سکتا ہے مستحسن نہین ہوسکتا بخلاف دوسرون کی بیویون کے عیب لگانے کے کہ وہ فتنہ وفساد کا سبب ہوتا ہے اور معمولی دشمنی کیوجہ سے بھی لوگ مبالغہ کردیتے ہین لہذا انسداد کے لئے بہترین طریقہ یہی ہوسکتا ہے

سورہ نور مین ہے۔ ان الذین	جو عیب لگاتے ہین بیاہی عورتین
یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت	بیخبر مومنات کو لعنت کئے گئے
المومنٰت لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ	ہین دنیا اور آخرت مین اور اُن
ولھم عذاب عظیم۔	کیلئے عذاب بہت بڑا ہے۔

پس بے گناہ بیاہی عورت پر عیب لگانا مستحق وعید ہذا کا ہوتا ہے

سورہ احزاب مین ہے والذین	اور جو ستاتے ہین مومن مرد

یوذون المومنین والمومنت — اور مومن عورتون کو بغیر
بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا — اُن کے کسب کے تو بیشک اُٹھاتے
بہتاناً و اثماً مبینا — ہین بہتان اور گناہ صریح کو
پس ایسے شخص کا علانیہ بہتان کرنے والا اور اثم صریح کا مرتکب ہونیوالا خیال کیا گیا ہے۔

حلاف ہماز ہمزہ لمزہ وغیرہ کے بابت وعید

سورہ قلم مین ہے ولا تطع کل — اور کہا نہ مان ہر زیادہ قسم
حلاف مھین ھماز مشاء — کہانیوالے بے قدر کا عیب کرتا
بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل — چغلی کرتا پھرتا بھلے کام سے روکتا
بعد ذالک زنیم ان کان ذا مال — حد سے بڑھتا گنہگار سب کے پیچھے بدنام
و بنین اذا تتلی علیه ایتنا قال — اس سبب سے کہ رکھتا ہے مال اور جب سنائی جاوے
اساطیر الاولین سنسمه علی — اُسے ہماری آیات کہے کہ یہ نقلین ہین پہلون
الخرطوم — کی اب داغ دینگے ہم اسکی ناک پر یعنی رسوا کرینگے اسکو
چونکہ عام طور پر یہ صفات رذیلہ ہوتی ہین لہذا اس آیت مین اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ سورہ ہمزہ مین ہے۔
ویل لکل ھمزة لمزة ن الذی — خرابی ہے ہر عیب کرنیوالے طعنہ دینے والے کی جسنے
جمع مالا و عدده یحسب — مال سمیٹا اور گن گن کر رکھا اسکو
ان ماله اخلده کلا لینبذن فی — خیال رکھتا ہے کہ اسکا مال اُس کیساتھ

الحطمه وما ادریك ما الحطمه
نار اللہ الموقدة التی تطلع
علی الافئدة انها علیهم موصدة
فی عمد ممددہ

رہیگا ایسا نہین اُسکو پھنکنا ہے اُس روندنیوالی
مین اور تو کیا جانے کیا ہے روندنیوالی اللہ کی
جگائی آگ جو جھانک لیتی ہے دل کی
وہ بندہی ہے ستونون مین۔

وائے ہے روزانہ برتنیکی چیزون وغیرہ سے منع کرنیوالون پر

سورۂ ماعون مین ہے فویل
للمصلین الذین هم عن صلاتهم
ساهون الذین هم یراءون
ویمنعون الماعون ہ

سو وائے ہے اُن نماز پڑہنے
والون پر جو اپنی نماز مین سہو کرتے
ہین جو دکہاوا کرتے ہین اور منع کرتے
ہین برتنے کی چیزون کو۔

برتنے کی چیزین مثلاً دیگ۔ پیالہ۔ ڈبو وغیرہ ہین جو روزانہ انسان کے برتنے مین آتی ہین اور ایک دوسرے سے لے لینا کچہ عیب نہین سمجہا جاتا اور نہ اُن کا دینا گران ہوتا ہے کیونکہ اس سے ایک دوسرے کا کام نہین رکتا اور فایدہ بھی ہوتا ہے۔ پس ریاکارون کی بھی بُرائی اِس آیت سے نکلتی ہے۔ چونکہ یہ معمولی فروگذاشتین اکثر ہوا کرتی ہین جنکے نتایج بیشتر تکلیف دہ اور خراب ہین لہذا ان فروگذاشتون کی وعید جس طرح ہے اُن کے لئے کافی ہے۔ پس یہ بہترین طریق اُسکی سمجہانے کے لئے ہے۔

میدان جنگ سے فرار کی وعید اور صبر و

کافرون سے بھاگنے پر وعید و ثبات پر وعدہ

سورہ انفال میں ہے یاایھا الذین
امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا
فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ
دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی
فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ
جہنم وبئس المصیر ۝

اے مومنو جب دوچار ہو تم کافرون سے
میدان جنگ مین تو مت پھیرو اُن سے
پیٹھ اور جو اُن سے پیٹھ پھیرے اُسوقت
مگر یہ کہ پھرتا ہو لڑائی کیلئے یا جا ملتا ہو فوج
مین تو بیشک وہ پھرا اللہ کے غضب مین
اور ٹھکانا اُس کا جہنم ہے اور بری جگہ ہے پھر جانیکی

پس مقابلہ کے وقت میدان جنگ مین پیٹھ پھیرنا یعنی بھاگ جانا وعید مذکورہ آیت کا مستحق بنتا ہے لہذا ثبات کرنا یعنے رکا رہنا و صبر کرنا سبب ثواب کا ہے۔

سورہ انفال مین ہے یاایھا الذین
امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا
اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

اے مومنو جب دوچار ہو کسی فوج سے
تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو
تاکہ فلاح پاؤ۔

لہذا ثبات سبب فلاح ہے۔

معاہدہ کے باب مین وعدہ و وعید

سورہ بقرہ مین ہے والموفون
بعہدھم اذا عاھدوا

اور پورا کرنیوالے اپنے عہد کو
جب عہد کرین۔

اس آیت بر کی تفصیل مین ہے یعنی عہد کے پورا کرنا نیکی کی جنس سے ایک ہے
اور منجملہ اُن کے افعال کے ہے جنکی نسبت سورہ آیت مین ہے

اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون — وہی وہ ہین جو سچے ہوئے اور وہی متقی ہین۔

لہذا متقی اور صادق ہونے کیلئے عہد کا پورا کرنا ضروری ہے اور وہ متقیون کی علامت مین سے ہے۔ سورہ مومنون مین ہے۔

والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون — اور جو اپنی امانات اور عہد کی رعایت کرنیوالے ہین

یہ آیت قد افلح المومنون کے تحت مین ہے یعنی جو مومن اپنی امانتون اور عہد کی رعایت کرتے ہین وہ منجملہ اُن کے ایک ہین جنکی فلاح یقینی ہے اور سورہ رعد مین ہے۔ الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق — جو پورا کرتے ہین اللہ کے ساتھہ کے عہد کو اور نہین توڑتے میثاق کو۔

پس وہ منجملہ اُنکے ایک ہین جنکے نسبت اولئک لہم عقبی الدار جنات عدن یدخلونہا الآیہ اور آخر مین سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار لہذا معاہدہ پورا کرنے کے یہ فضایل و ثواب ہین یعنی منجملہ اُن فضایل کے جنکے یہ ثواب ہین معاہدہ کا پورا کرنا بھی ہے اور اگر قسم کے ساتھہ معاہدہ کیا جاوے تو اُس کا پورا کرنا اور بھی ضروری ہے اور نہ پورا کرنے مین کفارہ قسم بھی لازم آویگا اور معاہدہ نہ پورا کرنے کا عذاب بھی باقی رہ جاویگا۔ کیونکہ اللہ کو اُس پر کفیل کر دیتے ہین جیساکہ سورہ نحل مین ہے۔

واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم — اور پورا کرو اللہ کے ساتھہ کا عہد جبکہ تمنے عہد کیا ہے

ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا وقد جعلتم اللہ علیکم — اور نہ توڑو قسم کو اُس کے مضبوط کرنیکے بعد اور بیشک ٹھہرایا ہے تمنے اللہ کو اپنے

کفیلاً ان اللّٰہ یعلم ما تفعلون — کفیل اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو
پس عہد خواہ کسی کافر کے ساتھہ ہو یا مومن کے اُس کے نسبت پوچھا جاوے گا اور حساب ہوگا کہ کیون نہین پورا کیا اور اگر عہد پورا نہ کرنے کی کوئی وجہ اصلی نہ ہوئی تو مواخذہ یقینی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔

وَ اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا — اور پورا کرو عہد کو۔ عہد کے بابت پوچھا جاوے گا۔

عہد دو آدمیون کے درمیان باہمی وعدہ ہو جانے کو کہتے ہین پس وعدہ مین یہ ضرور نہین ہے کہ دو آدمیون کے باہم ہو لہذا عہد کا نہ پورا کرنا ظلم خفی کرنا ہے۔

احکام قسم و کفارہ قسم

سورہ مایدہ مین ہے لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذالک کفارۃ — نہین پکڑتا اللہ تم کو تمہاری بے فایدہ قسمون مین لیکن پکڑتا ہے اُس پر جس پر گرہ باندہی تم نے اپنی قسمون پر سو کفارہ اُسکا کہلانا دس مسکینون کا ہے اوسط اُس کا جو کہلاتے ہو اپنے گھر والون کو یا اُنکو کپڑا دینا یا ایک گردن آزاد کرنا سو جو نہ پاوے تو روزے تین دن کا روزہ ہے یہ ہے کفارہ

ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تشکرون ہ

تمہاری قسموں کا جب قسم کہا بیٹھو اور حفاظت کرتے رہو اپنی قسموں کی اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیئے اپنی آیات کو تا کہ تم شکر کرو

کفارہ قسم کے بیان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اسیطرح اللہ علانیہ ظاہر کر دیتا ہے اپنی آیات کو تاکہ تم شکر کرو یہ اس لیئے بیان کیا کہ قسم کا نہ توڑنا اگر ضروری قرار دیا جاتا تو ناممکن تھا کہ انسان اسپر عمل کر سکتے لہذا اسلیئے کہ افراط و بے احتیاطی نہ ہو اور اصلاح کی قسم نہ توڑی جا سکے اللہ تعالیٰ نے کفارہ مقرر کر دیا ساتھ ہی اُس کے حفاظت قسم کی تاکید بھی فرمائی۔ پس اس آیت سے شکر ہو سکتا ہے اور قابل عمل ہو جاتا ہے لہذا یہ نکتہ قابل یاد رکھنیکے ہے

کتمان بینات و ہدایات کتاب اللہ کی وعید

سورہ بقر میں ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون ۔

جو چھپاتے ہیں اسکو جو نازل کیا ہے روشن آیات اور ہدایتوں کو بعد اس کے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اسکو آدمیوں کیلیئے کتاب میں انہیں پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں لعنت کرنیوالے ۔

اور سورہ بقر میں ہے کہ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم

جو چھپاتے ہیں اسکو جو نازل کیا اللہ نے کتاب میں سے اور مول لیتے ہیں اسکے عوض تھوڑی قیمت وہ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ اور نہ کلام کریگا اللہ انسے قیامت کے دن اور نہ ہی پاک کریگا انکو

پس جو باتیں اللہ نے بھیجی ہیں جو کتاب میں ہیں انکا چھپانا دینی و دنیاوی مالی معاوضہ کے نقصان کا باعث ہے

ہر شعبہ زندگی میں کردار و رفتار و گفتار کے بابت ہدایات

قرآن مجید میں انسان کے افعال ارادی کے بابت جو بہت مضر اور سبب
سخت عذاب و نقصان کے ہیں اور جو بہت مفید اور سبب بڑے ثواب
و فواید کے ہیں بیان کے سوا ہر شعبہ زندگی کے بابت ہدایات ہیں تاکہ رفتار
گفتار و کردار میں آسانی کے ساتھ تعامل و تصاحب و تعاشر ہو سکے اور
ابتدائی و فطری تہذیب و حالت کے بجز انتہائی تہذیب تک رسائی ہو جس
بہتر طور پر اُنکی ہدایت ہوئی ہے وہ مجموعہ میں لہذا بیان کئے جاتے ہیں۔

فرائض و حقوق باہمی والدین و اولاد اور اُن کے اصول

از ابتداے حمل تا آخر عمر

سورہ بنی اسرائیل میں ہے وقضیٰ
ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین
احسانا اما یبلغن عندک
الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل
لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما
قولا کریما واخفض لھما جناح
الذل من الرحمۃ وقل رب
ارحمھما کما ربینی صغیرا

اور فیصلہ کیا تیرے رب نے کہ عبادت
کرو تم مگر اُسی کی اور والدین کے ساتھ
احسان کرو اگر پہنچے اُنکو تیرے نزدیک بڑھاپا
ایک نے کو یا دونوں کو تو نہ کہہ اُن کے لئے
اُف اور نہ جھڑک اُن دونوں کو اور کہہ
اُن کیلئے بات عزت کی اور جھکا اُن کیلئے بازو
ذلت کا رحمت سے اور کہہ اے رب میرے
رحم کر اُن پر جیسا کہ پرورش کی انہوں نے میری چھوٹے پن میں

پس ان آیات مین باہمی حقوق اولاد و والدین کے اور اُن کے وجوہ حسن
خوبی سے بیان ہوئے ہین اور جو اصول مقرر ہوئے ہین وہ حسب بیان
بنانے کے قابل ہین اولاد کو ہدایت ہوئی ہے کہ وہ کہے کہ یا اللہ
ہمارے مان باپ پر رحم کر جیسا کہ اُنھون نے پرورش کیا ہماری
چھٹپن مین۔ لہذا اس سے باپ مان کا اپنی اولاد پر رحم کرنا اور اُنکی
صغر کی حالت مین پرورش کرنا ثابت ہوتا ہے اور چونکہ باپ مان کا
یہ احسان ہے اس لئے اولاد کو بھی اُن کے احسان کے معاوضہ کا
حکم ہوا اور اسطرح حکم ہوا کہ اللہ نے حکم کر دیا ہے کہ اپنے والدین کیسا
احسان کرو اور اگر اُن مین سے ایک کو یا دونون کو بڑھاپا پہنچے تیرے
سامنے تو اُن کو نہ اُف کہو اور نہ جھڑکو اور عزت کی بات اُن سے کہو اور
جھکاؤ اپنے بازون کو رحمت سے عاجزی کر کر۔ پس یہ اصول حقوق اسطرح
قایم ہوتے ہین کہ جیسا باپ مان نے رحم کیا اور چھٹپن مین پرورش
کیا ویسا ہی اولاد کو جب باپ مان کو بڑھاپا پہنچے تو اُن کیساتھ احسان
اور اُنکی عزت کرنی چاہیے اور اُن کو اُف نہ کہنا چاہیے نہ جھڑکنا چاہیے نہ گردابین
نہ گفتار مین نہ رفتار مین۔

سورہ لقمان مین ہے

ووصینا الانسان بوالدیہ	اور تاکید ہم نے انسان کو کی اُن کے باپ
حملتہ امہ وھنا علی وھن	و مان کی بابت اُٹھایا اُس کو اُنکی مان نے تھک تھک کے
وفصالہ فی عامین ان اشکرلی	اور جدا ہونا اُنکا دو سال مین اور یہ کہ شکر کر میرا
ولوالدیک الی المصیر وان	اور اپنے باپ مان کا میری طرف پھر جانا ہے اور اگر

وان جاهداك على ان تشرك بي	کوشش کریں وہ دونوں اس پر کہ تو شریک کرے میرے ساتھ
ما ليس لك به علم فلا تطعهما	جس کا تجھکو علم نہیں تو نہ اطاعت کر انکی دونوں کی
وصاحبهما في الدنيا معروفاً	اور ساتھ دے انکا دنیا میں پسندیدہ طور سے
واتبع سبيل من اناب الي ثم	اور چل راہ اسکی جو رجوع ہوا میری طرف پھر
الي مرجعكم فانبئكم بما كنتم	میری طرف تمہارا لوٹنا ہے پس آگاہ کئے جاؤ گے
تعملون ٥	تم اپنے کئے سے

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے تاکید کی ہر انسان کو
اپنے ماں باپ کے بابت اور وجہ بھی اسی آیت میں ہے کہ پیٹ میں
رکھا اُن کو اُنکی ماں نے تھک تھک کر اور اُن کا جدا ہونا یعنی دودھ
چھڑانا دو سال میں ہے اور یہ کہ اللہ کا شکر کریں اور اپنے ماں باپ کا۔
ماں باپ کا شکر اس لئے ہی ہوا کہ انہوں نے بچپن میں محنت کیا اور
پرورش کی۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کوشش کریں کہ اللہ
کے ساتھ شرک کریں تو اولاد کو انکی اطاعت نہ چاہیے اور معروف طور سے
اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ اور اتباع اسکی کرنا چاہیے جو اللہ کی طرف رجوع ہو
لہذا ان آیات سے ایام حمل کے نسبت بھی ہدایت ہے کہ ماں تھک تھک کر
اُس کو برداشت کرے جو مستحسن ہے۔ سورۂ احقاف میں ہے ووصینا
الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله
وفصاله ثلثون شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال
رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان

اعمل صالحا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین
اولٰئك الذین نتقبل عنهم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیاٰتهم
فی اصحٰب الجنة وعد الصدق الذی كانوا یوعدون والذی قال
لوالدیه اُفٍ لكما اتعدانی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی
وهما یستغیثٰن الله ویلك اٰمن ان وعد الله حق فیقول ما هذا
الا اساطیر الاولین اولٰئك الذین حق علیهم القول فی امم قد خلت
من قبلهم من الجن والانس انهم كانوا خٰسرین ۝ ان آیات سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

۱- یہ کہ اللہ نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ
نیکی کریں اور وجہ بھی بیان فرمائی کہ اُس کی ماں نے اُس کو پیٹ میں رکھا
تکلیف سے اور اُس کو جنا تکلیف سے یہاں تک کہ اُس کا پیٹ میں رہنا
اور جدا ہونا یعنی دودھ چھوڑنا تیس ۳۰ مہینے میں یہاں تک کہ وہ جب اپنی قوت
کو پہنچا اور پہنچا چالیس ۴۰ سال کو تو اُس نے کہا اے رب میرے میری قسمت
میں کر کہ شکر کروں تیری نعمت کا جو تو نے مجھ پر کی اور میرے والدین پر کی اور
یہ کہ عمل صالح کروں ایسا جس سے تو راضی ہو۔ پس بطور شکر نعمت کے
والدین پر احسان کرنا ثابت ہوتا ہے اور وہ ضروری و فرض کر دیا گیا ہے۔
۲- یہ کہ یہ بھی کہا کہ صالح دے مجھ کو میری اولاد۔ پس اس طرف اشارہ ہے
کہ اگر اولاد صالح نہ ہو تو شکر نعمت کا سلسلہ منقطع ہو جاوے اور جیسا غیر صالح اولاد اپنے
ماں باپ کے ساتھ کرے ویسا اُسکی اولاد اُس کیساتھ بھی کرے۔
۳- یہ کہ جو اپنے والدین کو اُف کہیں اور اللہ پر ایمان نہ لاویں اور وہ امور

کہین جو آیت مین مذکور ہین اُن کے لئے وعید سخت ہے لہذا ایمان لانیکے بابت والدین اگر کہین تو عمل کرنا چاہیئے اور اگر شرک کے لئے کہین تو اُنکی اطاعت نہ کرنا چاہیئے اور اولاد کو وہ کہنا چاہیئے جسپر آیت مین وعید ہے۔

۴۔ سورہ تحریم مین ہے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واہلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ — اے ایمان والو بچاؤ اپنے کو اور اپنے اہل کو نار سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہین۔

پس چونکہ اولاد بھی اہل مین ہے لہذا اُنکی پرورش اور تربیت ایسی کرنی چاہیئے کہ جسطرح خود اُن گناہون سے بچتے ہین اُسیطرح وہ بھی بچین پس اصول یہ ہے کہ والدین کو اپنے بچون کی پرورش کرنی چاہیئے اور اُن پر رحم کرنا چاہیئے اور ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ نار سے بچین یعنی جن اعمال پر وعید نار کی ہے اُن سے وہ بچین اور ویسا سامان کرنا چاہیئے کہ بچپن ہی سے انتظام اُن کے لئے ہو جاوے اور جیسا کہ والدین پر فرض ہے اسی کا بدلا اولاد کو بھی دینا چاہیئے یعنی والدین کے ساتھ احسان کا بدلا احسان کرنا چاہیئے یعنی ادب وعزت اور معروف کے ساتھ اُن کا ساتھ دینا اور نیک باتون مین اُنکی اطاعت۔ لہذا یہ اصول جس خوبی سے بیان ہوئے ہین وہ معجز ہین۔

رضاعت کا بدلہ ماں باپ کو بھی دینا چاہیئے اور ایام رضاعت

سورہ بقر مین ہے۔ والوالدات — اور مائین دودھ پلا دین اپنی اولاد کو

يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذالك فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما اتيتم بالمعروف واتقوا الله واعلموا ان الله بما تعملون بصير ٥

دو برس کامل جو کوئی چاہے
کہ پوری کرے کہ وہ پلانے کی مدت
اور باپ پر اُن عورتوں کا کھانا
کپڑا معروف کے ساتھ ہے تکلیف نہیں
کسی شخص کو مگر اسکی گنجایش کے موافق نہ
ضرر دیا جاے ماں اپنی اولاد کا نہ باپ اپنی اولاد کا
اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے تو اگر دونوں
چاہیں دودھ چھڑانا اپنی رضا اور مشورہ سے
تو اُن پر گناہ نہیں اور اگر چاہیے
کہ دودھ پلاویں اپنی اولاد کو تو گناہ نہیں
اُن پر جب دیدیا جو کچھ ٹہرا تہا
معروف کیساتھ اور تقوی کرو اللہ سے
اور جان لو کہ اللہ جو تم کرتے ہو
اُس کو دیکھتا ہے

چونکہ طلاق کے حکم کے بعد یہ آیت ہے لہذا جو مائیں کہ دودھ پلائیں
اُن کو کھانا کپڑا دینے کا بھی حکم ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ جن عورتوں کو طلاق نہ ہو اُن کو کھانا کپڑا بالمعروف مرد کا دینا فرایض
والدین میں سے ہے اور عورت کو کھانا یا کپڑا یا خرچ مرد سے پانا لازمی ہے
احکام مذکورہ کے ساتھ اللہ تعالی نے آخر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تقوی کرو

اللہ سے اور جان لو کہ اللہ جو تم کرتے ہو اس پر بصیر ہے۔ پس اگر یہہ جان لیا جاوے اور خیال جمایا جاوے کہ اللہ عمل پر بصیر ہے تو تقوی اور مطابق حکم کے عمل ہو لہذا وعدہ وعید دونوں ان آیات کے لئے استعمال ہوئے۔

رضاعت کا مسئلہ تحت تقوے اللہ کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبر رکھتا ہے۔ پس رضاعت اور اُس کے معاوضہ کے بابت جس طریق اور جس اصول سے حکم ہے وہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔

زینت اور اُسکی تفصیل اور اُس کا حلال ہونا اور اُسکا استعمال محمود ہونا اور طیبات کا رزق میں سے حلال ہونا

سورہ آل عمران میں ہے زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم

زینت دی گئی ہے آدمیوں کو شہوات کی محبت کی عورتوں اور بیٹوں سے اور سونے اور چاندی کے ڈھیر کی اور پلے ہوئے گھوڑے کی اور مویشی کی اور کھیتی کی یہ برتنے کی چیزیں دنیا کی جینے کی اور اللہ اُس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ تو کہہ کیا بتلاؤں میں تم کو بہتر ان سے

للذین اتقوا عند ربھم جنت	متقیون کے لئے اُنکے رب کے پاس جنتین
تجری من تحتھا الانھر خلدین	ہین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین رہینگے ہمیشہ
فیھا و ازواج مطھرۃ و رضوان	اور ازواج مطہرہ ہین اور رضامندی اللہ
من اللہ واللہ بصیر بالعباد	کی اور اللہ بصیر ہے بندون پر۔

ان آیات مین حیات دنیا کے برتنے کی جو چیزین ہین یعنی دنیا مین جن چیزون کے ساتھہ عمل ہوتا ہے اور جو سبب زینت ہین اور اسیوجہ سے اُن کے چاہنے کی محبت ہوتی ہے وہ گنائی گئی ہین اور اُن کی خواہش کی محبت کو آدمیون کے لئے زینت دیگئی بیان ہوا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اُن متاع حیات دنیا سے بہتر متقیون کے لئے اُنکے رب کے پاس کیا کیا چیزین ہین یعنی وہ چیزین جو زینت کی محبوب ہین اُنسے زیادہ محبوب و بہتر آخرت مین کیا چیزین ہونگی جو متقیون کو ملینگی

پس ان آیات مین ایک تو متقیون کا ثواب بیان ہوا ہے دوسرے حیات دنیا مین جو چیزین زینت کے لئے برتی جاتی ہین اُنکی تفصیل ہے تیسرے مذکورہ بالا چیزون کی خواہشون کی محبت انسانون کے لئے زینت یعنی انسانون کے لئے رونق بیان ہوئی ہین۔ چوتھے آخرت مین اُس سے بہتر جو چیزین ہین متقیون کیلئے ہین اُن کو بیان کیا گیا ہے اور چونکہ تقوے اُنہین چیزون کی بُرائیون سے بچنے مین جو اُن کے برتنے سے پیدا ہوتی ہے جنکو متاع حیات دنیا کہا گیا ہے اور قبل اسکے کہ تفصیلاً اُنکا نام لیا گیا ہے ہوتا ہے اس لئے نتیجہ ان آیات سے یہ ہوتا ہے کہ اُن

چیزون کی خواہش کرنا اور اُسکی خواہش کی محبت کرنا اور اُن کو ایسا برتنا جو حلال ہے اور اُن سے ایسا بچنا جو حرام ہے محمود دکہا گیا ہے اور اُس کا ثواب بہتر اُس سے جو غیر محمود طور پر استعمال کرنے سے فایدہ ہوتا ہے دکہایا گیا اور بتلایا گیا ہے۔ اور ان آیات کی تشریح و توضیح سورہ اعراف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

سورہ اعراف مین ہے یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق قل هی للذین امنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیمة کذلک نفصل الایت لقوم یعلمون قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا بالله ما لم ینزل به سلطنا وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون

اے بنی آدم لیا کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت اور کہاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ صرف نہ کیا کرو حد سے زیادہ صرف کرنیوالونکو بیشک اللہ نہین چاہتا ہی تو کہہ کسنے حرام کیا ہی اللہ کی اُس زینت کو جو نکالی ہے آپنے اپنے بندون کیلیے اور رزق کی طیبات کو۔ تو کہہ وہی اُن لوگون کیلیے ہی جو ایمان لائے حیات دنیا مین قیامت کے دن خالص مومنین کیلیے اسیطرح تفصیل کرتے ہین ہم آیات کی اُس قوم کیلیے جنکو علم ہو تو کہہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا ہی میرے رب نے فواحش کو جو کہلا اُس سے ہو اور جو چہپا ہی اور اثم اور بغی بغیر حق کو اور یہ کہ شرک کرو تم اللہ کے ساتھ جس کیساتھ نہین اُتری دلیل کچھ اور یہ کہ کہو تم اللہ پر اُس کو جس کو تم نہین جانتے۔

ان آیات مین بنی آدم کو اجازت نہین بلکہ ہدایت ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنی

زینت کو سے لیا کریں یعنی سنور جایا کریں اور چونکہ زینت کی چیزوں کی تفصیل سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت میں ہے لہذا سمجھ لینا چاہیئے کہ ان زینتوں کے کرنے کی ہر نماز کے وقت ہدایت ہے اور جو چیزیں اُن زینتوں میں کھانے کی ہیں اُن کے نسبت بھی یہ حکم ہے کہ کھاؤ پیو اور حد سے زیادہ صرف نہ کرو۔ مزید تنبیہ و تاکید ان آیات میں یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم ہوا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیئے نکالی ہے اور رزق طیبات میں سے ہے اُن کو کس نے حرام کر دیا ہے یعنی تمام زینتیں اور رزق میں طیبات حلال ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کہ وہ حیات دنیا میں ایمانداروں کے لیئے ہیں یعنے ایمان والوں کے لیئے وہ تمام چیزیں حلال ہیں آیت مذکورہ آل عمران میں زینت اور حیات دنیا کا جو لفظ ہے اور ان آیات میں جو ہے اُس پر ضرور ان آیات کو پڑھتے ہوئے خیال ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مومنین کے لیئے خالص طور پر یعنی خاص اُنہی کے لیئے وہ چیزیں ہونگی غیر مومن کے لیئے نہ ہونگی یعنے دنیا میں بھی مومنین کے لیئے وہ حلال ہیں اور قیامت کے دن اُنہی کے لیئے مخصوص ہونگی پھر جو چیزیں حرام ہیں اُن زینت کی چیزوں میں اُنکی اصولی تفصیل فرمائی کہ ہر قسم کے ظاہر و باطن فواحش اور اثم اور یعنی بغیر حق کی جو باہم انسانوں میں ہوتی ہیں اور اُنہی سے اُنکا تعلق ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ شرک اور اللہ پر وہ کہنا جو نہیں جانتے یعنی یہ کہنا کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے اور اُس کو نہ جانتے ہوں یہی سب چیزیں حرام ہیں۔

اور اُن کے علاوہ کوئی چیز حرام نہین ہے - پس اُنہی حرام چیزون سے بچنا اللہ سے ڈر کر ایمان لانا اور تقوے ہے اور اُن سب کا ثواب آیت سورہ آل عمران مین مذکور ہے اور زینت کی تشریح و تفصیل بھی اس آیت مین ہے پس کردار رفتار گفتار سب کی بابت ہدایت زینت اور اُس کے متعلقات کی نسبت

سورہ حدید مین ہے اعلموا — جان لو تم کہ سوا اِس کے نہین
انما الحیواۃ الدنیا لعب و — کہ دنیا کا جینا لعب و لہو ہے اور زینت
لھو و زینۃ و تفاخر بینکم — اور تفاخر آپسمین اور تکاثر اموال اور
و تکاثر فی الاموال والاولاد..... — اولاد مین .. .. اور نہین ہے
..... وما الحیواۃ الدنیا الا — دنیا کا جینا مگر جنس
متاع الغرور — دہوکہ کی -

اس آیت مین حیات دنیا مین جو امور پیش آتے ہین اور جن سے کام لیا جاتا ہے جایز ہون یا نا جایز اُن کا استعمال محمود ہو یا غیر محمود سب کی تفصیل ہے اور چونکہ وہ نمایشی ہوتے ہین لہذا اُسی پہلو کے اعتبار سے حیات دنیا کو متاع الغرور کہا گیا ہے اگر اُن سے دہوکہ نہ کہاوے اور اُن کا استعمال صحیح موافق حکم اللہ تعالے کے کرے تو وہ متاع غرور نہین ہوسکتے جیساکہ دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے - سورہ کہف مین ہے -

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ — ہمنے بنایا ہے جو زمین میں ہے اُسکے لئے زینت
لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا — تاکہ آزماوین ہم کہ کون اچھا ہے عمل مین -

پس اس آیت سے آیت سورہ آل عمران مذکور اور آیت سورۂ اعراف مذکور بالا

مزید تشریح و تفسیر ہوتی ہے کہ زینت جو کچھ زمین کے لئے ہے یعنے
جو چیزین ملک مین جتنے تمام روے زمین پر ہین وہ تمام روے زمین کے لئے
زینت ہین وہ اس سلئے ہین کہ اللہ تعالی آزماوے کہ کون جتنے کون
انسان احسن عمل کرتا ہے پس احسن عمل کرنا یہی ہوا کہ اُن چیزون کا استعمال
بہترین طور پر کرین اور اُنھین سے جن سے بچنا بہتر ہو اُنسے بچین اور تقوے
کرین لہذا تمام چیزین زمین مین اور زمین کے لئے زینت اسی سے بنگئی ہین
سورہ قصص مین ہے وما اوتیتم
من شئ فمتاع الحیواۃ الدنیا
وزینتھا وما عند اللہ
خیر و ابقی

جو تم کو کوئی شے دیگئی ہے سو
برتنا ہے حیات دنیا کا اور اُسکی
زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے
وہ بہتر و ابقی ہے۔

پس اس آیت مین ہدایت ہے کہ جو کوئی شے دیگئی ہے تو دنیا کی حیات مین
اُس کو برتنا چاہیئے اور اُس کی زینت سے متمتع ہونا چاہیئے اور اسطرح تمتع
حاصل کرنا چاہیئے کہ جو اللہ کے پاس خیر و ابقی ہے وہ آخرت مین خالصتاً
مل جاوے۔ اور برتنے سے جو بُرائیان پیدا ہوتی ہین اُن سے اللہ سے
ڈر کر بچنا چاہیئے۔ سورہ قصص مین ہے۔

قال الذین یریدون الحیواۃ الدنیا
یلیت لنا مثل ما اوتی قارون
انہ لذو حظ عظیم وقال الذین
اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ

کہا اُن لوگون نے جو چاہتے تھے دنیا کی زندگی
کہ کاش ہوتا ہمارے لئے جو دیا گیا قارون کو وہ بہت
بڑا حظ والا ہے اور کہا اُن لوگون نے جن کو
دیا گیا تھا علم افسوس ہے تم پر اللہ کا ثواب

خیر لمن اٰمن وعمل صالحاً — بہتر ہے اُس کیلئے جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا

لا یلقٰہا الا الصابرون — اور نہیں ملتا وہ مگر صبر کرنے والون کو

ان آیات مین جو لوگ دنیا کی زندگی چاہتے تھے اُن کا مقابلہ اُن لوگون سے کیا گیا ہے جن کو علم دیا گیا تھا اور علم والون نے اللہ کے ثواب کو اور ایمان لانے والون اور عمل صالح کرنے والون کو خیر کہا اُس سے جو قارون کو دیا گیا تھا اور اُس ثواب کا ملنا اُنہی لوگون کے لئے کہا جو صبر کرین لہذا علم کا نتیجہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حق بات کہی جاوے اور بیصبری نہ کی جاوے اسیطرح حیات دنیا کے چاہنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تکاثر مال و دولت کو سبب حظ کا سمجہا جاوے اور اُسکی لالچ ایسی کیجاوے جو عمل صالح کا سبب نہ ہو اور اللہ کا ثواب جو اُس سے بہتر ہے اُس کے ذریعہ سے نہ حاصل کیا جاوے یعنی حیات دنیا کے چاہنے کے لئے وہ غیر مرجح کر دیا جاوے

لباس کا مقصد ستر عورت اور زینت ہے

سورہ اعراف مین ہے یٰبنی — اے بنی آدم بیشک آتارا ہے

اٰدم قد انزلنا علیکم لباساً — تمہارے لئے لباس چھپاتا ہے

یواری سواٰتکم وریشاً — تمہاری شرمگاہون کو اور رونق ہے

ولباس التقویٰ ذٰلک — اور لباس تقوے کا وہ بہتر ہے یہ

خیر ذٰلک من اٰیٰت اللہ — اللہ کی آیات ہین تاکہ نصیحت

لعلہم یذکرون — پکڑو

پس اس آیت مین بنی آدم کے لئے لباس کا ہونا شرمگاہ چھپانے اور رونق ہونے کے لئے کہا گیا ہے یعنی لباس کا یہ دو مقصد

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے - اور چونکہ تقوے سے بھی ان دونوں
امور کا فایدہ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے اس آیت میں لباس
تقوے کو لباس جسم سے بہتر کہا ہے اور اس کہنے کو اللہ کی
آیات میں سے شمار کیا ہے تاکہ لوگ ان آیات سے فایدہ اٹھاکر
تقوے اختیار کرین اور جس طرح لباس نہ ہونے سے شرماتے
ہین اور اس پر حرص کرتے ہین اسی طرح تقوے کے نہ ہونے سے
شرمائین اور تقوے پر حرص کرین -

سورہ نور مین ہے یا ایھا
الذین امنوا لا تدخلوا
بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا
و تسلموا علی اھلھا ذلکم
خیر لکم لعلکم تذکرون
فان لم تجدوا فیھا احدا
فلا تدخلوھا حتی یوذن
لکم وان قیل لکم ارجعوا
فارجعوا ھو ازکی لکم
واللہ بما تعملون علیم
لیس علیکم جناح ان تدخلوا
بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم

اے مومنو نہ داخل ہو دوسرون کے
گھر مین اپنے گھر کے سوا
یہانتک کہ بول چال نہ کر لو اور اسکے
رہنے والون پر سلام نہ کر لو یہ بہتر ہے
تمہارے لئے تاکہ نصیحت پکڑو - سو اگر
نہ پاؤ اسمین کسیکو تو اسمین نہ داخل ہو
یہان تک کہ اجازت نہ ہو تم کو اور اگر
کہا جائے تم کو پھر جاؤ تو پھر جاؤ وہ بہتر ہے
تمہارے لئے اور اللہ جو کچھ تم
کرتے ہو جانتا ہے - تم پر گناہ نہین کہ داخل
ہو غیر مسکونہ مکانین جسمین تمہارا
اسباب ہو اور اللہ جانتا ہے

واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون   جو ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو

پس ان آیات مین چار حکم ہین۔ پہلے حکم کے نسبت یہ فرمایا کہ یہ تمہارے لیے
بہتر ہے تاکہ نصیحت پر عمل کرو اور اُسمین آپسمین سلام کرنا اور بول چال کرنا بھی
شامل ہے اور دوسرے و تیسرے حکم مین یہ ہے کہ بے اُن کے نہ جاؤ
اور اگر لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ اللہ تمہارے عملون کو جانتا ہے
یہ تمہارے لئے زیادہ ازکی ہے۔ لہذا حکم مین جو فواید ہین اُنکا بھی ذکر ہے
اور چوتھے مین مکان غیر مسکونہ کا ذکر ہے جسمین خود اپنا اسباب رکھا ہو
اگرچہ دوسرے کا مکان ہو کیونکہ اُسمین خود ہی اجازت ہوتی ہے اور اسکے
بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو
اللہ جانتا ہے یعنی اگر بُرائیون کے نیت سے چھپا کر جاؤ گے یا کوئی فعل
بُرائی کا کرو گے تو اللہ اُس کو جانتا ہے لہذا یہ سمجھ کر چلو۔

سورہ احزاب مین ہے و اذا	اور جب مانگنے جاؤ نبی کی بیویون
سالتموھن متاعا فسئلوھن	سے کچھ چیز تو مانگ لو پردہ کے
من وراء حجاب ذالکم	باہر سے یہ اطہر ہے تمہارے
اطھر لقلوبکم وقلوبھن	قلوب کیلیے اور اُن کے قلوب کے لیے

جو غرض اور فواید اس حکم کے ہین کہ قلوب کے لئے اطہر ہین وہ خود آیت مذکورہ
مین ہین اور قابل یاد رکھنے کے ہین۔ سورہ احزاب مین ہے

لاجناح علیھن فی ابائھن	کوئی پردہ نہین ہے عورتون پر اُنکے باپون کے
ولا ابنائھن ولا اخوانھن	آگے نہ بیٹون سے نہ بھائیون سے

ولا ابناء اخواتھن ولا ابناء اخواتھن ولا نسائھن ولا ما ملکت ایمانھن — اور نہ اپنے بھائی بیٹون سے اور نہ اپنی بہن کے بیٹون سے اور نہ اپنی مجلس کی عورتون سے اور نہ اپنے جیسے مالک اپنے ہاتھ ہو چکے ہین

سلام باہم مومنین ہونا چاہیے اور وہ نشان ظاہری اسلام کا ہے

سورہ نساء مین ہے یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا۔ — اے مومنو جب تم سفر کرو زمین مین اللہ کی راہ مین تو تحقیق کر لو اور نہ کہو جس نے تم کو سلام کیا ہے کہ تو مومن نہین ہے تلاش کرنے کو دنیا کی زندگی کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ مومنین کے درمیان سلام بطور ایک نشان اسلام کے قرار دیا گیا تھا اور بظاہر سلام کرنے والے کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یعنی سلام ظاہری نشان اسلام کا ہے اور جب تک تحقیق نہ کر لیں کسی سلام کرنے والے کو غیر مومن نہ سمجھنا چاہیئے۔

آنیوالے جانیوالوں کیطرح پردہ و احتیاط کرنا چاہیئے

سورہ نور مین ہے یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات من قبل صلوۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم — اے مومنو چاہیئے کہ اجازت لے لین وہ لوگ جنکے مالک ہو چکے ہین تمہارے ہاتھ اور وہ جو نہین پہنچے تم مین بلوغ کو تین مرتبہ قبل صلوٰۃ فجر کے اور جب وقت اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے

من الظهيرة ومن بعد صلوٰة
العشاء ثلث عورات لكم ليس
عليكم ولا عليهم جناح بعدهن
طوافون عليكم بعضكم على بعض
كذلك يبين الله لكم الآيات والله
عليم حكيم و اذا بلغ الاطفال
منكم الحلم فليستاذنوا كما
استاذن الذين من قبلهم
كذلك يبين الله لكم آيته والله
عليم حكيم والقواعد من
النساء التي لا يرجون نكاحا
فليس عليهن جناح ان يضعن
ثيابهن غير متبرجات بزينة
وان يستعففن خير لهن والله
سميع عليم ه

دوپہر کو اور بعد صلوٰۃ عشاء کے تین
تمہارے کھلے رہنے کے وقت ہیں نہ تم پر گناہ ہیں
نہ اُن پر بعد ان کے پھرا ہی کرتے ہو
ایک دوسرے کے پاس یون کھولتا ہے
اللہ تمہارے لئے اپنی آیات اور اللہ
علیم حکیم ہے۔ اور جب بچے بالغ ہو جاویں
تو چاہیے کہ اجازت لیوین جیسا کہ اجازت
لیتے تھے وہ لوگ جو اُنکے پہلے تھے اسی طرح بیان
کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتوں کو
اور اللہ علیم حکیم ہے۔ اور بیٹھ رہنے والی
تھی ہیں وہ عورتیں جو نہیں امید کرتیں
نکاح کی تو اُن پر گناہ نہیں کہ اُتار رکھیں اپنے
کپڑے نہ ظاہر کرنیوالی ہوں اپنی زینت کو
اور اگر اس سے بچیں تو بہتر ہے اُن کیلئے
اور اللہ سمیع علیم ہے۔

پس تین وقت جو کھلے رہنے کا وقت ہے یعنی عموماً کپڑے اُتار رکھنے کا
وقت ہے اُن کے لئے یہ احکام ہیں اور جو آیا جایا کرتے تھے ہیں اُن کے
باب ہے اور جو عورتیں نکاح کے قابل نہیں رہ گئی ہیں اُن کو اجازت ہے
کہ اگر اپنے کپڑوں کو اُتار رکھیں جس سے زینت نہ ظاہر ہو تو حرج نہیں ہے

یہ مطلب نہین ہے کہ ننگی ہون اسپر بھی یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس سے بھی بچین تو ان
کے لئے بہتر ہے۔ جو فوائد ہین وہ خود آیت مین مذکور ہین اور حکمت و اسرار مذکور
ہین جو مخفی ہے وہ قابل حرز جان بنانے کے ہے۔

آنکھین نیچی رکھنے اور حفاظت و زینت کے نظاہر کرنیکے احکام وغیرہ

سورہ نور مین ہے۔ قل للمؤمنین
یغضوا من ابصارھم ویحفظوا
فروجھم ذالک ازکی لھم ان
اللہ خبیر بما یصنعون و قل
للمؤمنات یغضضن من ابصارھن
ویحفظن فروجھن ولا یبدین
زینتھن الا ما ظھر منھا و
لیضربن بخمرھن علی جیوبھن
ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن
او اباءھن او اباء بعولتھن او
ابناءھن او ابناء بعولتھن
او اخوانھن او بنی اخوانھن
او بنی اخواتھن او نساءھن
او ما ملکت ایمانھن او التابعین
غیر اولی الاربۃ من الرجال

تو کہدے مومن مردون کو کہ نیچی رکھین اپنی
آنکھین اور حفاظت کرین اپنے فروج کی
یہ پاکیزہ تر ہے اُن کیلئے اللہ خبردار ہے اُس سے
جو وہ کرتے ہین اور تو کہہ مومن عورتون کو
نیچی رکھین اپنی آنکھین اور محافظت کرین
اپنے فروج کی اور ظاہر نہ کرین اپنی زینت
مگر جو ظاہر رہتی ہے آپ سے اور چاہیئے
کہ ڈال لین اپنی اوڑہنیون کو اپنے گریبانون پر
اور نہ دکہاوین اپنی زینت کو مگر اپنے شوہرون کیلئے
یا اپنے باپ کو یا اپنے خاوند کے باپ کو
یا اپنے بیٹون کو یا اپنے خاوند کے بیٹون کو
یا اپنے بہائیون کو یا اپنے بہتیجون کو یا اپنے
بہانجون کو یا اپنے ساتہ کی عورتون کو یا
جنکے مالک ہوگئے ہین اُنکے ہاتہ یا ساتہ رہنے والون کو
جو شہوت والے نہ ہون مردون مین سے

او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن ۝

یا ان لڑکوں کو جنھوں نے نہین پہچانا عورتوں کی شرمگاہ کو اور نہ ماریں اپنے پاؤن کہ جانا جاوے جو چھپاتی ہین اپنا سنگار

پس ان آیات سے مومن مردون کو آنکھین نیچی رکھنے اور اپنے فروج کی حفاظت کا حکم ہے اور مومن عورتون کو علاوہ اس کے یہ بھی حکم ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرین مگر وہ چیزین کہ ظاہر رہتی ہین جنکے اُن کو سماتہ نہین کیا جاتا اور وہ غالباً منہ اور پنجے کے بیچ پاؤن اور کلائی کے بعد ہاتہ ہین اور اوڑھنیون کو اپنے گریبانون پر ڈالا کرین اور اپنی زینتون کو ظاہر نہ کرین مگر اُن لوگون پر جن کا ذکر ان آیات مین ہے - اور نہ ٹھکین اپنے پاؤن کو جسمین وہ زینت ظاہر ہو جاوے جس کو چھپایا ہے یعنی اگر زیورات اسمین پہنے ہون تو اُس کی آواز نہ ظاہر کرین - دوسرے ان آیات مین جن پر زینت ظاہر کرنے کا حکم ہے اُسمین نسائہن بھی ہے پس اس سے احتراز ہے بیرونی عورتون اور جو لوگ صاحب شہوت نہون یعنی فطری نامرد ہون اُن سے بھی زینت چھپانے کا حکم نہین ہے اور ایسے بچون سے جو عورت کی شرمگاہ سے واقف نہ ہوئے ہون - پس معلوم ہوتا ہے کہ غرض زینت کے چھپانے سے یہی ہے کہ ایسے دواعیات سے بچین جو منجر بہ زنا نہ ہوجاوے - آنکھین نیچی رکھنے سے احساس نہین ہوتا اور حفاظت دل کے ذریعہ سے ہوتی ہے لہذا کس خوبی سے ذکر کیا گیا ہے - جلابیب کے معنی عورتون کی بیرونی چادر

ہیں بعض نے اس کا ترجمہ بیرونی لباس کیا ہے یا اوڑھنیاں
یا اوپر کی چادر۔ پس گھونگھٹ بھی اس کا مفہوم ہو سکتا ہے۔ خمر کے معنی
عورت کے سر کے پاس کے ہیں وہ ایک کپڑا ہوتا ہے جس سے عورتیں
اپنا سر ڈھانک اور چھپا لیتی ہیں لہذا گھونگھٹ اس سے ہو جاتا ہے۔ آنکھوں
کے نیچی کرنے اور فروج کی حفاظت کے بابت یہ بیان کیا گیا ہے ان کی
لہم ولین' اس طریق سے ممانعت اور اس کی وضاحت کو علیحدہ بیان کرنا
اس سے زیادہ اور کوئی بہتر طریق ممانعت کا نہیں ہو سکتا تھا اور جس کے
سامنے ہونے کا حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس غرض سے
سامنے نہیں ہوتے جب اس کی حفاظت ہو گئی تو پھر سامنے ہونے میں
کوئی مضائقہ نہیں۔ لہذا جس حکمت سے اجازت و ممانعت ہوئی ہے
وہ بھی ظاہر ہے

تجسس و سوءِ ظن

سورہ حجرات میں ہے یاایھا — اے مومنو بچو بہت ظن
الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا — کرنے سے بعض ظن
من الظن ان بعض الظن — اثم ہے اور مت ٹٹولو
اثم ولا تجسسوا — بھید

یعنی اس آیت میں تجسس یعنی کسی کے بھید کے بلا ضرورت ٹٹولنے
اور بہت گمان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور بہت گمان نہ کرنے کی
یہ وجہ بیان ہوئی ہے کہ بعض گمان اثم ہوتے ہیں لہذا تجربہ سے کہ گمان

الشیطن کان للانسان عدواً مبینا — شیطان انسان کے واسطے دشمن صریح ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بات اچھی کہنی چاہیئے تاکہ شیطانی فعل سے یعنے آپسمین جھگڑا نہ واقع ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو ہدایت کرنے کا حکم فرمایا کہ بات احسن کہین یعنی غیر احسن باتون کے کہنے سے پرہیز کرین اور لفظ "یا عبادی" سے جو خوبی پیدا ہوگئی ہے وہ قابل خیال ہے اور یہ بھی کہ خود یا عبادی کہنا فعل احسن ہے جس سے بہتر طور سے نہین بیان ہو سکتا تھا۔ سورہ نساء مین ہے۔

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعاً علیما ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیرا

اللہ کو اچھا نہین لگتا بری باتون کا علانیہ پکارنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سمیع علیم ہے اگر تم کھلے کرو بھلائی یا اسکو چھپاؤ یا معاف کرو برائی کو تو اللہ معاف کرنیوالا ہے قدرت والا۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ برائی کا اعلان قول مین اللہ کو پسند نہین ہے مگر جس پر ظلم ہو وہ کہہ سکتا ہے۔ سورہ ابراہیم مین ہے۔

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء

ثابت رکھتا ہے اللہ ایمان والوں کو قول ثابت (مضبوط) کیساتھ حیات دنیا مین اور آخرت مین اور گمراہ کرتا ہے ظالمین کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے۔

اس آیت کے قبل کلمۂ طیبہ کے نسبت ہے کہ وہ مثل درخت طیبہ کے ہے جسکی جڑ ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان مین ہے اور اُس کا پھل ہر وقت ملتا رہتا ہے اور مثال کلمۂ خبیثہ کی مثل درخت خبیثہ کے دیگئی ہے کہ زمین مین جڑ نہ رکھے لیکن اسکو قرار نہین ہے پس قول ثابت یعنی مضبوط و پاکیزہ کے نسبت اس آیت مین ہے کہ اللہ ایماندارونکو اُسپر مضبوط رکھتا ہے اور اسکے مقابلہ مین ظالمین کو گمراہ کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو پاکیزہ و مضبوط قول و کلمہ نہ کہے وہ ظالم ہے اور اللہ اُس کو گمراہ کرتا ہے۔ سورہ نحل مین ہے

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ — بلا اپنے رب کے راہ کیطرف حکمت اور نیک نصیحت کیساتھ

وجادلھم بالتی ھی احسن — اور جھگڑا کر ان کیساتھ اسطرح کہ بہت بہتر ہو

پس دعوت مین حکمت و احسن طریق کے اختیار کی ہدایت ہے۔ سورہ لقمٰن مین ہے۔

واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر — اور نیچی کر اپنی آواز بیشک بری آوازونمین گدھے کی آواز ہے

سورہ حجرات مین ہے۔ ولا یغتب — اور اے مومنو تم ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کیا کرو

بعضکم بعضا ایحب احدکم — کیا کوئی تم مین دوست رکھتا ہے اسکو کہ کھاوے

ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ — گوشت اپنے بھائی مردہ کا سو تمکو گھن آویگی

واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم — اُس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ توّاب رحیم ہے

پس اس آیت مین پیٹھ پیچھے بُرا کہنے سے مُردے بھائی کے گوشت کھانیکی مثال دیگئی ہے اور اُسکی ممانعت کیگئی اور اُس سے بچنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس سے بہتر مثال غیبت کے نقص کے ظاہر کرنے کی اور کوئی نہین ہو سکتی تھی۔ سورہ احزاب مین ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا — اے مومنو کہو بات سیدھی

يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم — صالح کر دیگا یا دیگا تمہارے اعمال
ذنوبكم — اور مغفرت کر دیگا تمہارے گناہوں کی

پس سیدھی بات کہنے کے حکم کے ساتھ مومنوں کو اس ثواب کا
بھی وعدہ ہے کہ ان کے اعمال صالح کر دیے جاوینگے اور گناہ بخشے
جاوینگے سیدھی بات کہنے کا جو اثر ہوتا ہے اور دوسروں کی طبیعت پر پڑتا ہے
وہ اعمال حسنہ کے صالح ہونے کا سبب ہوتا ہے لہذا قول سدید ضرور کہنا
چاہئے اور شدید پابندی اسکی کرنی چاہئے۔ سورۂ زمر میں ہے

فبشر عباد الذين يستمعون — تو بشارت دیدیجئے ان بندوں کو جو سنتے ہیں
القول فيتبعون احسنه اولئك — بات پھر پیروی کرتے ہیں اسکے احسن کی
الذين هداهم الله واولئك هم — وہی ہیں کہ اللہ نے انکو ہدایت کی اور وہی
اولوا الالباب — صاحبان عقل ہیں۔

پس قول سنکر جو اس کے احسن پر عمل کرتے ہیں ان کو عقلمند قرار دیا گیا
لہذا قول سدید جو اس لیے کہتے ہیں کہ اسمیں سے احسن پر عمل کیا جاوے
وہ بھی سعادت عقلمندوں کی کرتے ہیں۔ سورۂ نساء میں ہے

واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن — جب تم کو تحیہ دیا جاوے تو تم بھی اس سے
منها او ردوها ان الله كان — بہتر تحیہ دو یا اسکو لوٹا دو اللہ ہر چیز کا
على كل شيء حسيبا — حساب کرے گا۔

جب کسیکو بہتری کی دعا دی جاوے یا بہتری کی بات کسی کے لئے کوئی
کہے جسکو تحیہ کہتے ہیں تو اللہ تعالی نے اس سے بہتر کہنے والے کے حق میں

کہنے کا حکم دیا ہے یا اسکو لوٹانے کا اور وجہ بیان کی ہے کہ ہر چیز کا حساب ہوگا
پس دونوں کو ثواب ملیگا اور یہ امر آپس کی محبت و الفت و ہمدردی کے بڑھانے
مین بہت مفید ہے اس لئے اس کی پیروی کرنے کا حکم ہوا پس ہم خرما
و ہم ثواب ہے اور دوسرے مومنین کی عزت کرنا درجہ بڑھاتا ہے اس سے بہتر طریقہ
ترغیب کا جو اس آیت مین ہے دوسرا نہین ہوسکتا۔ سورہ احزاب مین ہے۔

ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا آباءهم فاخوانكم في الدين ومواليكم

پکارو ان کو انکے باپون کے نام سے یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے نزدیک سو اگر نہ جانو انکے باپونکو تو وہ تمہارے بھائی ہین دین کے اور تمہارے رفیق

پس جہان تک ممکن ہو باپ دادون کے نام سے نام لینا چاہیئے اور اگر نام نہ جانتے ہین تو رفیق اور اخوان فی الدین ہین اسکی بنا پر پکارنا چاہیئے اس آیت سے انما المومنون اخوۃ' کی تفسیر بھی ہوتی ہے۔ خطاب کرنے اور کسی کے پکارنے کا طریق تہذیب کا خاص جزو ہے مختلف طریقہ سے لوگ مختلف آدمیون کو پکارتے اور مخاطب کرتے ہین اسمین سے ایک مخصوص حصہ کے بابت قرآن مین بیان ہوا ہے کہ کسطرح پکارے جاوین چونکہ اس حصہ کو خاص الفت یا اس کی مخالفت مین خاص دخل تھا لہذا اگر اس کا بیان نہ کیا جاتا تو قرآن کے معجز ہونے کی ایک دلیل رہ جاتی اس لئے اخوان فی الدین یا باپ کے نام سے پکارنیکا حکم ہوا جس سے برے نامون سے پکارنے سے احتراز ہوتا ہے اور دینی بھائی کہہ کر پکارنے کے طرف بجائے اس کے کہ جن کی اولاد مین نہ ہون ان کی اولاد کہکر پکارے جاوین اشارہ ہے یا رفیق دینی کہکر

سورہ جاثیہ مین ہے ویل لکل — وائے ہے ہر جھوٹے اثم کرنیوالے پر
افاک اثیم یسمع آیت اللہ تتلی — سنتا ہے اللہ کی آیات کو جو پڑھی جاتی ہین
علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم — اُسپر تو اصرار کرتا ہے کبر کرتا ہوا گویا کہ نہین سنا اُسکو
یسمعہا فبشرہ بعذاب الیم — سو بشارت دے اُسکو عذاب دکھ دالے کی

لہذا جو وعید اور جس طریق سے بیان مذکورہ آیت مین جھوٹون کے نسبت ہے وہ قابل خیال ہے۔ پس گفتار مین جو امور بیان پر بیان ہوئے اُن پر خیال کرنے سے کماحقہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طریق سے قرآن مجید مین بیان ہے وہ معجز ہے اور اُس سے بہتر طریق گفتار کا تعامل و تصاحب کے لئے ہو نہین سکتے اور نہ اصول ایسے خوبی سے دوسرے طور پر بیان ہو سکتے ہین اُسکے ساتھ حسب ذیل مقامات کا بھی خیال کرنا چاہیئے جن کے نسبت قرآن مجید مین دوسری جگہہ بیان ہے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے اور اعجاز ثابت ہوتا ہے والدین کے نسبت قول کریم کہنا۔ نصیحت مین قول بلیغ کہنا تاکہ نصیحت پکڑین اور ڈرین قول لین کہنا۔ زور قول سے بچنا جو نہ کیا ہو اُس کے کہنے سے پرہیز کرنا نماز نہ زور سے پڑھنا نہ آہستہ سے بیچ کی راہ اختیار کرنا۔ ترتیل سے پڑھنا صدق قول و صدق وعدہ کا بہت مستحسن ہونا معاہدہ کی پابندی کرنا قول ثابت سے مومنین کو اللہ کا دنیا کی زندگی مین ثابت رکھنا وغیرہ۔

آداب مجلس

سورہ مجادلہ مین ہے یاایہا الذین — اے مومنو جب کہا جاوے تمکو
امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس — کشادہ بیٹھو مجلسون مین

فافسحوا یفسح الله لکم واذا قیل　تو کشادہ ہو جاؤ کشادگی دیگا تمکو اللہ اور جب
انشزوا فانشزوا یرفع الله الذین　کہا جاوے کہ اٹھہ کھڑے ہو تو اٹھہ کھڑے ہو بلند کریگا
امنوا منکم والذین اوتوا العلم　اللہ تم میں سے ایمان والون کے اور ان لوگون کے جنکو علم دیا گیا ہے
درجت والله بما تعملون خبیر　درجے اور اللہ جو تم کرتے ہو اسپر خبر رکھتا ہے

پس آداب مجلس کا حکم اس آیت مین ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔

یا ایها الذین امنوا لا یسخر قوم من　اے مومنو ٹھٹھا نہ کرے کوئی قوم کسی قوم سے
قوم عسی ان یکونوا خیرا منهم　شاید کہ وہ بہتر ہون انسے اور نہ کوئی عورت
ولا نساء من نساء عسی ان　کسی عورت سے شاید کہ وہ عورت بہتر ہو
یکن خیرا منهن ولا تلمزوا انفسکم　اس سے اور عیب نہ لگاؤ آپس مین ایکدوسرے
ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم　کو اور آپس مین ایکدوسرے کو برے لقبون سے مت پکارو
الفسوق بعد الایمان ومن　برا نام ہے فاسقی بعد ایمان کے اور جس نے
لم یتب فاولئک هم الظلمون　توبہ نہ کیا تو وہی ظالم ہے

پس اس آیت سے ایک تو ٹھٹھا کرنے کی ممانعت ہے دوسرے برے لقبون سے پکارنے کی اور اس کو فسق قرار دیا گیا ہے جو شایان ایمانوالون کے نہین اور اس سے جو توبہ نہ کرے تو اس کو ظالم کہا گیا ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔ یا ایها الذین امنوا لا　اے مومنو مت آگے بڑھو خدا اور اسکے
تقدموا بین یدی الله ورسوله　رسول سے اور تقوے کرو اللہ سے
واتقوا الله ان الله سمیع علیم　اللہ سمیع علیم ہے۔ اے مومنو
یا ایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم　اونچی نہ کرو اپنی آوازون کو

فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ — اوپر آواز نبی کے اور زور سے نہ بولو جیسے
بالقول کجہر بعضکم لبعض ان — کہ زور سے بولتے ہین بعض تمہارے بعض کیساتھ
تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون — ایسا نہو کہ اکارت جاوین تمہارے اعمال اور تمکو خبر نہو
ان الذین یغضون اصواتھم عند — جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہین رسول اللہ کے
رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن — پاس اُنہین کے قلوب کو اللہ نے آزمایا ہے
اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ — تقوے کیلیے اُن کے لئے مغفرت اور اجر
و اجر عظیم ان الذین ینادونک — عظیم ہے جو پکارتے ہین تجھکو حجرون کے پیچھے سے
من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون — اکثر اُن کے عقل نہین رکھتے اور اگر وہ صبر
ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم — کرتے یہان تک کہ تو نکلتا اُن کیطرف تو اُن
لکان خیرا لھم و اللہ غفور رحیم — کیلیے بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات مین جو بات کہ اللہ اور اُس کا رسول کہے اُس سے آگے بڑہجانے یعنی اور زیادہ اُس کے کرنے یا ترک کرنے کو کہنے اور آنحضرت کی آواز پر آوازون کے بلند کرنے اور آپ کے پاس بحضور زور کے لہجہ مین بھی بولنے کی ممانعت ہے نیز حجرون کے پیچھے سے پکارنیکی بھی اور وعدہ وعید مذکور بھی آیات مین ہین۔

لہذا بڑے وبڑے درجہ والون کا ادب واکرام بھی اسی قیاس سے ہونا چاہیئے۔

سورہ نور مین ہے انما المومنون — سوا اسکے نہین کہ مومنین وہ ہین جو
الذین اٰمنوا باللہ و رسولہ و اذا — ایمان لاے اللہ اور اُسکے رسول پر اور جب
کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا — اُسکے ساتھ اُس امر پر ہون جو جمع کرنیوالا ہو
حتی یستاذنوہ الآیہ — نہ چلے جائین یہانتک کہ اُنکو اجازت نہو۔ الآیہ

پس ایسے جلسون مین جسکا ذکر اس آیت مین ہے بغیر اجازت چلا نہ جانا چاہیئے اور اسی قیاس پر ایسے جلسون مین جو باہمی کام و مشورہ کے لئے ہون بغیر مہتمم کی اجازت و اطلاع کئے ہوئے چلا نہ جانا چاہیئے۔ سورہ نور مین ہے۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا	سوائے اس کے نہین کہ قول مومنین کا جب بلائے جاوین
الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم	اللہ اور رسول کیطرف تاکہ حکم کیا جاوے انکے درمیان
ان تقولوا سمعنا و اطعنا و اولٰئک	یہ ہے کہ وہ لوگ کہین کہ سنا ہمنے اور اطاعت کی
ھم المفلحون	ہمنے وہی فلاح پانیوالے ہین۔

رفتار و کردار

سورہ مومنون مین ہے قد افلح	بے شک فلاح پایا اُن مومنون نے
المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم	جو اپنی نماز مین خشوع کرتے ہین
خٰشعون والذین ھم عن اللغو	اور وہ جو نکمی بات سے
معرضون	اعراض کرتے ہین۔
اور سورہ فرقان مین ہے و اذا مروا باللغو	اور بندے رحمٰن کے وہ ہین اور جب گذرتے ہین
مروا کراماً	نکمی بات پر گذرین بزرگانہ

پس ان آیات سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ لغو سے روگردانی کرنا چاہیئے اور جب اُس پر جا نکلین تو بزرگانہ نکل جانا چاہیئے۔ سورہ فرقان مین ہے

والذین لایشھدون الزور	اور بندے رحمٰن کے وہ ہین جو شامل نہین ہوتے جھوٹے کام مین

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سچے بندے وہ ہین جنکا کردار یہ ہے کہ جھوٹے کام مین شامل نہین ہوتے۔

سورہ فرقان مین ہے وعباد	اور بندے رحمن کے وہ ہین جو چلتے
الرحمن الذین یمشون علی	ہین زمین پر آہستہ اور جب
الارض ھونا واذا خاطبھم	بات کرنے لگین اُنسے بے سمجھ لوگ
الجاھلون قالوا سلاما	کہتے ہین کہ سلام ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آہستہ زمین پر چلتے ہین یعنے کبر کی چال نہین چلتے اور جب جاہل اُن سے بات چیت کرتے ہین تو اُنسے کہتے ہین سلام یعنی اُن کی دل آزاری بھی نہین کرتے وہ عباد الرحمن مین سے ہین۔

کبر و تواضع

سورہ بنی اسرائیل مین ہے ولا تقف	اور نہ پیچھے پڑ اُسکے جسکا علم نہین تجھکو
ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر	کان اور آنکھہ اور دل ہر ایک
والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا	سے پوچھا جاوے گا اور نہ چل
ولا تمش فی الارض مرحا انک	زمین پر اکڑتا ہوا تو ہرگز نہ پھاڑ دیگا
لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال	زمین کو اور نہ پہنچیگا پہاڑون
طولا	تک لمبا ہوکر

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کا علم نہ ہو یعنی جانے اُسکے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کان سے اُس کے متعلق سنینگے اور آنکھہ سے اُس کے متعلق دیکھینگے اور دل کو اُس کے متعلق لگا دینگے تو اُنہین سے ہر ایک کو جواب دینا ہوگا کہ کیون ایسا بیہودہ عبث کام کیا اور زمین پر اکڑتے ہوئے چلنے کی بھی ممانعت ہی اور نہایت خوبی سے بیان ہے کہ تو ہرگز زمین کو نہ پھاڑ دیگا

اور پہاڑ کی لمبائی تک ہرگز نہ پہنچے گا لہذا اس مجبوری پر اکڑنا کیا۔ پس کرو اکو امور مذکورہ کے بابت بھی درست رکھنا اور مشی یعنے چلنے کے بابت بھی جو ہدایت ہے اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ سورہ لقمٰن مین ہے

ولا تصعر خدك للناس ولا تمش	اور اپنے گال نہ پھلا لوگون کیلئے اور نہ
فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب	چل زمین پر اکڑتا بیشک اللہ کو نہین بہاتا
کل مختال فخور واقصد فی	کوئی اتراتے والا فخر کرنیوالا اور چلنے
مشیك۔	مین میانہ روی کی چال چل۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چلنے مین نہ بہت آہستہ چلنا چاہیئے نہ بہت زور سے بلکہ میانہ روی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ لوگون کو تکلیف نہ ہو اور کبر و فخر نہ سمجھا جاوے اور گال بھی اسی غرض سے لوگون پر نہ پھلانا چاہیئے اللہ کو اترانے والا بڑائیان کرنے والا نہین بہاتا۔

تو انگہ شوی پیش مردم عزیز	کہ مر خویشتن را نہ گیری بہ چیز
تواضع کند مرد را سرفراز	تواضع بود سروران را طراز
تواضع کند ہر کہ ہست آدمی	نہ زیبد ز مردم بجز مردمی
کسے را کہ عادت تواضع بود	ز جاہ و جلالش تمتع بود
تواضع عزیزت کند در جہان	گرامی شوی پیش دلہا چو جان
مرا پیر دانائے فرخ شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش	دوم آنکہ بر غیر بدبین مباش
تکبر مکن زینہار اے پسر	کہ روزے زدستش در آئی بسر

هر که بیهوده گردن افرازد — خویشتن را به گردن اندازد
لاف سرپنجگی و دعوے مردی بگذار — عاجز نفس فرومایه چه مردی چه زنی
دشمن چو بینی ناتوان لاف از بروت خود مزن — مغزیست در هر استخوان مردیست در هر پیرهن

سورہ شعرا مین ہے واخفض — جھکا تو اپنے بازو کو اُن لوگون کے لئے
جناحك لمن تبعك من المومنين — جو پیروی کرین تیری مومنین مین سے سو
فان عصوك فقل انی بری مما — اگر نافرمانی کرین تیری تو تو کہہ مین بری
تعملون — ہون تمہارے عمل سے۔

بازو جھکانے سے رفتار وکردار وگفتار مین فروتنی کرنا یعنی تواضع مراد ہے اور اس آیت مین جو مومنین آنحضرتؐ سے عصیان کرین اُن کے افعال کے نسبت آنحضرتؐ کو یہ ہدایت ہے کہ آپ برأت ظاہر کرین۔ پس اس آیت سے تواضع مومنین ومتبعین کیساتھ کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ سورہ حجر مین ہے۔

واخفض جناحك للمومنين — اور جھکا تو اپنے بازو مومنین کے لئے
وقل انی انا النذير المبين — اور کہہ مین تو نذیر مبین ہون

اعتقادات اور عبادات سے غرض یہ ہے کہ خدا تعالی کی عظمت ووقار قایم کیا جاوے اور ایک دوسرے کی تائید کرین اور اُس پر آمادہ کرین۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان الذين — جو کبر کرین گے میری
يستكبرون عن عبادتی سيدخلهم — عبادت سے مین داخل کرونگا
جهنم داخرين — اُن کو جہنم مین ذلیل کر کے

پس عبادت سے تکبر کے یہ معنے ہین کہ جس غرض سے اللہ نے پیدا کیا ہے

اُس سے رُوگردانی کیجاوے اور معرفت نفس اور معرفت خدا کو بھول جاوین اسی لئے وعید مذکور ہے اور یہہ بھی اس آیت و نیز دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عظمت و وقار قایم کرنے کے لئے عبادت کیجاتی ہے لہذا خالص طور پر خدا ہی کے لئے اُسکو کرنیکا اور رغبت اور ڈر سے نہ کہ نفرت اور بددلی و ریا سے اور تضرع اور خوف سے کرنیکا نہ کہ ازراہ فخر سے حکم قرآن مجید مین ہے۔ اور عبادت کا نتیجہ تقوے و حسن معاملت و صالح بنتا ہے یعنے دوسرے لوگون مین تہذیب و تمدن کو ترقی دینا و نیک بننا و نیک بنانا لہذا اصل غایت و غرض و مقصود آخر الذکر ہے جو بذریعہ عبادت حاصل کرائی جاتی ہے۔ سورہ لقمان مین ہے۔

انما یومن بایتنا الذین ذکروا بہا	سوائے اسکے نہین کہ ایمان لاتے ہین ہماری آیاتپر
خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم	وہ کہ جب انکو سمجھاؤ گر پڑین سجدہ کر کر اور
وہم لایستکبرون تتجافی جنوبہم	تسبیح کرتے ہین اپنے رب کے حمد کی اور وہ تکبر
عن المضاجع یدعون ربہم	نہین کرتے الگ رہتی ہین انکی کروٹین اپنے
خوفا وطمعا ومما رزقنہم	سونے کی جگہ سے پکارتے ہین اپنے رب کو
ینفقون	خوف وطمع سے اور ہمارا دیا خرچ کرتے ہین

تکبر کو دل برداشت نہین کرتا تو زبان کیطرف پھینکدیتا ہے اور احمق اسکو کہدیتا ہے۔ یہہ حال متکبر کا ہوتا ہے کہ جب تک پہاڑ کے نیچے نہین جاتا نہین سمجھتا کہ ہر فرعونے را موسائے اُس سے بڑے اور اُس سے زیادہ متکبر کے سامنے اُسکی کچھہ نہین چلتی وہ نہین سمجھتا کہ مین کیا کہہ رہا ہون اور کس سے

کہہ رہا ہون اور کہا کہ رہا ہون جیسا کہ ایک امیرزادہ ایک فقیرزادہ سے بحث کر رہا تھا کہ میرے باپ کی قبر تیرے باپ کی قبر سے زیادہ عمدہ بنی ہے فقیرزادہ نے کہا کہ جب تک تیرا باپ بھاری پتھرون کے نیچے کسمسر قبر مین کریگا اس سے پہلے میرا باپ بہشت مین پہنچ جاوے گا۔ علم وعمل نسب وجمال وقوت ومال وکثرت یاران ومددگاران یہ سات چیزین سبب کبر کا ہوتی ہین اگر انسان غور کرے تو انمین سے کوئی بھی انسان کی پیدا کی ہوئی نہین ہے انمین سے بعض یا کبھی زعم باطل مین متکبر اپنے کو بہتر سمجھتا ہے اور اس پر فخر دوسرون پر کرتا ہے جیسے مخنث اپنے ہمسر پر حالانکہ اسکی حرکات بیہودہ ہوتی ہین پس زعم باطل سبب کبر کا ہوتا ہے اگر انسان اپنی پیدایش وحالت وحاجت اور ایک دن ہلاک ہوجانے پر غور کرے تو کبر نہ کرے کہ پہلے انسان ناپاک بوند سے بنتا اور پھر ناپاک جگہ سے پیدا ہوتا ہے اور مردہ ناپاک مرنے پر اس کا جسم ہوجاتا ہے اور غلاظت کو وہ اپنے معدہ مین لئے پھرتا ہے یہی حقیقت اسکی ہے۔ کبر کی علامت وآثار حسب ذیل ہین۔ سانس بہت گہری چلنے لگتی سینہ وغیرہ پھولجاتا اور عضلات ابھرے معلوم ہوتے ہین چلتے ہوئے سارا جسم اکڑا ہوا معلوم ہوتا سر اور چہرہ اوپر کیطرف اٹھا رہتا ہے موچھون کے بال کسیقدر کھڑے ہوجاتے ہین اور پیشانی پر ہلکی شکن پڑی رہتی ہے۔ انانیت یا بعض کا دعوے ہے کہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے اسمین افراط ہو تو اس کا نام کبر وغرور ہے اس کے مماثل جذبات خودبینی خودپسندی وافراط خود اعتقادی وخودستائی وخودنمائی اور فخاری ہین کبر ایک مستقل و

مستمر کیفیت نفس انسانی کی ہے بخلاف جذبات خوف و غضب کے جو ہنگامی و آنی ہوتے ہیں انانیت سلبی
یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنے کو حقیر و فروتر سمجھنے کا جذبہ پیدا ہو اگر با اعتدال ہو تو اسکا نام انکسار
تواضع ہے۔ افلاطون نے اس سوال پر کہ ظالم تر آدمیوں کا کون ہے یہ جواب دیا کہ جو اپنی قدر
نہ جانے اور ایسے آدمی سے فروتنی کرے جو اُس کا اکرام نہ کرتا ہو۔ ارسطو نے کہا ہے
کہ اپنی قدر سے کم قیمت لینا نامردی و بزدلی ہے۔ انا کا علم ہر آدمی رکھتا ہے لیکن اپنی
ذات کے برتر یا حقیر یا قدر ہا سمجھنے کی کیفیت بھی ابتدائے عمری میں غیر مخلوط طور پر انسان کے
نفس میں لا انا پیدا ہوتی ہے جو طلبی اور خودی یا بیخودی کی مظہر ہے۔

ازاں کو حق نمی داند سپہر سیز — کہ روح از صحبتش او در عذابست
کسے کو میکند نعمت فراموش — از در کردان فراموشی ثواب است

با وقار رہ بغیر تکبر و خندہ و قہر کے۔ تواضع کر بغیر ذلت کے۔ میانہ روی اختیار کر
بغیر نفرت دلانے کے۔ تکبر وہ خصلت ہے کہ متکبر اپنے کرنے کیلئے اسکو
پسند کرتا ہے مگر اُس کے ہمسایہ اور دیگر اشخاص اگر اُس کیساتھ
کریں تو اُس کو نہیں دیکھ سکتا۔ متکبر اپنی حالت دیکھنے اور سمجھنے سے اندھا
ہو جاتا ہے حالانکہ لوگ کوے کو ہنس کی چال چلتے دیکھکر تعجب کرتے ہیں
اور بیجا فخر سمجھنا گوارا نہیں کرتے لیکن متکبر نہیں سمجھتا کہ لوگ اُس سے کیسا
تنفر کرتے ہیں۔ گھوڑے کی قیمت اصطبل میں بہ نسبت نخاس کے زیادہ
معلوم ہوتی ہے۔ جسطرح خودبین اپنی ذات کو دوسروں سے اچھا
سمجھکر بغیر وجہ کافی کبر کرتا وہ خود شناسی نہ کرنا مذموم ہے اسیطرح خود فروشی
و خود فراموشی بھی ذلیل و رسوا کرنے والی ہے۔ خودی دو معنوں میں استعمال

ہونے لگی ہے ایک یہ کہ خودبینی کیجاوے دوسرے یہ کہ خودفروشی وخودفراموشی نہ کیجاوے اور اپنی قدر وعزت وتمکین ووقار کا خیال رکہا جاوے اسیطرح خودفراموشی کے یہ معنے بھی بعض اشخاص لیتے ہین کہ اپنی ذات کو لاطایل کامون سے بھلا دینا اور انکسار وتواضع کرنا اور خدا اور حکم خدا کے مقابلہ مین اپنے کو بھول جانا۔ خودداری یہ ہے کہ اپنے کو بیجا خوشی اور بیجا رنج اور بیجا ولولون وذلت سے محفوظ رکہنا اور نفس کو اسطرح کے افعال یا ترک افعال سے روک رکہنا کہ دوسرون پر ظلم نہ ہو اور وہ نفرت نہ کرین اور اپنی حفاظت بُرون سے ہو۔ غرض یہ ہونی چاہیئے کہ عزت ووقار کے خلاف عدم خودداری کے وجہ سے ناشناس عمل نہ کرین اور اسطرح ذلت ورسوائی سے حفاظت ہو اور جسین قدر کے کہ لایق ہون وہ قدر کیجاوے جو سبب آرام وفایدہ وکامیابی کا ہو اور نتایج عمل سے فایدہ ہو برخلاف اس کے افراط انکسار وتہی سے لوگ گستاخ ہوتے ہین اور بنا اہلون ظالمون اور سفیہون کو تمسخر وایذا دہی ونقصان پہنچانے کا موقع ملتا ہے یہہ ضرور نہین ہے کہ دل مین بھی کیفیت اپنے بلند قدر ہونے کی ہو بلکہ مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ایسا با فراط انکسار نہ کیا جاوے کہ حفاظت وکامیابی نہ ہو متکبر ومغرور سے انکسار کرنا اُس کو اور بھی زیادہ متکبر بنایا ہے اُس سے ملنا اور اُسکا نہ ملنا بعض اوقات اور بھی مضر ہے۔ عاجزی ومسکنت وتذلل وغیرہ مماثل جذبے تقریبی ہین بعض نے کہا ہے کہ کبر وفخاری جذبات مسرت وغضب کی درمیانی کیفیت ہے جو خودنما چاہتا ہے کہ اُسکی تعریف کرین مغرور خود اپنی حالت پر فخر کرتا ہے

معرفت نفس اور خود اعتمادی اور اپنا وقار رکھنا اور اپنی قدر کرنا اگر افراط تفریط نہ ہو محمود ہین۔

زمین کے کل طیبات کا حلال ہونا و مستثنیٰ جن کا کھانا حرام ہے انکی تفصیل

سورہ بقر مین ہے یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ۝

اے آدمیو کھاؤ جو کچھ زمین مین ہے حلال پاکیزہ اور مت پیروی کرو شیطان کے قدمون کی وہ تمہارا دشمن صریح ہے سوائے اس کے نہین کہ حکم کرتا ہے تم کو برائی اور فحشا کا اور اس کا کہ کہو اللہ پر جو تم کو معلوم نہین۔

اس آیت مین حلال طیب کے کھانے کی تمام آدمیون کو ہدایت ہے اور حلال طیب نہ کھانا شیطان کے قدمون پر چلنا بیان ہوا ہے اور نتیجہ حلال طیب نہ کھانے کا سوء و فحشا مین مبتلا ہونا اور اللہ پر وہ بات کہنا جو نہ جانتے ہون بیان ہوا ہے۔ پس ایسی چیز جسکا نتیجہ ان تینون عیوب مین یا انمین سے ایک ہو وہ حلال طیب نہین ہے سورہ بقر مین ہے۔

یا ایہا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون انما حرم علیکم المیتۃ

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزین جو ہمنے تمہارے لئے رزق دیا ہے اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو سوا اسکے نہین کہ حرام کیا گیا ہے

والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ؀

مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر پکارا گیا ہو نام غیر اللہ کا سو جو کوئی بیقرار ہو نہ بغاوت کرتا ہو اور نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہیں اللہ غفور رحیم ہے۔

اس آیت میں مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ طیبات میں سے کھاویں اور حرمات کو کھانا اثم قرار دیا گیا ہے اور جو مضطر ہو کر کھالیوے جسمیں زیادتی اور بغاوت نہ ہو کہا گیا ہے کہ اس پر اثم نہیں ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ سابقہ مذکورہ آیت میں چونکہ خطاب عام آدمیوں کے ساتھ تھا جسمیں مومن وغیر مومن شریک تھے لہذا اُن کے لیے اثم نہیں کہا گیا اور اس آیت میں شکر رزق یہ قرار دیا گیا ہے کہ طیبات کو کھاویں اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اُس کا شکر کرو۔ جو چیزیں کھانے کیلئے حرام کیگئی ہیں اُن کا انحصار انما سے ہے اُنکی تفصیل یہ ہے مردہ۔ لہو اور سور کا گوشت پس یہ چیزیں مضر اور فساد کی پیدا کرنے والی بھی ہیں۔ چوتھی چیز جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اُس کو حرام کیا ہے اُسکی حرمت نفس شئے میں غیر طیب مضر ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محافظت شرک کے لئے ہے کیونکہ مشرک غیر اللہ کے نام سے جانور کو ذبح کرتے یا چھوڑ دیتے تھے اور ذبح کرنے میں ایسے طریق کو استعمال کرتے تھے جو مضر ہو پس نتیجہ اُن کا سوء ہوتا تھا یا یہ کہ ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون میں شامل ہوتا تھا پس جسطرح ظاہر اثم کے چھوڑنے کا حکم ہوا باطن اثم کے چھوڑنے کا بھی حکم ہوا تا کہ ظاہری دباطنی

پاکی دونوں کا سبب ہو۔ سورہ مایدہ مین ہے۔ حرمت علیکم المیتۃ
و الدم و لحم الخنزیر و ما اہل لغیر اللہ بہ و المنخنقۃ و الموقوذۃ و المتردیۃ
و النطیحۃ و ما اکل السبع الا ما ذکیتم و ما ذبح علی النصب و ان تستقسموا
بالازلام ذلکم فسق الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم
و اخشون الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت
لکم الاسلام دینا فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور
رحیم یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات و ما علمتم من
الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم
و اذکروا اسم اللہ علیہ و اتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب الیوم احل لکم
الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم و طعامکم حل لھم ان آیات
مین اور مزید تفصیل ہے اور میتۃ الا لخنزیر لحم گوشت کہرا اور چوٹ سے اور
گرکر اور سینگ سے مارنے سے اور پہاڑنیوالے جانور کا کہایا ہوا جس کو
ذبح نہ کیا ہو حرام بتایا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان سب مین یا مردہ ہوتا ہے یا لہو
پس یہ سب تفصیل اسکی ہے اور تہان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈالکر بانٹا ہوا
بہی حرام کیا گیا ہے اور اس کو فسق کہا ہے پس وہ ما اہل لغیر اللہ مین شامل ہے
اور کہا گیا ہے کہ جو لاچار ہو گیا ہو بہوک مین گناہ پر نہ ڈہلتا ہو تو اللہ غفور رحیم ہے
اور حلال کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے کہ طیبات تم کو حلال ہے اور جو سدہائے
شکاری جانور دوڑانے سے جنکو سکہاتے ہو تو تمہارے لئے رکھ چہوڑین اس
کو کہاؤ اور اللہ کا نام لو اسمین اور کہانا ان لوگون کا جنکو کتاب دیگئی ہے

مومنون کو حلال ہے اور مومنون کا کھانا اُن کو حلال ہے۔ بس جو چیزین
حرام ہین اُسکے علاوہ طعام اہل کتاب کا بھی حلال قرار دیا گیا ہے۔ سورہ انعام مین ہے

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما	تو کہہ مین نہین پاتا ہون اُسمین جو وحی کیگئی ہے
علی طاعم یطعمه الا ان یکون	میری طرف حرام ہونا کسی کھانیوالے پر جو کھاوے اُسکو
میتة او دما مسفوحا او لحم	مگر یہ کہ مردہ ہو یا لہو بہا ہوا یا گوشت سور کا کہ وہ
خنزیر فانه رجس او فسقا	ناپاک ہے یا فسق کہ جسپر پکارا گیا اللہ کے
اهل لغیر الله به فمن اضطر	سوا نام پھر جو کوئی عاجز ہووے نہ بغاوت کرنیوالا
غیر باغ ولا عاد فان ربك غفور	نہ زیادتی کرنے والا تو تیرا رب غفور
رحیم	رحیم ہے

اس آیت مین بصراحت یہ کہا ہے کہ سوا مذکورہ آیت کے اور وحی کے
رو سے کوئی چیز حرام نہین ہے اور مذکورہ چیزون کو رجس کہا ہے صرف اہل بہٖ
لغیر اللہ کو فسق۔ یعنی وجہ حرمت بھی بیان کردی ہے اور دم کی تفصیل بھی
کر دی ہے کہ دم مسفوح حرام ہے۔ سورہ نحل مین ہے۔

فکلوا مما رزقکم الله حلالا طیبا	سو کھاؤ اُسمین سے جو دیا اللہ نے تمکو حلال طیب
واشکروا نعمت الله ان کنتم	اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اُسی کی عبادت
ایاه تعبدون انما حرم علیکم	کرتے ہو سوا اسکے نہین کہ حرام کیا ہے تمپر
المیتة والدم ولحم الخنزیر وما	مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام
اهل لغیر الله به فمن اضطر	پکارا جاوے غیر اللہ کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے
غیر باغ ولا عاد فان الله غفور رحیم	بغاوت نہ کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ غفور رحیم ہے

ولا تقولوا لما تصف السنتکم	اور نہ کہو اپنی زبان کے جھوٹ جتانے سے
الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام	یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو
لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین	جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہین وہ فلاح
یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون	نہین پاتے تھوڑا برت لین اور اُن
متاع قلیل ولھم عذاب الیم	کیلئے عذاب الیم ہے۔

ان آیات مین بعض تفاصیل مزید ہین یعنے شکر نعمت اللہ کا لکھا ہے اور لکھا ہے کہ نہ کہو اپنی زبان سے جھوٹ جتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو فسق سے مراد یہ ہے کہ جسقدر تفصیل بروے وحی و قران ہے اُس سے زیادہ کسیکو حرام یا حلال کہنا اور اُس کو اللہ کا حکم قرار دینا اور قیاسی و اجتہادی شئ کو قطعی حرام قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ سوء و فحشا جن چیزون سے پیدا ہوتا ہو اور ان تقولوا ما لا تعلمون کا وقوع ہوتا ہو وہ چیزین بھی کھانیکے قابل نہو اگرچہ اُنکی تفصیل قران مین نہ ہو لیکن قطعی حرام کہنا اور اُنکی حرمت اللہ کے طرف کسی کا منسوب کرنا صحیح نہین ہے۔ سورہ انعام مین ہے۔

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ و	اور نہ کھاؤ اُسمین سے جس پر نام نہ لیا گیا ہو
انہ لفسق و ان الشیٰطین لیوحون	اللہ کا وہ فسق ہے اور شیطان دلمین ڈالتے ہین
الی اولیاٰئھم لیجادلوکم و ان اطعتموھم	اپنے رفیقون کو کہ تمسے جھگڑا کرین اور اگر تم اُن کی
انکم لمشرکون۔	اطاعت کرو تو تم مشرک ہوے۔

پس اس سے جس پر اللہ کا نام ذبح کرتے ہوے نہ لیا گیا ہو اُس کا فسق ہونا اور جو لوگ اُس مین مجادلہ کرتے ہین اُن کی اطاعت کرنا شرک قرار دیا گیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظت شرک کے لئے وہ حرام ہوا۔ سورہ انعام مین ہے۔

وذروا ظاہر الاثم وباطنہ

اور چھوڑ دو ظاہر گناہ اور اُس کے باطن کو

سورہ مومنون مین ہے یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم

اے رسولو کہاؤ طیبات مین سے اور عمل کرو صالح اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس کا مین علیم ہون۔

پس اس آیت مین رسولون کو بہی طیبات سے کہانے کا حکم ہوا اور اُس کے ساتھ ہی صالح عمل کرنے کا بہی حکم ہے تا کہ معلوم ہو کہ طیبات کے کہانے سے صالحیت عملی پیدا ہوتی ہے یعنی سو رو فحشا پیدا کرنے والی چیزون سے بچنا صالحیت عملی کو پیدا کرتا ہے۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ طیبات کی حلت اور غیر طیبات کی حرمت صالحیت کے پیدا کرنے اور ترقی دینے کی غرض سے ہے اور خود انسان کو اُس سے فایدہ ہے اسی لئے حرام چیزین اثم قرار دیگئی ہین۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ولا الہدی ولا القلائد ولا امین

اے ایمان والو پورا کرو قرار حلال ہوئے تم کو چوپایہ مویشی کے سوا اُس کے جو تم کو سنا دینگے غیر حلال شکار جب تم احرام مین ہو اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے۔ اے ایمان والو حلال نہ سمجہو اللہ کے نام کی چیزین اور نہ ادب والا مہینہ اور نہ ہدی اور نہ قلاید اور نہ آنیوالون کو

البیت الحرام یبتغون فضلا من ربهم ورضوانا واذا حللتم فاصطادوا

اور بیت الحرام کی طرف کو جاتے ہین فضل اپنے رب کا اور رضامندی اور جب احرام سے باہر آؤ تو شکار کر سکتے ہو

آیات مذکورہ بالا سے جس وجہ سے جو چیزین کھانے کے لیے حرام کی گئی ہین وہ ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حلال طیب کھانے کی تاکید ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ پر افترا نہ باندھو کہ فلان چیز اللہ کے طرف سے حلال ہے اور فلان چیز حرام جو اللہ پر کذب و افترا کرتے ہین وہ فلاح نہین پاتے لیئے جسقدر حرام کی تصریح قران مجید مین ہے اُس کے علاوہ اللہ کے حکم سے حرام کہنا اللہ پر افترا سے کذب کرنا ہے۔ پس جس حکمت کے ساتھ احکام مذکور بیان ہوئے ہین وہ معجز ہین۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

یا ایها الذین آمنوا لیبلونکم الله بشیء من الصید تناله ایدیکم ورماحکم لیعلم الله من یخافه بالغیب فمن اعتدی بعد ذالک فله عذاب الیم یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مسٰکین او عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امره

اے مومنو البتہ تم کو آزماویگا اللہ ایک شے مین شکار سے کہ پہنچتے ہین اُسکو تمہارے ہاتھ اور تمہارے تیر کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے بالغیب ڈرتا ہے سو جسنے زیادتی کیا بعد اسکے تو اُسکو عذاب الیم ہے اے مومنو نہ مار ڈالو شکار کو اور تم احرام مین ہو اور جس نے مار ڈالا اُن کو بالقصد تو بدلا اُس مارے کے برابر چوپایون سے ٹھہراوین دو معتبر تم مین کہ نیاز پہنچاوے کعبہ کو یا کفارہ کھانا مسکینون کا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کردار کی

عفا اللہ عما سلف ومن عاد
فینتقم اللہ منہ واللہ عزیز ذو انتقام
اُحل لکم صید البحر وطعامہ
متاعاً لکم وللسیارۃ وحرم علیکم
صید البر ما دمتم حرماً واتقوا
اللہ الذی الیہ تحشرون ○

معاف کیا اللہ نے جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا
اُس سے اللہ بدلا لیوگا اور اللہ غالب صاحب انتقام ہے
حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے شکار بحر کا اور اُس کا کھانا
منفعت تمہارے لئے اور مسافروں کیلئے اور حرام کیا گیا تم پر
شکار برّ کا جب تک تم احرام میں ہو اور تقویٰ کرو
اُس اللہ سے جس کی طرف

ان آیات میں کفارہ شکار برّ کا اور اُس کی حرمت مذکور [illegible] کفارہ ادا کیا جاوے اور بحر کا شکار حلال کیا گیا ہے اور [illegible] اس حالت کی قرار دی ہے کہ کون اللہ سے بالغیب ڈرتا ہے یعنی صرف اسلئے کہ مکہ معظمہ امن کی جگہ ہے شکار برّی بھی وہاں کے حالت احرام میں حرام کئے گئے اور اس حجت کا جواب کہ احرام سے اور شکار سے کیا خاص تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے گویا یہ دیا کہ تاکہ اللہ سمجھے کہ کون اُس کو بالغیب ڈرتا ہے یعنی احکام کو بلا حجت اور صرف ایمان بالغیب پر مانکر اُس پر عمل کرتا ہے اور دلایل نہیں طلب کرتا۔ پس اس حکم پر بغیر فلسفیانہ و عقلی دلیل کے حکم کے بدسے عمل ہونا چاہیئے اور اس کے عدم تعمیل کا نتیجہ عذاب الیم ہے اور عذاب الیم اللہ تعالیٰ کے حکم نہ تعمیل کرنے کا نتیجہ ہے نہ کہ شکار کرنے کا۔ اور مصلحت واقعی بھی بظاہر بہت ظاہر اور وقوف و ادراک عامہ سے باہر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکہ بغیر اختلاف و مزید تفقہ کے عمل ہو یہ حکم دیا اور مصلحت یہ ہے کہ چونکہ بغیر اسلحہ کے شکار خشکی کا نہیں ہوتا ہے لہذا بیت الحرام میں ایسے شکار کی اجازت نہیں دیگئی

کہ بوجہ اسلحہ یا آواز اسلحہ یا سامان اسلحہ فساد و خون خرابہ نہ واقع ہو اور اتفاقیہ انسان کی جان کا نقصان نہ ہو اور بیت الحرام کی حرمت مین فرق نہ آوے برخلاف اس کے بحر کے شکار مین اسلحہ کی ضرورت واقعی نہین اور نہ عدو و مبلغ حرم مین کوئی ایسا بڑا سمندر ہے جسمین ایسا شکار کیا جاوے جو فایدہ بین کہانے کے کام مین آسکے لہذا حکم مذکور مصلحت و اسرار اصلی و واقعی و حکمی پر مشتمل ہے۔

سورہ مایدہ مین ہے۔ لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین ٥ نہین ہے ان لوگون پر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا گناہ اسمین جو کہا چکے جب تقوے کرین اور ایمان لاوین اور عمل صالح کرین پھر تقوی کرین اور نیکی کرین اور اللہ دوست رکہتا ہے نیکی کرنیوالون کو۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنیوالون نے جو ان چیزون کو کہا چکے ہین جن کا کہانا حرام ہوا ہے تو کچہہ گناہ نہین ہے جب وہ آیندہ اللہ سے ڈر کر بچین اور ایمان لاوین پہر ان متواتر افعال کے بعد اللہ سے ڈر کر بچین اور نکوکاری کرین پس ایسی صورت مین گناہ نہین ہے۔

شراب کی حرمت کے حکم کے بعد یہ آیت ہے جو حرام چیز کہانے اور پینے دونون سے متعلق ہے چونکہ انسانی طبیعت عموماً ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب سفر یا نجس چیز اپنے خیال مین کوئی انسان کہائے یا پی لے تو گھن اور خلش باقی رہتی ہے اور طبیعت مین جسطرح گھن اور خلش باقی رہتی ہے اسیطرح یہی خیال رہتا ہے کہ اللہ نے حکماً حرام کر دیا تہا معلوم نہین کہ جسقدر رگون مین

سرایت کرگیا ہے وہ نکل گیا یا نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کیلئے
بھی بار بار خیال اتقاء اور احسان کا دلایا ہے تاکہ کیفیات و خیالات مذکور بھی
پیدا ہوجاویں اور اُن کے مقابل کے اسی قسم کے خیال تقوے و احسان کے
پیدا ہوجاویں اور جو کھاپی چکے ہوں اُن کی توبہ کے لئے خاص کر حکم مذکور ہوا
نیز یہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر
کی تھی کہ جو لوگ قبل حرمت کھاپی چکے ہیں اُن کے نسبت یہ حکم ہے بہر حال
دونوں تفسیروں میں تناقض نہیں ہے کہ باہم اجتماع نہ ہوسکے

خون کے کھانیکی حرمت کیوجہ و جانور کے ذبح کا سبب

خون کا کھانا بروے قرآن مجید حرام ہوا ہے لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ اُس کے
کھانے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں ایک انسان کے لئے ضروری ہے
کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جسمیں مندرجہ ذیل اشیاء موجود ہوں
(۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)۔ (۲) کاربوہائیڈریٹ یعنی شکر وغیرہ
(یہ نباتات کا جزو اعظم ہے) (۳) روغن۔ معدنیات و پانی۔ اگر یومیہ خوراک کا
بصورت فہرست اندازہ کیا جاوے تو مندرجہ ذیل ہوگی۔ پروٹین ...... ۱۲۰ گریمز
کاربوہائیڈریٹز ...... ۵۰۰ گریمز روغن ...... ۶۰ گریمز معدنیات ...... ۳۰ گریمز
فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اسمیں سے
خون بالکل خارج نہ ہوا تو قریباً نصف اونس تو اسمیں خون ہوگا اور خون کی
ترکیب مندرجہ ذیل ہوگی۔

کاربوہائیڈریٹیز { پانی .... ۹۲ فیصدی | پروٹین ...... ۶ فیصدی
شکر .... ۰ئ۱۵ " | روغن ...... نہایت خفیف }

سمیات:۔ پوریا (۰۲ئ فیصدی)۔ لیتھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ

معدنیات .... نہایت خفیف

گیسز:۔ رنگ و خوشبودار اشیاء۔ آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن۔

گیسوں مین سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے اور نائیٹروجن محض بے تاثیر۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کیجائے تو زہر ہے۔ پس اس ترکیب سے واضح ہوتا ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت خفیف ہے علاوہ ازین خوراک تو کھانے پر ہضم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے مگر برخلاف اس کے سمیات جب بدن مین داخل ہوتی ہین تو فوراً ہی خارج نہین ہوجاتین بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع مین آچکا ہے جمع ہوتی رہتی ہین اور جب ایک خاص مقدار مین اکٹھا ہوجاتی ہین تو اچانک جسم کی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہین۔ خون جو بعد از موت ایک جانور مین پایا جاتا ہے وہ گندہ ہوتا ہے اور اس مین سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریانی خون اجزائے دل سے نکلکر رگ و ریشہ تک پہنچنے مین اس کی آکسیجن کا مضر مادون سے تبادلہ ہوجاتا ہے پھر موت وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہین ہوجاتی۔ انسانون مین روح کی مفارقت کے بعد دو تین دفعہ اور مینڈک مین ۲۴ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریانین بعد از موت خالی پائی جاتی ہین اور اُن کے مقابل پر وریدین خون سے بھرپور ہوتی ہین۔

اور کثیر حصہ سمیات کا اس مین (یعنی خون مین) موجود ہوتا ہے۔
ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح مین شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے ہین تو بیساختہ اس پر حکمت فعل پر تحسین کئے بغیر نہین رہ سکتے اور گرم ملکون مین جہان خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً اسکی شان اور بھی دو بالا نظر آتی ہے۔ علاوہ ازین کہ خون مین سمیات موجود ہین۔ ہمین ابھی اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ ان سمیات کا خارج مین کیا اثر ہے اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے جو کہ وہ ایسے منزادون کے قبول کرنے مین دکھلاتا ہے مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک ایسڈ گیس کو جذب کر لیتا ہے اسیطرح کئی اور زہر دل ہین خون کا کوئلے کی گیس سے علاقہ بخوبی واضح کرتا ہے۔ بلکہ زمین دوز کوئلے کی کانون مین کام کرنے والون مین انکے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون مین جذب ہو جاتی ہے اور موخر الذکر اس کے بدلے مین آکسیجن چھوڑ دیتا ہے لہذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اُس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہین خود کشی کرنے مین اُس سے فایدہ اُٹھاتے ہین اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہین۔
پس اس بات کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس مین موجود ہین انسانی خوراک کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اس مین جو پروٹین

چربی وکاربوہائیڈریٹ ہین وہ اس قدر خفیف ہین کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہین آکسیجن بیشک جسم کا ایک جز ولاینفک ہے مگر جب خون کے ہمراہ جسم مین داخل نہین تو جسم اس کو استعمال نہین کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپڑون کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کیجاتی ہے بلکہ اگر ضرورت سے زاید خوراک کے ہمراہ لی جائے تو مضر ثابت ہونیکا احتمال ہے

کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لین کہ میرے نزدیک خون کی کچھ قدر وقیمت ہی نہین دنیا مین ہر چیز کسی نہ کسی رنگ مین مفید ہے لیکن ہم اسی حالت مین ایک چیز کو بیسود قرار دیتے ہین جبکہ اس کا نقصان اس کے نفع پر سبقت لے جائے خون بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے بہت سی زندگیان ایک شخص سے دوسرے شخص مین خون پہونچانے سے بچالی گئی ہین مگر اس حالت مین اس کا فعل بالکل مختلف ہے جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کرسکتا ہے اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون مین موجود ہوتی ہے لہذا ایک انسان سے دوسرے انسان مین خون پہونچانے مین اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ اس مین خون کی مقدار قدرتی اندازہ سے زاید نہ ہوجاوے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کا زہر نہین چڑہتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خون کو جب آن زہر ملے اس کو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے اسکی غذائی طاقت قریباً صفر ہے اور بحیثیت خوراک سوائے اس کے کہ معدے مین بوجھ زاید کردے کوئی فایدہ نہین دیتا علاوہ ازین گوشت کو پکانے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہوجائین۔ لہذا جب

ہم خدا کی کتاب مین یہ پڑہتے ہین کہ خون انسان کے لئے ممنوع ہے تو ہمین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمین ان خطرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن کا ہمکو وہم و گمان بھی نہین ہوتا۔

مرد و عورت کے حقوق و فرائض و عورتونکی صفات حسنہ

سورہ نساء مین ہے: الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض و بما انفقوا من اموالہم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ والتی تخافون نشوزہن فعظوہن واہجروہن فی المضاجع واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا و ان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا

مرد حکومت کرتے ہین عورتون پر بسبب اس کے کہ فضل دیا اللہ نے ان کے بعض پر بعض کو اور بسبب اس کے کہ خرچ کیا انہون نے اپنے اموال مین سے سو صالحات حکم بردار خبرداری کرنیوالی آبرو و مال کے ہین غیبت مین اللہ کی خبرداری سے اور جن عورتونکی بدخوئی کا ڈر ہو تمکو تو ان عورتونکو سمجھاؤ اور جدا رکھو خوابگاہ مین اور مارو ان کو سو اگر تمہارا کہا مانین تو مت تلاش کرو ان پر راہ اللہ ہے سب سے اوپر بڑا اور اگر تم ڈرو آپسمین ضد رکھنے مین تو کھڑا کرو ایک حکم مرد والون مین سے اور ایک حکم عورت والون مین سے اگر یہ دونون چاہینگے اصلاح ملاپ دیگا اللہ اُنمین اللہ علیم خبیر ہے۔

ان آیات مین وجہ حکومت مردون کی عورتون پر بھی بیان ہین اور عورت صالح کون ہے اس کا بھی بیان ہے اور حسب ذیل امور بیان ہوئے ہین۔

(۱) مرد اس لئے عورتون پر حاکم ہین کہ بعض کو بعض پر اللہ نے فضل دیا ہے یعنی
عورت پر مرد کو اللہ نے باعتبار قوے کے فضل دیا ہے اور بسبب اس کے
کہ مردون نے اپنے اموال مین سے خرچ کیا ہے یعنی عورتون کی خبرگیری
اپنے مال سے مرد کرتے ہین جبکہ عورت نہین کما سکتی پس بوجہ فضل قوی اور
بوجہ خرچ اموال مرد عورت پر حاکم ہین۔ (۲) بوجہ مذکور جو عورتین صالحات ہین وہ
حکمبردار ہین اور اپنی حفاظت کرنے والی غیبت مین ہین یعنے صالحیت عورتونکی
یہ ہے کہ وہ حکمبرداری کرین اور حافظات للغیب ہون۔ (۳) اگر عورتونکی بدخوئی کا
خوف ہو تو مردون کو اُن کو نصیحت کرنا چاہیئے اور خوابگاہ سے جدا کرنا چاہیئے
اور مارنا چاہیئے اگر اطاعت کرنے لگین تو اُن کے لئے دوسری سبیل یعنے
طلاق کی سبیل نہ کرنی چاہیئے۔ ترتیب جس طرح سے ہے کہ جہان تک ہو سے پہلے
نصیحت پھر خوابگاہ سے عارضی طور پر جدا رکھنا پھر بہت تھوڑا مارنا چاہیئے نہ اسقدر
کہ قصاص دینا پڑے پس اگر بدخوئی نہ چھوڑین تو سمجھ لیا جاوے کہ یا طلاق
دیوین یا صبر کرین اس سے زیادہ نہ کرنا چاہیئے کہ اُن کو چوٹ آوے یا کوئی
اور بُری باتین واقع ہون۔ (۴) اور اگر بدخوئی سے بھی زیادہ ضد مرد
یا عورتون مین ہو تو خود یا لوگون کو ایک حکم عورت کے اہل مین سے اور ایک
حکم مرد کے اہل مین سے قرار دینا چاہیئے جو اصلاح چاہتے ہون چونکہ فابعثوا
حکماً ہے اس لئے ہمنے یہ قرار دیا ہے کہ خود مرد و عورت کو یا مومنین کو حکم
کرا دینا چاہیئے پس مومنین کا فرض ہے کہ ایسی صورت مین حکم مقرر
کرا دیوین۔ ضد مین یہ باتین آجاتی ہین کہ ایسے افعال طرفین مین سے کوئی کرے

جو دوسرے کو بالا یطاق تکلیف تک منجر ہو مثلاً جدا رہے یا کھانا کپڑا مر دہ نہ دیوے
یہان تک کہ فاقہ کشی کی نوبت تک آجاوے پس ایسی صورت مین حکم
یہ ہے کہ حکم مقرر کردین۔ حکم مقرر کرنے کی صورت مین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم
یہ راے دیوین کہ طلاق دیا جاوے لہذا اگر حکم اس اختیار کے ساتھ
مقرر ہون تو اُن کے حکم کا جاری ہونا اور ناطق ہونا بھی ضروری ہوگا۔ ایسی
صورت مین زوج کا زوجہ کو مارنا وحشیانہ نہین بلکہ سزاے فطرتی و مناسب ہے
اور دوسرے طریقون سے زیادہ مفید و موثر ہے۔ سورہ تحریم مین ہے۔

عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدلهٗ	جلد ہے کہ پروردگار تمہارا اگر وہ تمکو طلاق دے تو بدلے
ازواجاً خیراً منکن مسلمٰت مؤمنٰت	اُسکو بیویان بہتر تمسے مسلمان عورتین ایمان رکھنیوالی فرمانبرداری
قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت	کرنیوالی توبہ کرنیوالی عبادت کرنیوالی روزہ
ثیبٰت و ابکاراہ	رکھنے والی عورتین غیر کنواریان اور کنواریان

پس ان آیات مین جو بیویان اچھی ہوتی ہین اُن کی صفات بیان ہوئی ہین اور
کم سے کم یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے لئے بہترین ازواج مطہرات ان صفات مذکورہ
سے متصف تھین اگر اللہ آپ کی بیویون کو دوسری بیویون سے بدلدیتا
لہذا یہ صفات قابل قدر و تلاش ہین اور منجملہ اُس کے فرمانبرداری گویا اُن
صفات مین سے ہے جس کو دنیاوی صفات کہہ سکتے ہین۔ سورہ لبقر مین ہے۔

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف	اور عورتون کو مثل اُسکے ہے کہ جو عورتون پر ہے
وللرجال علیهن درجة	معروف کیساتھ اور مردونکو ہے عورتون پر درجہ

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کاروبار و معاملات مین عورتون کا مثل اُنکے

حق مردون پر ہے جو معروف کے ساتھہ مردون کا حق عورتون پر ہے صرف
فرق اسقدر ہے کہ مرد کا عورت پر درجہ ہے یعنے فرمانروا عورت پر مرد ہے
ورنہ معروف کے ساتھہ جو عمل ہوتے ہین انمین باہم مرد و عورت کے حق برابر
ہین اور مثل ایک کے دوسرے کا حق ہے۔ اسلام نے عورت کے حقوق
اُسکی لڑکی بیوی مان اور فرد خاندان یا جماعت ہونے کی حیثیت سے قایم
کر دیئے ہین جیسا کہ توریث و نکاح و رضاعت و طلاق وغیرہ کے احکام دیکھنے
سے بھی معلوم ہو سکتا ہے عام کاروبار مین اسلام نے مرد و عورت کو یکسان
رکھا ہے احکام عام عبادات و معاملات و عذاب و ثواب وغیرہ مین بھی عام طور
عورت و مرد کا درجہ مساوی رکھا ہے۔ اور جہان غیر مساوی رکھا ہے وہان اُسکی تفصیل کر دی ہے
شوہر کی رضامندی کا بہت بڑا گر اُسکی اطاعت اور عزت کرنا۔ راستی
راستبازی۔ پارسائی۔ پاکیزگی۔ حسن ظن رکھنا اُس کے سلوکون کے معاوضہ
مین شکر گذاری۔ کفایت شعاری۔ انکسار۔ قناعت۔ متانت۔ خوش سلیقگی۔
آرام رسانی۔ وفاداری ہے اور وہ ایک عمر بھر کے رفیق کے لیے مناسب
اور شایان ہے اور جن مذکورہ امور سے شوہر راضی رہتے ہین قریب قریب
وہی باتین زوجہ کے بھی رضامند رکھنے کی ہین صرف عورتون کی کمزوری و
کمی تعلیم پر خیال کر کے نرمی و حکمت اور عقل کیساتھہ عمل کرنا چاہیئے۔
عورت کو قدرت نے جس غرض سے خلق کیا ہے وہ غرض نوع انسانکی
تکثیر اور حفاظت و تربیت ہے۔ نوع انسان کی تکثیر و حفاظت کے لیئے
قدرت نے مسلسل چار دور قرار دیئے ہین۔ حمل۔ وضع حمل۔ رضاعت۔

تربیت جنین خاص خاص احتیاطون اور علمون کی ضرورت پڑتی ہے
اگر اُمین غلطی ہو تو سخت خطرون اور شدید بیماریون مین مبتلا ہونا پڑتا ہے
اور زمانہ حمل مین مان کی جنین ہر حالت سے اس قدر متاثر ہوتی ہے کہ اُسکے
ضعف و قوت یا زندگی و موت کا دارمدار احتیاط و حفاظت پر ہوتا ہے تیسرا
دور رضاعت کا اگرچہ مان کے لئے اس قدر سخت نہین ہے لیکن بچہ کیلئے
زیادہ خطرناک اور غیر معمولی توجہ کا محتاج ہے عورت سے طبیعی وظیفہ کی
ہدایت تو یہ ہے کہ وہ یوم ولادت سے لیکر آخر ایام طفولیت تک بچہ کی
ہر حرکت اور ہر فعل کی نگہداشت کرے اچھی عادتون کا عادی بنائے اور
بُری عادتون کو چھڑائے لیکن اُس بدقسمت بچہ کا کیا حال ہوگا جب اُس کی
بیرسٹر مان عدالت مین جرح کر رہی ہوگی پارلیمنٹ کے ممبران سے ایک فریق کی
حمایت مین رات دن مستغرق اور مختلف جدوجہد مین منہمک ہوگی اور ناکامی کے
انفعال اور اُس کے افسوس نے دودھ مین فساد پیدا کر دیا ہوگا۔ ایسے ہی
ایام حمل مین جنین پر کیا اثر پڑے گا۔ عورت اپنے طبیعی وظیفہ سے غافل رہے
تو علم و فضل اُس کے یا سوسائٹی کے لئے کیا مفید ہوگا۔ عورتون اور
مردون مین صرف اختلاف صورت ہی نہین بلکہ اپنی طبیعت و اثر و خواص کے
لحاظ سے بالکل دو مختلف گروہ ہین اسی لئے ان دونون کے میدان عمل
کو الگ کرنے کے لئے حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔ اس حد فاصل کے
اُٹھانے کی جب کوشش کیجاتی ہے تو تمدن و معاشرت کی بنیادون
مین حرکت پیدا ہوکر خبردار کر دیتی ہے کہ یہ عمارت جلد گرنیوالی ہے اس امر کے

ثبوت کے لئے یورپ کی موجودہ حالت شاہد ہے۔ آزادی سے ہماری غرض یہ ہے کہ سچے مذہب وتمدن نے جو حدود قایم کئے ہین اُن سے واقف ہونے کے بعد انسان اپنے خیالات واعمال و ارادے مین مستقل بالذات ہوجاوے۔ اُنیسوین صدی کی انسائکلوپیڈیا کا مصنف لفظ عورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مرد اور عورت مین تناسل کے اعضاء کی ترکیب وصورت کا اختلاف اگرچہ ایک بڑا اختلاف نظر آتا ہے لیکن صرف یہی ایک اختلاف نہین ہے عورت کے تمام اعضاء سر سے پیر تک مرد کے اعضاء سے مختلف ہین یہان تک کہ وہ اعضاء بھی جو بظاہر آخر الذکر سے بعید مشابہ ہین کسیطرح سے نہین ملتے علمی تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ عورت کی عمر کا اوسط مرد کی عمر کے اوسط سے بارہ سینٹیمیٹر کم ہے اور فرق کسی خاص ملک یا قوم سے تعلق نہین رکہتا بلکہ جسطرح وحشی اقوام مین پایا جاتا ہے اسی طرح متمدن ممالک مین بھی پایا جاتا ہے۔ جسم کے وزن اور ثقل مین بھی اختلاف ہے۔ مرد کے جسم کا متوسط ثقل ۴۷ کیلومیٹر ہے مگر عورت کے جسم کا ثقل صرف ۴۲ کیلومیٹر یعنے عورت کے جسم کا ثقل مرد کے جسم کے ثقل سے ۵ کیلومیٹر کم ہے۔ عضلات کے حجم وقوت کے لحاظ سے بھی عورت مرد کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ ڈاکٹر ڈوماری نے انسائکلوپیڈیا مین لکھا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جاوے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہین اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اول الذکر کے عضلات اس قدر ضعیف ہین کہ اگر اُن کی طبیعی قوت کے تین حصے

کئے جاوین تو دو حصہ قوت مرد کے حصہ مین آئیگی اور صرف ایک حصہ قوت
عورت کے عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے مرد کے
جسمی عضلات عورت کے بہ نسبت حرکت مین زیادہ تیز اور اپنے فعل مین زیادہ
قوی ہین۔ قلب جو انسانی زندگی کا اصل مرکز ہے اُس کے نسبت ثابت
ہو چکا ہے کہ عورت کا قلب مرد کے قلب سے ۶۰ ڈرام چھوٹا اور خفیف ہوتا ہے
مرد ایک گھنٹہ مین تقریباً ۱۱ ڈرام کاربونک ایسڈ صرف کرتا ہے اور عورت ایک
گھنٹہ مین ۶ ڈرام سے بھی کچھہ کم۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی
طبیعی حرارت مرد سے بدرجہا کم ہے۔ قوت تنفس کا بھی یہی حال ہے مشہور
اشتراکی فلاسفر پرڈو نے اپنی کتاب انکار النظام مین لکھا ہے کہ عورت کا
وجدان بمقابلہ مرد کے وجدان کے اس قدر ضعیف ہے جسقدر اُسکی عقل
کی قوت مرد کے قوت عقلیہ کے مقابلہ مین ضعیف نظر آتی ہے۔ اس کی
اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے مختلف ہے اور ایک دوسرے قسم کی
طبیعت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حُسن و قبح کے متعلق وہ رائے
قایم کرتی ہے وہ مرد کی راے کے بہ نسبت عموماً ناقص ہوتی ہے پس
عورت و مرد مین عدم مساوات کوئی عارضی امر نہین ہے بلکہ عورت کی طبیعی
خاصیت پر مبنی ہے۔ انسائکلوپیڈیا مین ہے کہ حواس خمسہ بھی عورت کے
بہ نسبت مرد کے ضعیف ہین قوت شامہ کا حال عطر و ہر ایسی بو سے ظاہر
ہوتا ہے۔ ذوق و سمع و لامسہ کی بھی یہی حالت ہے اسی ضعف کا نتیجہ ہے
کہ طعام کی عمدگی و بدمزگی کے پہچاننے والے آواز کے پرکھنے والے پیانو کی

راگون کے تقاوُل کے کُل مردین ایک عورت نے بھی اپنے کو ان باتون مین باکمال ثابت نہین کیا۔ عورت کے بھیجے (دماغ) اور مرد کے بھیجے مین اوزان اور شکل سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کا اوسط عورت کے بھیجے سے سو درہم زیادہ ہے اور مرد کے بھیجے کی مقدار اُس کے جسمی حالت سے وہ نسبت رکھتی ہے جو چالیس کے عدد کو ایک سے ہوتی ہے مگر عورت کا بھیجا اُسکے جسمانی قوت سے ۴۴ اور ایک سے نسبت رکھتا ہے۔ جو قومین زمانہ حال تک وحشت کی حالت مین بسر کر رہی ہین اُنمین مرد اور عورت دونون مین فرق متمدن ممالک کیطرح ہے۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ تمدن عورت اور مرد کے اختلاف کو اور زیادہ کر رہا ہے۔ مردون کے دل کا وزن دس سے بارہ اوقیہ تک ہوتا ہے اور عورتون کا زیادہ سے زیادہ دس اوقیہ ورنہ عام اوسط آٹھ اوقیہ۔ مرد کے گردون کا وزن ۶ اوقیہ سے ساڑھے چھ اوقیہ تک مگر عورت کے گردون کا وزن زیادہ سے زیادہ نصف اوقیہ تک۔

مذکورہ بالا اقوال انسائکلوپیڈیا کے مصنفون کے اقوال ہین اُنکے خلاف جو تمام رائین ہین اُنکو انسے کیا نسبت البتہ عورت مین ہیجان اور انفعال کی قوت مرد سے بہت زیادہ ہے اور انھین کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ عقل اُن مین کمی ہو۔ پروفیسر نارین کہتے ہین کہ مرد مین ذکا و فہم و ادراک کا مادہ زیادہ ہے اور عورت مین انفعال و ہیجان کا۔

فضائل مین سب سے اول و اعلیٰ درجہ کی خوبی و کلیات

ضبط نفس یعنی تزکیہ اور اُسکے رو سے ذاتی آزادی نیت جلی و صالحیت

بجاے اس کے کہ ہم نفسیات پر مختصر و مکمل بحث کرین اور بقیہ کیفیات محسوسہ و جذبات بد اور اُنکی اصلاح و اعتدال و علاج کا بیان کرین مناسب سمجھ کر فضایل تحت عدل کا بیان کرتے ہین چونکہ افعال ارادی ہی سبب فضایل ہین اور جو فعل ارادی نہ ہو وہ فضایل انسانی مین سے نہین اور چونکہ نفس انسانی ہی سے ارادی افعال مذکور صادر ہوتے ہین اور وہ اُن کیلیے فاعل مختار ہے اور اگر بغیر تحدید حدود و قیود و معتدل آزادی کے غلط طور پر اس سے فعل صادر ہون تو اُن کا نتیجہ بدی اور اگر ضبط و صحیح طور پر صادر ہون اور بہوا کے طور پر نہ صادر ہون تو نتیجہ نیک ہوتا ہے لہذا تمام فضایل و رذایل کے لئے کلیۃ الکلیات و جنس الاجناس افعال ارادی نفس ہین اور نیکی کے لئے ضبط نفس۔ پس اصل امر جسکی تدبیر و ضرورت سب سے زیادہ مقدم و اہم ہے اور اگر ضرورت ہو تو اس کا علاج سب سے مرجح ہے وہ ضبط النفس نیکی کیلئے ہے اس لئے وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر خوبی ہے جو انسان اپنے آزادی افعال سے اپنی ذات مین پیدا کر سکتا ہے جو سب خوبیو نکی جنس الاجناس و ذریعہ ہے اور اگر ملکہ راسخہ بھی کسی فضل و خوبی کا فضایل انسانی مین سے کسی مین نہ ہو لیکن ضبط نفس کرنے مین اُس کو آسانی ہو تب بھی وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

لہذا عمل صالح کرنے کے لئے سب سے اول درجہ کی اور سب سے بہتر و برتر نیکی ضبط نفس کو ہم شمار کرتے ہین یہان تک کہ تمام خوبیون کے مفہوم ظاہر کرنے کے لئے اسی ایک و واحد خوبی کا ذکر کافی ہو سکتا ہے۔

فی زمانا آزادی کا بہت چرچا ہے بیشک سچی آزادی نہایت قابل قدر ہے
اور انسان کا حق ہے کہ اس سے مستفید ہو لیکن اسکی حقیقت و حدود کو
سمجھ لینا چاہیے۔ ازادی کے صحیح معنے یہ ہین کہ کل قدرتی قوتون سے حرات
کام لینے مین انسان ہر نا جائز و غیر واجب قید سے بری رہے۔ ایسی آزادی
در اصل اعلی خوشی ہے اور ترقی اور آگے بڑھنے کا پہلا قدم ہے یعنی زندگی کا
پہلا قدم وہین سے شروع ہوتا ہے۔ زندگی کے کل اعمال کاروبار مختلف
حدود و قیود یا بندیون سے محدود ہین ہر قسم کے قاعدے و حدود ہین اور
انھی کی پابندی در اصل شایستہ معاشرت ہے چونکہ ان حدود و قیود و پابندیون
کو عمل کرنیوالا انہین مقرر کرتا بلکہ عام بنی نوع انسان کی بہبودی و بہتری و ترقی
کیلئے بتجربہ ہدایت سے قایم کئے گئے ہین لہذا ہر شخص کو جو نیک و کار آمد شریک ہونا
چاہتا ہو لازم ہے کہ اول متابعت و فرمانبرداری کرنا سیکھے اور مطلق العنانی
چھوڑ دے اور ضبط نفس کا ملکہ حاصل کرے۔ قانون فوج۔ مذہب۔ ملازمت
کل پیشون مین اس عمدہ صفت کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر انسان
کے واسطے کسی صورت مین آزادی نہ رکھی جاوے اور متابعت و اطاعت ہی
لازم کر دیجا دین تو وہ انسانیت سے محروم ہو کر رہ جاوے مگر جب کہ وہ
مجلس کا شریک رہنا چاہیے تو ان قیود و لے سے بری نہین رہ سکتا جو سب
شرکا کو پابند ہے اور یکجا کئے ہوئے ہین منحصر بدن کی تکلیف و آرام کا اثر ہوتا ہے
تو قدمون پر بھی ہوتا ہے لہذا حکم دینا اور متابعت و اطاعت کرنا دونون کو یکسان
طور پر جاننا چاہیئے گو وہ ایک دوسرے کے ضد ہین مگر آخر الذکر اول الذکر کے

عملی ہونے کے لئے لازمی ہے کیونکہ وہ جو صرف حکم کرنے کے عادی
ہین اُن قیود کو نہین جانتے جو بغرض نفع وفایدہ کے احتیاطاً خود رکھتے ہین
ایک شریک مجلس کی بہتر تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ اپنا مفوضہ کام ہمیشہ مستعدی
و مستدل آزادی و واجب فرمانبرداری سے کرتا ہے اور ہمیشہ ٹھیک وقت
پر موجود رہتا ہے جب اُس کی اُمید کیجاتی ہے کسی بات سے ایک نوجوان کے
بزرگ و مالک کی نگاہون مین اس قدر زیادہ عزیز نہین ہوتا جس قدر کہ انجام
کاروبار مفوضہ مین پابندی اوقات و درستی رکھنے سے ہوتا ہے۔ سب کو
اللہ و رسول کی اطاعت ہر وقت۔ سپاہی کو اپنے افسر کی اطاعت اپنے
فرض کے ادا کرتے وقت۔ شاگرد کو اپنے اُستاد کی اطاعت اُن امور مین
جن کے لیے شاگردی کرتا ہو اولاد کو والدین کی اطاعت معروف کیساتھ
بیوی کو شوہر کی اطاعت عدل و قسط کے ساتھ۔ محکوم کو اولوالامر کی اطاعت
غیر متنازعہ امر مین اور تنازع کے وقت اللہ و رسول کے حکم کے موافق۔ خادم
کو مخدوم کی اطاعت جس امر کے لئے وہ خادم ہو اور لوگون کو قانون صحیح کی
اطاعت لازم ہے۔ بڑے اُس کام کی ہدایت کرتے ہین جس کو وہ تجربہ سے
مفید جانتے ہین وہ بخیر اندیش ہوتے ہین لہذا نوجوانون کو چاہیے کہ فرمانبرداری
کو اعلی خوبی سمجھکر اُس کا کرنا اپنا فرض سمجھین خصوصاً کمسنی مین اُسکی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے جس سے کام بدرستی و باقاعدہ ہوتا ہے اور جلد فایدہ پہنچتا ہے اور
اصلاح ہوتی ہے۔ بچپن کی ابتدا ہی متابعت سے ہونی چاہیے اور نہ صرف
بچپن ہی بلکہ عمر کا کوئی درجہ ایسا نہین جسمین متابعت کی ضرورت نہ ہو۔ ہم کو

لازم ہے کہ مرتے دم تک متابعت سے گریز نہ کرین۔ فرض اپنے اصلی اور خالص حالت مین اس قدر زبردست ہے کہ انسان کو اسکی تعمیل مین خودی کا خیال ہی فراموش ہو جاتا ہے اور یہی فرض ہے کہ اس کے ایفا مین لازم ہے کہ بس اسیکا خیال رہے۔ لارڈ مکالے لکھتے ہین مین نے غور کیا (اور میرے ہی طرح مسٹر لارنس سفیر امریکہ نے بھی) تو معلوم ہوا کہ قریب سپاہیون کی ثنا و صفت کرتے وقت ڈیوک آف ولنگٹن نے انکی دلاوری کا بالکل تذکرہ نہ کیا بلکہ تمام دوران تقریر مین انکی تربیت اور متابعت کی تعریف ہی کرتے رہے کئی مرتبہ مکرر سہ کرر انھون نے اس کا ذکر کیا۔ میرے خیال مین جو دلیری ان سپاہیون سے ظاہر ہوئی تھی اُس کو اُنھون نے ایک معمولی امر سمجھا۔ سورہ النزعت مین ہے۔

اذهب الی فرعون انه طغی فقل	اے موسیٰ جا فرعون پاس وہ حد سے گذر اہو تو کہہ کیا
هل لك الی ان تزکی و اهدیك	تیرا جی چاہتا ہے کہ تو تزکیہ کر اور ہدایت کرون مین
الی ربك فتخشی۔	تجھکو تیرے رب کیطرف سو تو ڈرے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب فرعون نے طغیان کیا تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اُس سے کہین کہ کیا تیرا جی چاہتا ہے کہ تزکیہ کر لہٰذا معلوم ہوا کہ طغیان سے جی کو روکنا بھی تزکیہ ہے یعنی ضبط نفس کرنا۔

سورہ النزعت مین ہے فامامن	سو جو حد سے گذرا اور مقدم رکھا دنیا کی زندگی کو
طغی و اثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم	تو جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے اور جو
هی الماوی و امامن خاف مقام ربه	ڈرا اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے

ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی ۔ اور روکا اپنے نفس کو ہوا سے تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کو ہوا سے روکنا اور اپنے رب کے آگے جوابدہی کرنے کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرنا جس کا نتیجہ بھی نفس کو گناہوں اور بدیوں کے کرنے سے روکنا ہے جنت میں ٹھکانا ہونیکا سبب ہے برخلاف اس کے حد سے گذرنا اور حیات دنیا کو مقدم رکھنا جس کا نتیجہ بھی نفس کو نہ روکنا ہے جہنم میں ٹھکانا ہونے کا باعث ہے۔ لہذا نفس میں ایسی صلاحیت پیدا کرنا و قوت حاصل کرنا کہ اُس عمل کرنا جو طغیانی بچاوے اور ہوا سے روکے ضروری ہے پس اسیکو ضبط نفس اور اسیکو تزکیہ کہتے ہیں ۔سورۃ الشمس میں ہے۔

قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا ۔ بیشک بھلا ہوا اُسکا جسنے تزکیہ کیا اور بیشک نقصان ہوا اُسکا جسنے اُس کو گاڑ دیا۔

پس تزکیہ نفس ضبط نفس بھی ہوا یعنے نفس کو نہ گاڑ دے اور حد سے اُس کو نہ گذرنے دے اور ہوی میں نہ لگنے دے اور نفس کو ہوی سے منع کرے۔

سورہ اعلیٰ میں ہے ۔ قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی ۔ بیشک بھلا ہوا اُس کا جسنے تزکیہ کیا اور یاد کیا نام اپنے رب کا سو نماز پڑھی۔

پس تزکیہ اور اللہ کے نام کی یاد اور پھر نماز کا پڑھنا خلاصہ ہے اُن اعمال کا جن سے فلاح کا ہونا یقینی ہے اور سورہ مومنون کی شروع کی آیات جو قد افلح المومنون الذین سے شروع ہوئی ہیں اُن سب کا خلاصہ ان

دو آیتوں مین ہے۔ اور علو کرنا بغاوت کرنا۔ طغیان کرنا عصیان پر تنا۔ اعتدا۔ استغنار۔ قطع یہ سب برائیان بھی ضبط نفس اور اُسکے تزکیہ سے دور ہو جاتی ہین سورہ علق مین ہے۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ ۵ — ایسا نہین انسان حد سے گذرتا ہے جب دیکھتا ہے اپنے کو غنی (بے پروا)

پس استغنار سے انسان عموماً طاغی ہو جاتا ہے یعنی حد سے گذر کر بے پروا ومتکبر و خود فراموش وغافل ہو جاتا ہے۔ ایسا استغنار کرنے والا جس کا ذکر اس آیت مین ہے نیکی کیطرف رجوع نہین ہوتا اُس طرف نہین آتا اور اُس کیطرف صحیح رغبت نہین کرتا اور خشیۂ خوف خدا اور آخرت سے نہین کرتا۔

پارسائی و نیکی ذاتی ہے

بہت سے لوگ اس سے ناواقف وغفلت مین ہین کہ جملہ اوصاف مثل نیکی وعلم و فلاح انہیں کے عمل سے پیدا ہو سکتے ہین نہ کہ توضیح و تشریح آئین سے ہے کیونکہ قانون آنکو پرہیزگار۔ فہیم اور نیک افعال وعامل نہین بنا سکتا فضول ہیچ آدمی آئین قانون پر مضحکہ کرتا ہے اور شر انگیز اسکی تذلیل کرتا ہے اور مآل اندیشی اور نفس کشی کی صفات کو نفرت انگیز نگاہ سے دیکھکر اپنی بدبختی کا الزام دوسرون پر عاید کرتا ہے صالحیت و پارسائی مین باہم لزوم ہے۔ اگر انسان کی خلقت سے یہی مقصود ہوتا کہ ان کے ذریعہ سے مختلف قسم کی حرفت وصنعت یا تجارت اور لین دین عمل مین آئے یا دولت کے صرف وجمع کرنے مین زندگی بسر کرین

توہم اپنی قومی بہبودی و فلاح پر اسپے کو مبارکباد دیتے لیکن انسانی خلقت کی خاص
غرض یہ نہین ہے اُس کو علاوہ جسمانی اعضا و جوارح و فہم و فراست محبت و
ہمدردی کا مادہ بھی عطا کیا گیا ہے اُس کے دل و دماغ کو بھی وہی حقوق حاصل
ہین جو پشت و دہن کو یہی معدہ کے علاوہ اس کو روح کا بھی ایک حصہ ودیعت
کیا گیا ہے پس فلاح و بہبودی کے ساتھ طبعی و دماغی ترقی بھی اُسیطرح
کرنی چاہیے جس طرح رگ اور پٹھون کو قوت دیجاتی ہے۔ محض دولت کا مکاری
کی علامت نہین ہے آدمی کی طبیعت کا بھی اعتدال و ضبط مین رہنا لازمی بات ہے
کیونکہ جو آدمی جب آدمی اپنے اخراجات کو بڑہاتا ہے یا اپنی جمع مین صد ہا روپیے
سالانہ کا اضافہ کرتا ہے تو اُسکی طبیعت زیادہ ترکمینہ و فرومایہ ہوجاتی ہے افزونی دولت
اور جسمانی ترقی کے ساتھ تاوقتیکہ اخلاقی ترقی بھی ہمقدم نہ ہو تو زیادتی دولت
صرف خواہشات حیوانی کو پورا کرتی اور بڑہاتی اور لہو و لعب کے سامان مہیا
کرتی ہے۔ یہ مطلب ہے کہ دولت بجائے ضایع کرنیکے باقاعدہ صحیح طور پر صرف کیجائے
ایمانداری سے حاصل کیجائے اور کفایت شعاری سے کام مین لائی جاوے اور
آزادی کی حفاظت اس کے ذریعہ سے کیجاوے اور راحت عام کو اُسکے ذریعہ سے ترقی دیجاوے
مندرجہ بالا خیالات سے ذرا بھی ہماری یہ غرض نہین ہے کہ خست کی عادت
ڈالی جاوے کیونکہ ہم خسیس و دنی الطبع آدمیون سے نفرت کرتے ہین۔ ہم
تمامتر صرف اس واسطے بحث کرتے ہین کہ آیندہ کے لیے کچھ مہیا کر لینا چاہیے
اچھے وقت مین برے دنون کے واسطے جمع کر لینا تاکہ ضرورت پر کام آوے ہم
متعدد مصول ہین جو اُس سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہین ایک کاہلی دوسرا بیہودہ

تیسرا حمق ان محصولات سے ہم کو کوئی مخلصی نہیں دیسکتا ہے۔ سوسائٹی مین انسان کی عزت بلحاظ آمدنی نہیں کیجاتی بلکہ زیادہ تر اُسکی وقعت تہذیب اور ادراک پر منحصر ہے ابتدا ہی سے اُن کو آل اندیشی اور طبیعت پر اختیار حاصل کرنے کی عادت سکھلانی چاہیے۔ جسقدر جو آدمی ہوشیار ہے اُسی اندازہ سے وہ شرارت اور بدمعاشی مین بھی ہوشیار ہوسکتا ہے پس تعلیم و ضبط نفس کی بنیاد پاکبازی کے ساتھہ مذہبی اصول پر ہونی چاہیے کیونکہ تعلیم بذاتہ مذموم اور قبیح خواہشات کو نہین دفع کرسکتی۔ فہم و فراست کی تربیت کا اثر اخلاقی کردار پر بہت کم ہوتا ہے۔ بہتیرے تعلیمیافتہ اور پڑھے لکھے آدمی بدکردار مسرف زبانگار ناعاقبت اندیش بیخوار اور شریر و ناپرہیزگار و مطلق العنان ہوتے ہین لہذا ایسہ ضروری اور لازمی امر ہے کہ تعلیم کی بنیاد پارسائی اور مذہبی اصول پر اُٹھائی جاوے۔ ہم کو صرف اپنی پسندیدگیوں اور ناپسندیدگیوں ہی پر غالب آنا ضروری نہین بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم اختلاف راے پر غلبہ حاصل کرین جس دم کوئی شخص راہ نیک اختیار کرے اور اُس کے دل مین یہ سوال پیدا ہو "زمانہ کیا کہیگا" تو بس سمجھ لو کہ وہ شخص دنیا مین کچھہ نہ کرے گا لیکن اگر اُس کے دل مین یہ سوال پیدا ہو کہ کیا یہ میرا فرض ہے اور کیا اطاعت و خوشنودی خدا اسمین ہے" تو سمجھہ لو کہ وہ شخص اپنے اخلاقی لباس مین رہ سکتا اور لوگون کے بیجا الزامون کے قوا اند کرکے اور نیز ان کے تمسخرات کا سامنا کرنے کو طیار ہوسکتا ہے جب کوئی انسان جو نیکی پر مائل ہے اپنا مدعا دلمین ٹھانتا ہے تو اُسکی نظر مین دنیاوی انعامون اور تعریفون و پھبتیون و الزامون کی کچھہ وقعت نہین ہوتی

خود اُسکی ضمیر منیرہ کی خوشنودی اور وہ تحسین جسکے پانے کا وہ مستحق ہوتا ہے اُسکا اچھا انجام ہے۔ اُمید خوشنودی خدا و آخرت اعلیٰ ترین نعمت و تسلی و تسکین ہے رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہر با پارسا و سچا مذہبی آدمی ہو کر جینا چاہیئے۔

بیکن کا قول ہے نیک ارادہ کرنا ارادہ ہی کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ حرفوں اور لفظوں اور فقروں کو جیسا کہ بعض کا خیال ہے سیکھ لینا ضروری نہیں علم کو نیکی اور خوشی سے بواسطہ بعضن البتہ کبھی اُس سے ہوسکتا ہے کہ انکساری کو زائل کردے اور تکبر اسکی جگہ پیدا کردے بڑے بڑے عقلمند سے انسان بہت ہی کم علم پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اکثر عالموں نے وہ خیال کی بلندی و عالی ہمتی ہے جسکا اثر بڑا سخت ان انسان پر ہوتا ہے لیکن اُنکو اخلاقی عمل کی بزرگی شاذ و نادر ہی حاصل ہوتی ہے۔ پس نیک عمل ہی ہماری ہر ترقی کمال کی اچھا سے بناء ہے نیک ارادہ ہی کافی نہیں کیونکہ صرف اُس سے نیک افعال پیدا نہیں ہوتے بلکہ ضبط نفس پر استقلال اور اُس کے ذریعہ سے اعمال کرنے میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ ہماری ترقی کی اُمید کا زیادہ انحصار ہمارے نوجوانوں پر ہی ہے اور اسیواسطے نہایت ضروری ہے کہ اگر ہم اپنی ترقی کے خواہاں ہیں تو اپنے نوجوانوں میں وہ اسباب پیدا کریں جو ہماری اُمید کو وجود میں لانے کا باعث ہوں۔ سب سے ضروری اور مفید عمل کے لئے تعلیم ہے کہ ہماری آیندہ بہتری اور بہبودی خود ہمارے اپنے اوپر ہی منحصر ہے ہماری خود اپنی تربیت۔ ہماری خود اپنی تعلیم و تحصیل۔ ہماری خود اپنی محنت کا نتیجہ خود اسپنے آپ پیدا ہوا اور اعتبار حاصل کرنے پر ہے اور اُسپر اُسکا

انحصار ہے اور اس سے بھی بڑھ کر سب سے زیادہ ہماری بہتری اور رفاہ کا
ہمارے جہانتک امکان میں آتا اُس وقت یقینی ہے جبکہ ہم میں ہر ایک نفس و فرد
اپنے جمیع فرایض کو ادا کرنے کی کوشش ویسی کرے جو مطابق اور شریفانہ
عادات و صفات کی سب سے بڑھ کر مسرت ہے۔

مرد آزاد و شریف ایماندار و شریفانہ عادات و صفات کے لئے بڑی مسرت
اُس غرض کے ادا کرنے میں ہوتی ہے جو بصدق و اخلاص و دیانت بلیغ
انجام پاوے ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے نیک بندے دنیا میں شہرت
یا اپنے ہی عیش و عشرت کے لئے زندگانی نہیں کرتے ان کی غرض یہ ہوتی
کہ جسطرح ہو ہر ایک نیک امر میں اُسید بھر امنفعت بخش عمل کریں۔ انسان جو
اپنے واسطے شروع کرتا ہے خدا اُسے دوسروں کے واسطے بھی پورا اختیار
کر دیتا ہے کسی نیک کام کا ہوجانا یا کسی نیک کام کا ہونا یا کسی نیک کام کے
عمل میں آنے کے قابل ہونا ایسے امور ہیں جو ہمیشہ کی خبر لاتے ہیں یعنی ان کا
فایدہ دوامی ہوتا ہے و خیر دائم و باقیات الصالحات کہلانے کے مستحق ہونے
ہیں برخلاف اس کے

ہر بد کہ نیکی تو پندار کان بدی ۔۔۔ گردون فرو گذارد و دوران رہا کند
و ہر نیکی کہ بدت پیش روزگار ۔۔۔ دہر کلام و دہر یا بصد ادا کند

انسان دنیا میں صرف اپنے واسطے زندہ نہیں رہتا اُسکی زندگی سے اپنا
و دوسروں کا فایدہ مقصود ہے ہر ایک شخص کے دنیا میں فرائض ہیں خواہ وہ
امیر ہے امیر ہو یا غریب ہے ہر بعض کے واسطے زندگی عیش و عشرت ہے

اور بعض کے واسطے مصیبت۔ دراصل وہ شخص عزیز بنی نوع نہین ہے جو اپنا
زر دوسرون کو وقف کردیتا ہے بلکہ وہ شخص جو خود اپنے آپ کو بنی نوع انسان
کے واسطے وقف کردیتا ہے۔ جو شخص زر دیتا ہے اُس کا نام بذریعہ اشتہارون کے
مشہور ہوتا ہے مگر جو شخص اپنا وقت اپنی طاقت اپنی قوت اور اپنی ہمت دوسرون کیواسطے
صرف کرتا ہے اُس سے محبت کیجاتی ہے۔ قریب الا مکان ہے کہ اول الذکر کی یادگار
تازہ رہے اور آخر الذکر فراموش ہوجاوے مگر جس نیک اثر کی وہ تخم ریزی
کرچکتا ہے وہ کبھی تا قیامت زایل نہین ہوتا۔ تندرست متمول دبے آزار دمسود مند
بنجانا دینا سب سے بہتر خیرات و اعمال حسنہ ہین۔ گناہ سے ہمیشہ احتراز ہونا چاہیئے
اور احتراز کیطرف فوراً اور ہمیشہ مشغول و معروف ہوجانا چاہیئے جب تو اُس سے
بچ سکتے ہین دوسرے نیکیون کے جمع کرنے کا اصول ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے
تاکہ گناہون کے تعداد مین کمی اور نیکیون کے مقدار مین زیادتی ہو جیسی ہو ہمکو
ہمیشہ کوشش کرنا چاہیئے کہ ایسے طریقہ پر عمل کیا جاوے جو سب سے زیادہ
نیکی کیطرف مایل کرتا اور نیکی کرانے کا سبب ہو جو اچھے نیکون کی مثال اختیار
کرنا چاہیئے اور جب موقع ہو تو اُن سے صحبت رکھنا چاہیئے تاکہ ترک گناہ در
اختیار نیکی ہو۔ خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہین۔ یہ ایک نہایت
عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے اس چھوٹے سے فقرہ مین انسانون اور قومون و نسلون کا
تجربہ جمع ہے ایک شخص مین اپنی آپ مدد کرنے کا جوش اُسکی سچی ترقی کی بنیاد ہے
اور جبکہ یہ جوش بہت سے شخصون میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت
اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے جبکہ کسی شخص یا کسی گروہ کے لئے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے

تو اُس شخص یا اُس گروہ مین سے وہ جوشش اپنی آپ مدد کرنے کا کم ہو جاتا ہے
اور ضرورت اپنی آپ مدد کرنے کی اُس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور
اُسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان مین ہے اور اُسکے
ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور
جبکہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قومون کی آنکھون مین
ذلیل اور بے عزت و بے غیرت و بے حرمت ہو جاتی ہے آدمی جسقدر
دوسرے پر بھروسہ کرتے جاتے ہین خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ
گورنمنٹ ہی پر کیون نہ کرین (یہ امر بہی ولایتی ہے) کہ وہ اُسیقدر بے عزت
اور بے عزت ہوتے جاتے ہین۔ اے میرے ہموطن بہائیو کیا تمہارا یہ حال
نہین ہے۔ یہ بات روشن ہے کہ گورنمنٹ کا فرض بہ نسبت مثبت و
عمل ہونے کے زیادہ تر منفی اور مانع ہے اور وہ فرض جان و مال
اور آزادی کی حفاظت ہے جبکہ قانون کا عملدرآمد دانشمندی سے ہوتا ہے
تو آدمی اپنی جسمی اور ذہنی محنت کے ثمرون کا بیخطرہ حظ اُٹھا سکتا ہے جسقدر
گورنمنٹ کی حکومت عمدہ ہوتی ہے اُتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے مگر
کوئی قانون گو کیسا ہی اُبہارنیوالا کیون نہ ہو سست و کاہل آدمی کو محنتی اور
فضول خرچ کو کفایت شعار۔ شراب خوار کو پرہیزگار جہوٹے کو راستباز سزا سے
نہین بنا سکتا بلکہ یہ باتین شخصی محنت۔ کفایت شعاری اور تزکیہ نفس سے حاصل
ہو سکتی ہین۔ قومی ترقی۔ قومی عزت۔ قومی اصلاح۔ عمدہ عادتون عمدہ چال چلن
عمدہ برتاؤ کرنے سے ہوتی ہین۔ نہایت ٹھیک بات ہے کہ گورنمنٹ عموماً

اُن لوگون کا جن پر وہ حکومت کرتی ہے عکس ہوتی ہے جو رنگ محکوم کا
ہوتا ہے اُسیکا عکس گورنمنٹ مین پایا جاتا ہے - جو گورنمنٹ اپنی رعایا سے
کمتر اور تہذیب و شایستگی مین پیچھے ہوتی ہے وہ ترقی کے دور مین رعایا کیساتھ
آگے کھنچ جاتی ہے اور جو گورنمنٹ آگے بڑھی ہوتی ہے تو رعایا اُس کو
پیچھے کھینچ لاتی ہے - یہ ایک تجربہ کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا
ہوتا ہے یقینی اُس کے موافق قانون اور اُس کے مناسب حال گورنمنٹ
ہوتی ہے - تمام تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی
اور قدر و منزلت بہ نسبت وہان کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر
اُس ملک کے رعایا کی چال چلن - اخلاق و عادت و تہذیب و شایستگی پر
منحصر ہے کیونکہ قوم شخصی حالتون کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب در حقیقت
اُن مرد و عورت و بچون کی شخصی ترقی ہے جن سے وہ قوم بنی ہے - قومی ترقی
مجموعہ ہے شخصی محنت شخصی عزت شخصی ایمانداری اور شخصی ہمدردی کا اسیطرح
قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی شخصی بے عزتی - شخصی بے ایمانی - شخصی
خود غرضی و شخصی برائیون کا - بد تہذیبی اور بد چلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی
معاشرت کے بدیون مین شمار ہوتی ہے در حقیقت وہ خود اُس
شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے اگر ہم چاہین کہ بیرونی کوشش سے
ان برائیون کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالین اور نیست و نابود کر دین تو یہ برائیان کسی
اور نئی صورت مین اُس سے بھی اور زیادہ زور شور سے پیدا ہو جاینگی جبتک کہ قوم
کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتونکو اصلاح کر کے ترقی نہ دیجائے اور قوت نہ [illegible] کیجائے

جبکہ ہر شخص اور کل قوم اپنی اندرونی حالتوں سے خود آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو
اس بات کی اُمید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی طاقت انسان یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے
کسقدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے وہ شخص درحقیقت غلام نہیں جسکو
ایک خدا نا ترس سے جو اُس کا ظالم آقا کہا جاتا ہے خرید لیا ہے یا ایک ظالم
و خود مختار بادشاہ یا گورمنٹ کی رعیت ہے بلکہ درحقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو
بد اخلاقی ۔ خود غرضی ۔ جہالت و شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کے غلامی میں
مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پروا ہے وہ قومیں جو اس طرح غلام ہیں
وہ بیرونی زوروں سے یا عمدہ گورمنٹ یا عمدہ قومی نظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں
جب تک کہ غلامی کی یہ ذلیل حالت دور نہ ہو۔

جان اسٹوارٹ مل کا قول ہے کہ ظالم و خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجہ
پیدا نہیں کر سکتی اگر اُس کی رعایا میں شخصی اصلاح و شخصی ترقی موجود ہے اور جو چیز
کہ شخصی اصلاح اور شخصی ترقی کو دبا دیتی ہے درحقیقت وہی شئے اُس کیلئے
ظالم و خود مختار گورمنٹ ہے پھر اُس شئے کو جس نام سے چاہو پکارو ۔ اپنی مدد آپ
اور اوروں پر بھروسہ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں
پہلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پچھلا خود انسان کو قومی انتظام یا شخصی
قوانین کے اجرا کی خواہش کو ۔ ہماری محنت ۔ ہماری آزادی ہمارے اوپر منحصر ہے
میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ہم محنت سے کئے جاویں اور اپنی قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال
کریں تو اُس سے زیادہ ہم کو کوئی موقع یا آیندہ قومی توقع اپنی بہتری کے لیے
نہیں ہے ۔ انسان کی اگلی پشتوں کے حالات پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ انسان کی موجودہ حالت انسانوں کے نسل در نسل کے کاموں سے حاصل
ہوئی ہے۔ محنتی اور مستقل مزاج محنت کرنے والوں زمین کے جوتنے والوں
کانوں کے کھودنے والوں۔ نئی نئی باتوں کے ایجاد کرنیوالوں۔ مخفی باتوں کے
ڈھونڈھ نکالنے والوں۔ آلات جر ثقیل سے کام لینے والوں اور ہر قسم کے
پیشہ کرنے والوں۔ ہنر مندوں۔ شاعروں۔ فیلسوفوں۔ ملکی منتظموں نے انسان کو
موجودہ ترقی کے حالت پر پہونچانے مین بڑی مدد دی ہے ایک نسل نے
دوسری نسل کی محنت پر عمارت بنائی ہے اُن عمدہ کاریگروں نے جو تہذیب و
شایستگی کی عمارت کے معمار ہین لگاتار ایک دوسرے کے بعد ہونے سے محنت
وعلم و ہنر مین جو ایک بے ترتیبی کی حالت مین تھی ترتیب پیدا کیا ہے کسی لڑائی
و میدان کارزار کی فہرستوں اور تاریخوں مین صرف بڑے بڑے سپہ سالاروں
کے نام لکھے گئے ہوں لیکن وہ فتوحات اُن کو زیادہ تر انھین محنتی لوگوں کی
شجاعت اور بہادری و صبر و ثبات و عمل کے سبب سے ہوئی ہین عام لوگ
ہی تمام زمانوں مین سب سے زیادہ کام کرنے والے ہین بہت سے ایسے
شخص ہین جنکی زندگی کا حال کسی نے نہین لکھا لیکن تہذیب و شایستگی اور
ترقی پر اُن کا بھی ایسا ہی قوی اثر ہوا ہے جیسا کہ اُن خوش نصیب مشہور نامور
آدمیوں کا ہوا ہے جنکی زندگی کے حالات لکھے ہوئے ہین۔ ایک نہایت عاجز و مسکین
غریب آدمی جو اپنے ساتھیوں کو محنت و پرہیزگاری اور بے لگاو ایمانداری کی
نظیر دکھاتا ہے اُس شخص کا اُس کے زمانہ مین اور نیز آیندہ زمانہ مین اُس کے
ملک اُس کے قوم کی بھلائی پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکی زندگی کا طریقہ

اور چال چلن کو معلوم نہین ہوتا مگر اور شخصون کی زندگی مین خفیہ خفیہ پھیلجاتا ہے اور
آیندہ کی نسل کے لئے ایک عمدہ نظیر بنجاتا ہے۔ ہر روز کے تجربہ سے یہ بات
معلوم ہوتی ہے کہ شخصی ہی چال چلن مین یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی
اور برتاو اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت مین یہی
ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے
مقابلہ کرین تو مکتب و مدرسے اور مدرسۃ العلوم کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ابتدائی
تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ زندگی کے علم کا لینے زندگی کے برتاو کے علم کا
جس کو انگریزی مین لایف ایجوکیشن کہتے ہین انسان و قوم پر زیادہ اثر ہوتا ہے
مکتب و مدرسہ و مدرسۃ العلوم کا علم طاق یا صندوق یا الماری یا کسی بڑے
کتب خانہ مین رکھا ہوتا ہے مگر زندگی کے برتاو کا علم ہر وقت دوست سے ملنے
مین گھر کے رہنے سہنے مین شہر کی گلیون مین پھرنے مین۔ صرافہ کی دوکان
کرنے مین۔ ہل جوتنے مین۔ کپڑا بننے کے کارخانہ مین۔ کلون سے کام کرنیکے
کارخانہ مین ہر جگہ اپنے ساتھہ ہوتا ہے اور بغیر بے سکھائے اور بے شاگرد
کئے لوگون مین صرف آپس کے برتاو سے پھیلتا جاتا ہے۔ یہ پچھلا علم وہ
علم ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے اسی پچھلے علم سے عمل چال چلن تعلیم
نفس کُشی شخصی خوبی قومی مضبوطی اور قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی
پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرایض ادا کرنے اور دوستون کے
حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عافیت و عاقبت سنوارنے
کے لایق بنا دیتا ہے اس تعلیم کو آدمی صرف کتابون سے نہین سیکھہ سکتا اور

نہ یہ تسلیم کسی درجہ کی علمی تحصیل سے حاصل ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت
عمدہ قول ہے کہ علم سے عمل نہین آجاتا علم کو عمل مین لانا علم سے باہر اور
علم سے برتر ہے اور مشاہدہ اور اپنے اوپر گذرنا و مصایب کا دور آدمی کی
زندگی کو درست اور اُس کے علم کو باعمل یعنے اُس کے برتاو مین کردیتا ہے
علم کے بہ نسبت عمل اور سوانحعمری کے بہ نسبت عمدہ صحبت و مثال آدمی
زیادہ تر فائز کرتا ہے۔

امانت: دیانت اور پرہیزگاری ایسی صفات نہین ہین جو انسان کو
بے محنت حاصل ہوجاوین یہ نیک صفات انسان مین دلی کوشش
اور ذاتی توجہ سے نشوونما پاتی ہین جس ذات مین یہ صفات ارادہ اور مرضی کی
پختگی کے ساتھ جمع ہوجاوین وہ ایک ایسی قوت کا مالک ہوجاتا ہے جو ناقابل
دباو ہے اور اُس کا زور و اثر تسلیم کیا جائیگا۔ دنیا مین ہر فرد بشر کو عمدہ و اعلی
کیرکٹر حاصل کرنے مین سعی بلیغ کرنی چاہیے وہ زندگی کے اعلی ترین مقاصد
مین سے ہے اسکی ہر زمانہ مین مانگ ہے اس لئے امانت و صداقت
انسان کی جان اور دیانت داری اُس کا جوہر ہے۔ دنیا مین بہترین مواقع
اور فضیلتین نیک چلنی سے ملتی ہین۔ نیک چلنی کا اثر انسان پر ہوکر رہتا ہے خواہ
اُس کا عمل کرنے والا مشہور و معروف نہ ہو اور گمنام ہو۔ عمدہ اخلاق کا پرتو
سوسائٹی پر ویسا ہی پڑتا ہے جیسا شمع کا بزم پر۔ کیرکٹر کسی علم و فضل کا نتیجہ
نہین بلکہ وہ ایک طرح کا ضبط و انضباط ہے جو چال چلن مین قربانیون سے
پیدا کیا جاتا ہے اور جسمانی ہوس کے دبانے اور روحانی صفات کی

ترقی منحصر ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہین کہ اخلاق ایک ایسی صفت ہے جو محض منکسرانہ برتاو سے حاصل ہوسکتی ہے مگر ہم اکثر دیکھتے ہین کہ جو لوگ بالطبع منکسر المزاج ہین اور اُن کا برتاو بھی مودبانہ ہے انکا چال چلن لازمی طور پر پاکیزہ نہین ہوتا اور انواع و اقسام کے امراض اخلاقی مین وہ مبتلا پائے جاتے ہین۔ پس ایسے اشخاص کو کسی حالت مین چال چلن کا اچھا نہین کہہ سکتے۔ کیرکٹر کے ساتھہ بہت سے فرائض وابستہ ہین اور جبتک اُنکی پابندی نہ کیجاوے محض عجز و انکسار سے کیرکٹر نہین بنتا بلکہ اخلاق کی درستی کے لئے نفس کو بُری نیتون۔ خراب ارادون۔ رذیل عادتون اور آلائیشون سے پاک رکھنا چاہیئے۔ ایک فلاسفر نے لکھا ہے کہ تم ذی علم کی عزت و منزلت کرنے پر اصرار کرتے ہو یہ اچھی عادت ہے لیکن اس کیساتھہ یہ لحاظ ضروری ہے کہ کشادہ دلی۔ غور و فکر۔ دنیا کا تجربہ۔ عمدہ عادات و اطوار کام کا شوق۔ دیانت اور صداقت کی محبت ان اوصاف کی اکثر زبردست سے زبردست عالم و فاضل مین بھی کمی رہتی ہے۔ انسان اپنی زندگی کو جیسا چاہے بنا سکتا ہے یہ امر ہمارے امکان مین ہے کہ کارآمد بنین یا نکمے۔ اخلاق یا خصائل جسطرح قومون کی کامیابی کا ذریعہ ہین اُسیطرح افراد کی کامیابی کا بھی وسیلہ ہوسکتے ہین۔ یہ سچ ہے کہ بعض لوگ اُن کے بغیر بھی دنیا مین کامیاب ہوجاتے ہین لیکن حقیقت مین انکی کامیابی اصولی ترقی کے ذیل مین نہین آسکتی۔ دنیا مین حقیقی کامیابی ایک ایسی زندگی سے پیدا ہوتی ہے جسمین فرض کے ادا اور چال چلن کی اصلاح مین سختیان

برداشت کیجائین۔ خطرات کامقابلہ کیا جاوے استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھہ کام برابر کیا جاتا رہا ہو ایک ہی مقصد کو حاصل کرنا اور دوسرے کو نہ آنے دیتا ہو جس نے فرض کو دنیا کی کامیابی کے خیال پر مقدم رکھا ہو جس نے سرگرمی سے کے ساتھہ برائیون اور گناہون کے خلاف عمل کیا ہو جو اپنے کوتاہیون اور خامیون کا درست کرنا اپنا فرض سمجھتا ہو اور جو اعلی اصول کا پابند رہا ہو اسکی زندگی کسیطرح ناکام نہین رہ سکتی۔

نہایت پسندیدہ ہے کہ زندگی کے پروگرام مین اعلی مقاصد ابتدا ہی سے داخل کر لیے جاوین اور جس کام کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فرض ہے اسکو کرنا چاہیئے اور اپنے عمل کے بعد توکل اللہ ہی پر رکھنا چاہیئے اور کارساز اسیکو سمجھنا چاہیئے اور نتیجہ اُسی کے سپرد کرنا چاہیئے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ اللہ متوکلین کو چاہتا ہے۔ کیرکٹر در اصل اخلاقی صفات کا دوسرا نام ہے انہین نیک صفات کے باعث انسان کی عزت قایم ہوتی ہے۔ لہذا انسانکو اپنی زندگی کی تمام چھوٹی و بڑی باتون مین حسن اخلاق کے نشو و نما کا خیال رکھنا چاہیئے۔ خوش اطواری خوش کرداری خوش رفتاری اور حسن خلق کا ہونا ایسے امور ہین کہ انسان کی ساکھ اور ہوا اُس سے بنی رہتی ہے اور لوگ اعتبار اور اعتماد کرتے ہین اور جب معاملات اور واقعات مین اُس کا استقلال اور ثابت قدمی و عالی ہمتی صفات مذکورہ کے بابت دیکھہ لیتے اور تجربہ کر لیتے ہین تو اور زیادہ اُس کو اچھا سمجھنے لگتے ہین۔ امانت صداقت ہر ایک شعبہ زندگی کا یہی حال ہے یعنی جس شاخ اور جس شعبہ مین کوئی شخص احسن عمل و احسن برتاؤ کرے

اور اُس پر ثابت قدمی اور استقلال دکھلاوے اُسی مین وہ ممتاز ہوتا اور اچھے
چلن کا کہلاتا ہے اور مجموعی حیثیت سے بھی نیک چلن اچھا چلن والا اور
اسی قسم کے الفاظ سے پکارا جاتا اور تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ اُنسے
نامزد ہوتا ہے لہذا نیک چلن کی تعریف مین بہت سے صفات محمودہ کی تعریف
کیجاتی ہے اور جس کے نزدیک جو علامت بہتر ہے وہ علامت اُسکی
شناخت کی بتاتا ہے اور اہم امور کی تعریف کردیجاتی ہے لیکن یہ سمجھہ
رکھنا چاہیے کہ ہر شاخ نیک کام کی جدا جدا ہے اور ہر ایک کی علامت شناخت
جدا جدا ہین اسی لئے قران مجید مین متقین و مومنین وغیرہ کی جدا جدا شناخت
و اعمال بیان ہوئے ہین جنسے بہتر طور پر بیان نہین ہوسکتا۔

انسان کو نہ مال نہ جاہ نہ اختیار نہ ہوشیاری نہ آزادی اور نہ تندرستی
ایسی ضروری ہین جتنی نیک چلنی کیونکہ معاشرت مین انسان کے مقاصد
اور اُس کے ارادون کی رہنمائی نیک چلنی سے اس طرح ہوتی ہے
جسطرح کہ چاہیے۔ انسان جب تک نیک چلن نہ ہو نا چیز اور حقیر ہے
تجارت نہین ہوسکتی اگر بدگمانی ہو اور نیک چلنی و امانت نہ ہو۔ غرض ہر چیز مین
نیک چلنی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ادنی ملازم بھی رکھنا چاہتا ہے تو سب سے
پہلے صفت نیک چلنی کی آسمین تلاش کرتا ہے۔ بدچلن کی ممکن ہو کہ تعریف
ہوسکے لیکن اسپر اعتماد نہین ہوسکتا ہے۔ نیک چلنی انسان کے باطن کی
اصلی اور خالص اور اشرف صورت ہے۔ نیک چلن اگر کم دولت اور کم لیاقت
بھی ہو تاہم بازار۔ دفتر۔ مجلس۔ قانون ہر جگہہ اُس کا سچا ادب کیا جاتا ہے

تو پھر ایسا مفلس تھا کہ گھڑی سازی اور باغبانی کر کے بسر اوقات کرتا تھا
اس حالت مین بھی وہ اپنی قوم کا پیشوا اور اُن کے اطوار کی تربیت کرتا تھا
اور ایسا معزز خیال کیا جاتا تھا کہ جرمنی کے کسی شاہزادہ کی بھی اس قدر
عزت نہین ہوئی جس قدر اُسکی۔ ایک بزرگ نے کیا خوب کہا تھا کہ مین
اختیار و عزت حاصل کرنے کے لئے نیک چلنی ہی کو ذریعہ بناؤن گا اور
سوائے اس کے دوسری راہ نہ آزماؤن گا اگرچہ آغاز مین یہ راہ بظاہر
دشوار گذار معلوم ہوتی ہے مگر نہایت محفوظ اور سیدھی ہے۔ کچھ وہی لوگ
نیک چلن کی عزت نہین کرتے جن کو اُس سے فایدہ پہنچتا ہے بلکہ غیر بھی
اُس کی عزت کرتے ہین۔ امیر نیک چلن نہین ہے تو محتاج ہے اور
نیک چلن اگرچہ محتاج بھی ہو تب بھی امیر ہے اُس کا دل خود اُسکو غنی اور
خوشدل اور مطمئن بنائے رکھتا ہے جس کے پاس یہ نعمت نہین وہ دولت
بھی رکھتا ہو۔ کتابین بھی بہت پڑھ گیا ہو اور دکھاوے کے لئے صایم الدہر
و قایم اللیل بھی ہو تب بھی محتاج ہے۔ پس نیک چلنی اعلیٰ ترین خوبی
بہترین جایداد اور عمدہ ترین منصب و خطاب ہے جس سے ہر درجہ اور
ہر مرتبہ کا آدمی فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ نیک چلن روزانہ کاروبار مین مستقل
اور پاک و انصاف پسند اور راستباز کمزورون پر رحم دل کاہلی سے متنفر
اور خطرہ کے وقت اپنے اوپر اعتماد رکھنے والا ضرورت کے وقت سب سے
اول نظر آنے والا ہوتا ہے۔ کسی ملک کا عروج اس پر منحصر نہین ہے کہ عمارات
خوشنما محصل بیشبہا حدود مستحکم ہون بلکہ باشندون کی نیک چلنی پر منحصر ہے

ڈاکٹر اباٹ نے اپنے مرحوم دوست اسکوائل کے نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے محبت اور لڑکون پر مہربانی کرتا دوستون سے مستحکم رشتہ دشمنون سے معتدل برتاو رکہتا اور اپنے قول و فعل مین سچا تہا۔ فی الحقیقت کسی کی چال چلن کا اندازہ بلحاظ عام شہرت مصنف۔ شاعر و مدبر ہونے کے نہین ہوسکتا بلکہ اُس کے روزانہ کاروبار کے تعلق اور فرائض منصب انسانی کے ادا کرنے اور اُن باتون سے ہوسکتا ہے جو متعلقین و کمزورون اور دوسرے لوگون کے ساتہہ کرتا ہے۔ اکثر دولت کو خرابی سے عیش و عشرت کو بدکاری سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسے ناخن کو گوشت سے اور مفلسی کو مہلکات اور بدخلقی سے اکثر ایسا علاقہ ہوتا ہے جیسے بصارت کو حدقہ چشم سے جن لوگون کو اپنی طبیعت پر اختیار نہین ہے اُن کے ہاتہون مین دولت و اختیارات ایسی چیزین ہوتی ہین جنسے خود اُن کو اور دوسرون کو نقصان پہنچتا اور حق تلفی ہوتی ہے۔

کسے کوشد بنام نیک مشہور ۔ پس از مرگش بزرگان زندہ دانند

و لے آنرا کہ بدفعل است و بدنام ۔ اگرچہ زندہ باشد مردہ دانند

سعدیا مرد نکونام نہ میرد ہرگز ۔ مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہ برند

جس قوم یا ملک کے اکثر افراد مین شخصی محنت شخصی عزت و شخصی نیک چلنی ہوگی اُس کو قومی و ملکی عزت قومی و ملکی فلاح قومی و ملکی ترقی جلد حاصل ہوگی۔ ہر قوم مین متوسط الحال اشخاص کا نیک چلن اور مفرح حال ہونا اُس قوم کے نیک ہونے اور اچہی حالتین ہونے کا معیار ہے اُن کی مثال ریڑہ کی ہڈی کی سی ہے کہ اگر وہ سیدھی نہین ہوتی تو قد بھی سیدہا نہین ہوتا۔ لوئی چہاردہم نے اپنے وزیر سے

پوچھا کہ باوجودیکہ فرانس کی اس قدر وسعت اور آبادی ہے تاہم کیا وجہ ہے کہ ہالینڈ ایسے چھوٹے ملک پر فتحیاب نہین ہوسکا۔ وزیر نے جواب دیا کہ ملکی بزرگی وسعت و مردم شماری کی زیادتی پر منحصر نہین ہے بلکہ باشندگان کی قابلیت پر ہے جو لایق و جفاکش و محنتی ہین۔

اس خوبی یعنے نیک چلنی کا نوجوانون کو بہت کم خیال ہوتا ہے مگر اسکی کمی کے باعث اُن کو طرح طرح کی آزمایشون مین پڑنا اور مصیبتین جھیلنی پڑتی ہین اگر نوجوان براہ دور اندیشی خطرہ مین پڑنے کے قبل اسکی فکر نہ کرلین تو بعدہ اسکی قدر و اصلیت معلوم ہوتی ہے بے اعتدالی سے پرہیز کرنے کی نصیحت جلد باز گرم مزاجون کو بدمزہ و بے لذت معلوم ہوتی ہے لیکن اُن کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سپاہی جو برہنہ شمشیرون کے درمیان کودنا چاہتا ہو بغیر ہوشیاری و دور اندیشی و مشق کے کامیاب نہین ہوسکتا جو انسان زندگی کے سفر مین تباہی سے محروم رہنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ مثل جوانمرد دلن کے کمر باندھے اور نیکی کا خیال دل مین رکھ کر عمل کرے و نیک کردار ہے اور بے اعتدالی سے پرہیز کرے۔

فرانسس ہورنر کے بابت سڈنی اسمتھ لکھتا ہے کہ وہ ایسا راستباز تھا کہ خدا کے احکام اُس کے دل و چہرہ پر منقش معلوم ہوتے تھے۔ لارڈ کاکبرن لکھتے ہین کہ وہ بے بہا دخاص ڈھنگ جس سے اُس کی سوانحعمری پڑھنے والے کے دل مین نہایت اثر ہوتا ہے یہ ہے کہ صرف اڑتیس ۳۸ برس کی عمر مین اُس کا انتقال ہوگیا مگر اُس وقت کوئی شخص ایسا اور نہ تھا جسکی عام مین اس قدر زیادہ ادب و عزت ہوئی ہو بجز چند کمینہ خصلت و بدلوگون کے کوئی ایسا نہ تھا جو اُسکی تعریف نہ کرتا ہو

اُس پر سب کو محبت و اعتبار تھا مجلس پارلیمنٹ مین کسی شریک کے انتقال پر اس قدر زیادہ عزت و تعریف نہین کیگئی - ہر نوجوان کو اپنے دل سے سوال کرنا چاہیے کہ اُس کو کس طور پر یہ اعزاز حاصل ہوئے - کیا مرتبہ سے؟ نہین وہ ایک غریب ایڈنبرا کے سوداگر کا بیٹا تھا - کیا دولت سے - نہین اُس کے پاس کبھی ضرورت سے زیادہ ایک پیسہ بھی نہین ہوا - کیا عہدہ سے - نہین وہ چند سال ایک عہدہ پر مامور رہا جسمین کچھہ بہت اختیار نہ تھا اور تنخواہ بھی قلیل تھی - کیا لیاقت سے - نہین وہ کوئی بڑا عالم مشہور نہ تھا اور نہ بہت ذہین تھا اُس کا صرف یہی حوصلہ تھا کہ مین راستی پر قایم رہون - کیا فصاحت سے نہین وہ سنجیدگی و سرگرمی کے ساتھہ بولتا تھا اُس کی زبان مین کوئی ایسی فصاحت و بلاغت نہ تھی جو سننے والے کے دل پر جوش پیدا کرے یا کسی امر کی ترغیب دے - کیا دلفریب طور و طریق سے - نہین وہ صرف نیک چلن اور دلپسند ہونا چاہتا تھا - اب غور کرو کہ اُس کو کس طور سے یہ عزت عظیم حاصل ہوئی صرف عقل و تمیز و محنت و عمدہ اصول اور نیک دل ہونے کے باعث - اور یہ اوصاف ایسے ہین کہ جن کو ہر شخص حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اُس کا دل راستی پر ہو وہ صرف اپنی نیک چلنی کے بدولت اس مرتبہ کو پہونچا جو خود بخود اُسمین پیدا نہین ہو گئے تھے بلکہ محنت و ثابت قدمی و استقلال سے اُس نے اپنی ذات مین قایم کیا تھا پارلیمنٹ مین اُس سے فصاحت و لیاقت مین بہت بڑھ کر لوگ تھے مگر اُس کے مثل کوئی دوسرا ایسا نہ تھا جسمین لیاقت کے ساتھہ اس قدر زیادہ راستبازی و اخلاق ہو - ہارنر نے اپنی نیک چلنی سے یہ ثابت کر دیا کہ اوسط درجہ کی لیاقت والا نیک و عمدہ تربیت کے ساتھہ بلا حسد و بغض لوگون کے درمیان بھی بڑے

کام کرسکتا ہے۔ ایک بزرگ جب کمینون کے ہاتھہ پڑگیا اور اُنکے ٹھٹھے مین یو کہا گیا کہ بتلاؤ تمہاری گڑھی کہان ہے تو اُس نے اپنے سینہ کو ٹھونک کر کہا کہ یہان ہے مصیبت کے وقت راستکارون کی خوبیان اور ظاہر ہوتی ہین۔ فرنکلن بھی اپنی کامیابی کا اصل سبب سچائی اور نیک بختی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ مین خوش تقریر نہ تھا بولنے مین اٹکتا تھا اگرچہ اکثر غلطیان ہوجاتی تہین تاہم میری ہی راے غالب آتی تھی۔ سر رابرٹ پیل کی وفات کے بعد ڈیوک آف ولینگٹن نے اُسکی نسبت جو بیان کیا تھا اُس کا ملخص یہ ہے کہ کاروبار سرکاری مین مجھے ایک زمانہ سے اُس کیساتھہ تعلق تھا مین سچ کہتا ہون کہ میری کسی ایسے شخص سے ملاقات نہین جو اُسکے بہ نسبت سچا انصاف پسند ہو تمام زندگی مین کوئی ایسا واقعہ پیش نہین آیا جسمین نے مجھے ذرہ بھی شبہہ ہوا ہو کہ وہ کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جس کو وہ سچی نہین سمجھتا اس اعلیٰ مدبر کی یہی راستبازی اُس کے اختیار و طاقت پیدا کرنے والی تھی۔

ایک امریکن شریف نے جب ولشارٹ صاحب کو یہ لکھا کہ بلحاظ آپ کی بزرگی واعلےٰ خوبیون کے مین نے اپنے لڑکے کو آپ کے نام پر موسوم کیا ہے تو اُنھون نے یہ جواب مین لکھا کہ مین منت آپ سے درخواست کرتا ہون کہ اس خاندان کے معزز مقولہ کو بھی اُس کو سکھائیگا جس کے نام پر لڑکے کا نام رکھا گیا ہے ہمیشہ کرو ویسا ہی جیسا تم اپنے کو ظاہر کیا چاہتے ہو۔"

عالی ہمتی۔ ثبات۔ استقامت۔ عزم۔ جہد۔ سعی۔ محنت۔ ہمت اور دلیری وغیرہ کے فضایل

چونکہ عمل کرنے کے بھی اور عمل کے نتایج کے ملنے مین بھی موانع ہوتے ہین لہذا دونون کے لئے جہد کرنا وثابت رہنا لازم ہے جب تک ثبات کا کوئی قلیل یا کثیر جزو شامل نہ ہو عمل ہو ہی نہین سکتا عمل پر ثابت رہنا سعی وجہد کرنا ہے اور چونکہ ضبط نفس نفس کو خاص طور پر روکنے اور طیار کرنے کا نام ہے اس لئے وہ بھی بغیر ثبات و جہد کے اور بدون صبر کے حاصل نہین ہوسکتا اگرچہ بالآخر تکلیف وسختی پر صبر ضبط کا نتیجہ ہوجاتا ہے لہذا ثبات وصبر وجہد وسعی وغیرہ اُن فضایل مین ہین جنکا درجہ بوجہ تقدم کے ضبط نفس کے بیان کرنیکے بعد کا ہے اس لئے ثبات کیساتھ یکے بعد دیگرے ان کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔ اسیطرح عالی حوصلگی کے ساتھہ ثبات کرنا درجات ثبات مین سے ہے اور اُس کے درجہ وفضایل کو بلند کرتا ہے اور بخلاف اس کے پست ہمتی تذبذب وغیرہ نقایص ہین لہذا ثبات کے ساتھہ انکا بیان بھی کیا جاتا ہے عالی ہمتی کو قرآن مجید مین عزم الامور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان اللہ یحب معالی الامور وعزم الامور قل اللہ ثم استقم۔ لا للکبراء ھمم الموت بل لھم ھمم الفوت۔

نے عزم درست وسعی کامل | کس را نہ شود مراد حاصل

من طریق سعی می آرم بجا | لیس للانسان الا ما سعی

دامن مقصود اگر آرم بکف | از غم واندوہ مانم برطرف

ورنشد از جہد من کارم بہ کام | من در آن معذور باشم والسلام

گرچہ منزل بس خطرناک است ومقصد ناپدید | ہیچ راہے نیست کو را نیست پایان غم مخور

ہمت بلند دار کہ نزد خدا وخلق | باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

عنان عزم پھر جائے گر کہ تابی مکن بدست تردد عنان خود از دست

اگر کسی بمنزلِ مقصود رہ نمی یابد مگر بسعی تمام و دگر بعزم درست

ہر کسیکہ پاے طلب در طریق عزم نہاد بہ تختگاہ بزرگی رسد بگام نخست

در طلب بکوشم ار ایام زہے بخت بلند در بنایم عذر من آفتد بزرگان ناپسند

بناے کار بہ ثبات و امین باش کہ ہر بنا کہ بر اصل است پایدار بود

در تردد رہِ نجات مدان ہیچ خصلت بہ از ثبات مدان

اے بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی تا راہ بین نباشی کے راہ بر شوی

گر نشاید بدوست راہ بردن شرط عقل است در طلب مردن

نصیحت ہے یہ یاد رکھنے کے قابل کہ جز استقامت نہ کچھ ہوگی حاصل

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل تو بیشبہہ گھس جائے پتھر کا سِل

رہوگے اگر یونہی تم مستقل تو اک دن نتیجہ بھی جانئے گا

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو جہان تک بنے کام پورا کرو

مصیبت اُٹھاؤ مشقت کرو طلب مین جیو جستجو مین مرو

مشقت مین باقی نہ رکھنا اُدھار جو ہمت کروگے تو بیڑا ہے پار

اسرار حقیقت نہ شود حل بسوال نے نیز بدر باختن نعمت و مال

تا جان نکنی خون نخوری پنجہ سال از قال ترا رہ نہ نمایند بحال

اس اعلی خوبی کے ذکر کئے بغیر نہین رہ سکتے جس سے انسان کی چال چلن کی درستگی و آراستگی ہوتی ہے اور جو اخلاق بزرگی کی جزو اعظم و ہر قسم کی کامیابی کی کفیل ہے اور بغیر اُس کے صفات محمودہ کا حاصل ہونا خواب و خیال ہے

اور وہ عالی ہمتی کے ساتھہ ثابت قدمی ہے - دنیا مین کوئی انسان کامیاب
نہین پایا گیا جو کام کو بغیر پورا کئے چھوڑ دیتا ہو کسی اچھے کام کو شروع مین مشکل پا کر مت
گھبراؤ شروع مین ضرور کچھہ نہ کچھہ مشکل پیش آتی ہے اور جو کام جسقدر زیادہ مفید
ہوتا ہے اُسی قدر ابتدا مین وہ زیادہ مشکل و اہم نظر آتا ہے اور مشکل ہی کام مین
ثابت قدمی کرنی پڑتی ہے جہان ارادہ پختہ رہتا ہے اور حالت بالکل ناموافق
نہین ہوتی وہان فتح موجود رہتی ہے بلکہ ایسی صورتون مین بھی جہان کوئی بات
مناسب حال نہ ہو مصمم قصد رکھنے اور ثابت قدمی کے ساتھہ عمل کرتے جانیسے
توقع کے خلاف کامیابی ہو جاتی ہے - اُس کو کامیابی نہین ہوتی جو پہلے بار اچھا
داؤن نہ پڑنے کے باعث پانسہ پھینک دیتا ہے پست ہمتی و تنگدلی سستی استقلال و محنت وغیرہ
سب ثبات کے اقسام یا اُس کے اضداد ہین - اول یہ دل پر نقش کر لینا چاہیے
کہ ثبات و جانفشانی ایسی شئے ہین جو انسان کو بزرگ مرتبہ پر پہنچا دیتی ہین - کتابین وغیرہ
تم کو بیدار کر سکتی ہین اور گمراہ ہونے سے محفوظ رکھہ سکتی ہین مگر تم صرف اپنے پانون ہی سے
سفر طے کروگے وہ تمہارے چلنے ہی سے ختم ہوگا - بلاشک راستہ کے نشان راہ
طے کرنے کے لئے کار آمد ہوتے ہین مگر جس قدر جلد تم بغیر اُن کے بڑہ سکو اُسقدر
بہتر ہے اور اگر نشان ہی کو ہمیشہ تلاش کرتے رہوگے تو دور کا سفر اور بہت سا
سفر نہ کر سکوگے اور اپنے مثل بھٹکے ہوئے مسافر کا ہاتھہ پکڑ کر آگے چلوگے پس
تمہین لازم ہے کہ اپنی عقل و تمیز پر بھروسہ کر کے عمل کرو اور اس حقیقت کو ثابت
کرو کہ چلنا چلنے سے اور کودنا کودنے سے آتا ہے اگر اول ہی بار ہٹ جاؤگے تو
دوسری اور تیسری بار مین تمہاری ہمت اور پست ہو جاویگی اور آخر مین مایوس

ہو بدتر ہو جاؤ گے بہتر اک اونچی لہرون کے سامنے چھاتی ہی کے کرنے سے اپنے
فن مین مضبوط و پکا ہوتا ہے۔ یہ جان لینے سے کہ گناہ کس کو کہتے ہین اور نجات
کسطرح ملتی ہے تم مقدس نہین ہو سکتے اور نہ تمھین نجات ہو سکتی ہے تا وقتیکہ تم
عمل و ثبات کے ذریعہ سے نجات نہ حاصل کرو۔ جس طرح سفر کرتے وقت ایک
میل کا نشان دوسرے میل کے نشان سے پیچھے پڑ جاتا ہے اسی طور پر زندگی کے
سفر مین ایک بدی کے بعد دوسری بدی کو ترک کرتے جانا چاہیئے اور نیک عمل
کرتے جانا اور اس پر مستقیم ہوتے جانا چاہیئے۔ مستقل مزاج آدمیون اور ثبات کیساتھ
عمل کرنے والون کو شروع شروع مین کتنے ہی موانعات اور مشکلات کیون نہ پیش آتی
ہون عموماً آخر مین اُنکو کامیابی ہوتی ہے۔ اکثر لوگون مین کسی کام کے کرنے کی قابلیت
اور اس کے ساتھ دلچسپی بھی ہوتی ہے لیکن اُنہین اُس کام مین کامیابی نہین
ہوتی اُسکی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اُنہین ثبات سے مسلسل محنت کرنے کی عادت
نہین ہوتی۔ خشک مضمون سے دلچسپی نہ ہو تب بھی برابر کوشش و ثبات کرنیسے
دلچسپی ہو جاتی ہے اور اُس وقت وہ خشک مضمون اُس قدر خشک اور مشکل نہین
معلوم ہوتا جیسے پہلے معلوم ہوتا تھا لہذا بتدریج دلچسپی پیدا کرنی چاہیئے۔ دل مین
جو بات ٹھان لے اُس پر ثابت قدم رہے نیک ارادون مین بلا خوف تردید و تحقیق
و ملامت پہاڑ کی طرح پاؤن جمانا چاہیئے یہان تک کہ کوئی طاقت ارادون مین
تزلزل نہ پیدا کرسکے اور جس کام کو کرین اُس کو تا بہ امکان اعلیٰ پیمانہ پر شروع و پورا
کرنا چاہیئے۔ غور و فکر کے بعد جو عزم ہو جاوے اور ٹھان لیا جاوے اُس پر سختی سے
ثابت قدم ہو کر کام کرنا چاہیئے جو مذبذب رہتا ہے پھر اُس کے اعمال سے

نتیجہ سودمند نہین حاصل ہوتا ارادہ کی مضبوطی ہی کفیل کامیابی ہے جو شخص
چاہتا ہے کہ اپنے اعمال سے نتایج مطلوبہ حاصل کرے اُس کو عمل کرنے مین ثبات
لازم ہے۔ جب تک کسی معقول وجہ سے اپنی غلطی کا یقین واحساس نہ ہوجاوے پھرنا
نہین چاہیئے۔ بار بار اپنی حالت کو بدلتے رہنا اور ہر شخص کے ساتھہ مختلف رنگ
اختیار کرنا دورنگی ہے اس سے اعتبار ووقار جاتا رہتا ہے اور جب دوست یا
اہل معاملہ جان لیتے ہین کہ کسی رنگ پر وہ قایم نہین ہے اور کوئی وضعداری اُسمین
نہین ہے تو اُس سے پرہیز کرتے ہین۔ پس وضع کو نباہنا چاہیئے اور کم سے کم
جلد جلد نہ بدلنا چاہیئے۔

کمینہ کام کرنے سے جو ڈر جاے بہادر ہے بنی آدم کی خاطر جان دے وہ بہادر ہے

دلیری ایک ایسی صفت ہے جس سے ممتاز ہونے مین ہر ایک شخص خوش
ہوتا ہے یہ وہ عمل ہے جو انسان کو زندگی کے تمام مصایب پر حاکم بنا دیتی ہے یہ
وہ مکمل ارادہ ہے جس کو کوئی خوف جنبش نہین دلیکتا یہ وہ چیز ہے جو انسان کو اگر
ضرورت پڑے تو فرض کے پورا کرنے کی خاطر مرنے پر آمادہ کردیتی ہے۔ وہ کون
شخص ہے جو بزدل کی تعریف مین ایک لفظ بھی نکالتا ہے؟ کیا تمام دنیا اُس کو
نظر حقارت سے نہین دیکھتی؟ بزدل کمینہ اور نامرد ہے اُسمین دلیری کا نام بھی نہین
یہ غلام تک بننے کو طیار ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے کام دلیری سے تکمیل کو
پہنچے ہین ہر ایک نعمت جس کا ہم حظ اُٹھا رہے ہین سب کچھہ اسی کے ذریعہ سے ہوا ہے
بطور ایک قوم کے دنیا مین رہنے کا حق زمانہ دراز کی جنگون اور معرکون کی بدولت
تکمیل کو پہنچا ہے۔ کہا گیا ہے کہ وحشیانہ زندگی مین تحمل وثبات زیادہ کامل ہوتے ہین

لیکن جیون جیون تمدن وتہذیب کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُسمین کمی آتی جاتی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مصنوعی وفریبی وملمع کاری کے تمدن وتہذیب مین ایسی حالت ہوتی ہے۔ سوسائٹی کی ترقی کے ساتھہ تخیلات مین فرق ہوتا رہتا ہے اور سوسائٹی کے مختلف مدارج مین مختلف عمل بہتر یا برے ہوجاتے ہین لہذا تمدن وتہذیب سے اور زیادہ مستدل ثبات پیدا ہونا چاہیئے نہ کہ اُسمین کمی ہو سورہ حشر مین ہے۔

وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون — اور ڈال دیا اللہ نے اُنکے دل مین دہاک خراب

بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین — کرتے تھے اپنے گھرون کو اپنے ہاتھون سے اور مسلمانون کے

فاعتبروا یا اولی الابصار ہ — ہاتھون سے سو عبرت پکڑو اے آنکھہ والو۔

لہذا دہاک بندھ جانا بہت مفید اور دشمنون کے مال وجان کی خرابی کا سبب ہوتا ہے یہان تک کہ وہ خود اپنے ہاتھون سے برباد ہوتے ہین۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب — اب ڈالینگے ہم کافرون مین رعب بسبب اسکے کہ شرک کیا انہون نے

بما اشرکوا باللہ مالم ینزل بہ سلطاناً — اللہ کیساتہہ جسکی اُسنے سند نہین اُتاری۔

پس اس آیت مین سبب ایسے رعب کا شرک بیان کیا گیا ہے جسکی سند اللہ نے نہین اُتاری اور چونکہ ایمان کی سند برخلاف اُس کے ہے لہذا ظاہر ہوتا ہے کہ مومنین پہ رعب نہین ہوتا اور شان مومنین کی یہ ہونی چاہیئے کہ دہاک مین نہ آوین۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔ ولولا ان ثبتنٰک لقد — اور اگر ہم نہ ثابت رکھتے تجھکو توبیشک قریب

کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلا ہ — تہا تو جھک جاوے تھوڑا۔

پس ثبات کو بطور رحمت اللہ تعالی نے آنحضرت کیلئے بیان فرمایا ہے لہذا اُسکی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اُس کے ترک کا نتیجہ جھک جانا ثابت ہوتا ہے۔

سورہ صف مین ہے۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیل اللہ صفاً کانھم بنیان مرصوص ٥

اللہ محبوب رکھتا ہے انکو جو لڑتے ہین اللہ کی راہ مین صف باندہ کر گویا کہ دیوار سیسہ کی پلائی ہوئی ہین

پس ایسے صبر و ثبات رکھنے والون کو جنکا ذکر اس آیت مین ہے اور جو رعب مین نہین آتے اللہ دوست و محبوب رکھتا ہے۔ سورہ محمدؐ مین ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم و الذین کفروا فتعسا لھم واضل اعمالھم ذالک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم

اے مومنو اگر مدد دوگے اللہ کو اللہ مدد دیگا تمہاری اور ثابت کرے گا تمہارے قدمون کو اور جنھون نے کفر کیا انکو ٹھوکر لگی ہے اور گمراہ ہوئے انکے اعمال بسبب اسکے کہ مکروہ رکھا انھون نے اسکو جو نازل کیا ہے اللہ نے سو اکارت گئے انکے اعمال

پس اللہ کی مدد کرتے یعنی جو حکم اللہ کا بجا لاتے ہون جس سے اللہ کی دین اور مسلمانون کی مدد ہوئی اللہ بھی انکی مدد کرتا ہے اور منجملہ اس کے مدد کے یہ بھی ہے کہ قدمون کو ثابت کر دیتا ہے اور برخلاف اس کے کافرون کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ گمراہ ہو جاتے ہین یعنے ان کے قدم کبھی ثابت نہین رہتے اور انکے اعمال اکارت جاتے ہین۔ پس ثابت رہنے کی فضیلت ان آیات سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ محمدؐ مین ہے۔

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم ٥

سو سست نہ ہو اور مت بلاؤ انکو صلح کیطرف اور تم غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ضایع نہ کرے گا تمہارے اعمال کو۔

سورہ انفال مین ہے - یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا ۔ اے ایمان والو جب ملو فوج سے تو ثابت رہو

سورہ بقر مین ہے - قال لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال قال ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم ۔ وقال الذین یظنون انہم ملٰقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین ولما برزوا لجالوت وجنودہ قالوا ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین فہزموہم باذن اللہ وقتل داود جالوت واٰتٰہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء

اور کہا ان کو انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمہارے طالوت کو بادشاہ بولے کہان ہوگی اسکو سلطنت ہم پر اور ہمارا حق اس سے زیادہ ہے سلطنت مین اور اسکو ملی نہین فراخی مال مین جواب دیا کہ اللہ نے انتخاب کیا تم پر اس کو اور زیادہ کیا ہے اس کو علم اور جسم مین اور اللہ دیتا ہے سلطنت جسکو چاہے اور اللہ واسع علیم ہے اور بولے جنکو ظن تہا کہ ان کو ملنا ہے اللہ سے بسا ہوتا ہے کہ چہوٹا گروہ غالب ہوتا ہے بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابرین کیساتھ ہے اور جب سامنے ہوئے جالوت اور اسکی فوجون کے بولے اے رب ہمارے ڈالدے ہم مین صبر اور ثابت رکہہ ہمارے قدمون کو اور مدد کر ہماری کافرونکی قوم پر سو بہگا دیا ان کو اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دیا اسکو اللہ نے ملک اور حکمت سکہایا اسکو جسکو چاہتا ہے -

ان آیات مین یہ بیان ہے کہ علم اور جسم مین فراخی دیا جس سے حکومت ہوتی ہے دوسرے ان لوگون نے یہ کہا کہ اے رب ہمارے ڈالدے ہم مین صبر

اور ثابت کر ہمارے قدمون کو پس شکست آدمی جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ صبر و ثابت قدمی سے قلیل گروہ کثیر گروہ پر غالب ہو جاتا ہے اور ملک اور حکمت
دونون حضرت داؤد کو ملنا بیان ہوا ہے اور نیز یہ کہ سکھایا اُس کو جو چاہا یعنے
سائنس جیسا کہ آیندہ کی آیتون سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

و لقد اتینا داؤد منا فضلا یاجبال	اور بیشک ہمنے دیا داؤد کو اپنی طرف سے فضل کہ اے
اوبی معہ و الطیر و النا لہ الحدید	جبال رجوع ہو اُس کیساتھ اور اُڑتے جانور اور نرم کر دیا ہمنے اُس کیلیے لوہا کہ بناؤ کشادہ زرہون کو اور اندازہ سے
ان اعمل سبغت وقدر فی	
السرد و اعملوا صالحا انی بما	جوڑ کر کڑیون کو اور کرو تم لوگ عمل صالح جو تم
تعملون بصیر ہ	کرتے ہو مین دیکھتا ہون۔
اور سورہ ص مین ہے۔ و اذکر عبدنا	اور یاد کر ہمارے بندے داؤد صاحب ہاتھ والے کو
داؤد ذو الاید انہ اواب انا سخرنا	وہ رجوع رہنے والا تہا ہمنے مسخر کیا جبال کو
الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق	اُس کیساتھ تسبیح کرتا تہا شام و صبح اور
و الطیر محشورۃ کل لہ اواب و	اُڑتے جانور جمع ہوتے تھے سب اُس کے آگے
شددنا ملکہ و اتینہ الحکمۃ و فصل	رجوع اور مضبوط کیا ہمنے اسکی سلطنت کو
الخطاب ہ	اور دیا ہمنے اسکو حکمت اور فصل الخطاب۔

پس ان آیات سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ حضرت داؤد کا
ملک مضبوط تہا اور حکمت اُن کو دی گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ لوہے کا نرم کرنا اور پگھلانا
وہ جانتے تھے اور لوہے سے زرہین اور اُسکی کڑیان بناتے تھے یعنی علم سائنس
کا رکہتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جہان زرہ اور کڑی بنانے کا اُن کو حکم ہوا اسکے ساتھ ہی

عمل صالح کرنے کا بھی حکم ہوا تا کہ عمل غیر صالح کے لئے اپنی صنعت و حکمت مذکور کو نہ لگاوین اور بسبب صالحیت فتح پاوین۔ لہذا جسم اور علم یعنی سائنس و قوت و ثبات کی وجہ سے گروہ قلیل کثیر پر غالب ہوجاتا اور حکومت کرتا ہے۔

سستی و کم محنتی و رعب مین آنیوالے و کاہلی کے نقائص

فراغت سے دنیا مین دم بھر نہ بیٹھو　　　اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

محنت کا پھل تہذیب ہے۔ محنت فرد اور آدمیون و قومون کے ٹیرا نیکا جاندار و زندہ اصول ہے۔ محنتی بہ نسبت کاہل کے کم مرتے ہین۔ حرکت مین برکت ہے۔ عمر فرزنی نہین تو شیر بھی نہین۔ کاہل کا دل تاریک و دماغ بے ایارغ۔ کاہل وقت کا خون و خودکشی کرتا ہے اور باقاعدہ محنت کرنیوالا اُسمین جان ڈالتا ہے۔ کاہلی سب سے بڑی فضولخرچی ہے۔ دولت اور علم کو قوت کہا گیا ہے بعض حالتوں مین وہ صحیح بھی ہے لیکن درحقیقت اعلیٰ قوت محنت کرنے و دل کو قابو مین رکھنے اور کاروبار مین مشغول رہنے مین ہے۔ اگر اعلیٰ درجے کی محنت اور مصروفیت کے ساتھ علم و دولت تھوڑے بھی ہون تو اُن کو انسان بہت کچھ اُن کے ذریعہ سے حاصل کرسکتا ہے اور بغیر اُن کے بھی آرام سے بسر کرسکتا ہے غرض نام و نمود حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم کو چاہیئے کہ تم بہ نسبت معمولی لوگون کے زیادہ محنتی ہو۔ محنت کئے جاؤ دل کو قابو مین رکھو ہمیشہ کام مین مشغول رہو۔ دنیا مین ہر شخص کو محنت کرنی چاہیئے خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا دماغی۔ اور دونون بغیر محنت زندگی بالکل بے مصرف ہین اور کاہلی کے ساتھ دنیا مین زندہ رہنا خواب غفلت ہے

محنت صرف ایک ضرورت نہین بلکہ مسرت بھی ہے۔ قانون نیچر اور افعال انسانی متوازی الاہو رہین۔ نیچر نے زمین کو پیدا کیا اور انسانی محنت سے تخم ریزی وقلبرانی کے بعد غلہ پیدا ہوا۔ یہ بات کبھی فراموش نہین کرنی چاہیئے کہ امیر سے لیکر غریب تک کیلئے جو چیزین خورش وپوشش مین استعمال کیجاتی ہین یا رہنے کے واسطے جو جگہ بنائی جاتی ہین عالیشان محل سے لیکر جھوپڑے تک یہ سب محنت کے نتایج ہین۔ انسان ایک دوسرے کیلئے اسباب دنیوی کا بندوبست کرتے ہین۔
اگرچہ ابتدا مین محنت دشوار وگران معلوم ہوتی ہے لیکن عزت۔ خوشی اور افتخار اسی سے حاصل ہوتا ہے انسان مین جو بزرگی ہے وہ محنت کے باعث ہے جملہ ہنر وفن محنت کی بدولت ہین اور خاصکر علم جس کے ذریعہ سے ہم کو خداشناسی کا وسیلہ حاصل ہوتا ہے محنت کا نتیجہ ہے۔ گو محنت ایکقسم کا بار ہے لیکن دراصل عزت وجلالت کا وسیلہ ہے جو لوگ اعلی مقاصد اور پاکیزہ امور کے واسطے محنت کرتے ہین وہی ان کے لئے عبادت اور حیات ابدی ہے۔ جتنے مفید وبیش بہا خیالات ہین وہ سب محنت وجانفشانی اور تجربات کے نتیجے ہین۔ کوئی بڑا کام ابتدا اگر پہلے ہی بار نہین پورا ہوا بلکہ علی الاتصال کوششون اور متعدد ناکامیون کے بعد وہ مقصد حاصل ہوا ہے۔ محنت سے ہماری یہ مراد نہین ہے کہ صرف جسمانی ورزش کیجاوے کیونکہ بہایم کا جسم بھی حرکت سے مضبوط ہوتا ہے بلکہ وہ شخص محنتی کہا جاسکتا ہے جو دماغی قوت بھی صرف کرتا ہے اور جسکی جسمانی طاقت دماغی طاقت کی مطیع ہوتی ہے۔ مصنف وشاعر اور واضع قوانین کا شمار محنت کرنے والون کے طبقہ اعلی مین ہے۔ گو جسمانی پرورش کے واسطے یہ محنت بمقابلہ زراعت پیشون کے

چندان ضروری نہین ہے لیکن سوسایٹی کو تعلیمیافتہ اور شایستہ بنانے کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ کاہل اپنی صورت سے پہچانا جاسکتا ہے اُسکی پژمردہ صورت اُسکی مُردنی چھائی ہوئی حالت خود گواہ ہوتی ہے۔ جب کسی کو دیکھو کہ اپنی صورت آراستہ کیئے ہوئے اور زینت کیئے ہوئے ہے اور تصنع اور تکلف سے اپنی شکل کو اچھی دکھلانے کی کوشش کیئے ہوئے ہے اور اپنا وقت اس طرح اُس نے ضایع کیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بھی کاہلون مین سے ہے اگر اُس کو کام کرنے کا شوق ہوتا اور وقت اُس کو عزیز ہوتا اور اُس کے پاس کام ہوتا اور وہ عملی آدمی ہوتا تو ایسا کام نہ کرتا۔ زینت کرنا عیب نہین ہے لیکن افراط اور شوق مفرط سے کرنا اور وقت ضایع کرنا دایرۂ انسانیت و اعلیٰ انسانیت سے اپنے کو خارج کرنا ہے۔ کیا ارسطو کا قول نہین کہ خوشی اس قدر ہمارے مدعا مین نہین جس قدر کہ ہماری قوت مین؟ مشکلات سے کشتی لڑنا ان پر غالب آنے کا یقینی راستہ ہے کسی مدعا کے پورے کرنے کا ارادہ اخلاقی معیار ہے کہ ہم اُسے پورا کرسکتے ہین اور کرینگے۔ جس قدر ہم کو ضروریات لاحق ہوتی ہین اُسی قدر ہماری ذکاوت تیز ہوتی جاتی ہے اور پھر انسان اکیلے دم سے خم ٹھونک کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ ان مشکلات کا سامنا کرے اور اُن پر غالب آئے جو اُسکی راہ مین حایل ہون۔ اُن لوگون کے حالات جنہون نے اپنے مفید مطلب موقع ہاتھ سے کھو دیئے ہین دنیا کی تعلیم کے واسطے ایک رنج دہ مگر قابل یادگار کتاب ہین۔ کسی چیز کے حاصل کرنے کی آرزو رکھنا مگر اُس کے حاصل کرنے کے بار تکلیف کو نہ اُٹھانا کمزوری اور سستی کی نشانی ہے۔ جو چیز کہ حاصل کرنے یا تصرف مین لانے کے قابل ہے،

وہ صرف کام کرنے کی خوشی سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہ عملی قوت کا سب سے
بڑھکر اسرار ہے" انسان بجزبی محنت کو سستی پر ترجیح دیسکتا ہے اور سستی کرکے
اپنے قویٰ کو تمام صحت بخش ورزش کے بجائے کاہلی کے مرض مین گھلا دیسکتا
ہے ہم کو اپنی زندگی ہی مین معلوم ہو جاتا ہے کہ جسمانی قوتون کی ورزش ہی خود ایک
خوشی کا منبع بنجاتی ہے جو اُس سے بڑھکر ہے جس کے حصول کیواسطے ورزش
کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہم کو اس بھروسہ پر کام کرنا چاہیئے کہ جو اچھا بیج ہم زمین پر
ڈالینگے وہ جڑ پکڑے گا اور اُس سے نیک کام پیدا ہون گے۔ جو کچھہ انسان اپنے
واسطے شروع کرتا ہے خدا اُسے دوسرون کے واسطے ختم کرتا ہے کیونکہ حقیقت
ہم جس کو پورا نہین کرسکتے اُس کو دوسرے شخص کو جو ہمارے بعد آتے ہین ہم میراث
مین دیتے ہین۔ کسی نیک کام کا ہوجانا کسی نیک کام کا ہونا اور کسی نیک کام کا عمل
مین آنے کے قابل ہونا ایسے امور ہین جو ابدالآباد تک کی خیر لاتے ہین۔ پڑھنا بھی
بعض اوقات ایک دماغی عیاشی ہے۔ یہ صرف تربیت کردہ کاہلی ہے اور اسیواسطے
ہم کو اس قدر شاکی بے پروا نوجوان ملتے ہین جنکے دل ایک طور کی ذہانت اور
تیز نظری و ہوشیاری سے روشن اور مصفا ہین وہ دوسرون کے کامون پر طنز کی
زبان دراز کرتے ہین مگر خود کچھہ نہین کرتے وہ چال چلن کی عمدگی اور صادق الامکانی
کو نظر تمسخر سے دیکھتے ہین اور وہ دماغی آوارہ گرد ایک قابل افسوس لاپرواہی کے
بس مین ہین۔ علم اور عقل کا ایک ہی چیز ہونا تو درکنار۔ اکثر اُنمین مطلق کچھہ تعلق ہی
نہین ہوتا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا فضیلت سے عقل زیادہ ہوتی ہے یا نیکی۔
فِلٹن کا قول ہے۔" عمدہ کتابون کو پسند کرنے سے خود ایک عمدہ کتاب بنجاتا

اچھا ہے" انواع واقسام کی کتابین پڑھنے سے انسان کو خوشی حاصل ہو سکتی
ہے۔ لہذا ہم کو چاہیئے کہ اپنے دل مضبوط کرلین اور کمر ہمت باندھلین اور یہ
دوڑ زندگی کی دوڑ ہے۔ میری اس نصیحت کے قبول کرنے سے تمہین سچی خوشی
حاصل ہوگی یہ ایسی نصیحت ہے کہ اس سے تمہاری زندگی سے مثل زندگی کہلاویگی اور
تمہارے پاس رہنے والون کو فایدہ پہونچے گا اور تمہاری اور تمہارے والدین
کی عزت ہوگی۔ دوسرون کی مہربانی طرفداری اور عنایت کو کامیابی کا ذریعہ مت سمجھو
اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھو کہ تم کو بالکل اپنی ہی قوت اور قابلیت و محنت
پر بھروسہ رکھنا ہے اور اُن حالتون مین سے کسی ایک کا خیال اپنے دلمین
نہ لاؤ جنمین اچھے اچھے ملبوس اور نمایشی شان وشوکت کی بھرمار رہتی ہے۔
یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی حالت خوشی کی بڑہانے والی نہین ہوتی۔
تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محض دوسرون کی مہربانی اور عنایت سے
جو کچھ انسان کو ملتا بھی ہے تو اُس کے چلے جانے کا بھی ہمیشہ احتمال رہتا ہے
جو شخص کہ محنت نہین کرتا اور بغیر محنت کے دوسرون پر بھروسہ کرتا ہے سمجھ لو
کہ وہ دشمنون مین گھرا ہوا ہے وہ ہمیشہ دوسرون کا غلام بنا رہتا اور اُسے دوسرون کی
ہان مین ہان ملانی پڑتی ہے اُسکی بسر اوقات دوسرون کی مرضی پر منحصر ہوتی
اور اُسکی حالت بے اطمینانی اور تکلیف کی ہوتی ہے اور ایسے شخص کی زندگی
کُتے سے بھی بدتر ہے کیونکہ اُسمین غلامی کے ساتھ کاہلی بھی ہوتی ہے۔ ایسے
غلام عقل مین مالک سے ہزار گنا بڑے ہوں مگر اُن کو ہان مین ہان مالک کی
ملانی پڑتی اور اُنکا ناز اُٹھانا پڑتا ہے بس جو اس کو پڑہیگا وہ اس ادنی و ذلیل حالتمین رہنا

پسند نہ کرے گا یہ حالت لنگڑون - اندھون اور بدبختون کے لئے ہے جنکو قدرت نے ذلت کے غار مین گرنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ عمل کرنے کے لئے ترک کاہلی کا سبق حاصل کرنا لازم ہے بالخصوص کم سنون کے واسطے بہت بڑی کارآمد نصیحت یہ ہے کہ کبھی کاہلی مت کرو یہ اُن نصیحتون مین سے ہے جس سے دل کو تقویت پہونچتی ہے اور طبیعت نیک و محنتی ہو جاتی ہے۔ انسانکو لازم ہے کہ اپنی محنت کو سخت قاعدون سے نہ گھیرے تاکہ تنگدل نہ ہو جاوے اور مداومت کر سکے۔ یہ ضرور ہے کہ شروع ہی سے وقت کے نہایت ہوشیاری کے ساتھہ استعمال کرنے کی عادت ڈال لی جاوے اور یہ اُسی حالت مین ہو سکتا ہے جب سب کام ترتیب اور پابندی کے ساتھہ کئے جاوین اگر معینہ وقت پر معینہ کام کئے جاوین تو نقصان نہین ہوتا البتہ موقع و مرضی پر منحصر ہے کہ کس قدر وقت ایک کام مین لگایا جاوے مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی وقت معینہ کام سے خالی نہ رہے اگر تھوڑی تھوڑی محنت پابندی کے ساتھہ کیجاوے تو چند دنون مین اتنا کام انجام پا جاتا ہے کہ انسان کو تعجب ہوتا ہے۔ غیر معمولی محنت مین چستی و تیزی ظاہر کرنا اور بلا ترتیب و بلا قاعدہ ایک کام چھوڑ کر دوسرے کو کرنا کاہلی ہے اور اُس کے نتایج سے بھی بدتر ہین۔ وہ کاہلی کے بد اثر سے محفوظ ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے لغو کامون کے لئے فرصت نہین مین فضول وقت ضایع نہین کرونگا مجھے ایسی ترغیب کی حاجت نہین جو بیہودہ خوشیون مین میرا وقت کھووے مجھے تو ضروری کامون مین مصروف

ہونے سے خوشی ہوتی ہے اور جب میرا معینہ کام پورا ہو جاتا ہے تب آرام کرتا ہوں تاکہ دوسرے کام کے واسطے تر و تازہ ہو جاؤں۔

سستی سے محفوظ رہنے کا بڑا علاج یہ ہے کہ سمجھے کہ زندگی بڑے و بہت کاموں کے لئے ہے ضایع کرنے کے واسطے نہین مخصوصاً ایسے مقام پر جہان سب کام مین مشغول ہین انسان کو سستی تباہ کرتی ہے۔ زندگی چند روزہ ہے نیکی و ہنر ہمیشہ رہین گے۔ موقع ہر وقت نہین ملتا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔ دیر سے سو کر اٹھنے والا شخص باوجود دن بھر کام محنت کرنے کے بھی اپنے کام کو پورا نہین کر پاتا۔ جلد بیدار ہونے کے لئے جلد سونا ضروری ہے۔ نصف شب سے پہلے ایک گھنٹہ کی نیند نصف شب کے بعد کے دو گھنٹہ کی نیند کے برابر اور اُس سے بہتر ہے۔ جس قدر تندرستی کے لئے سونا ضروری ہو اُس مین کمی کرنا سخت بیوقوفی ہے۔ علی الصباح اُٹھ کر حوائج ضروری سے فارغ ہوتے ہی کام مین مشغول ہو جانا چاہیئے اور ایک منٹ بھی ضایع نہ کرنا چاہیئے۔ جو لوگ قبل زندگی شروع کرنے خصوصاً عملی زندگی کے اور دنیا کے کاروبار مین پہلے درآنے کے محنتی ہوتے ہین اور اُن کی عادت ہر قسم کی تکلیف و محنت برداشت کرنے اور تحمل اور صبر کرنے کی ہوتی ہے اور کبھی کبھی بھوک پیاس اور تکلیف ناداری حال کی سہنے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے اور خود اپنے ضروری کامون مین تکلیف اٹھانے اور دیگر ہر قسم کی مصائب اٹھانے کا مزہ چکھ چکتے ہین اور اُن سے تجربہ اُٹھا چکتے ہین وہ اُن کو عملی زندگی مین

جبکہ اتفاقیہ تکالیف ضرور تاًپیش آئین چندان تکلیف و زحمت کا سبب نہین ہوتین بلکہ برخلاف اُس کے تجربہ و عادت تکالیف سے بچاتے اور تکالیف کو کم محسوس ہونے دیتے ہین اور جو فایدے و آرام اُن سے حاصل ہو سکتے ہین اور ہوتے ہین وہ الفاظ مین بیان نہین ہو سکتے روزانہ کے مشاہدے خود شاہد ہین۔ لہذا ہر شخص کو قبل عملی زندگی شروع کرنے کے محنت و تلخی و تنگی کا تجربہ اور تکلیف برداشت کرنیکی کچھ کچھ عادت ضرور ڈالنی چاہیئے بلکہ ان کو ضرور تعلیم و تربیت کا جزو ضروری ہونا چاہیئے۔ مشکلات انسان کے لئے مثل اُس ساتھی زور کرانے والے کے ہوتی ہین جس سے اُس کے اعضاء و قوے مضبوط ہوتے ہین اور اُن مین کس آتا ہے جو آیندہ کے لئے طیار کرتی ہین اور فایدہ و آرام کا سبب ہوتی ہین پس مشکلات کے اکھاڑے مین اپنی قوت و تجربہ کو عملاً شروع ہی مین درست کرلینا دنیا کے اکھاڑے کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوا ہے افسوس ہے اُن پر جو اُس سے غفلت کرتے ہین مصائب کے دیگر فواید وغیرہ کے متعلق صفحہ ۵۴ لغایت ۱۵۶ امین بھی بیان ہو چکا ہے سورہ عنکبوت مین ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ مع المحسنین ۵

اور جن لوگون نے محنت کی ہماری راہ مین ہم ہدایت کرین گے ہم انکو اپنے راہون کی اور اللہ احسان کرنیوالون کیساتھ ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جاھدوا کے معنی محنت کرنیکے ہین۔ کیونکہ اگر اُس کے معنے اللہ کی راہ مین لڑنے کے لئے جاتے تو اُس کے ثواب بیان ہوتے جیسا کہ دوسری آیتون مین ہے نہ کہ یہ۔ اپنی راہ کی ہم

ہدایت کرین گے کیونکہ راہ کی ہدایت محنت وعمل سے ہوتی ہے اور لڑنے مین کبھی انسان جان سے مارا جاتا ہے تو اُس کی ہدایت کیا ہوگی۔ دوسرا اسی آیت مین ہے کہ اللہ احسان کرنیوالون کے ساتھہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محنت تعاون اس آیت مین مراد ہے۔ پس جو صوفیہ اس آیت کے اور معنے لیتے ہین وہ سراسر غلط ہین۔ سورہ لقمٰن مین ہے۔

وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما — اور اگر محنت کرین والدین اسپر کہ تو شریک کرے میرے ساتھہ جسکا تجھکو علم نہین تو نہ اطاعت کر انکی۔

پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جاہد اور اُس سے جو مادہ آیا ہے اُس سے مراد اللہ کی راہ مین لڑنا نہین ہے کیونکہ باپ مان شرک کے لئے جہاد نہین کرسکتے اور اس سے نہ یہ معنے مراد ہو سکتے ہین۔

سورہ نجم مین ہے۔ ليس للانسان الا ما سعى وان سعيه سوف يرى — نہین ہے انسان کیلئے مگر جو اُس نے دوڑ کی اور اُسکی دوڑ جلد دیکھی جاتی ہے۔

پس جو کچھہ عمل وسعی انسان کرتا ہے اُسی کا پورا بدلا ملتا ہے لہذا ضروری کامون کو چھوڑکر غیر ضروری کامونکی سعی کرنا زیبا نہین۔ سورہ قصص مین ہے۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا — اور نہ سست ہو تم اور نہ رنجیدہ ہو۔

پس سست ہونے کی ممانعت ثابت ہے۔ برخلاف کاہلی کے چستی اور مستعدی وجانفشانی سے باقاعدہ محنت وکام کرنا اور کرتے رہنا تندرستی وفلاح کو بڑھاتا اور کامیابی کا سبب ہوتا ہے اور ناکامیابی وتنگدستی سے بچاتا ہے۔

سورہ عنکبوت مین ہے۔ ومن جاهد — اور جو کوئی محنت کرتا ہے تو سوائے اسکے نہین

فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین ۔ کہ محنت کرتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ بے پروا ہے جہان والون سے ۔
پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محنت ایسی شئے ہے کہ اس سے نفع محنت کرنے والے کو پہنچتا ہے اور جو محنت نہین کرتا اس کو نفع نہین پہونچتا لہذا نفع کے لئے محنت لازم ہے ۔

صبر کے فضایل

غم عقل و عاقبت اندیشی کے ساتھہ مخلوط ہو کر سکون کی شکل اختیار کرلیتا ہے لہذا ارادی افعال سے یہی غم کم ہوتا ہے ۔ فضیلتون کا بہترین مظہر غالباً تحمل شداید اور صداقت کا قایم رہنا و اصرار کرنا اور بداعمالیون سے سخت نفرت کرنا اور ان سے مستقل طور پر بچنا ہے ۔ صبر اس کا نام نہین ہے کہ مصیبت کی حالت مین انسان طریق تسلیم و رضا ہی کو اختیار کرے بلکہ صبر کا اصل مفہوم یہہ ہے کہ انسان مصیبت کا مقابلہ کرکے اس کو برداشت کرے ۔ صبر سختی اور تکلیف و لڑائی مین ہوتا ہے ۔ شجاع وہی ہے جو مصایب و آلام مین حواس قایم رکھے و گھبرا نہ جاوے ۔ سورہ عصر مین ہے ۔

و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر ۔ اور باہم تاکید کرو حق کرنیکی اور باہم تاکید کرو صبر کرنیکی
حق اس کو کہتے ہین جو ٹھیک اور مطابق واقع ہو اور وہ باطل کا ضد ہے ۔
پس صبر و حق کے بابت تاکید کرنے کی ہدایت سے اس آیت مین یہہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کل کمالات و افعال انسانی انہی دونون فضیلتون کے حصول

دعمل پر منحصر ہین کیونکہ عمل کو جیسا کہ ہونا چاہیئے ٹھیک مطابق واقع کرنا اور جو مصیبت پڑے اُس پر مطمئن و بلکو ثابت رکہنا اور اُس کو برداشت کرنا انہی دو امرون مین کل کمالات انسانی آجاتے ہین اور تمام کمالات انسانی کے اصول کی وہ بنیاد ہین۔ حق باعتبار نوعیت افعال کے ہوتا ہے اور صبر باعتبار انسان کی حالت کے۔ سورہ بلد مین ہے۔

فتواصو بالصبر وتواصوا بالمرحمه	اور باہم تاکید کرو صبر کرنیکی اور باہم تاکید کرو مرحمت کرنیکی

تمام قران مجید مین باہمی تاکید کرنے کا حکم سوائے مذکورہ بالا دونون آیات کے نہین ہے یعنی اللہ کا ان دونون جگہ کے سوا بندون کے لئے یہ حکم کہ اس کیلئے باہم تاکید کرو نہین ہے۔ آیات مذکورہ بالا مین باہم صبر کرنے اور باہم رحم کرنے اور باہم حق کی تاکید کرنے کی ہدایت ہے نہ یہ کہ بے صبری کیجاوے اور اُسمین شدت کیجاوے اور مختلف وجوہ سے جو حق نہ ہو اُسی کو حق سمجہا جاوے بلکہ اُنکی نسبت تاکید کرنے کی ہدایت نہین فرمائی۔ لہذا یہ حدود جو مقرر ہوئے ہین وہ قابل یاد ہین۔ سورہ ص مین ہے۔

انا وجدنٰه صابراً	ہم نے پایا ایوبؑ کو صبر کرنے والا۔

پس ایسے پیغمبر کے صبر کی تصدیق و تعریف ہے جس سے فضیلت صبر کی ثابت ہوتی ہے۔ سورہ انفال مین ہے۔

فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا	سو اگر ہون تم مین سو صبر کرنیوالے غالب ہونگے دو سو پر
مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا	اور اگر ہون تم مین ہزار غالب ہونگے دو ہزار پر اللہ کے حکم
الفین باذن الله والله مع الصٰبرین	سے اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ صبر غالب ہونے کا سبب ہوتا ہے اور اللہ صابرین کا ساتھ دیتا ہے۔ سورہ اعراف مین ہے۔

و اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها وتمت کلمة ربك الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومه وما کانوا یعرشون ٥

اور وارث کئے ہمنے جو لوگ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کے مشارق و مغارب مین جسمین برکت رکھی تھی ہمنے اور پورا ہوا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اس پر کہ صبر کیا اور خراب کیا جو بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو صبر ہی کیوجہ سے فواید مذکورہ آیت پہونچے اور ان کے دشمنون کو بنی اسرائیل کے صبر ہی کیوجہ سے نقصان پہونچا لہذا صبر سبب قوت و طاقت قومی ہے اور صبر اخلاقی طاقت ہے۔

سورہ بقر مین ہے۔ والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئك الذین صدقوا واولئك هم المفلحون ٥

اور صبر کرنیوالے سختی اور تکلیف مین اور لڑائی کے وقت وہی صادق ہوئے اور وہی فلاح پانیوالے ہین۔

پس منجملہ بر کرنے والون کے صبر کرنیوالے بھی ہین جو فلاح پانے والے ہین سورہ احقاف مین ہے۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل

سو صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہمت والون نے رسولون مین سے

ولاتستعجل ۵ اور جلدی نہ کر

پس فضیلت ہمت اور جلدی نہ کرنے کی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے خصوصاً یہ کہ آنحضرت کے لئے آنکی ہدایت ہے۔ سورہ لقمان مین ہے۔

یبنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف	اے میرے بیٹے قایم رکھہ نماز اور امر بالمعروف و
وانہ عن المنکر واصبر علی ما	نہی عن المنکر کر تا رہ اور صبر کر آسیر جو پہنچے تجھکو
اصابک ان ذالک من عزم الامور	یہ ہمت کے کام ہین۔
سورہ آل عمران مین ہے۔ لتبلون	اور البتہ تم آزمائے جاؤ گے
فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن	اپنے مالون مین اور جانون مین اور البتہ
من الذین اوتوا الکتب من قبلکم	سنوگے تم اگلی کتاب والون سے اور مشرکون
ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا و	سے بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور
ان تصبروا وتتقوا فان ذالک	تقوے کرو تو یہ ہمت کے
من عزم الامور ۵	کام ہین۔

پس جان و مال مین آزمائے جانے اور ایذا کثیر کے سہنے مین اگر صبر و تقوے کیا جاوے تو ہمت کا کام ہے اور فضیلت ہے۔ سورہ شوریٰ مین ہے۔

ولمن صبر وغفر ان ذالک من	اور جس نے صبر کیا اور بخشدیا یہ
عزم الامور ۵	ہمت کے کام ہین۔
سورہ آل عمران مین ہے۔ وکاین	اور بہت نبی ہین جن کے ساتھ
من نبی قتل معہ ربیون کثیرا	ہو کر لڑے ہین بہت سے طالبان خدا
فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ	پھر نہ ہارے ہین کچھہ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ مین

وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب	اور نہ سست ہوئے اور نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے
الصبرین ۞ وما کان قولھم الا ان	صابرین کو۔ اور نہیں تھا اُن کا قول مگر یہ کہ کہا
قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا	اُنھوں نے اے رب ہمارے بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارے زیادتی کو
فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا	جو ہمارے کام میں ہوئی اور ثابت رکھہ ہمارے قدم اور مدد دے ہمکو
علی القوم الکفرین فاتٰھم اللہ ثواب	کافرین کی قوم پر پھر دیا اُن کو اللہ نے ثواب دنیا کا
الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ واللہ	اور آخرت کا بہتر ثواب اور اللہ چاہتا ہے
یحب المحسنین ۞	نیکی کرنے والوں کو۔

پس ان آیات مین صبر ثبات قدم قایم رہنے اور نہ سست ہونے اور نہ دب جانے کا ثواب دنیا و آخرت کا بیان ہوا ہے اور یہ کہ اللہ ایسے محسنین کو چاہتا ہے یعنی مقصود یہ ہے کہ سبب فتح دنیاوی بھی اعمال مذکورہ بالا ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع	اور البتہ ہم آزمادینگے تم کو کچہہ خوف اور بھوکھ اور
ونقص من الاموال والانفس والثمرات	نقصان سے مالون اور جانون اور میوون کے اور
وبشر الصبرین الذین اذا اصابتھم	خوشی سنا اُن صبر کرنیوالونکو کہ جب انکو پہنچتی ہے مصیبت
مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون	تو کہتے ہین ہم اللہ ہی کیلئے ہین اور ہم اُسی کیطرف
اولئک علیھم صلوات من ربھم	لوٹینگے اُنہی پر ہے صلوات اور رحمت اُن کے رب
ورحمۃ واولئک ھم المھتدون	کیطرف سے اور وہی ہین ہدایت پانیوالے۔

اول توان آیات مین اُن اسباب کا تفصیلاً بیان ہے جنکی وجہ سے ایسے واقعات انسان پر گذرتے ہین جنپر صبر کیا جاتا ہے۔ دوسرے جب صابرین پر مصیبت پہنچے اور وہ اس نظر سے صبر کرین کہ اپنی زندگی کو اللہ ہی کے لئے سمجھین اور سمجھین کہ اُسی

کیطرف رجوع ہون گے اُن کا ثواب یہ بیان ہوا ہے کہ اُن کے رب کیطرف سے
اُن پر صلواۃ اور رحمت ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہین۔ پس ایسا صبر جو مذکور
ہوا وہ سبب ہدایت اور سبب ثوابات مذکورہ بالا کا ہے۔ لہذا حسن غرض سے صبر
کرنا چاہیئے جو سبب فلاح و اصلاح کا ہے اُس کو ان آیات مین بیان کردیا ہے تاکہ
بطور اصل اصول کے سمجھا جاوے۔ سورہ فرقان مین ہے۔

اولئك يجزون الغرفة بما صبروا	اُن کو بدلا ملیگا جھروکے بسبب اُن کے صبر کے
ويلقون فيها تحية وسلاما خالدين	اور ملینگے اُسمین اُنکو دعا و سلام اور رہینگے وہ اُسمین
فيها حسنت مستقرا ومقاما	اچھی جگہ ہے ٹھہرنے اور رہنے کی۔

امانت کے فضایل و خیانت کے نقایص

حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ جب تک تم سے ملاقات نہین ہوتی اُس وقت تک
تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہے جس کا نام اچھا ہے اور جب ملاقات
ہوجاتی ہے تو جسکی عادت اچھی معلوم ہوتی ہے اور معاملہ کے بعد جو سچا اور امین ہو
اور فرمایا کہ امانت یہ ہے کہ ظاہر باطن کے مخالف نہ ہو۔ امین کے معنی لغت مین
یہ ہین۔ قوی۔ وہ جس پر اعتماد کیا جاوے اور اُس سے نڈر ہون نڈر رکھنیوالا۔
امین خدا یتعالی کے نامون مین سے نہین ہے نہ اللہ تعالی نے قرانجید مین
اپنے کو امین کہا ہے البتہ نزل به روح الامين ہے لیکن اللہ تعالی نے
اصدق اپنے کو کہا ہے۔ اس بنا پر ہی ہم کہہ سکتے ہین کہ صدق کوئی خصلت
ملکہ نہین ہے بلکہ عمل ہے کیونکہ اللہ تعالی مین ایسی خصلت کا ہونا جیساکہ

انسان مین سے ہے ثابت نہین۔ اور امین انسانون کی صفت ہی قران مجید مین
بیان ہوئی ہے۔ پس جو خصایل انسانون کے ہین اُنمین امانت کی خصلت
کو اگر سب فضیلتون مین فضیلت دی جاوے تو بیجا نہین ہے۔ امانت
حسب ذیل امور مین ہوتی ہے۔ جس کا مال سپرد ہو اُس کو اُس کے
اہل کے پاس جس کا حق ہو صداقت و قسط و عدالت و دیانت کیساتہہ بغیر کمی و
بیشی کے پہنچا دینا۔ جو راز کسی کا ہو اور اُس نے امین کر کے بتلایا ہو قسط و
عدالت و دیانت و صداقت کے ساتہہ افشا نہ کرنا۔ جس بات کے پہنچانے
کے لئے مقرر ہون اور اُس کے لئے امین ہون اُس کو بغیر کمی بیشی کے
جس کے پاس پہنچانا چاہیے پہنچا دینا۔ فرایض کو ادا کرنا اور حقوق کو تلف نہ
کرنا۔ باہمی کاروبار انسانون مین معاشرت کا ایک دوسرے کے اعتبار پر امین
سمجھہ کر ہوتا ہے اور چونکہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتا ہے لہذا اُس کو امین سمجھتا ہے
کہ خلاف قسط و حق و صداقت کے نہ کرے گا اور خیانت نہ برتیگا لہذا نا جایز طور پر
ایک کا دوسرے کے بھروسہ کو نہ توڑنا۔

آنحضرتؐ دنیا مین سب سے بڑے امین ہوئے ہین قبل نبوت بھی آپ کو
اہل عرب امین عرب کہتے تھے اور چونکہ اہل عرب اپنے کو تمام دنیا سے
افضل جانتے تھے اور دوسرے لوگون کو عجم کہتے تھے اس لئے اہل عرب کا
امین تمام دنیا کے امینون سے بر بنائے ان کے خیال مذکور کے افضل
ہونا چاہیئے۔ پس وہ جبکہ امین عرب آنحضرتؐ کو کہتے تھے تو اُن کا منشا لازمی
یہ تہا کہ تمام دنیا کے امینون سے آپ افضل ہین۔ صحیح روایتون سے ثابت ہے

کہ بعد نبوت کے دعوے کے باوجودیکہ مشرکین اہل مکہ آپ کو سب سے زیادہ دشمن رکھتے تھے تب بھی آپ کے امانت کے بابت کبھی انہوں نے جرح نہین کی بلکہ ہر زمانہ مین آپ کی امانت کی تصدیق کرتے رہے یہانتک کہ مکہ کے مشرکین بھی بعد نبوت آپ کے پاس اپنی امانت رکھتے رہے اسی لئے جب آنحضرتؐ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو حضرت علیؓ کو اس غرض سے مکہ معظمہ مین چھوڑ گئے کہ جنکی جنکی امانت آپ کے پاس تھی اُس کے اہل کے پاس اُس کو بحفاظت پہنچا دین۔ جسمین مشرکین مکہ کی بھی امانت تھی۔ سب کے پہلے عام تبلیغ جو آنحضرتؐ نے کی اور لوگون کو پہاڑ پر جمع کیا تو یہ فرمایا کہ اگر مین کہون کہ پہاڑ کے نیچے فوج ہے تو تم یقین کروگے یا نہین اُس کا بھی جواب متفقہ یہی ملا کہ تو امین صادق رہا ہے کیون نہ اعتبار کرینگے سورہ شعرا مین ہے کہ حضرت نوحؑ و حضرت ہودؑ و حضرت صالحؑ و حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ نے جو رسول تھے ہر ایک نے امین سے یہی کہا انی لکم رسول امین (مین تمہارے لئے رسول باامانت ہون) پس امانت کے افضل ہونے کیلئے ایسے رفیع المراتب رسولون کا ایسا کہنا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک صفت رسولون مین نہ ہو کیسے اُن کو پیغامبر و بشیر و نذیر صادق تسلیم کیا جاسکیگا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اُس کو پورے طور سے پہنچاتے ہین اور جو کچھ باہم قوم اور دوسرون مین واقعات ہون اُن کو کسطرح بطور امانت رکھہ سکتے اور ضبط کرسکتے و خیانت نہین کرسکتے اور کیسے معاہدہ کو پورا کرسکتے اور فتنہ و فساد سے اُمت و قوم و وطن کو جن سے معاہدہ ہو بچا سکتے ہین۔ عرب کہتے ہین المجالس بالامانت یعنی جو قول و فعل مجلس مین ہو سکا بیان نہ ہو اور افشا نہ ہو لہذا امین کو بہت زیادہ اپنے نفس پر قابو و اعتبار رکھنا چاہیے

سورہ احزاب میں ہے۔ انا عرضنا	ہم نے پیش کیا امانت کو آسمانوں اور زمین اور
الامانت علی السموات والارض والجبال	پہاڑ پر۔ پادر ہے کہ اٹھاویں اسکو اور کم کردیا
فابین ان یحملنا واشفقن منھا وحملہا	اُس میں سے اور اٹھا لیا اُس کو انسان نے
الانسان انہ کان ظلوما جھولا لیعذب	وہ تہا بیباک نادان تاکہ عذاب کرے اللہ منافقین
اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین	اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو اور
والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین	توبہ قبول کرے اللہ مومنین اور مومنات کی
والمومنات وکان اللہ غفورا رحیما۔	اور تہا اللہ غفور رحیم

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر امانت سے مراد یہ لکھا ہے یعنی استعداد تکلیف باوامر و نواہی واللہ اعلم۔ لیکن ظاہر ہے کہ استعداد تکلیف مذکور جس وجہ سے انسان کو عطا ہوئی اور جو چیز اُس استعداد کا سبب ہے وہی چیز امانت ہوگی اور وہ یا تو علم اور تفقہ یعنی ذہنی و عقلی قوتیں ہوں اور فرائض و حقوق کے پورا کرنے کی قوتیں اور خصلتیں۔ پس امانت جس کو انسان نے اُٹھا لیا وہ یہی ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوتوں و خصلتوں پر مجبول کیا اور اُسکی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اسی آیت میں ہے کہ انسان نے امانت کو اٹھا لیا اس لئے تاکہ اللہ بدلا دیوے اشخاص مذکورہ آیت کو اور توبہ قبول کرے اشخاص مذکورہ آیت کی۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے غرض مذکور کے لئے انسان سے امانت مذکور اُٹھوایا تاکہ وہ بدلا اپنے افعال کا پاویں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انسان ظلوم جہول تہا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ امانت کا نتیجہ و فایدہ یہ ہونا چاہیئے کہ بے ترسی و نادانی جاتی رہے پس جس خصلت کے عمل سے کہ بے ترسی و نادانی جاتی ہے

وہی امانت ہے اور جو چیز کہ بے ترسی و نادانی کے خلاف انسان میں ہے وہی امانت ہے۔ آسمانوں اور زمین اور پہاڑ کی بناوٹ ایسی ہے کہ اُسمین علم و عقل و تعاشر و تعامل و ادائے حقوق و فرائض کے پیدا ہونے کی قابلیت نہین اور صرف انسان مین انکی قابلیت ہے۔ لہذا امانت وہی ہے جس کے اُٹھانے کی قابلیت بروے بناوٹ آسمانون اور زمین اور پہاڑ مین نہین ہے اور انسان مین ہے۔ سورہ شعرا مین امین عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس بلاغت و خوبی سے بیان ہے وہ قابل حرز جان بنانے کے ہے۔

و انه لتنزیل رب العلمین نزل به	اور وہ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کا اُترا ہے اسکے ساتھ
الروح الامین علی قلبک لتکون من	روح الامین تیرے قلب پر کہ تو ہو منذرین مین سے
المنذرین بلسان عربی مبین ۵	زبان عربی روشن مین۔

اس آیت مین روح الامین سے جبرئیل کا مراد لینا ہٹ دھرمی ہے علی قلبک اس آیت مین ہے اُسکی تردید اُس سے ہوتی ہے اور چونکہ سابق مین اور رسولون کا ذکر ہے جو بالکل متصل اس آیت کے ہے۔ لہذا آنحضرتؐ پر وحی متلو باللفظ جو نازل ہوئی اُس کے امتیاز و فضل کے لئے اسطرح طرز عبارت بدلکر اللہ تعالی نے فرمایا۔ پس روح الامین کا امین عرب کے قلب پر نازل ہونا اُس کو از سرتا پا صفت امانت مین رنگ دیتا ہے اور خود اُس کے روح کا امین ہو جانا ہے یعنی نفس مین امانت کی خصلت کا مرتکز ہو جانا اور آپ کو خلق عظیم پر فایز کر دینا۔ جیسے عدل کرنا و قسط کرنا سپرد کرتے ہین جب تک یہ یاد نہین کرتے کہ وہ قسط کے ساتھ فیصلہ و حکم نہ کرے گا اُس کو امیر نہین بناتے لہذا حکم بالعدل یا حکم بالقسط کرنے کے

یہ معنے ہوئے کہ جن لوگون نے امین بنایا ہے اُنکی امانت مین خیانت نہ کرین اور
جس امانت کیوجہ سے امین بنایا ہے اُس کو دیانت سے پورا کرین اور مابین فریقین
خلاف امانت حکم نہ کرین۔ اور اس بات کی تائید کہ عدل امانت مین سے ہے علاوہ
استقرار کے سورہ نساء کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات	اللہ تم کو حکم کرتا ہے اس کا کہ ادا کرو امانتوں کو اُسکے
الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس	اہل کو اور جب آدمیوں کے درمیان حکم کرو تو حکم کرو
ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم	تم لوگ عدل کا اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے
بہ ان اللہ کان سمیع بصیرا ہ	اللہ [illegible] نے والی ظ

پس اس آیت مین امانت کے ادا کرنے کا [illegible] بلا لحاظ کے حکم ہے
کہ جب آدمیون کے درمیان حکم کرو تو عدل سے کرو چونکہ ایسے ہی امانت کی
ایک قسم حکم بالعدل بھی ہے لہذا بعد ہی امانت کے عطف سے بیان کر دیا تاکہ اس
سمجھنے کیطرف دلالت کرے کہ وہ امانت کی قسم مین سے ہے اور دونون کے اخیر مین
اللہ کو سمیع بصیر کہا تاکہ امانت کے ادا پر تاکید ہو۔ آیت مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ جسکی امانت ہو اُس کو ادا کرنے کا اللہ کا حکم ہے لیکن اگر وہ اہلیت امانت
لینے کی نہ رکھتا ہو یعنی دیوانہ ہوگیا یا مرگیا ہو اور اُس کے وارث نابالغ یا دیوانے
یا سفیہ نہ ہون تو کس کو دیا جاوے اسی لئے اللہ تعالے نے یہ فرمایا ہے کہ اُسکے
اہل کو یعنی جو مستحق ہو اور اہلیت امانت لینے کی رکھتا ہو اُس کو ادا کرنا چاہیئے اسی
آیت کی اخیر مین ہے کہ اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے یعنی یہ کہ امانت کو اُس کے
اہل کے ادا کرنے سے آدمی مواخذہ اُخروی و جھگڑا و فساد و بدلا دنیاوی سے

بچ جاتا ہے اور عہد کی رعایت وایفا ہو جاتا ہے۔ سورہ انفال مین ہے۔

ان اللہ لایحب الخائنین ۰ اللہ نہین چاہتا خیانت کرنے والون کو۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیانت کرنا رضاے ایزدی کے خلاف ہے لہذا جو بندہ خیانت کرے وہ گویا عبدیت سے اپنے کو باہر کرتا ہے اور جو حکم اُس کے آقا کا ہے اور جسکی اُس نے ممانعت کی ہے اُسکے خلاف کرتا ہے۔

صدق کے فضائل و جھوٹ و فریب کے نقایص و حق گوئی سے

کہیں العلمیہ اور منافقون پر وعید

آزادی بن علی قلیلش لمبرداری کے طرح اعلیٰ خوبی سیکھنے کے قابل سچائی ہے۔ شروع میں بلسان عن سچے ہوتے ہین مگر خوف و فخاری و غرض و دیگر خیالات کے باعث یہ خوبی اُن مین سے کم ہوتی جاتی ہے۔ وہ جو کسی کام مین نمایش و تکلف کرتا ہے جو واقع مین نہین ہے فریب کرتا و سچائی کے خلاف کرتا ہے شاید فریب سے اُس وقت اُس کا کام چل جاوے مگر بعدہ اُس کی قلعی کھلجاتی ہے اور پھر فایدہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے روزمرہ کے کاروبار مین ملمع کاری و قلعی قایم نہین رہ سکتی۔ پیشہ ور منافع کے لئے اور نوجوان کاہلی و فخاری اور بزدلی کے باعث فریب عموماً کرتے ہین۔ کاہل اپنے کام کو درستی سے نہین انجام دیتا اس لئے وہ جھوٹ کو سچ دکہانے کی کوشش کرتا ہے۔ فخاری اپنے کو اچھا جتانے کیلئے کیجاتی ہے تاکہ اصل کے نسبت زیادہ دکہایا جاوے۔ اگر انسان سچائی سے ناواقفیت کی تسلیم کرنے کی عادت ڈالے تو عمر بھر اُس کو فایدہ اور زیادہ واقفیت

ہوتی رہتی ہے ورنہ یہ عادت ایسی مضبوط جڑ پکڑ لیتی ہے کہ خود اپنے آپ کو فریب دیتی ہے اور کل زندگی جھوٹی نمایش مین صرف کرا دیتی ہے۔ سچائی کی ذلتون اور تکلیفون کے بہ نسبت بزدلی و پست ہمتی سے زیادہ ذلتین و تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہین جو کسی مین اپنے خیالات کے ظاہر کرنے سے ڈرتے ہین وہ بڑی عمر مین بھی ڈرینگے۔ ایسی ہمت رکھنا کہ جو واجب ہو بلا خوف کہدیا جاوے یا جو کام حق ہو بلا تامل کر ڈالا جاوے نہایت اعلیٰ صفت ہے۔ اکثر طور و طریق ایسی ہمت کے خلاف ہوتے ہین۔ پس ہر موقع پر مناسب نہین کہ اُن کا استعمال کیا جاوے سچ کے نسبت کوئی شئے زیادہ تلخ و ناراض کرنے والی ظالمون کو نہین ہوتی جبکہ وہ کسی فایدہ و شوق کے خلاف ہو لیکن بعض اوقات بلا لحاظ کسی ناراضی کے سچ کہنا ضروری ہے گو کتنا ہی خطرہ ہو بزدلی و چشم پوشی ایسے وقت مین خطرہ مذکور سے کہین زیادہ مہلک ہوتی ہے مگر یہ شایستگی و انسانیت کے خلاف ہے کہ بلا ضرورت سچ کہہ کر ناراض اور فتنہ و فساد برپا کیا جاوے۔ دیانت فی المعاملہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے جو معاملہ کرے اُس کو راستبازی سے پورا کرے ایسا نہ ہو کہ ادھورا چھوڑ دے یا وقت پر نہ کرے ورنہ اُس کو خیانت فی المعاملہ کہینگے۔

خواہی کہ رستگار شوی راستکار باش	تا عیب جوے را نرسد بر تو مدخلے
حق گوے را زبان ملامت بود دراز	حق نیست انچہ گفتم اگر ہست گو بلے
تو راست باش تا دگران راستی کنند	دانی کہ بے سطارہ نہ رفتست جدولے
عمرت دراز باد بگویم ہزار سال	زیرا کہ اہل حق نہ پسندند باطلے

تو در کار خود راستی برکار — کہ ہم رستہ گردی وہم رستگار
بود گرچہ مردم بسے کج خرام — بہ آخر شود راستان را غلام
اگرچہ بباشد کمان سخت گیر — بہ آخر تواضع کند پیش تیر
دیئے پھیر دل ان کے مکر و ریا سے — بھرا ان کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے — کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
طاعت آن نیست کہ بر خاک نہی پیشانی — صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

لاکھ جائے پر ساکھ نہ جائے دیانت داری سب سے عمدہ پالسی ہے۔ جبتک کہ کسی شخص کو راستکار نہیں سمجھتے تب تک اُسکی ساکھ نہیں مانتے کیسے ممکن ہے کہ کوئی ایسے شخص کو اپنے مال اور اپنی جان اور اپنی آبرو کا امین سمجھے جس کا قول و فعل یکسان نہ ہو اسی لئے کہا گیا ہے کہ صدق وہ افسون ہے کہ کاذب بھی اپنے افعال و اطوار کو اُسی کے مانند ظاہر کیا چاہتے ہین اور اپنے کو اُسی کیطرح دکھلایا چاہتے ہین۔ اصول اگرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند راستکاری ہی کیطرف لیجاتا ہے۔ خفیف خفیف امور مین بھی قول و فعل کی یکسان نہونیکی نسبت ہونا بظاہر چندان مضر نہین معلوم ہوتا لیکن ایسے شخص کو اگرچہ کاذب نہین سمجھتے لیکن اُسپر اعتبار نہین کرسکتے کیونکہ جو چھوٹے درجہ پر اسی فعل کو کرتا ہے اُس کو بڑے درجہ پر کرنا آسان ہے۔ پس جو شخص چاہتا ہو کہ اُس کی راستکاری پر بھروسہ کیا جاوے اُس کو ضرور ہے کہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے قول و فعل سے ثابت کرے کہ ہر حالت اور ہر وقت مین اُس کا قول و فعل یکسان رہتا ہے اور خفیف سے خفیف کذب کو وہ ایسا ہی برا جانتا ہے اور اُس سے ویسا ہی

نفرت کرتا ہے جیسا کہ بڑے سے بڑے کذب سے۔ ساکھہ راستکاری ہی سے حاصل ہوتی ہے اور راستکاری اُن جوانمردون کا کام ہے جنھون نے وقت و موقع پر جان و مال و آبرو سے مُنھ موڑ لیا ہے۔ جب شخصی ساکھہ اس مشکل سے حاصل ہوتی ہے تو خیال کرو کہ قومی ساکھہ کس قدر دشوار ہوتی ہے کیونکہ شخصی ساکھہ مین ایک شخص کو ایک شخص یا چند اشخاص کا جو اُسکے حالات سے واقف ہوتے ہین تسلیم کرنا ہوتا ہے اور قومی ساکھہ مین تو ایک تعداد کثیر کو دوسری تعداد کثیر اپنے سے زیادہ ایماندار اور راستباز صرف حسن ظن و یا تجربہ و معاملات کے بنا پر تسلیم کرتی ہے اور شخصی یا قومی ساکھہ نہ ہونا تمدن و معاشرت کے لئے زہر قاتل ہے۔

ہست جوانمرد درم صد ہزار　　　کار چو با جان فتد آنجاست کار

چالاکیون کے ذریعہ سے کامیاب ہونا قابل اعتبار نہین ہے کسی نہ کسی روز اُس کا بدلا ملجاتا ہے اور بھنڈا پھوٹ جاتا ہے۔ راستی ہی وہ چیز ہے جو کبھی فریب نہین دیتی۔ جو فروشی و گندم نمائی ایسی ہی خراب ہے جیسے زبانی دروغگوئی و کذب کیونکہ افعال کی آواز ایسی ہی صاف ہے جیسی الفاظ کی۔ پورے اوزان ٹھیک پیمانے سچے نمونے پورا کام اپنے فرائض کی کماحقہ بجا آوری صداقت کی نشانی ہے۔ قصور کرنا اور لاطایل عذر و حیلہ پیش کرنا واقعات مین مبالغہ کرنا خواہ بے پروائی ہی سے ہو مبہم الفاظ یا اشارات کا اس غرض سے استعمال کہ غیر واقعی امور کیطرف کوئی شخص مایل ہو۔ دہوکا و فریب دینا ظلم کرنا سب خلاف راستکاری ہے۔ سچ مین اور صرف سچ مین یہ کرامت ہے کہ جس قدر اُس مین

زیادہ کریدکیجاتی ہے اُسی قدر اُس کے جوہر زیادہ آب وتاب کے ساتھ ظاہر
ونمایان ہوتے ہین۔ کجرفتاری اگرچہ بعض اوقات بظاہر مزید ا معلوم ہوتی اور
جھوٹون کی گرم بازاری چند دن کے لئے فریب دلانے سے ہوجاتی ہے
لیکن ایسے لوگ ہلاک ہوتے ہین اور اُنکی عاقبت خراب اور نتیجہ نہایت بدتر۔
راستی سے آدمی پر آفت آئے تو آسے مگر راست گفتاری وراست کرداری
پر مصیبت نہ آنی چاہیئے۔ سچ ہے سچ ہی مین یہ کرامات ہے کہ اگرچہ بعض وقت
تلخ ہوتا ہے اور اُس کے اعتبار وتحمیل مین دقت اُٹھانی بلکہ کبھی جان دینی
پڑتی ہے لیکن بالآخر اُس کے فایدے اُسکی تلخی سے زیادہ شیرین ہوتے
ہین اور اُس سے ایک ایسی جاودانی زندگانی ونجات حاصل ہوتی ہے جو
نہایت ہی قابل قدر ہے اگرچہ ایک ہی نسل مین اُسکی خوبی کا اندازہ اور فیصلہ
کبھی کبھی نہین ہوتا لیکن آیندہ نسلین ڈگری دیتی ہین بخلاف اُس کے دروغ
اگر فروغ پایا جاتا ہے تو آیندہ اُسکی اس قدر بے ثباتی وذلت ہوتی ہے
کہ سب کو اُس سے عبرت لینا چاہیئے۔ اہل دروغ کو فروغ وفراغ نہین ہوتا۔
طباعی وذہانت کمیاب نہین ہین لیکن بدون راستبازی کے اُس پر اطمینان
نہین کیا جاتا۔ انجام مین راستی کا بول بالا اور اُسی کا اُجالا اور جھوٹ کا مُنھ کالا ہے
راستکار کے ساتھ گو انصاف نہ کیا جاوے اور اُسکی شکرگذاری کبھی نہ ہو
بلکہ اُسے بُرا بھی کہا جاوے لیکن اُس کے دلجمعی واطمینان سے اُس کو محروم
نہین کرسکتے اُس کے اغراض اُس وجود کو مقبول ہین جو ظاہر وباطن سب کو
یکسان دیکھتا ہے۔ راستی خود بخود استحکام رکھتی ہے اور اپنے استحکام کے لئے

کسی خاص شے کی ضرورت نہین رکھتی ہے ہمارے ہاتھون کے پاس سے بلکہ ہمارے ہونٹھون پر رکھی ہے۔ جھوٹ تکلیف دہ ہے اور تصنع و تکلف و بناوٹ کی ضرورت رکھتا ہے ایک مکر بنانے کے لیے بہت سے اور مکر و فساد کی ضرورت ہوتی ہے۔ افلاطون کہتا ہے کہ اگر انسان دنیا مین خوشحال رہنا چاہیے تو اُس کو راستباز ہونا چاہیے اور پھر اُس وقت سے نہ کہ اُس کے پیشتر سے اُس کا سب رنج و غم ختم ہو جاوے گا۔ جن لوگون کا قول و فعل یکسان نہین ہوتا اُنکی سچی بات اور سچے افعال پر بھی کوئی اعتبار نہین کرتا اس طرح وہ بہت سے فواید اور خوبیون و عزتون سے محروم ہو جاتے ہین بخلاف اُن کے جن لوگونکا قول و فعل یکسان ہوتا ہے نہ خود اُن کو اپنے پر بلکہ دوسرون کو بھی اُنپر بھروسہ ہوتا ہے۔

یکے را کہ عادت بود راستی — خطائے رود در گذارند ازو
وگر نامور شد بہ ناراستی — دگر راست باور نہ دارند ازو

چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی گو کہ مضر نہ معلوم ہو لیکن راستی کے خلاف نہ کرنا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسمین جب کسی کا نقصان نہین ہے تو ہرج نہ ہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ بوجہ اس کے کہ خلاف واقع ہے کسی راستی کے متضاد ہو جاوے اور کم سے کم لوگ ایسے شخص کے نسبت ضرور خیال کرینگے کہ خلاف واقع بات کہنے اور کرنے کی اُسکی عادت ہے بشرطیکہ خود اُس سے نقصان نہ سمجھتا ہو اور چونکہ غلطی سے محفوظ نہین رہ سکتا لہذا ممکن ہے کہ کجرفتاری بھی اُس سے ہو جاوے علاوہ اس کے رفتہ رفتہ عادت پڑجاتی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتون سے بڑی باتون

کیطرف نوبت پہنچ جاتی ہے اور نامعلوم طور سے ایسی جرأت ہو جاتی ہے کہ بے تکلف بڑے بڑے کام خلاف راستی کے ہونے لگتے ہین پس کیطرح پر اُس کو نہ برتنا چاہیئے اور اس آزمودہ و محققہ اصول کو یاد رکہنا چاہیئے کہ اُس سے کچہہ نہ کچہہ اپنی ذات یا دوسری ذات کو ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے اُس ڈاکٹر کو جس نے سخت دوا اُس کے کان مین ڈالدی تھی یہ تو کہا کہ مین کسی سے اس دوا کے ڈالنیکا ذکر نہ کرونگا لیکن اس استدعا کو کہ آمد رفت جاری رہے تا کہ لوگ سمجہین کہ اُسکی دوا ہوتی ہے نہایت مضبوطی سے نامنظور کیا اور کہا کہ اسمین کذب شامل ہے۔

جھوٹ خواہ کیسا ہی خفیف و اتفاقی ہو مگر دھوئین کیطرح انسان کے چمکدار اور شفاف دل کو داغدار کر دیتا ہے اور اسیواسطے یہ بہتر ہے کہ ہمارے دل اس سے صاف رہین اور ہم مطلق اس کو نہ سوچین کہ ابھی یہ داغ کچہہ بھی نہین اور یہ بہت جلد دور ہو جائیگا۔ ایک باغ مین ایک شخص نے ایک لڑکے سے کہا کہ اس وقت یہان کوئی نگہبان نہین ہے میوون مین سے جو چاہو لے لو۔ اُس نے جواب دیا کہ صاحب مین اپنا آپ نگہبان ہون اگرچہ کسیکا ڈر نہین ہے پر کسطرح خیانت کرون میرا دل خود میرا پاسبان ہے۔ راستباز کی باتین جسطرح ہر دلعزیز ہوتی ہین اُسی طرح مناسب موقع پر وہ انکار بھی کرتا ہے اور جو کام اُس کے انجام دینے کے قابل نہین ہوتے اُن کے کرنے کا وعدہ نہین کرتا اگرچہ ممکن ہے کہ راستباز سے بدگمانی کیجاوے لیکن اُن کا عمل و استقلال فایض المرام کریگا اور بالآخر اپنے کو اُس عزت و بزرگی کے لایق تسلیم کرا لینگے جس کے فی الحقیقت وہ مستحق ہین۔ راستکار جھوٹے کامون مین نہین پڑتا عوام کالانعام اگر اُس کو

اپنے ساتھ شریک ہونے سے بیمروت سمجھیں تو عقلمند کو اُن کی ایسی غلطی پر تاسف ہوگا
اس لئے کہ جو شخص جس بات کو صحیح و سچ سمجھتا ہے اُس کو دوسرے کے غلط سمجھنے
سے غلط نہیں سمجھ سکتا۔ راستباز کا قول و فعل دباؤ کے وقت کچھ اور اور بلا دباؤ کے
وقت کچھ اور نہیں ہو جاتا بلکہ اکثر دباؤ کے وقت وہ اور بھی اپنے ارادوں پر ثابت
ہو جاتا ہے۔ سقراط نے کہا تھا کہ میں ہزار بیماریوں کو برداشت اور قبول کر سکتا ہوں
مگر بے انصافی کا کوئی کام ہرگز نہیں کر سکتا۔ راستباز کو کجرفتاری سے روحانی
تکلیف پہنچتی ہے۔ راستی کے سبب سے جو انقلاب ہوتے ہیں وہ اس وجہ سے
کہ اُن کی بنا نیکی اور واقفیت پر ہوتی ہے ظالم کو نقصان اور دوسروں کو فایدہ
پہنچاتے ہیں۔ راستباز اپنی ذات اور اپنے راستبازی کے نتایج پر بھروسا رکھتا ہے
اور نہیں گھبراتا اُس کی زبان کے الفاظ اُس کے دل کی ہوبہو سچی تصویر ہوتے
ہیں جسطرح ناسمجھ عوام موت سے ڈرتے ہیں اسیطرح وہ کجرفتاری اور دروغ سے
ڈرتا ہے۔ پس وہ آزاد جیتا اور آزاد مرتا ہے۔ آزادی سے جو چاہتا ہے اُسے
بیان کرتا ہے ملامت و تعریف کی پروا نہیں کرتا کجرفتاروں کیطرح پس و پیش
و افسردگی و پریشانی میں بسر نہیں کرتا اور جھوٹ کے سچ بنانے کی فکر اور اُسکی
آراستگی میں مبتلا نہیں رہتا اور ہر دلعزیز بننے کے لئے دوسروں کے رنج و
خوشی کی فکر اُسے نہیں ہوتی وہ جو سوچتا ہے وہ کہتا ہے جو باور کرتا ہے اُسکو
[illegible] اور اُس پر عمل کرتا اور وہ وہ کام کرتا ہے جس کا وعدہ کرتا ہے۔ جھوٹا جو
محنت و خوف و فریب نمایش میں کرتا ہے وہ سچے کی محنت سے کہیں زیادہ
ہوتے ہیں لیکن سچے کا انجام اچھا و پایدار اور جھوٹے کا بُرا و غیر مستحکم و متزلزل ہوتا ہے

سے کینہ اور بے ریا طبیعت رکھنا اور معاملات کی صفائی کا التزام رکھنا ظاہر و باطن
کی یکسانیت پر دلالت کرتا ہے پس جو بات کسی کے سامنے نہ کہہ سکتے ہون
اُس کی غیبت مین بھی صفائی طبیعت کے وجہ سے نہین کہہ سکتے جو زبان پہ
ہو وہی دلمین ہونا چاہیئے۔ بلا رو رعایت کہنا اور اعلان حق مین آزادی راے
واظہار راے بیباکی سے کرنا صاف کہنا اور اخلاقی جرأت کرنا ہمت کے کامون مین سے
ہین اور انسان کے ثبات مزاج و صداقت و امانت و پابندی اصول کو ثابت
کرتے اور انسان کی ہیبت اور اُسکی قوت کا مظہر ہین۔ بہادر اور متدین شخص زر کی
خاطر کام نہین کرتے۔ وہ کام کرتے ہین اُلفت کے واسطے۔ عزت کیواسطے۔ تعال
کے واسطے۔ معاشرت کے واسطے۔ نیکی کیواسطے۔ فرض کے واسطے۔ ساکھہ
کے واسطے۔ سڈنی اسمتھ نے کہا ہے کہ مکالے بالکل بے لاگ اور بے غرض ہے
رقم دولت۔ نعمت۔ خطاب۔ عزت۔ روپیہ پیسہ خواہ کچھہ اُس کے سامنے
رکھو مگر لاحاصل۔ اُس کے دلمین صدق کی محبت ہے اور تمام دنیا اُس کو
رشوت دیکر اُس کے فایدے کو اُس سے نظر انداز نہین کرسکتی۔ ولنگٹن نے
جنرل کارمان کو لکھا کہ جب انگریزی افسر وعدہ کرتے ہین کہ وہ بھاگنے کی کوشش
نہ کرینگے تو آپ اُن پر اعتماد کیجیے اور بے غم رہیئے کہ وہ اپنے وعدہ پر
ثابت قدم رہین گے اور مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ اگر کوئی انگریز اسکے
برعکس عمل کرے گا تو مجھہ کو ہرگز تامل نہ ہوگا کہ فی الفور اُسے گرفتار کر دون اور آپکے
پاس واپس بھیجدون۔
بناوٹ و تکلف افعال مین صدق کے خلاف ہے اور اگرچہ زینت اور تکلف

کپڑونکا

استعمال ممنوع نہین لیکن حیثیت سے زیادہ استعمال یا ایسا استعمال جو سوسائٹی کو
مسرف بنادے یا غربا کے ملال کا سبب ہو یا سوسائٹی کے وضع اور قطع کو قایم نہ ہونے
دیوے یہی احسان و عمل صالح کی بربادی کا سبب ہے اور بناوٹ کا پہلو لیے ہوئے ہے
لہذا لباس وضع وقطع و رفتار و کردار و گفتار مین ایسا سادہ سود مند و صحیح طریق اختیار
کرنا چاہیے اور جہان تک ممکن ہو یہ کوشش بلیغ کرنی چاہیے کہ تکلفات اُن سب مین
جاتا رہے۔ ایک سادگی سے بسر کرنے والا فقیر کے جھونپڑے اور امیر کے محل مین
ہر جگہ آرام سے بسر کرسکتا ہے نہ وہان کی بے سر و سامانی رنجیدہ اور نہ یہان کے
تکلفات اُسے خوش کرسکتے ہین۔ بے تکلفانہ اور بغیر اندرونی و پوشیدہ غرض کے
بے تکلف بات کرنا دلیل صفائی ہے اور اگر آدمی سچا اور راستباز ہے اور علم و تقوی
رکھتا ہے اور اپنے وقار کو سمجھتا ہے تو اُس کے ساتھ بے تکلفی سے بے ادبی
نہین ہوسکتی بلکہ اور وقار قایم ہوتا ہے۔ نوجوانون کو لباس کی طیاریون مین فضول خرچی
کرنے سے ضرور بچنا چاہیے۔ وہ بدذوقی اور مثل اُس کے جھوٹی نمایش کے شوق
سے پیدا ہوتی ہے وہ یہ سمجھتے ہین کہ اگر ہم اچھے کپڑے پہنکر بازار مین نکلینگے تو لوگون کے
دلون مین ہمارے متعلق اچھے خیالات پیدا ہون گے لیکن یہ خیال خام ہے سمجھدار لوگونکو
اس کا کچھہ بھی خیال نہین ہوتا البتہ وہ لوگ جن کے خیالات اُن جیسے ہین اُن کو اچھے
لباس مین دیکھکر یہ سمجھہ لینگے کہ وہ فریب دینے کی کوشش کررہے ہین اور نمایش کو
وسیلہ بنا رہے ہین اور اس وجہ سے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھینگے اور جو لوگ
امیر و مالدار ہین وہ خیال تک بھی نہ کرینگے۔ پس یہ خیال کہ ظاہری نمایش و چمک دمک سے
فایدہ ہوگا غلط ہے۔ انسان کی سچی قدر اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنی حیثیت لیاقت

موافق خود دوسرون کو فایدہ پہنچا سکتا ہے اور بجائے نمایش کے اپنے ظاہر و باطن کی
حالت کو صحیح دکھلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لباس سادہ و ارزان و صاف
ہونا چاہیئے۔ اگر تم مین کوئی ہنر یا کمال ہے تو خواہ تم کم قیمت کپڑے پہنے ہو اور ظاہری
فیشن مین نہ ہو لوگ تمہارے سامنے سر جھکائینگے۔ لیاقت و قابلیت پوچھی جاتی ہے
نہ کہ ظاہری طمطراق۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ خلافت اسلامیہ کی اصلی سادگی خلفائے راشدین
کے زمانے تک قایم رہی اور جب عنان حکومت امیر معاویہ کے ہاتھ مین شخصی حکومت
کے صورت مین آئی تو ابتدائی سادگی کی بنیاد بھی کمزور ہو گئی اور بنی امیہ کی ملکی حکومت
کے ساتھ شان و شوکت بھی بڑھتی گئی یہان تک کہ عبد الملک اور ولید کے زمانہ مین اسکی
صورت ایک عظیم الشان خود مختار حکومت کی ہو گئی لیکن پھر بھی بنی امیہ کے زمانہ حکومت پر
ایک حد تک عربی آزادی عربی بے تکلفی اور عربی اخلاق کا رنگ چڑھا رہا یہانتک کہ ایک
بدوی کو بھی دربار خلافت مین بار مل سکتا تھا اور وہ نہایت بے تکلفی اور آزادی سے
امیر وقت کی شان مین جو چاہتا تھا کہہ گذرتا تھا مگر جب زمانہ کے الٹ پھیر نے ابو مسلم
خراسانی کو خاک ایران سے اٹھا کر بنی امیہ کو نیست و نابود کیا اور تاج خلافت بنی عباس
کے سر پر رکھا تو جس طرح کہ ابتدائی سادگی کا خاتمہ دولت بنی امیہ کے قیام کے ساتھ
ہوا تھا ویسی ہی عربی شان کا خاتمہ بنی عباس کے ہاتھ سے جس پر ایران کی آب و ہوا
پورا اثر کر گئی تھی عَلَم سلطنت کے ساتھ ہو گیا۔ اور منصور نے تو بغداد کو مدائن قدیم
دار السلطنت ایران کے قریب آباد کر کے اس امر کا اعلان کر دیا کہ گویا سلطنت
ایران دوبارہ زندہ ہو گئی بلکہ اسیوجہ سے یہ کوشش بھی کی گو کہ اسمین کامیابی نہین
ہوئی کہ وہان کے محلات کو اکھاڑ کر سر زمین بغداد پہ قایم کرے۔ بنی عباس کے

زمانے مین پوچھا اس سے کہ اکثر قبائل عرب کے نسبت گمان تھا کہ وہ بنی امیہ کے
ہمدرد ہین اور ان کا عروج جو کچھ ہوا تھا وہ انہی تلوارون کے بدولت ہوا تھا اس امر
کی بھی قید باقی نہین رہی کہ ارکان سلطنت شرفاے عرب مین سے ہون بلکہ ابتدا
ہی سے اُن کے مشیر و ندیم اکثر ایرانی ہوتے تھے اور اسیوجہ سے سلطنت کی ترقی
کے ساتھہ قدیم عربی سادگی کے بجاے ایرانی تکلفات قایم ہونے لگے اور عام
طرز معاشرت پر بھی ایرانی تمدن کا رنگ چڑھتا گیا یہان تک کہ آخر زمانہ مین خلفاے
بنی عباس بھی کلاہان ایران کیطرح کسی کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ کوئی انکی صورت
دیکھے۔ شخصی سلطنت مین یہ بڑی خرابی ہے کہ تمدنی ترقی انحطاط قوت کے دوش بدوش
ہوتی ہے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر قوم مین تمدنی ترقی ہوئی اور سلطنت کی
ظاہری شان و شوکت بڑھی اسی قدر اصلی قوت مین کمی ہوتی گئی خلفاے اسلام کی
سادگی کی تو یہ کیفیت تھی کہ جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے
مین قیصر روم کا قاصد آیا تو آپ مسجد نبوی مین عام فقرا کے ساتھہ سوتے ہوے پاے گئے
لیکن اسی کے ساتھہ سطوت و جبروت کی یہ کیفیت تھی کہ خسرو ایران و قیصر روم باوجود
ہزارہا کوس کے فاصلے کے اپنے زرنگار تخت پر بیٹھے ہوے لرزتے تھے۔ تصنع
و تکلف نہ ہو تو عمدہ کھانا اور عمدہ اشیا کا استعمال بھی سادگی سمجھی جاویگی صرف معیار
سادگی یہ ہے کہ جو مفید و میسر ہو سورہ ص مین ہے۔

وما انا من المتکلفین ۵ — اور ہم تکلف کرنے والون مین نہین ہین۔

پس تکلف کا نقایص مین ہونا ثابت ہے۔ صفائی ظاہری و نفاست پسندی سے
قدرت نے جو نفایس مہیا کیے ہین اس کا پتہ چلتا ہے اور حیرت و ضرورت سبب ایجاد

وانکشاف ہوتی ہے۔ نفاست پسندی کے لیئے صفائی رکھنا لازم ہے اور نفاست پسندی اس کا نام نہین ہے کہ تکلف وزینت زاید کیجاوے بلکہ وہ ایک ذوق خاص ہے اور اچھی چیزون کے انتخاب کا نام ہے۔ ادنی چیزون کا استعمال مضر اور اوقات کا ضایع کرنے والا اور کامیابی کا روکنے والا ہوتا ہے۔ بخلاف اعلی چیزون کے جو نفیس ہوتی ہین مگر شرط یہ ہے کہ نفاست صرف تکلف وزاکت کے لیئے نہ ہو۔

صدق کیلیئے دو کمال ہین۔ اول بلا ضرورت صحیح کنایہ و ذو معنی الفاظ سے احتراز کرنا کیونکہ بعض اوقات وہ بھی قایمقام جھوٹ کے ہوجاتے ہین۔ دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے الفاظ کہے تو اُن کے معنون کی بھی رعایت رکھے مثلاً زبان سے کہے کہ ایاک نعبد تو بندہ ہونے کی ماہیت بھی اُسمین پائی جانی چاہیئے اور یہ کہ سواے خدا کے اور کسیکی عبادت نہ کرتا اور نہ اُس کو جایز رکھتا ہو۔ صدق باقی رہنے کی یہ صورت ہے کہ خدا کے واسطے وہ بات کہے جس کا حکم اُس کو حق کرے اور جس قدر مقتضائے دینی ہو اُسیقدر کہے اس واسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین ہے بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کے وجہ سے اور اس سبب سے کہ حق کیطرف بُلاتا ہے مقصود ہوتا ہے اس لئے ایسے وقت مین ظاہر کو دیکھنا نہین چاہیئے اور اگر کوئی جھوٹ وخلاف واقع وخلاف شرع امر کے کہنے پر مجبور کیا جاوے تو اُس کا دل چاہے تو وہ کہہ سکتا ہے بشرطیکہ خلاف واقع بات کے کہنے سے اُس کا دل کراہت کرتا ہو اور اُسکا قلب مطمئن بالایمان ہو۔ راستکاری یا صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہے۔ اول صدق قول کا۔ دوم صدق نیت کا۔ سوم صدق در عزم۔ چہارم وفاے عزم مین صدق کا ہونا۔ پنجم صدق در عمل۔ ششم دین کے سب مقامات مین صدق کا ہونا۔ بعضون نے

کہا ہے کہ جو شخص ان چھیون باتون مین صدق کے ساتھہ متصف ہوگا وہ صدیق
ہوگا اس لئے کہ صدق مین غایت درجہ کو پہنچیگا۔ پس صیغۂ مبالغہ کا اطلاق اُس پر
صحیح ہوگا۔ صحیح یہ ہے کہ صدق کے درجات مختلف ہین۔ جس کو جس چیز مین صدق
ہوگا وہ اُسی کے اعتبار سے صدیق یا صادق کہلائیگا۔

والصدیق لم یتغیر باطن امرہ من ظاهرہ وقیل الصدیق هو صادق قولاً وفعلاً ونیتاً وعقلاً۔

اور صدیق وہ ہے کہ نہ بدلے اُسکے باطن کا امر اُسکے ظاہر سے اور کہا گیا ہے کہ صدیق وہ ہے جو صادق ہو از روئے قول وفعل ونیت وعقل کے

پس ظاہر وباطن جسکا صدق پر مستقیم ہو اُس کو صدیق کہتے ہین۔ صدق کا بیان
بحیثیت ظاہر وباطن کے یکسانیت کے ہوتا ہے نہ کہ باعتبار خصلت ہونے کے
صدق قول کا اخبار اور اُن اقوال مین جو متضمن اخبار ہو ہوتا ہے اور خبر یا زمانہ گذشتہ
سے ہوتی ہے یا زمانہ آیندہ سے۔ اس واسطے جو شخص اپنی زبان کی حفاظت
کرے گا اور خلاف واقع نہ کہے گا وہ صادق القول ہے۔

دوسرا صدق نیت کا ہے جس کا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے۔ لہذا
اگر نیت مین اخلاص نہ ہو تو صدق نیت کا نہین ہوگا۔ پس صادق کا مخلص ہونا
بھی ضرور ہے۔ قرآن مجید مین اخلاص اللہ اور اُسکی عبادت کے ساتھہ رکھنے کی
فضیلت جو بیان ہے وہ دوسرے امور مین اخلاص کی فضیلت کے ثابت کرنے
کے لئے کافی ہے۔ تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی اپنے عمل سے
پہلے اپنے دلمین اُمنگ کیا کرتا اور کہا کرتا ہے کہ اگر مجھہ کو قدرت ہو تو مین ایسا
کرون ویسا کرون اور یہ عزیمت کبھی پکّی اور بجز ہوتی ہے اور کبھی اسمین ایک قسم کا

تردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہاں
ارادہ کے پورے اور قوی ہونے کے ہیں۔ لہذا صادق العزم اُسے کہینگے
جو اپنے عزم کو امر نیک میں پورا اور قوی پاوے نہ اُسمیں کجی ہو نہ ضعف و تردد
بلکہ نفس ہمیشہ نیکی پر مصمم اور پختہ ارادہ رکھتا ہو۔ جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھکو
لوگ گردن کاٹنے کو پیش کردیں تو مجھ کو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اُس
قوم کا امیر ہوؤں جسمیں حضرت ابوبکرؓ ہوں اور اُنپر میں امیر ہوں۔ قرآن مجید میں
عزم کی فضیلت بیان ہے۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہے یعنی وفاء عزم
اس لئے کہ عزم و وعدہ میں سر دست کچھہ کرنا نہیں ہوتا مگر بعد میں قدرت ہوجاتی
ہے اور جب موقع آجاتا ہے تو بوجہ کمزوری اُس کے ایفا میں تغافل انسان کرنے
لگتا ہے اور یہ بات وفاء عزم و صدق کے خلاف ہے۔ پانچواں صدق اعمال
میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اُس کے اعمال ظاہری سے
یہ بات نہ پائی جاوے کہ اُس کے دلمیں کوئی بات ہے جو واقع میں نہیں اور
یہ کوشش اعمال کے ترک کرنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کیلئے
کیجاوے برخلاف ریا کے۔ اس لئے کہ ریاکار چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے
لوگ اُس کے باطن کو متصف صفات حمیدہ جانیں۔ چھٹا صدق دین کے مقامات
میں ہے کہ جیسا شرع و دین کا مقتضا ہے اُس کے خلاف نہ ہونے پاوے
اور احوال و اعمال و مقامات شرع حق کے موافق ہوں۔ قرآن مجید سے بخوبی
فضیلت اس صدق کی متواتر مقامات و بیانات سے ثابت ہے۔ نتیجہ یہ ہے
کہ خلاف واقع بات دیخبر نہ کہنا قول کا صدق ہے اسیطرح اعمال ظاہری و باطنی میں

مطابقت ہونا اور ایک کا دوسرے سے مختلف اور متناقض نہ ہونا صدق فی الاعمال ہے پس صدق فی القول گویا ایک قسم صدق فی الاعمال کی ہوئی۔ اسیطرح نیت کا خالص ہونا یعنی جس غرض سے جو کام کیا جاوے وہ غرض اُسی کے لئے ہو نہ کہ دوسری غرض بھی شریک ہو صدق فی النیت ہے جو راجع ہوتی ہے اخلاص کیطرف لہذا وہ بھی گویا صدق فی الاعمال کی ایک قسم ہوئی۔ اسیطرح آدمی نیت کیا کرتا ہے کہ اگر اُس کو موقع ہو تو فلان کام کرے گا پس اگر وہ ایسا کام ہے جو محمود ہے اور اُسکے کرنے کی نیت وہمت ہے تو اُس کو صدق فی العزم کہتے ہین لہذا وہ اچھی باتون کی نیت کرنے کا نام ہوا۔ پس وہ بھی صدق فی العمل کی ایک قسم ہوئی۔ جب نیت کے وفا کا موقع آوے تو اُس کو مطابق اُس نیت نیک کے کرنا قبل موقع جسکی نیت کرتے تھے صدق وفائے عزم ہے لہذا وہ بھی صدق فی العمل کا ایک قسم ہوا۔ اسیطرح صدق فی الدین یعنے مقتضائے شرع ودین کے مطابق عمل کرنا ہے پس اگر صدق فی العمل سے یہ مراد لیجاوے کہ عمل مین ظاہر وباطن یکسان ہو اور بُرے یا نیک ہونے سے اُس کا تعلق نہ سمجھا جاوے تو وہ صدق فی الدین سے کسیقدر مخالف ہوگا ورنہ صدق فی الدین اور صدق فی العمل ایک ہی ہو جاوینگے اور اس صورت مین کہ دونون مختلف ہون مذکورہ بالا صدق سب ایک قسم صدق فی الدین کی ہون گے نہ کہ صدق فی العمل کے۔ پس صدق فی القول وصدق فی الدین اصل مین دو قسم صدق کی ہونگی۔ صدق ایسی اعلیٰ صفت ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود اپنی نسبت سورہ نساء مین فرمایا ہے۔ ومن اصدق من اللہ قیلا کون زیادہ سچا ہے اللہ سے قول مین ومن اصدق من اللہ حدیثا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے خبر دینے مین

اور سورہ مریم مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نسبت ہے۔

انہ کان صدیقا نبیاہ — وہ تھے صدیق نبی۔

اور حضرت ادریس کے نسبت بھی صدیق نبی اللہ تعالی نے سورہ مریم مین کہا ہے اور حضرت اسمعیل کے نسبت سورہ مریم مین ہے۔

انہ کان صادق الوعد وکان رسولا — وہ تھے وعدہ کے سچے اور رسول نبی تھے

نبیا وکان یامر اهله بالصلوٰۃ والزکوٰۃ — اور اپنے اہل کو حکم کرتے تھے نماز و زکواۃ کا

وکان عند ربه مرضیاہ — اور تھے اپنے رب کی مرضی کے موافق۔

سورہ یوسف مین ہے کہ حضرت یوسف کو ایہا الصدیق کرکے لوگون نے مخاطب کیا۔
پس صدق اور صدیقیت اور صدق وعدہ اور صدق قول اور صدق حدیث کی افضلیت کے لئے آیات مذکور کافی ہین خود خدا تعالی اور ایسے جلیل القدر رفیع الشان انبیاء اور رسولون کا صفات مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا اور قران مجید مین بطور مذکور بیان ہونا صفات مذکور کے مہتم بالشان واعلی ہونے کے لئے کافی دلیل ہے اور انسان فخر کرسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو بھی صفات مذکور عطا فرمائی ہین۔ اور سورہ محمد مین ہے

فاذا عزم الامر فلو صدقوا کان — سو جب امر کا عزم ہو جاوے اگر سچے رہین

خیرا لهم ہ — اُن کے لئے بہتر ہوگا۔

لہذا صدق عزم کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ اور ایک آیت مین ہے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور ایک آیت مین ہے کہ اللہ کا وعدہ ہوکر رہیگا۔ سورہ احزاب مین ہے

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا — اور جب دیکھا مومنین نے لشکر کو کہا ان لوگون نے

هذا ما وعدنا اللہ ورسوله وصدق اللہ — یہی ہے جو وعدہ دیا تھم کو اللہ اور اسکے رسول نے اور صادق ہے اللہ

ورسوله وما زادهم الا ایمانا وتسلیما من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا لیجزی الله الصادقین بصدقهم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیهم ان الله کان غفورا رحیما۔

اور اُسکا رسول اور اُس سے نہ بڑھا یا اُن لوگونکو مگر ایمان واطاعت مومنین مین سے مرد ہین کہ صادق ہوے وہ لوگ ساتھ اُس عہد کے جسکا عہد کیا تہا اُن لوگون نے اللہ سے سو بعض اُن مین سے وہ ہین جو پورا کر چکے اپنا اقرار اور بعض ہین کہ انتظار کرتے ہین اور کچھہ بدلا نہین تاکہ جزا دیوے اللہ صادقین کو اُنکے صدق کی اور عذاب دیوے منافقین کو اگر چاہے یا توبہ قبول کرے اُنکی اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات سے صدق وعدہ وصدق عہد دونون کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جنھون نے اپنے عہد کو اللہ سے کیا تہا اور اُنہون نے پورا کیا اور وہ بھی جو منتظر ہین اور جنھون نے کچھہ نہین بدلا وہ مومنین صادق ہین شمار ہوئے ہین اور اُن صادقین کے نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ تاکہ بدلا دیوے اللہ صادقین کو اُن کے صدق کا اور وہ صادقین ہین جنھون نے اللہ کے وعدہ کے نسبت کہا تہا کہ صادق ہوا اللہ اور اُس کا رسول اور اُن کے مقابل مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ تاکہ عذاب دے منافقین کو اگر چاہے یا توبہ قبول کرے اُنکی۔ پس ثابت ہوا کہ جو اللہ کے عہد کو جو اُسکے ساتھہ اُنہون نے کیا ہو پورا نہ کرے وہ منافق ہین۔ لہذا عہد کا نہ پورا کرنا منافق کے خصائل ہوتا ہے۔ صدق کا ضد کذب ہے جو ہر قسم کے مکر وفریب وغیرہ دھوکا وخلاف واقع بات کے کہنے اور کسیطرح ظاہر کرنے یا سچائی کے چھپانے اور اس کے اظہار سے خاموش رہنے پر شامل ہے۔ جس کے نقایص بیان ہو چکے ہین۔

آدمیون مین ایک قسم کے اور لوگ ہوتے ہین جو نہ مشرک ہوتے ہین نہ کافر اور

نہ مومن بلکہ وہ ایسے جھوٹے فاسق ہوتے ہین جو کبھی اِس طرف اور کبھی اُس طرف ہوتے رہتے ہین اُنکا ایمان و اعتقاد مذبذب رہتا ہے زبان سے اپنے کو مومن یا سچا کہتے ہین لیکن دلمین نہ انکے ایمان ہوتا ہے نہ سچائی۔ اُمین سے جنھون نے کفر کیا ہو اور کفر کا کلمہ کہتے ہون اور کافرون کے ساتھ ہوگئے ہون یعنے بعد اظہار اسلام کے اُن کافرون کے ساتھ ہوگئے ہون جن سے مسلمانون سے لڑائی ہے اُن سے مومنین کو لڑنے کا حکم ہے اور جنھون نے دوسرے قسم کے افعال کئے ہون اور جنکا ذکر درحال سورہ بقر وسورہ نسار وسورہ توبہ اور سورہ منافقون مین مفصلاً ہے اُن کے نسبت بھی یہہ حکم ہے کہ اللہ اُن کی مغفرت ہرگز نہ کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اُن کے لئے استغفار کرین یہان تک کہ ستر بار بھی کرین اور عذاب الیم اور عذاب جہنم مقیم کی وعید بھی اُن کیلئے ہے بشرطیکہ وہ اُس قسم کی توبہ و اعمال نہ کرین جنکا بیان ہے۔ سورتہاے مذکورہ سے مخصوص صفات و افعال و خاصیت منافقون کی حسب ذیل بھی ثابت ہوتی ہین۔

جھوٹی قسم کو سپر بنانا۔ جھوٹ بولنا و کذب کرنا اور کہنا کہ ایمان لائے اللہ اور یوم آخر پر۔ فریب دینا اللہ اور ایمان والون اور اپنی نفسون کو۔ تفقہ نہ کرنا۔ مُہر کر دیگئی ہے اُنکے قلبون پر پس تفقہ نہین کرتے۔ اُن کے دلمین مرض ہونا بسبب جھوٹ کے۔ امر بالمنکر و نہی عن المعروف کرنا۔ اپنے کو مصلح باوجود مفسد ہونے کے کہنا۔ مومنین کو سفہا کہنا حالانکہ خود سفیہہ ہین۔ نماز کو کسل سے ادا کرنا اور ریا کرنا۔ کافرون کو مومنین کو چھوڑ کر رفیق بنانا۔ متردد رہنا نہ اس طرف نہ اُس طرف مذبذبین بین ذالک لاالی ہولار ولاالی ہولار۔ تکبر کرتے دکھائی دینا۔ بخلاف اپنے وعدہ کے بخیلی و اعراض کرتے ہین نفاق اُن کے دلمین بسبب جھوٹ کے ہے خرچ کرنے سے روکتے ہین۔ کہتے ہین کہ ہم لعب بازی کرتے تھے

استہزاء کرتے ہین۔ فتح کے وقت کہتے ہین کہ ہم تو مومنین کے ساتھ ہین ورنہ کافرون سے کہتے ہین کہ ہمنے تم کو بچا دیا اور ہمنے تم کو نہین گھیر ا تہا۔ یہ سب افعال واحوال منافقین کے مومنین اور اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ ہوتے ہین اور اپنی ذات کے ساتھ بھی اُن کے افعال مخصوص ہوتے ہین۔ لہذا کاذبین کے افعال واحوال منافقین کے افعال واحوال سے کے ساتھ اشتراک یا مشابہت رکھتے ہین۔ پس جو وعید منافقین کے لئے ہے اُس کے مثل غیر صادقین کاذبین کیلئے کیون نہ وہی وعید بھی جاوے لہذا قابل اُن کے یاد رکہنے و سمجھنے کے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ منافقین کے افعال واحوال مین کذب و تردد شامل ہوتا ہے اور وہ تفقہ نہین کرتے۔ منافق کی توبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ توبہ کرے اور صلاحیت پکڑے اور اعتصام بحبل اللہ کرکے دین کو خالص کرے تب اللہ چاہیگا تو توبہ قبول کریگا۔ لہذا کسی کاذب کو صادق بننے کے لئے بھی ضرور ہے کہ توبہ کرے اور صلاحیت پکڑے اور اعتصام بآیات اللہ کرکے صدق خالص کرے۔ پس صدق و سداد کا پھل وصل و وداد و صلح و مساوات و مخاوات و قسط و بر و تقوےٰ و صالحیت و کامیابی و کامگاری وغیرہ فضائل ہین اور کذب کا نتیجہ مکر و فریب و فصل و قطع و قتل و فتنہ و فساد و فحش و بغی و اثم و ظلم وغیرہ رذائل ہین۔ جنکا نتیجہ تکلیف و رنج و ذلت و خواری ہے۔ سورہ مریم مین ہے۔

و وھبنا لہ اسحٰق و یعقوب و کلاً جعلنا	اور بخشا ہمنے واسطے ابراہیم کے اسحاق اور یعقوب کو
نبیا و وھبنا لھم من رحمتنا و جعلنا	اور ہر ایک کو کیا ہمنے نبی اور دیا ہمنے اُن کیلئے اپنی رحمت
لھم لسان صدق علیاہ	اور ٹھہرایا ہمنے اُن کیلئے زبان سچائی کی بلند۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے مذکورہ آیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سچائی کی زبان بلند کردی تھی یعنے اُن کی سچائی کی شہرت نہایت بلند سچائی کے ساتھہ ہوئی۔ لہذا سچائی کی شہرت بھی جس کا نتیجہ ساکھہ ہے اللہ کی رحمت مین سے ہے اور بہت محمود ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

یاایھاالذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا — اے مومنو تقوے کرو اللہ سے اور ہوجایا کرو

مع الصٰدقین ٥ — صادقین کے ساتھہ۔

پس اس آیت مین صادقین کے ساتھہ ہوجانے کا حکم مومنون کو ہے جس سے صدق کو تقویت دینا اور کذب کو کمزور کرنا مقصود ہے۔ لہذا یہ حکمت حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ سورہ اعراف مین ہے۔

ان الذین اتخذوا العجل سینالھم — جن لوگون نے بچھڑا بنالیا اُن کو پہنچیگا غضب اُنکے

غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ — رب سے اور ذلت دنیا کی حیات مین اور اسیطرح

الدنیا وکذٰلک نجزی المفترین ٥ — ہم بدلا دیتے ہین افترا کرنے والون کو۔

پس مفتریون کو غضب اُن کے رب کا اور حیات دنیا مین ذلت پہنچتی اور یہی اُنکو بدلا دیا جاتا ہے۔

پندے دہمت اگر بمن داری گوش — ازبہرِ خدا جامۂ تزویر مپوش

عقبےٰ ہمہ روز است دنیا یکدم — ازبہر دمے ملک ابد را مفروش

پوشندہ مرقع اند این جامے چند — نارفتہ رہِ صدق وصفا گامے چند

بگرفتہ زطامات الف لامے چند — بدنام کنندۂ نکونامے چند

یک جرعہ مے زملک کاؤس بہ است — وز تخت قباد وملکت طوس بہ است

ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند — از طاعت زاہدان سالوس بہ است

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار | ساقی و شرابے و کبابے و سرودے
زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند | حق را بسجودے و نبی را بدرودے
آن قوم کہ سجادہ پرستند خرند | زیرا کہ زیر بار سالوس درانند
این ہمہ طرفہ تر کہ در پردۂ زہد | اسلام فروشند و از کافر بترند

اصلاح بین الناس و اصلاح بین المومنین و ربط کے فرایض و فضایل و فوایداور جب دو جماعت مومنین کی آپسمین لڑین تو بقیہ مومنین کی جماعت پر فرض و معاونت و عدم منازعت و تفرقہ

سورہ انفال مین ہے۔ فاتقوا اللہ | سو تقوے کرو اللہ سے اور اصلاح
واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ | کرو آپس کی اور اطاعت کرو اللہ اور
ورسولہ ان کنتم مومنین ٥ | اُس کے رسول کی اگر تم مومن ہو۔

پس اس آیت مین اللہ سے تقوے اور آپس کی اصلاح اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے اس قید کے ساتھہ کہ اگر تم مومن بننا چاہتے ہو تو ان مذکورہ امور کو کرو۔ لہذا اصلاح بین المومنین کی اہمیت اس آیت سے ثابت ہے۔ سورہ حجرات

مین ہے۔ وان طائفتٰن من | اور اگر دو جماعت مومنون کی لڑین تو
المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما | اصلاح کرو اُن کے درمیان
فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی | سو اگر بڑھ جاوے ایک اُنمین کی دوسرے پر
فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ | تو لڑو اُس سے جو بڑھ گئی ہے یہانتک کہ پھر آوے اللہ کے امر کیطرف

فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل — سو اگر پھر آوے تو صلح کرادو اُنکے درمیان عدل کیساتھہ

واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین — اور قسط کرو اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین — سوا اسکے نہین کہ مومن بہائی ہین سو اصلاح کرو اپنے

اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون — بہائیون کے درمیان اور تقوی کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو۔

پس اس آیت سے بہت سے احکام اور امور ثابت اور معلوم ہوتے ہین - اول یہ کہ اگر دو مومنین کی جماعت لڑین تو مومنین کی دوسری جماعتون کا اُس وقت کیا فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ مومنین کی جماعت مین قتال ہونا ممکن سمجھا گیا ہے اور اُن کو خارج مومنین سے نہین کہا گیا۔ تیسرے یہ کہ لڑنے والون کے درمیان صلح کرا دینے کا حکم مومنین کی دوسری جماعت کو دیا گیا ہے اور فرض کیا گیا ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر اُن لڑنے والی جماعتون مین کوئی بڑہ جاوے یعنی غالب ہوجاوے تو اُس سے لڑنے کا حکم نہ لڑنیوالی جماعت کو دیا گیا ہے اور یہ ایسا اہم حکم و فرض ہے کہ بہت زیادہ قابل خیال ہے یعنی یہ کہ لڑنا عموماً بروے اسلام اچھا نہین ہے لیکن یہان پر خود مومنون کو مومنون سے لڑنے کا حکم دیا گیا اور پانچوین بات یہ ہے کہ صرف اُسیوقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جبتک وہ جماعت اللہ کے حکم کے موافق صلح کرنے کیلئے راضی نہو جاوے اور امر نزاعی کے بابت جو حکم شرعی ہے اُس کے ماننے پر پہر آوے اس کے بعد لڑنے کا حکم نہین ہے۔ چھٹے یہ کہ عدل کے ساتھہ اُنمین صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ساتوین یہ کہ باوجود عدل کے ساتھہ صلح کرانے کے حکم کے یہ حکم ہے کہ قسط کرو اللہ قسط کرنیوالون کو دوست رکہتا ہے یعنی عدل کیساتھہ صلح کرانے مین بھی قسط کا پاس و

لحاظ رہے۔ چونکہ قتل وخون وبغاوت کے بعد پوری قسط کے ساتھ صلح نہین ہو سکتی اور جانون اور مال وغیرہ کے نقصان کا اندیشہ پورے معاوضہ لینے یا دلانے مین ہے دوسرے لڑنے والون مین معاہدے بھی ہوتے ہین جو قسط کے بالکل مطابق نہین ہوتے اور اُن کا ایفا صلح کے وقت ضروری ہوتا ہے لہذا عدل کے ساتھ صلح کرانیکا حکم ہوا لیکن اس قید کے ساتھ کہ قسط کا پاس ولحاظ رکھین اور قسط کرین آٹھوین یہ کہ یہی اللہ تعالی نے فرمایا کہ مومن بھائی یعنے دینی بھائی ہین تو بھائیون کے درمیان اصلاح کرو یعنے اس کو ضروری سمجھو۔ نوین یہ کہ اللہ سے تقوے کا حکم دیا جس سے ان امور کا داخل تقوے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دسوین یہ کہ یہ فرمایا تاکہ تمپر رحم ہو پس ان امور کا کرنا سبب رحم کا ہے۔ سورہ نساء مین ہے۔

لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر	خیر نہین ہے بہت مشورہ کرنے مین مگر جسنے حکم صدقہ
بصدقۃ او معروف او اصلاح	دینے کا کیا یا معروف کا یا اصلاح بین الناس کا
بین الناس ومن یفعل ذٰلک ابتغاء	اور جس نے اُس کو کیا اللہ کی مرضی
مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا	چاہنے کو تو ہم دینگے اُس کو جلد اجر
عظیماہ	بہت بڑا۔

پس بہت مشورہ کرنے مین خیر نہین ہے مگر یہ کہ اُس مشورہ مین صدقہ دینے یا معروف کرنے یا اصلاح بین الناس کے بابت حکم ہو یعنے مشورہ کرنے اور دینے کا ہو لہذا ان تینون امر کی فضیلت واہمیت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ بہت مشورہ کرنا احمقانہ فعل ہے اسی لئے اللہ تعالے نے اُس کے نسبت لاخیر کہا ہے۔ لیکن اسی آیت مین اسکی اجازت دی ہے کہ ان تینون مین سے

کسی ایک امر کے بابت اگرچہ زیادہ مشورہ کی ضرورت ہو تو وہ فعل احمقانہ ولاخیر
نہ سمجھا جاوے گا لیکن شرط امر کرنے کے بابت ہے یعنے مشورہ امر کے بابت ہو
نہ کہ دوسرے قسم کا۔ پس ظاہر ہے کہ اس سے وہ برائی جو زیادہ مشورہ کرتے
مین ہوتی ہے ساقط ہو جاتی ہے۔ اصلاح بین الناس کے علاوہ دین اسلام
مین اصلاح بین المومنین فرض عین وخصایص وشعار مومنین مین سے ہے۔
اور اصلاح بین الناس سے سیکڑون درجہ زیادہ ضروری ولازمی ہے۔ صفحہ ۴۸
و ۴۹ مین بھی اسکا بیان ہو چکا ہے۔ سورہ نسار مین ہے۔

من یشفع شفاعة حسنة یکن له	جس نے اچھی سفارش کی اسکو بھی ملیگا
نصیب منها ومن یشفع شفاعة	اسمین سے حصہ اور جسنے بری بات کی سفارش کی
سیئة یکن له کفل منها وکان الله	اسپر بھی ایک بوجھ اسمین سے ہوگا اور اللہ ہر چیز کا
علی کل شئی مقیتاه	بانٹنے والا ہے۔

پس سفارش مین بھی جس سے اصلاح یا فساد ہوتا ہے ثواب یا عذاب ہے۔ فرمایا
آنحضرت ص نے کہ مین تمہین اس چیز سے خبر دون جو نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہے
وہ صلح کرانا ہے مسلمانون مین (ابوداؤد وترمذی) حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ جو
برائی کو اپنے ہاتھہ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان ودل سے برا کہے وہ زندون مین
مردہ ہے۔ سورہ انفال مین ہے۔

ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ	اور تاکہ ربط ڈالدے تمہارے دلونپر اور ثابت کرے
الاقدام اذ یوحی ربک الی الملئکة	تمہارے قدمون کو جبکہ وحی بھیجا تیرے رب نے فرشتون
انی معکم فثبتوا الذین امنواه	کیطرف کہ مین تمہارے ساتھہ ہون تو ثابت رکھو مومنون کو

پس ربط وقدموں کے ثابت رہنے سے مومنوں کو مدد پہنچی لہذا اسکی فضیلت ثابت ہوئی۔ سورہ آل عمران میں ہے۔

یا یہا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ — ای مومنو صبر کرو اور تھام رکھو اور ربط رکھو اور تقوی کرو اللہ سے تاکہ فلاح پاؤ۔

پس ربط و صبر کرنے اور صبر کرانے کا حکم ہے اور اس کا نتیجہ فلاح پانا ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے۔ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءہم البینٰت اولٰئک لہم عذاب عظیم ○ — اور ان لوگوں کے مانند مت ہو جو متفرق ہو گئے اور مختلف ہو گئے بعد اسکے کہ پہنچیں انکے پاس بینات انہی کو عذاب بہت بڑا ہے۔

سورہ انعام میں ہے۔ ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شیء انما امرہم الی اللہ ثم ینبئہم بما کانوا یفعلون ○ — جو متفرق ہو گئے اپنے دین میں اور ہو گئے جدا کسی شے میں نہیں ہے سوا اس کے نہیں کہ ان کا حکم اللہ کیطرف ہے پھر آگاہ کرے گا ان کو جس کو وہ کرتے تھے۔ یعنی عذاب دیگا۔

سورہ انعام میں ہے۔ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون ○ — اور نہ چلو بہت سی راہوں پر کہ متفرق کردے تم کو اسکی راہ سے ان سب کی تاکید اللہ کرتا ہے تم کو تاکہ تم سمجھو۔

پس مختلف راہوں پر نہ چلنا چاہیئے بلکہ جو راہ مستقیم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس آیت میں خود بیان ہے کہ مختلف راہوں کا اختیار کرنا سبب متفرق کردینے کا ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے اس کے ترک کی تاکید کی تاکہ عقل و پابندی اصول کیساتھ کام کریں۔ جو لوگ کسی اصول کے پابند نہیں ہوتے وہ اپنے طریق عمل کو مختلف اور متضاد

راہوں پر ڈالدیتے ہیں اسطرح دو مختلف و متضاد عمل ٹکراکر اُن کے عمل کو ضایع کر دیتے اور اُن کے فایدوں سے اُن کو محروم کر دیتے ہیں اور اعمال مذکور بے نتیجہ ہوتے ہیں۔ بے اصول عمل کرنے سے یہ بھی اکثر نہیں معلوم ہوتا کہ عمل نیک ہے یا بد۔ جب لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اصول پر کسی کا عمل نہیں ہے تو اُس شخص کی اول تو مدد نہیں کرتے کیونکہ ایسے شخص کو قابل معاشرت و لایق اعتماد نہیں سمجھتے دوسرے جو مدد کرنا چاہتے ہیں وہ بھی نہیں فایدہ پہنچا سکتے نہ خود سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا عمل کرے گا جس میں معاونت ہوگی یا نقصان نہ دوسرے معاونوں کو سمجھا سکتے اور اُن کو معاوضہ کا یقین دلا سکتے ہیں کیونکہ بے اصول شخص ایک ہی قسم کے افعال کو کبھی اختیار کرتا اور کبھی ترک کرتا ہے۔ پس اصول کی پابندی ضروری و لازم و فرض ہے۔ جو اصول کی قدر و فواید سے آگاہ اور صاحبان عزم ہیں وہ مال و جان اور آبرو سب کا نقصان کرتے ہیں لیکن اصول کو نہیں چھوڑتے۔ سچا آدمی کبھی اپنے اصول کو ترک نہیں کر سکتا ترک اصول چھوٹوں کا عمل ہے۔ محبت و دوستی پر مال اور جان اور آبرو نثار و ایثار ہو سکتے ہیں لیکن اصول نہیں ترک ہو سکتا۔ سورہ مجادلہ میں ہے۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم	تو نہ پائیگا اُس قوم کو جو ایمان لاتی ہو اللہ اور یوم
الآخر یوادون من حاد اللہ و	آخر پر کہ دوستی کریں اُس کیساتھ جسنے مخالفت کیا اللہ
رسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم	اور اسکے رسول کی اگرچہ وہ لوگ اُنکے باپ ہوں یا بیٹے
او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب	یا بھائی یا کنبے والے وہی لوگ ہیں کہ لکھدیا ہے اُسنے
فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ	اُنکے دلوں میں ایمان اور مدد کی ہے انکی اپنے طرف کی
ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر	روح کیساتھ اور داخل کریگا انکو جنتوں میں جنکے نیچے نہریں بہتی

خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا — رہینگے اُسمین راضی ہوا اُن لوگون سے اللہ اور وہ راضی ہوئے
عنہ اولئک حزب اللہ ط الا ان حزب — اُس سے وہی اللہ کے جتھا مین آگاہ ہو کہ اللہ کے
اللہ ہم المفلحون ٥ — جتھا وہی فلاح پانیوالے ہین۔

پس جولوگ مخالفان خدا سے دوستی نہین کرتے اُن کے اعمال وثواب وشناخت وغیرہ ان آیات مین بیان ہین وہی اللہ کے حزب ہین۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہین لہذا اللہ کے احزاب مین سے یعنی جتھا مین سے ہین۔ اللہ کے حزب کے ہوتے سے اختلاف ومنازعت باہمی جاتی رہتی ہے صرف دشمنان خدا سے اختلاف باقی رہتا ہے

سورہ مایدہ مین ہے۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ٥ — اور باہمدگر معاونت کرو بر وتقوی پر اور باہمدگر معاونت نہ کرو اثم وعدوان پر اور ڈرکر بچتے رہو اللہ سے اللہ شدید العقاب ہے۔

معاونت بر وتقوے کی وترک معاونت اثم وعدوان کی اسیطرح ہوسکتی ہے کہ ایک دوسرے کو حسن عمل سکہاوے اور اُس سے عمل کراوے اور جو اسباب عمل ہون اُنکو دریافت کراوے اور حصول کے لئے اُن اسباب پر باقاعدہ بلاتاخیر عمل کرے اور کراوے اور خود بھی مثال حسن عمل کی بنے اور دوسرون کو بھی بناوے اور یہ امور جب حاصل ہوتے ہین کہ بروقت ضرورت ایک دوسرے کے لئے جان ومال ومحنت نثار کیجاوین اور متفقہ ایثار کیا جاوے اور جبکہ ایک دوسرے کے ساتھہ ایسی نیت اور ایسا ارادہ کیا جاوے تو بہت آسان اعمال ہوجاتے ہین اور بہت کم جان ومال کی قربانی کا موقع آتا ہے اور ایک اچھا عمل دوسرا اچھے عمل کا سبب ومحرک قوی بنجاتا ہے۔

پس یہ آیت اچھے متفقہ اعمال کے کرنے اور کرانے اور باقاعدہ وبلاتاخیر اعمال کے
ہونے اور اسباب اعمال کے باقاعدہ وبلاتاخیر وبااعتدال ہونے کے لئے
نص قطعی ہے اور اُسی کے ساتھ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ اللہ شدید العقاب ہے۔
یعنے جو اس حکم کو نہ مانیگا یا اُس پر عمل نہ کریگا وہ لازماً عقاب مین مبتلا ہوگا۔

دعوت الی الخیر وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فضایل وحدود اور اُنکا فرض ہونا

سورہ اعراف مین ہے۔ خذ العفو و امر بالعرف فاعرض عن الجاھلین
عفو کو پکڑ اور حکم کر معروف کیساتھہ امر کا اور جاہلین سے اعراض کر۔

امر بالمعروف کرنے مین عموماً عفو کرنے اور جاہلون سے اعراض کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ لہذا اس آیت مین بطور اصول کلی کے تینون صفات نیک اعمال مذکورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ہ
اور چاہیئے کہ تم مین ایک جماعت رہے کہ خیر کیطرف دعوت کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور وہی فلاح پانے والے ہین۔

پس جو جماعت افعال مذکور کرتی ہو اصلی فلاح اُسی کو ہے اور اس آیت مین حکم ہے کہ ایک جماعت ضرور ایسی مومنین مین موجود رہنی چاہیئے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر
تم بہترین اُمت ہو جو آدمیون کیلئے نکالی گئی ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہو اور

وتؤمنون باللّٰہ ہ — اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

پس اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بوجہ اس کے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی اور اللہ پر ایمان لاتی ہے مخصوصاً اُنہی تینون صفات کی وجہ سے خیر اُمت قرار دی گئی ہے۔ لہذا ان تینون اعمال کو نہایت مضبوطی سے ہر مسلمان کو پکڑ لینا اور ان کے حصول کے وسایل کو کوشش وجانفشانی سے مہیا کرنا چاہیئے۔ پس ہر مسلمان پر یہ فرض عین ہے کہ اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور بھیجانی اور وسایل منکر کے ضایع کرنے اور سزا دینے سے مجبور ہی ہو تو کم سے کم زبان یا قلم یا اور کسی طرح اظہار نفرت سے باز نہ رہے۔ معروف کے معنی جانی وپہچانی گئی ہوئی چیز کے ہے یعنی جسکی بُرائی جو امر کرتا ہو اور جس کے ساتھہ امر کرتا ہو دونون کے نزدیک مسلم اور جانی وپہچانی گئی ہو اور منکر اُس کا ضد ہے۔ یعنی مسلماً بُرا جانا اور پہچانا گیا ہو۔ لہذا جن امور کے حُسن وقبح مین اختلاف ہو اور وہ کم سے کم اس جماعت کے اہل علم کے نزدیک مسلم نہ ہو جو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی ہو سکا اسمین امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنا چاہیئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے الفاظ مذکور استعمال فرمائے اور اس کے علاوہ جو خیر کے امور ہین اُنکی دعوت کا حکم دیا ہے۔ لہذا یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ دعوت سے امر ونہی کو قوی ہونا چاہیئے اور دعوت عام طور سے اور امر ونہی معروف ومنکر مین ہونی چاہیئے۔ انگریزی کا لفظ کامن سنس وعرف ہم مفہوم مین بیادہ رجح مین ہے۔

واذا تتلیٰ علیھم اٰیٰتنا بینٰت تعرف	اور جب پڑہی جاتی ہین اُنپر ہماری آیات روشن پہچانتا ہے
فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون	تو کافرون کے منہ پر غیر مسلمہ ہونا نزدیک ہوتے ہین
یسطون بالذین یتلون علیھم اٰیٰتنا ہ	اسکے کہ حملہ کرین اُنپر جو پڑہتے ہین اُنپر ہماری آیات کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ منکر کے معنے غیر مسلمہ ناپسندیدگی کے ہے کیونکہ کافرون کے منھ سے اُن کا پہچانا جانا بیان ہوا ہے۔ لہذا منکر کے معنے محض ناپسندیدگی کے جس کیساتھ عدم تسلیم نہ ہو نہین ہے۔ سورہ عصر مین ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر	قسم عصر کی انسان ٹوٹے مین ہے۔ مگر جو ایمان
الا الذین امنوا وعملوا الصلحت	لائے اور اُنھون نے عمل صالح کیا اور آپسمین
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ه	تاکید کی حق کی اور آپسمین تاکید کی صبر کی۔

خسر سے بچنے کے لئے ایمان و عمل صالح ہی کافی نہین بلکہ اُنکی ترویج و تبلیغ کے لئے وامر بالمعروف کے واسطے باہمی تاکید حق کرنے کی اور باہمی تاکید صبر کرنے کی بھی ضرور ی ہے۔ نیک آدمی کو ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے سے خلود جنت ابدی ہو سکتی ہے لیکن تعامل و تعاشر مین اگر باہمی حق کرنے و باہمی صبر کرنے کی تاکید نہ ہو تو استخلاف فی الارض و وراثت فی الارض بمشکل مل سکتے ہین۔ پس نتیجہ اُس کا خسر کا ہونا ظاہر ہے تعامل و تعاشر بہترین طور سے جب ہی ہو سکتا ہے و استخلاف فی الارض جب ہی بہترین طور پر انسان پا سکتا ہے جبکہ باہمی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو ورنہ دیگر علتین کمزور ہونگی اگرچہ ممکن ہے کہ بغیر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بھی حاصل ہو جاوے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ جو عقیدہ چاہے رکھے کیونکہ اُس کے عواقب و نتایج و عذاب و ثواب اُسپر ہونگے لیکن اُس کے ساتھ ہی ایک مومن کا دوسرے مومن پر حق و فرض ہے کہ اپنے دینی بھائی کو نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور صلح و اصلاح کرا دے کیونکہ صراط مستقیم تک اسی طریق سے انسان پہنچ سکتا اور اسی طور سے صحیح و سچی اور اصلی آزادی سے انسان فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی — لعنت کیے گئے وہ لوگ جو کافر ہوئے بنی اسرائیل میں سے
لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذالک — داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان کے ذریعہ سے بسبب اسکے
بما عصوا وکانوا یعتدون وکانوا لا — کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے
یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا — اور نہیں منع کرتے تھے آپس میں برے کام سے
یفعلون ۵ — جو کیا کرتے تھے کیا برا کام ہے جو وہ کرتے تھے

پس منکر سے نہ منع کرنا سبب وعید مذکور کا ہے۔

وقت وانضباط وقت کے فواید وفضائل و تعجیل کے نقائص و محاسبہ

وہ انمول پونجی کہ ہے اصل دولت — وہ شائستہ ملکوں کا گنج سعادت
وہ آسودہ قوموں کا راس لبضاعت — وہ دولت کہ ہے وقت جس سے عبارت
مگر ہاں وہ سرمایہ دین و دنیا — کہ ایک ایک لمحہ ہے انمول جس کا
کار امروز بفردا میفگن زنہار — کہ چہ فردا برسد نوبت کار دگر است
پیش کیا آئے کل یہ کیا معلوم — پھر یہ موقع نہ پائے کیا معلوم
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں — بقول حسن کوئی پاتا نہیں
بہ کشتی و یران گذشتن بر آب — نہ آید کہ در کار کردن شتاب
نگہدار فرصت کہ عالم دمیست — دمے پیش دانا بہ از عالمیست
صاحبا عمر عزیز است غنیمت دانش — گوئے خیرے کہ توانی ببر از میدانش

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر وکل کے لیے نہ چھوڑے۔ وقت کی قدر کرو گیا ہوا وقت لوٹکر نہیں آتا ایک ایک سکنڈ قیمتی ہے ایک لمحہ کی تعویق سے

بیشمار کام ناکمل و ناقص رہ جاتے ہین - جو وقت جس کام کے لئے مقرر ہے
اُس کام کو اُسی وقت پر کرو ایک منٹ کے لئے بھی کسیکو منتظر رہنے کا موقع نہ دو اس سے
بہت وقت بچتا اور خود اپنے اور دوسرون کو آرام پہنچتا ہے - وقت کس طرح صرف
کرنا چاہیئے اسمین بڑی احتیاط کی ضرورت ہے - وہ اصلی دولت دنیا و دولت ہے
اُس کے بچانے و کفایت مین فضیلت ہے اُس کا لٹانا سخاوت نہین بلکہ شقاوت ہے
جس قدر تم کو دیا گیا ہے اگر تم سمجھو تو وہ بھی بہت ہے اُس کا لٹانا ایسا اسراف ہے
جس کا معاوضہ نہین مل سکتا نہ تلافی ہو سکتی ہے اُس کو باقاعدہ صرف کرنا چاہیئے
و لمحے لمحے کا لحاظ چاہیئے جس قدر وہ گذرتا ہے اُسی قدر عمر طبعی مین سے گذرتا جاتا
و کم ہوتا جاتا ہے - کام ٹھیک وقت پر شروع کر دینا اور عزیز دوست کی مروت یا خوشامد
مین پابندی وقت کو نہ کھونا اور کام کو بالالتزام کرتے رہنا چاہیئے - کسی نیک کام کو
کبھی کرنا اور کبھی نہ کرنا حالانکہ اُس کے مواظبت کی ضرورت ہو غفلت و کمزوری ہے
اور گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو نیک سمجھکر اور اللہ کے لئے نہین کرتے اور کم سے
کم اُس نیکی کے نتایج و فایدون سے محروم ہو جاتا ہے لہذا جو عمل کیا جاوے اُسمین
مداومت ضروری ہے اور اُسیقدر کرنے کی ذمہ داری لینی چاہیئے جس پر مداومت
ہو سکے اور بدوضعی و بے استقلالی وغیرہ کا الزام و مواخذہ نہ ہو - اسی لئے نماز کی
مداومت و حفاظت کی قرآن مجید مین تاکید ہے اور وقت مقرر ہین تاکہ مواظبت رہے -
انسان جس بات مین چاہے اپنے کو آزمائے مگر بلا پابندی اوقات نہ رہے - پس
اگر کچھہ کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ضرور ہے کہ اپنے اوقات کے حساب رکھنے کیلئے
وقت معین کرو - کاروبار تجارتی مین مقروض ہونے سے بچنے کیلئے یہ قاعدہ بہتر ہے

کہ جہاں تک ہو سکے نقد ادا کر دیا اور جب ممکن نہ ہو تو حساب چکا دیا اور فروخت کر دیا اور زیادہ عرصہ تک
نہ رہنے دیا جاوے کہ سود پڑے جب اسی طور پر بھی اپنا حساب رکھنا چاہیے ۔ نہایت صحیح
گھڑی بھی انسان کو فایدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک پابندی اوقات کی اُس کو عادت نہ ہو ۔
نیند کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دو تا وقتیکہ چند بار اپنے اُس دن کے افعال پر نظر ثانی نہ
کر لو کہ کہاں کہاں بھٹکے کون کون واجب و مناسب کام تم نے آج سے کئے کون کون کام
آج ہونا چاہیے تھے جو نہیں ہوئے اور آج کیا ہونا چاہیے ۔ پھر جب یہ سب کر چکو تو
جو بُرے کام ہوئے ہوں یا جو فروگذاشتیں ہوگئی ہوں اُن پر رنج کرو اور توبہ سے پانی
دھو ڈالو اور تلافی کرو اور جو نیک کام ہوئے ہوں تو اُن پر خوش ہو اور شکر بجا لاؤ اور
خدا سے چاہو کہ وہ راہ راست پر قایم رکھے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے اور
ترقی دے اور تمہاری مرضی خدا کی مرضی کے موافق ہو جاوے غرض یہ کہ خدا کی مرضی سے بدل
ہو ۔ انضباط وقت و باقاعدہ چیزوں کی حفاظت اور مقرر چیزوں کے اپنی جگہ پر رکھنے
سے وقت کی کفایت ہوتی ہے اور حافظہ کو اذیت نہیں ہوتی اور تلاش کی محنت
نہیں پڑتی اور نہیں بڑھتی ۔ لہو و لعب اُن ارادی افعال کو کہتے ہیں جو بیہودہ ہوں
اور اُن میں وقت و طاقت رایگان جاوے اور غیر حیثیت سے صرف ہوں ۔

نفس کو لالچ سے بچانے کے فواید و فضایل بکاثر کے نقایص

سورۂ تغابن میں ہے ۔ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون ہ — اور جو بچا اپنے نفس کے لالچ سے تو وہی فلاح پانیوالا ہے

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کو لالچ سے بچانا سبب فلاح کا ہے اور ظاہر ہے

کہ اگر نفس کو لالچ سے بچایا یا کم سے کم روکا جاوے تو بہت سی برائیوں سے انسان نجات پا جاوے اور جو ضرورت اصلی و واقعی ہو اُسی کی خواہش پر قناعت کرے اور لالچ کیوجہ سے جو غیر اصلی و غیر ضروری ضرورتوں کے وجہ سے برائیاں ہوتی ہین اُن سے بچ جاوے لہذا کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ نفس مین لالچ کی کیفیت یا تو پیدا ہی نہ ہو یا مضمحل ہو جاوے۔ ابتغاء فضل اللہ و تلاش اُن وسایل و ذرایع کا جنسے ضروریات و حاجات و تکلیفات رفع ہوتی ہین محمود و لازمی و ضروری ہین لیکن لالچ جو افراط ہے اُس کا پیدا ہونا ضروری نہین بلکہ برا ہے۔ سورہ تکاثر مین ہے۔

ا لھٰکم التکاثر حتی ذرتم المقابر ہ	غفلت مین ڈالا تمکو کثرت کی زیادہ ہونیکی طمع نے یہانتک کہ تم قبروں تک

مال و اولاد وغیرہ کے زیادہ ہونے کی خواہش انسان کو طمع پر آمادہ کرتی ہے جو سبب غفلت کا ہو جاتی ہے اور مرتے دم تک نہین جاتی۔ لہذا اُسکی برائی اس آیت مین بیان ہوئی ہے یہانتک کہ اس سورہ مین اُس کے متعلق جہنم تک کی وعید ہے یعنی غفلت مذکور سے جو تکاثر کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے ایسے عمل ہونے لگتے ہین جنسے ایسے نتایج پیدا ہوتے ہین کہ انسان جہنم مین جانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ سورہ کہف مین ہے۔

انا جعلنا ما علی الارض	ہم نے ٹہرایا اُس کو جو زمین پر ہے اُس کیلئے
زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن	زینت تاکہ جانچین ہم کہ کون احسن ہے بروے
عملا ہ و انا لجاعلون ما علیھا	عمل کے اور ہم کرنیوالے ہین جو کچھ کہ اُسپر ہے
صعیدا جرزا ہ	میدان ناقابل زراعت۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ کہ زمین پر ہے اور وہ زمین کی زینت ہے وہ اس لئے ہے کہ بہتر سے بہتر عمل کرنے والا اپنے غیر عمل کرنیوالے سے تمیز ہو

اور اس طرح عمل کرنے والون کی جانچ ہو کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون برا۔

سورہ کہف مین ہے۔ ولا تعد عینٰك عنهم تريد زينة الحيوٰة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوٰه وكان امره فرطا ٥

اور نہ پھرین تیری دونون آنکھین اُن سے ارادہ کرتے ہوئے حیات دنیا کی زینت کو اور نہ کہا مان اُسکا جسکے قلب کو غافل کیا ہے اپنی یاد سے اور پیروی کیا اُس نے اپنی بری خواہش کی اور اُسکا کام حد سے گذرا ہے

پس اپنی خواہش بد کی پیروی کرنا اور کام کا حد سے گذر جانا غفلت قلب کی وجہ سے اور حیات دنیا کی زینت چاہنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر اس طرح دل غافل نہ ہو اللہ کی یاد سے تو حیات دنیا کی زینت چاہنا غیر محمود نہین ہے۔ سورہ کہف مین ہے۔

المال والبنون زينة الحيوٰة الدنيا والبٰقيٰت الصّٰلحٰت خير عند ربك ثوابا وخير املا ٥

مال اور اولاد زینت دنیا کی حیات کے ہین اور باقیات الصالحات اللہ کے نزدیک بہتر ہین بروے ثواب اور بہتر ہین بروے توقع رکہنے کے۔

پس مال اور بیٹون سے جو زندگی دنیا کی زینت ہین باقیات الصالحات بروے ثواب ملنے اور اُمید کرنے کے بہتر ہین لیکن مال اور بیٹے برے نہین ہین کیونکہ اُن سے بہتر بتایا گیا اور اُن کو برا نہین کہا گیا۔ اعمال صالح جو کوئی انسان کرے وہی باقیات الصالحات ہین اور چونکہ مقصود اصلی وہی ہین لہذا جہان زینت وعمل صالح مین تصادم ہو وہان عمل صالح کو زینت حیات دنیا پر ترجیح دیجاوے اسی لئے قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده لہذا زینت دنیا کی زندگی مین حرام نہین ہے بلکہ دنیا کی زندگی مین مومنین وغیر مومنین اُسمین مشترک ہین اور آخرت مین خاص مومنون کے لئے ہے بطور اجر اُن اعمال کے جو باقیات الصالحات سے تعبیر کئے جاتے ہین ہٰذا من قہم و ذل من طبعهم

بجود بر آتش دوزخ مکن تیز | کہ شہوت آتشیست ازوے بپرہیز
حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش | آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست
نباید بستن اندر چیز و کس دل | کہ دل برداشتن کاریست مشکل
گفت چشم تنگ دنیا دار را | یا قناعت پر کند یا خاک گور
آزنا مدہا زروکن چہرۂ خویش | وازآمدہا آب مکن زہرۂ خویش
بردار ز دنیاے دنی بہرۂ خویش | زان پیش کہ دہر بر کشد زہرۂ خویش
دل مرد طامع بود پر ز درد | بگرد طمع تا توانی مگرد

سورۂ ہمزہ میں ہے ۔ الذی جمع مالا وعددہ ایحسب ان مالہ اخلدہ | افسوس ہے اسپر جسنے جمع کیا مال کو اور گن گن اسکو رکھا کیا سمجھتا ہے کہ اس کا مال رہیگا ۔

پس اس پر بھی وعید ہے ۔

کفایت شعاری کے فضایل و فوایداور بخل و اسراف کے نقایص

چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن | کہ می گویند ملاحان سرودے
بکوہستان اگر باران نبارد | بسالے دجلہ گردد خشک رودے
فقر میں تھا نفس امارہ جس پر دارسے | آگے ثروت سے دینے پر واسطے اسکے نکال
پار ھ پر تلوار کے چلنا نہیں شاق اسقدر | جسقدر ثروت میں ہے دشوار پاس اعتدال

جو پیسے پیسے اور کوڑی کوڑی اور قلیل قسم کا خیال نہیں کرتا اور حساب نہیں لیتا وہ رفتہ رفتہ بڑی بڑی رقموں کا خیال نہ کرے گا اور برباد کردے گا تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے لہذا اس تجربہ کا خیال رکھنا اور اس پہ عمل کرنا بہت ہی ضروری ہے ۔

جب تم قلیل قسم کا خیال رکھوگے تو وہ قلیل کثیر کو خود جمع کرالیگی اگر پیسے کی فکر کروگے
تو پیسا روپیہ کی فکر کردیگا۔ جو پیسے کی حفاظت نہین کرتا اُسکی پیسا بھی حفاظت
نہین کرتا۔ بغیر ضرورت کے کسی چیز کو جسکی ضرورت نہو خرید کرنا پیسے کو ضایع کرنا اور
غیر ضروری چیز کے لئے وقت و محنت کا رائگان کرنا ہے۔ ارزان چیز بھی بغیر ضرورت کے
باستثناے تجارت کرنیکے اس لیئے خرید کرنا کہ آیندہ شاید کام آویگی یا بروقت ضرورت
زیادہ قیمت پر جدا کرسکینگے اُسی مین شامل ہے کہ پیسا اور وقت اور محنت ضایع ہو
خواہ کتنی ہی قلیل آمدنی ہو کچھہ نہ کچھہ بچانا ضروری ہے اور تجربہ سے مفید و سُودمند ہونا
نتیجہ ثابت ہوا ہے بخلاف اُس کے کچھہ نہ بچاسکتے رہنا نہایت ہی پریشان کن اور
ہلاک کن ثابت ہوا ہے۔ اگر کسی رقم سے کیلئے یہ فرض کر لیا جاوے کہ وہ نہین ملی تو غریب سے
غریب آدمی اُس رقم کو بے قرض بچا سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو دو آنہ روزنہ سے
زیادہ آمدنی نہین جو اُس کے اور اُس کے بال بچون کی قوت لا یموت کے لیئے بھی
کافی نہین لیکن وہ اُس وقت بھی تکلیف سے بسر کرتا ہے تو ایک کوڑی یا ایک پائی کا اُن سے
بچا لینا اُس سے ممکن ہے دیکھہ لیوے کہ دو آنہ سے وہ قلیل رقم اُس کو کم ملی صبر
و استقلال اس کے لئے ضروری ہے۔ جو قسم اس طرح بچا لیجاوے اُس کو
سخت سے سخت ضرورت مین تا بہ امکان خرچ نہ کرنا چاہیئے اور اگر مجبوری ہو تو بطور
قرض کے لینا چاہیئے اور اُس کو اپنے ذمہ ایسا قرض سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح
قرض کو وعدہ معینہ پر مقدم سمجھہ کر ادا کرتے ہین اُسیطرح اُس رقم کو بھی پھر جمع کردیوین
وہ تجربہ قسم اور تسلی و تسکین ضروری و حاجت روائی مین بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ مال
واقعی ضرورتون کے رفع اور اغراض اصلی کے پورا کرنے کیلئے جمع کیا جاتا ہے۔

اُس کا استعمال سبب کمال و مانع زوال ہے۔ لہذا اگر کسی وقت مقدم ضرورت پیش آجاوے تو اُس کا ایثار کر دینا ضروری ہے اور عدم خرچ بدتر لیکن اچھی طرح خیال کرکے لہذا نہ اسراف نہ بخل ہر وقت و ہر آدمی و ہر شخص کے ساتھ چاہیئے۔ اس کے بیچ مین ایک سیدھی اور درست اور معتدل راہ ہے جس کو اختیار کرنا اور تا بہ امکان کچھ نہ کچھ بچاتے رہنا چاہیئے۔ نمایش یا فیشن بھی اسراف کا سبب ہوتے ہین اُن سے بچنا اور سادہ و صاف اور آرام دہ ور فع ضرورت کے لایق سامان رکھنا چاہیئے۔ اپنے پیسے کو مناسب طریقہ سے صرف کرو تم خواہ زندگی کی کسی حالت مین کیون نہ ہو اگر تم اپنے روپیون کا انتظام معقول طور پر نہین کر سکتے اور اپنی آمدنی مناسب اور مفید طریقہ پر خرچ نہین کرتے تو تم بڑے اور بدقسمت ہو اور تم سے اپنا ہی نہین بلکہ ملک کے علمی اور صنعتی ترقی کو بھی بڑا صدمہ پہنچتا ہے جو شخص کہ مالی مشکلات اور تہیدستی کی تکالیف مین ہے اگر وہ اپنے دل کو دماغی محنت کے قابل بنا ہوا رکھے تو وہ غیر معمولی آدمی ہے۔ غربت اور افلاس مین انسان کی عقل ماری جاتی ہے اُس کی اُمیدون پر پانی پھر جاتا ہے۔ مقاصد قایم نہین رہتے۔ اچھی باتین اُسے بُری معلوم ہوتی ہین اور اُسے طمع چارون طرف سے آگھیرتی ہے۔ غریب آدمی ملک اور سوسایٹی مین انگشت نما بن جاتا ہے محتاجی کے حالتمین آزاد رہنا اور اپنے مقاصد پر قایم رہنا مشکل ہے۔

کوڑی کے سب جہان مین نقش و نگین ہین ۔۔۔ کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے سب تین تین ہین

محتاج روپیہ کی طمع سے خوشامد اور اُن کامون کو کرنے لگتا ہے جن کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ آمدنی سے بڑھ کر خرچ نہ کرو ہمیشہ اپنا خرچ آمدنی سے کم رکھو کچھ نہ کچھ

ہمیشہ پس انداز رکھئے جاؤ تمہاری آمدنی خواہ کتنی ہی قلیل ہو تاہم کچھ نہ کچھ پس انداز کرو۔ اپنی چادر کے مطابق پیر پھیلاؤ۔ عمدہ تدبیر یہ ہے کہ کبھی کوئی چیز اُدھار مت خریدو ہر چیز کو نقد قیمت دیکر خریدو۔ پس جتنا تمہارے پاس خرچ ہوگا تم اتنا ہی خرچ کرسکو گے۔ اُدھار لینے والے کو ایک روپیہ کی چیز چار روپیے کو ملتی ہے اور پھر باوجود اس کے اکثر خراب چیز لینی پڑتی ہے۔ اس کا جواب کہ ہر ایک چیز کے لئے نقد روپیہ نہیں دیا جاسکتا بہت سے معاملہ کاغذوں ہی میں ہوتے ہیں بغیر اُدھار کے تجارت نہیں چل سکتی یہ ہے کہ اگر بڑے بڑے کاموں میں اُدھار کی ضرورت پڑتی ہے تو ٹھیک ہے مگر روزمرہ کے خور و نوش کی چیزوں اور چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہرگز اُدھار لینے کی ضرورت نہیں۔ اُدھار دینے والا دوکاندار مجبور ہے کہ زیادہ قیمت لیوے ورنہ اُس کا دیوالہ نکل جاوے اور اکثر اُس کا روپیہ مارا جاتا ہے۔ پس اگر دوکاندار نقد اور اُدھار کی قیمتوں میں فرق نہ رکھے تو اُس کو فایدہ نہ ہو۔ غریب و محتاج ہونا شرمناک نہیں مجبوری ہوتی ہے اور نہ امیر ہونا باعث فخر ہے۔ یہ سبق امریکہ کے باشندوں سے سیکھنے کے قابل ہے وہ اپنی دولت پر فخر نہیں کرتے اور نہ محتاجوں کی مذمت و حقارت کرتے ہیں اور نہ دولتمند ہونے کی وجہ سے کسی کو رتبہ دیتے ہیں وہاں کثرت سے ایسی نظیریں ملتی ہیں جنمیں محتاج لوگوں کو بڑی بڑی ذمہ داری کی خدمات سپرد کی گئیں اور لوگوں نے بہ نسبت دولتمندوں کے اُن کی زیادہ عزت و قدر و منزلت کی۔

کفایت شعاری تہذیب کے ساتھ شروع ہوئی۔ ضرورت امروزہ کے ساتھ جب ضرورت فردا کا بھی خیال پیدا ہوا تو کفایت شعاری کی بنیاد قایم ہوئی کفایت شعاری کے معنی انتظام امور کے ہیں۔ پرایویٹ اکانومی کا یہ منشا ہے کہ شخصی حالتیں

ترقی و بہتری ہو اور پولیٹیکل اکانومی کی یہ غرض ہے کہ قومی دولت و ثروت میں افزونی
و زیادتی ہو۔ پرائیوٹ اور پبلک دونون کی دولت کا ایک ہی منبع ہے حصول سرمایہ
کا ذریعہ محنت ہے۔ محفوظ رکھنے کا طریقہ کفایت شعاری ہے۔ اُس کے بڑہانے کا آلہ
کوشش و ثابت قدمی ہے۔ وہ کفایت شعاری کا نتیجہ ہے جس کو سرمایہ کہتے ہین۔
دوسرے لفظون مین اس کو ہر گروہ کی عمدگی حالت کا باعث کہنا چاہیئے۔ بر خلاف
اس کے فضول خرچی بہی ہے جس سے افلاس مین گرفتار ہوجانا پڑتا ہے پس ہر شخص
جو کفایت شعار ہے اُس کو پبلک کا محسن خیال کرنا چاہیئے اور مسرف کو دشمن۔

اکانومی کوئی خلقی قوت نہین ہے بلکہ مآل اندیشی تمثیل اور تجربہ کا ماحصل ہے
تعلیم اور فہم کا نتیجہ ہے۔ جب آدمی مین عقل اور دور اندیشی کا مادہ ہوتا ہے تو اُس مین
سلامت روی کی صفت پیدا ہوجاتی ہے۔ انسان کو ہمیشہ ضرورت فردا کا خیال
رکہنا لازم ہے اُسے ہمیشہ مآل اندیشی سے کام لیتے رہنا چاہیئے۔ جو شخص عاقبت اندیش
ہے گویا وہ بالکل مسلح ہے اور اس اعلی صفت کیوجہ سے قوی بہی ہے۔ جو قوم
اپنی آمدنی کا کل حصہ صرف کر ڈالتی ہے اور آیندہ کے واسطے کوئی ذخیرہ نہین
چہوڑتی اُس کے پاس کچہ سرمایہ نہین ہوتا وہ تجارت و اعمال صالح نہین کر سکتی
پس دنیا مین کفایت شعاری گیا تہذیب کی جڑ ہے۔ نادار ہمیشہ مدد کا
محتاج اور کفایت شعار کا حلقہ بگوش و غلام و تابعدار ہے۔

اگر فراغت اور آسودگی سے مستفید ہونے کی کسی شخص مین کافی قابلیت ہو
تو کفایت شعاری کی عادت بہر حالت اُس کے دست قدرت مین ہے۔ جن لوگون کے
پاس معقول ذریعے آمدنی کے ہین وہ تو صاحب ثروت ہوسکتے ہین اور دنیاوی ترقی بہی

معتدبہ حصہ حاصل کرسکتے ہین لیکن یہ امر کہ وہ خود اپنی یا اپنے طبقہ کی حالت مین کوئی
قابل اطمینان ترقی پیدا کرین محض محنت ہمت راستبازی اور کفایت شعاری
پر منحصر ہے۔ کسی سوسایٹی کو تہیدستی سے اُس قدر نقصان نہین پہنچ سکتا جتنا کہ دولت
کے ضایع کردینے سے ہوتا ہے۔ دولت کا پیدا کرنا آسان ہے لیکن صرف کرنیکا
شعور حاصل کرنا مشکل ہے۔ یہ امر چندان قابل غور و فخر نہین ہے کہ کسی شخص نے
کیونکر سرمایہ جمع کیا بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے اپنی دولت کو کسطرح استعمال کیا
اور اُس مین تدبیر منزل کی کیسی قابلیت ہے۔ جب کوئی شخص محنت کرکے اپنی
ذاتی اور اہل وعیال کی ضرورت سے زیادہ حاصل کرلیتا ہے اور علاوہ
اخراجات کے کچھہ حصہ پس انداز بھی کرتا ہے اور بخل نہین کرتا تو سمجھہ لینا چاہیئے
کہ بلاشبہہ سوشل بہبودی کا ایک جزو اس مین موجود ہے اور گو بچت کی وہ
رقم قلیل المقدار ہی کیون نہ ہو تاہم اُس شخص کو مطمئن رکھنے کیواسطے کافی ہے
وقت کو احتیاط سے کام مین لانا گویا دولت کو کفایت سے صرف کرنا ہے۔ کفایت شعاری
روزمرہ کے کاروبار مین ایک عام فراست ہے اُس کے واسطے کسی پرجوش
ارادہ کی ضرورت نہین ہے بلکہ صرف تحمل و ضبط نفس درکار ہے۔ کفایت شعاری کا
آغاز ہی گویا اُس کی تدبیر ہے۔ جس قدر کفایت شعاری کی عادت ڈالی جاے گی
اُسیقدر آسانی ہوتی جاے گی و عدم کفایت کی جلد تلافی ہوجائیگی جن کے ترک
کرنے مین کسی شخص کو ابتدا ًدقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ بہت کم آدمی دولتمند ہوسکتے ہین۔ لیکن یہ ہر شخص کے دست قدرت مین ہے
کہ وہ محنت اور کفایت شعاری سے اپنی ذاتی ضروریات کو تمام تر مہیا کرسکے اور ایسی

رقم پس انداز بھی کرے جو اُس کو عالم شیب میں عسرت و افلاس کی تکلیف سے محفوظ رکھ سکے۔ کفایت شعاری میں موقع نہیں بلکہ خواہش خلل انداز ہوتی ہے بعض انسان علی الاتصال جسمانی و دماغی محنت کرتے ہیں لیکن بے محابا اخراجات اور مصرفانہ حالت کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

دولت صدہا اغراض کو بے وقعت و بیہودہ ظاہر کرتی ہے لیکن جس چیز کو یہ بیش بہا کر دیتی ہے وہ آزادی ہے اور اس لحاظ سے وہ اخلاقی ضرورت کیواسطے ایک جزو اعظم ہے۔ پس جب دولت حصول آزادی کا باعث ہے اور اُس کا جمع ہونا کفایت شعاری پر منحصر ہے تو کفایت شعاری جو ایک عمدہ صفت ہے اُس درجہ سے اور بھی معزز و ممتاز ہوگئی جو قابل تحسین اوصاف کے واسطے مخصوص ہے جملہ دلیرانہ اوصاف اور خوبیوں سے محروم کر دینے کے لئے کفایت شعاری کی نہ عادت ہونا کافی ہے۔ جس قدر آدمی دور اندیش ہوتا جاتا ہے اُسی قدر وہ مآل اندیش ہوتا جاتا ہے اور بہایم کے طرح کوتاہ اندیش نہیں رہتا۔ اکثر اشخاص مال پیدا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں لیکن اعتدال و کفایت شعاری کی عادت نہیں رکھتے اور جوش میں بلا سمجھے بوجھے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مستقل مزاج و مضبوط ارادہ کے لوگ بآسانی ضبط کی اور کفایت شعاری کی عادت کر لیتے ہیں۔ بیضرورت چیزوں کے خریدنے سے بہت جلد فضول خرچی کی عادت ہو جاتی ہے۔ کفایت شعاری عاقبت اندیشی کا نتیجہ پرہیزگاری کا وسیلہ اور آزادی کا باعث ہے۔ افلاس سے بھلائی کے ذریعے مفقود اور برائیوں سے محفوظ رہنے کی قوت معدوم ہو جاتی ہے جب کفایت شعاری پر اس خیال کے ساتھہ نظر ڈالی جائے کہ یہ فعل واجب العمل ہے

تو پھر اُس کی پابندی مین کوئی دقت نہ معلوم ہوگی اور جن لوگون نے پہلے سے
اس پر توجہ نہین کی اُن کو تعجب ہوگا کہ ہفتہ وار صرف ایک قلیل رقم کے جمع کرنیسے
کس قدر اخلاقی ترقی دماغی اصلاح اور ذاتی استغنا حاصل ہوجاتا ہے۔
کفایت شعاری کے واسطے جس قدر کوشش کیجائے وہ قابل قدر ہے اُس کا
ابتدائی عمل گویا اُس کی ترقی ہے۔ اس سے طبیعت مین سنجیدگی و پرہیزگاری
و مآل اندیشی کا نشو و نما ہوتا ہے۔ نفس پرستی مغلوب ہوجاتی ہے علاوہ ان فواید کے
ایک قسم کی بے پروائی اور اطمینان حاصل ہوتا اور ترددات و تفکرات سے نجات
ملتی ہے۔ میکالے نے لارڈ لینسڈون کو جس نے اُس کو ہندوستانی کونسل
مین جگہ دینی چاہی ذیل کا جواب لکھا۔ اپنی عمر مین دن بدن مجھہ کو دولت کی کثرت کی
خواہش کم ہوتی جاتی ہے مگر دن بدن مجھہ کو کفایت شعاری کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے
اور بغیر کفایت شعاری کے انسان کے واسطے متدین ہونا قریباً ناممکن ہے۔ بلکہ
ایسا خیال بھی اُس کے دل مین آنا قریباً محال ہے۔ میری حالت کچھہ ایسی واقع
ہوئی ہے کہ مین صرف دو طرح سے دنیا مین گذارہ کرسکتا ہون۔ اول تو نوکری سے
دوم قلم سے۔ ایک کتب فروش کا کارکن بننے کا خیال۔ کتابین تصنیف کرنا۔ دل کو
نیکی اور شرافت سے بھرنے کے واسطے نہین بلکہ زر سے جیب بھرنے کیواسطے
حرص پوری کی کوشش کرنا۔ نکمی باتون سے کاغذ سیاہ کرنے۔ یہ باتین مجھہ کو
ہولناک اور خطرناک معلوم ہوتی ہین۔ لیکن اگر مین نوکری چھوڑ دون گا تو یہی حال ہوگا۔
لیکن دنیا مین روپیہ کے خاطر نوکری کرنا میرے واسطے اور بھی خوفناک ہوگا۔ ملٹن کا
یہ مقولہ تھا کہ جو شخص کہ بار مصیبت اچھی طرح اُٹھاتا ہے وہی سب سے اچھا کام کرتا ہے۔

کسی شخص کی زندگی کا یہ غایت ہونا کہ محض اپنے واسطے دولت جمع کرے قابل تعریف نہین ہوسکتا۔ مسٹر جان مارلے کہتے ہین کہ ہمیشہ عقلمندانہ خیال اور درست جذبات کے ساتھ زندگی بسر کرنا مسرت اور فرض کے واسطے کافی ہے۔ بیکن کہتا ہے کہ انسان کی زیست کی یہ عمدہ غرض نہین ہے کہ وہ صرف اپنے ہی واسطے دولت جمع کرے۔ بہتر اور زیادہ اولوالعزم جیسے افلاطون۔ ارسطو۔ بدھا اور پولوس مقدس اس بات پر کبھی قانع نہین ہوئے کہ اپنی ذات کو صرف اپنے واسطے تکمیل کو پہنچا دین۔

والٹر ریلے کا قول ہے کہ جو شخص موت و جزا اور جنت و دوزخ کو اکثر یاد کیا کرتا ہے وہ ضرور اچھی موت مرے گا۔ سورہ حدید مین ہے۔

لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما	تاکہ تم مایوس نہ ہوا سپر جو گیا اور خوش نہ ہوجاؤ اسپر
آتکم و اللہ لا یحب کل مختال فخور	جو تم کو ملا حالانکہ اللہ نہین محبوب رکھتا ہر اترائی کرنیوالے
الذین یبخلون و یامرون الناس	بڑائی کرنیوالیکو جو بخل کرتے ہین اور حکم کرتے ہین آدمیون کو
بالبخل ومن یتول فان اللہ ھو الغنی	بخل کا اور جس نے منہ موڑا تو اللہ ہی بے پروا
الحمید ٥	تعریف کیا گیا ہے۔

پس خوبی مال کے نہ ملنے کے وجہ سے مایوس ہوجانے اور نہ ملنے کے وجہ سے خوش اور اترائی کرنے والا بڑائی کرنے والا ہوجانے مین نہین ہے بلکہ اللہ دوست نہین رکھتا مختال فخور کو اور دوست نہین رکھتا بخیلون کو اور نہ اُن کو جو لوگون کو بخل کرنے کے لیے کہتے ہین اللہ خود غنی حمید ہے اُس کا دوست نہ رکھنا ہی ہے کہ جو ایسے افعال کرے گا جس کی وہ ممانعت کرتا ہے اور جس کو وہ دوست نہین رکھتا اُس سے نتیجہ فعل و عمل کرنے والے کو نقصان و عذاب پہنچیگا لہذا بخل کرنے اور کرانیے

خدا تعالےٰ کا غیر محبوب بنتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔

وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین	اور ناتے والون کو اُن کا حق دے اور مسکین کو
وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا	اور مسافر کو اور اسراف نہ کر بیجا اسراف
ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین	کرنیوالے اخوان الشیاطین ہین اور شیطان اپنے رب کا
وکان الشیطان لربه کفورا واما	ناشکر ہے اور اگر تو منہ پہیرے اُن سے بانتظار
تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من	اپنے رب کی رحمت کے جس کی تجہکو
ربك ترجوها فقل لهم قولا میسورا	رجا ہے تو کہہ اُن کو بات آسان اور مت کر
ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك	اپنے ہاتہہ کو بندہا ہوا اپنی گردن تک اور
ولا تبسطها کل البسط فتقعد	نہ کہولدے اُس کو نرا کہولدینا کہ تو بیٹھے
ملوما محسورا	ملامت کیا ہوا حسرت کیا ہوا۔

پس ان آیات مین ناتے والے اور مسکین و مسافر کے دینے کے بابت ہدایت ہے، اور بیجا خرچ کرنے کے بابت ممانعت اس طرح کہ بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بہائی ہین یعنے شیطانی کام کرتے ہین اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہوتا ہے۔ لہذا بیجا خرچ کرنا اپنے رب سے ناشکر ہونا ہے اور پہر نہایت خوبی سے انہین آیتون مین بیان ہے کہ اپنے ہاتہہ کو گردن تک نہ باندہ لے یعنے خرچ بالکل نہ چھوڑ دے اور بخیل نہ ہوجا اور نہ نرا اُس کو کہولدے یعنی بالکل مسرف نہ ہوجا کیونکہ ان دونون کا نتیجہ یہ ہے کہ حسرت زدہ ملامت کردہ تو ہوجاویگا پس بخل اور اسراف دونون کی ممانعت ہوئی اور جن کو دینا ہے اگر اُن کے دینے کے لیے کسی ملنے والی اُمید پہ التوا کیجاوے تو یہ حکم ہے کہ اُن سے آسان بات

کہی جاوے۔ یعنی ایسا وعدہ کیا جاوے اور ایسے طور پر کہا جاوے کہ اُن کو آسان معلوم ہو اور منجملہ اُن کے جو بات کہنا ہے اُن مین سہجے آسان ہو۔ سورہ فرقان مین ہے۔

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما الآیہ

اور بندے رحمان کے وہ ہین جو جب خرچ کرتے ہین تو اسراف نہین کرتے اور تنگی کرتے ہین اور ہے اسکے درمیان مین درست راہ انکو غرفہ سے بسبب صبر کے اور ملینگے اُنکو اسمین تحیت وسلام سے۔

پس اسراف اور بخل نہ کرنے کے درمیان مین ایک درست راہ ہے یعنی کفایت شعاری سے صرف کرنا اور حق بحقدار دینا اور پہنچانا اور بندے رحمان کے حقیقتاً وہی ہین جو کفایت شعاری بھی کما حقہ کرتے ہین اور بسبب اس صبر کے جو اسراف نہ کرنے اور بخل نہ کرنے مین وہ بندے کرتے ہین اللہ انکو وہ ثواب دیتا ہے جو مذکور ہوا۔

مال کمانا بروے اسلام وقران ضروری وقابل ثواب ہے

ہرگاہ کہ مال کمانا اور اُس کی تحصیل اور جمع رکھنا مقصود اصلی نہین ہے بلکہ اُسکے ذریعہ سے رفع حاجات وضروریات کرنا اور بہترین ثواب کا حاصل کرنا مقصود ہے لہذا قران مجید مین مال کمانے کی تحریک وترغیب بلا واسطہ و براہ راست نہین کیگئی بلکہ جن ذرایع سے وہ حاصل کیا جاتا ہے اُن کو مباح ومحمود قرار دیا گیا ہے اور جو احکام جمع وتحصیل مال کے متعلق ہین وہ تفصیلاً بیان کئے گئے ہین مگر موضوع کو مدنظر رکھہ کر۔ مال کے ذریعہ سے جو فوائد واعلیٰ ثواب ہوتے ہین اُن کو بہت جگہہ اور متواتر ومتعدد طریق سے بیان کیا ہے جو ثواب عظیم کا سبب ہے۔ دردنگوئی قرض کے پشت پر سوار رہتی ہے۔

ہر کہ بر خود در سوال کشاد | تا نہ میرد نیاز مند بود
فقر و حاجت مین نہ ہو انسان کو جب صبر شکیب | نہین کوئی برائی فقر و حاجت سے بتر
قرضے سے بہت لوگون کو مرتے دیکھا | اور عمر بھر اُس کا سود بھرتے دیکھا
یہ قرض کا آسیب چڑہا جس سر پہ | سر چلایا اُس کو نہ اُبھرتے دیکھا
اللہ مسلمانون کو نہ دلوائے قرض | کر سکتا ہے مفلسی سے کب حال کا عرض
کہتا ہے نماز روزہ چٹ کرکے یون | اب قرض ادا کرون اپنا یا فرض

زر و مال ذریعہ ہوتا ہے فقر و حاجت کے دور کرنے کا لہذا جب وہ نہ ہو تب صبر ہونا چاہیئے۔ اس کلیہ کو اچھی طرح سمجھہ لینا و یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر قومی و بین الاقوامی معاملات ہین اور جس قدر اسلام کے نظام ہین اور بر و تقوے اور فرائض و حقوق جس قدر قران مجید مین بیان ہین اور دین اسلام مین ہین وہ سب یا اُن مین کا ایک بھی بغیر مال کے انجام نہین پا سکتے اور اُن کا انتظام نہین ہو سکتا۔

سورہ بقر مین ہے۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ٥ | تم پر گناہ نہین ہے کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔

یہان پر فضل کے معنے تلاش معاش کے ہین اور حج کے درمیان مین اُسکے بابت حکم ہے جس سے کم سے کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال پیدا کرنا گناہ نہین ہے۔

سورہ جمعہ مین ہے۔ یا ایہا الذین امنو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ٥ | اے مومنو جب اذان دی جاوے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کے لئے اور چھوڑ دو بیع کو

اس آیت مین نماز کے لئے بیع کے چھوڑنے کا مومنین کو حکم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مومنین کے شعار مین سے ہے یعنے خرید و فروخت و تجارت جس سے مال پیدا ہوتا ہے وہ مومنین کے عمل مین و دستور العمل تھا لھذا شعار مومنین سے ہوا

سورہ بقر مین ہے۔ احل اللہ البیع — بیع کو اللہ نے حلال کیا ہے۔

سورہ بقر مین ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین و الاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین ۵

حکم ہوا تم پر کہ جب حاضر ہو کسی کو تم مین سے موت اگر چھوڑے نیک مال تو وصیت کرے والدین اور ناتے والون کے لئے معروف کے ساتھ حق ہے متقین پر۔

پس اس آیت سے خیر یعنے نیک مال کا چھوڑنا مومنین و متقین کا ثابت ہوتا ہے دوسرے والدین اور اقربین کے حق مین اس کے دینے کے لئے ضروری ہونا بھی ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ چھوڑے تو وصیت کرے لیکن اگر اُن سے مقدم ضرورت وصیت کی ہو تو اُن کے نہ دینے مین منافات نہین کیونکہ چھوڑنے کی شرط اسی آیت مین ہے اور دوسرون کو یا دوسرے مصرف مین دینا یا وصیت کا نہ چھوڑنا نہین ہے۔ اسی لئے جن آیات سے توریث کا حکم ہے اُس مین بعد وصیت و دین کے توریث نفاذ کا حکم ہے۔

معیشت مین فضل قایم کرنے و مساوات درست نہ رکھنے کے

باوجود اسلام جو انکی حل مشکلات کیا وہ بہترین ہے

بروئے اسلام و قرآن شریف کے جو حقوق کسی قسم کے اشخاص کو عطا
کیے گئے ہیں اُس میں نسل و رنگ و قوم و علم و درجہ و حکومت و مال و عزت و اتقا کا
امتیاز نہیں ہے اپنے اپنے قسم کے حق رکھنے والے مساوی درجہ رکھتے ہیں اور
حق پانے اور تقریبات اُٹھانے میں کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ مساوی حالت ہوتی
ہے اور ہر مومن دینی بھائی سمجھا جاتا ہے اکرام و عزت صرف اُنہیں کو باعتبار تقویٰ کے
دی جانی چاہیئے ورنہ دینی اخوت کے اعتبار سے باہم مساوات ہے۔ لیکن ہر شخص
اپنے مال کا مستقل مالک ہے کسی مفلس کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی مالدار کے مال میں
اپنے حق کا بروئے مساوات دعوے کرے اور اس طرح اُس سے لے لیوے مال کے
مالک کو پورا اختیار ہے کہ اپنے مال کو جس طرح چاہے تصرف کرے نصیحت و
امر بالمعروف مومنین کر سکتے ہیں لیکن مال کے تصرف سے مالک کو نہیں روک سکتے
زکوٰۃ اُس سے لے سکتے ہیں لیکن اُس سے زیادہ جبراً خیر کے لئے نہیں حاصل
کر سکتے چونکہ مال میں مساوات کا دعوے کرنے والے غلط اصول کی پیروی کرتے
ہیں جس سے محنت کا بازار سرد پڑ جاتا اور فساد برپا ہوتا و بڑھ جاتا ہے اور نتیجہ یہ بھی
ہوتا ہے کہ کام کرنے والے بعوض مال کے نہیں ملتے لہذا خدا تعالیٰ نے نہایت
خوبی سے سورہ زمر میں وجہ عدم مساوات بھی ظاہر کی ہے۔

اهم يقسمون رحمة ربك نحن	کیا وہ تقسیم کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے
قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة	تقسیم کیا ہے اُن کے درمیان اُنکی معیشت کو حیات
الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض	دنیا میں اور بلند کیا ہے بعض کے بعض کے اوپر
درجت ليتخذ بعضهم بعضا سخريا ورحمة	درجے تاکہ بعض بعض اُنکا کام میں لگے اور رحمت

ربک خیر مما یجمعون ۰ تیرے رب کی بہتر ہے اس سے جو جمع کرتے ہین۔

پس اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے فطرت انسانی کو جو معیشت مال کے بابت ہے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے بعض کو مالدار اور بعض کو مفلس اس لئے کردیا اور اس لئے اس تقسیم کو کیا کہ بعض بعض کے کام مین لگین اور یہ رحمت ہے اور جو جمع کرتے ہین اُس سے خیر ہے۔ یعنی اگر حاجتمند و مفلس نہ ہوتے اور مال کو بعوض ہر شخص دیسکتا تو کام کرنے والے نہ ملتے اور ہر شخص مساوی حق بغیر محنت کے مانگتا۔ پس تفاوت مال مین اس لئے ہے کہ محنت کرسکین اور کام کرنے کا معاوضہ پاسکین لہذا یہ تقسیم رحمت ہے جمع ہوجانا رحمت نہین ہے کہ اس جمع سے مساوی طور سے بحیثیت انسان یا قوم تقسیم کرین کیونکہ ترقی رک جاوے گی اور محنت کا معاوضہ نہ دیا جاسکیگا اور بوجہ تفضل کے معمول محکوم نہ ہون گے۔ سورہ نحل مین ہے

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق ۰ اور اللہ نے بڑائی دی ہے بعض پر تم مین سے بعض کو رزق مین۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رزق مین ایک کو دوسرے پر جو تفضل اور جو زیادتی ہے وہ ہمیشہ رہے گی مساوات فی الرزق نہین ہوسکتی۔ لہذا ملک و قوم کی دولت اگرچہ بحیثیت ملکیت و قبضہ کے افراد کے تصرف مین بروے اسلام ہوتی ہے لیکن اُس کی ترقی و حفاظت و خرچ کرنے کی رغبت دلانا اور کوشش کرنا تمام قوم و ملک کا فرض ہوتا ہے کہ مجموعی قوم و ملک کے دولت کیطرح سمجھین اور اُس کو برباد و تلف نہ ہونے دین اور دشمنون سے بچادین تاکہ ملک کی دولت کو بحیثیت مجموعی زوال نہ ہو اور اُس سے فایدہ و کمال قومی حاصل ہو۔ فرقہ نہلسٹ کے

مقاصد مین سے یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و
یکسان مالک ہونے کا حق ہو۔ فرقہ سوشیالسٹ کے مقاصد مین سے یہ ہے
کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اُٹھا دیا جاوے اور جمہور کا ملک کر دیا جاوے
نیشلسٹ کے مقاصد سے یہ ہے کہ اراضی سکنہ و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی
قبضہ سے نکال لیا جاوے۔ پس نہلسٹ جمہوریت و مساوات و اشتراکیت جملہ امور
مین چاہتے ہین اور سوشیالسٹ اسباب معیشت مین صرف جمہوریت و اشتراکیت
چاہتے ہین اور نیشلسٹ اراضی سکنہ و زرعی کو صرف بلا معاوضہ محنت دینے کے شخصی
قبضہ سے نکال لینا چاہتے ہین۔ لہذا ہر سہ فرقہاے مذکور ایک قسم کی مساوات و اشترا
انفرادی چاہتے ہین اور فضل شخصی کو اُن امور مین جنکے وہ خواستگار ہین مٹانا چاہتے
ہین۔ انھین آپسمین جو اختلاف و فرق پیدا ہو گیا ہے وہ مسئلہ اقتصاد یا تمدن یا پولیٹکل
اکانومی کے اس حصہ مین ہوا ہے کہ افراد قوم مین بلحاظ فقر و غنی کیونکر تناسب قایم
کیا جاوے لیکن املاک و امتیازات و اسباب معیشت پر سے ملکیت کا اُٹھایا جانا
اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا مین کبھی اُس کا رواج نہ ہوگا۔ مال و دولت مین مساوات
عملاً و عقلاً غیر ممکن و مستبعد ہے جس کی محنت اور جس کا حق ہے اُس کو ملکیت کا حق نہ
ہو تو بربادی ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ مساوات باستثناے مساوات قانونی و رسوم
دینی کے اُسی وقت تک باقی رہتے ہین جب تک افراد اور اُن کے خیالات و جذبات
مین اتحاد رہے اور اُسی امر مین رہتے ہین جس مین اتفاق و اتحاد رہے جہان اختلاف
ہوا جس کا ہونا انسان مین لازمی ہے وہان عمارت مذکور بے بنیاد ہو جاتی اور برباد
ہو جاتی ہین بلکہ اشتراکیت و مساوات اتحاد کے حالت مین بھی سبب تنزل کا ہوتی ہین

نہ کہ سبب ترقی و اصلاح کی۔ اسلام نے اس مسئلہ پر بھی توجہ کی ہے اور اُس نے
ہمیشہ کے لئے اُس کو حل کر کے طے کر دیا ہے۔ اسلام نے خیرات اور باہمی سلوک
و مدد و قومی ایثار کی جس قدر تحریک و ترغیب دی ہے اور جس قدر ثواب انمیں سے
ہر ایک کے جدا جدا بیان کیا ہے اور اُن کے نہ کرنے پر جو وعید ہے اور عملاً آنحضرتؐ
و اصحاب کرامؓ نے جو کچھ اُن اُمور مین کیا اور کر دکھایا ہے وہ اُن اغراض کے حل مین جنکی
وجہ سے اختلاف ہوتا ہے کافی ہین اور چونکہ عملاً وہ طریق ممکن الوقوع ثابت ہو گئے ہین
لہذا اُن کی پیروی سے وہ دقتین نہین پیدا ہوتین جن کے بچانے کے لئے مقاصد
مختلفہ ہوتے ہین۔ اسلام نے علاوہ اُمور مذکورہ بالا کے سب سے اہم مسئلہ مذکور
کے طے کرنے کے لئے زکواۃ کو مالدارون پر فرض کر دیا ہے جس کے ادا سے
یہ فایدہ ہے کہ مال کی محبت مالدارون کو مغلوب نہین کرتی اور بخل و امساک کے
عیوب سے ذاتی طور پر وہ پاک رہتے ہین اور غربا و مساکین وغیرہ کو جن کو زکواۃ
سے فایدہ پہنچایا جاتا ہے اپنا اور اپنے قوم کا وہ جزو سمجھتے ہین اور افراط دولت سے
متکبر و مغرور نہین ہوتے اور چونکہ کسی فرد کو باقاعدہ زکواۃ دینے والا بموجب ہدایت
قران مجید ادا نہین کرتا بلکہ قومی طور سے ادا ہونا مستحسن ہے لہذا منت بھی فرد پر اُسکی
نہین ہوتی بلکہ علی وجہ اللہ دیتا ہے اور افراد قوم خصوصاً مصرف زکواۃ سے فایدہ
اُٹھانے والے چونکہ مالدار کے مال سے اپنا ایک حصہ معین سمجھتے ہین اس لئے مالدارونکی
خیر خواہی اور اُن سے محبت اور اُن کے مالون کی حفاظت کرتے ہین۔

قانون اخلاق کیسا ہونا چاہیے

اصولاً یہ کہدینا صحیح ہے کہ تصاحب اور تعامل کے حالت مین کردار کی چند صورتین ایسی ہین جن سے زیست ہاے سہ گانہ کے بقا اور عروج مین مدد ملتی ہے اور بعض صورتین ایسی ہین جن سے زیست بالمعنی الاعم کو ضرر ہوتا ہے لیکن جب تصاحب اور تعامل کے حالت مین کردار کا دستور العمل بنانے والا کوئی دستور العمل بنا دے تو اُسکو ایک مشخص عملی غرض مدنظر رکھنا چاہیے یعنے بتانا چاہیے کہ کردار کا دستور العمل بنانے سے میری بلاواسطہ عملی غرض فلان ہے۔ بنتھم کی راے مین اکثر افراد کی اکثر راحت قانون یعنے تعامل کے حالت مین کردار کی دستور العمل کی بلاواسطہ غرض ہونا چاہیے۔ لیکن یہ راے غلطی سے خالی نہین۔ اول تو وہ اس خیال پر مبنی ہے کہ راحت کوئی ایسی چیز ہے جو ناپ تول کر بانٹے دیجا سکتی ہے۔ پس قانون ایسا بنانا چاہیے جس سے ناپ و تول کر زیادہ سے زیادہ راحت زیادہ سے زیادہ فردون کو بلاواسطہ ملجاوے دوسرے راے مذکور مین اس بات کا بھی شائبہ ہے کہ راحت فردون کو بانٹ دینا مشروط بشرائط نہین ہے حالانکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تصاحب اور تعامل کی حالت مین راحت ایسی چیز نہین ہے جو کوئی دستور العمل بنانے والا کسی فرد کو دستور العمل بنا کر بلاواسطہ پہنچا وے۔ جب راحت اضافی ہے اور اُس علاقہ سے پیدا ہوتی ہے جو فرد اور اُس کے ماحول مین ہو اور راحت کا معیار مختلف فردون کے لئے جدا جدا ہے اور ایک فرد کے لئے مختلف اوقات مین بھی جدا جدا ہے تب دستور العمل بنانے والا کسیطرح ایسا عام دستور العمل بنا ہی نہین سکتا جسمین بہت سے جداگانہ معیار ہاے راحت کا لحاظ ہو سکے جو کچھ وہ کر سکتا ہے صرف یہی ہے کہ دستور العمل سے ایسی شرطین موجود کر دے جن کے بعد ہر فرد اپنی قوت و اختیار سے جسقدر راحت

حاصل کر سکتا ہے وہ کر سکے اور وہ شرطین یہی ہین کہ تصاحب اور تعامل کے
حالت مین ایسا دستور العمل ہو جس سے افراد قوم ظلم جلی و خفی سے بچین اور اپنی اپنی
راحت کے تکمیل مین ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہون لہذا واضع قانون تعامل و تصاحب کا
عملی بلا واسطہ مقصود قانون بنانے سے یہ ہونا چاہیئے کہ تعامل ہموار اور آسان ہو اور
بالواسطہ مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ تعامل ہموار ہو جانے سے ہر فرد کو محدود آزادی ہو کہ اپنی
راحت کے تکمیل مین پوری کوشش کر سکے۔ لہذا طبایع و فطرت انسانی کا مقتضا یہ ہے
کہ غرض مذکور کے لئے وہ عمل کیا جاوے جس سے ضرر نہ پہنچے جو راحت کی تکمیل و تعامل ہموار
مقداری صحت جس طرح کلیات ہندسہ مین ہوتی ہے اُس طرح کلیات اخلاق
مین نہین ہو سکتی لہذا معین نتیجہ نہین ہو سکتا علت و معلول کا علاقہ اور لازمی نتیجہ بیان ہو سکتا ہے
ہندسہ کے مقدمات مین سادہ و کم ہونے کے وجہ سے اُن کی کلیات کی صحت اور سودیت
سمجھنا نسبتاً آسان ہے۔ علم الاخلاق کے مقدمات بہ نسبت ہندسہ کے مقدمات کے
کثیر اور پیچیدہ ہین اس وجہ سے ارادی افعال و لذت اور حیات اور اذیت اور ممات مین علاقہ
علت و معلول کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اور جب علت و معلول کا پتہ لگ بھی جاتا ہے
تب اُس مین وہ مقداری صحت جو کلیات ہندسہ مین ہوتی ہے نہین ہوتی۔ اگر چار ۴ کو
تین ۳ مین ضرب دیوین تو حاصل بارہ ۱۲ ہوگا نہ کچھ زیادہ نہ کم مقدمات مین چونکہ بالکل مقدار
معین ہین اس لئے نتیجہ بھی مقدار معین ہے لیکن جب علم الاخلاق مین یہ کہا جاتا ہے
کہ ظلم سے قوم تباہ ہوتی ہے تب ظلم کی مقدار معین نہین کر سکتے نہ کیسے ظلم سے ضرور تباہ
ہوگی نہ تباہی کو بتا سکتے ہین کہ کتنی تباہی ہوگی نہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اتنی مدت مین تباہی ہوگی
پس نتیجہ معین نہین ہو سکتا۔ ظلم و تباہی ایسی چیزین بھی نہین کہ اُنکی مقدار معین کر سکین لہذا یہ

کلیہ ہوگا کہ ظلم و تباہی مین علت و معلول کا علاقہ ہے اگر موانع ظلم کے اثر کو روک دیوین تو تباہی لازمی نتیجہ ہے۔ آدمی کے ارادی فعلون کو قانون قدرت نے لذت و زیست اور اذیت و موت مین اُسی طرح اثر دیا ہے جیسے دواؤن کو انسان کی صحت اور مرض مین جیسے اہل طب دوا کا اثر تجربہ سے دریافت کرکے علاج کرتے ہین ایسے ہی اہل اخلاق تشخیص مرض و دریافت دوا کرکے علاج کرتے ہین۔

حسب ذیل قسم کے لوگ ہوتے ہین اُن سے حسب ذیل طور پر برتاو کرنا چاہیے اول وہ لوگ کہ اُن کی نیکی و بھلائی کا اثر دوسرون کو پہنچتا ہے اُن کی مدد کرنی چاہیے دوسرے وہ جو اپنی ذات سے نیک ہین لیکن دوسرون کو اُن کی نیکی کا اثر نہین پہنچتا اُن کو عزیز رکھنا چاہیے اور ترغیب و تحریص کرنا و تحریک پہنچانا تاکہ اُن کی نیکی سے دوسرون کو فایدہ پہنچے۔ تیسرے وہ کہ نہ نیک ہین نہ بد اور نہ اُن سے کسی کو خیر پہنچتا ہے نہ شر۔ اُن کو نیکی کی رہنمائی کرنی چاہیے اور شر سے ڈراتے رہنا چاہیے۔ چوتھے وہ جو بد ہین مگر اپنی بدی کا اثر دوسرون کو نہین پہنچاتے اُن کو خوار رکھنا چاہیے تاکہ بدی ترک کرین۔ پانچوین وہ جو خود بھی بد ہین اور دوسرون کو بھی برائی سکھلاتے اور پہنچاتے ہین وہ اگر اور کسی طرح باز نہ آوین تو قابل تہدید و قید بالآخر حسب سزا مستحق ہون اُس کے پانے کے لایق ہین۔

قومی و فطرتی فرایض جنکے بغیر زندگانی نہین ہوسکتی و لذت و الم مرجوکا وجود و محرکات و تعاون و احسان و ابنا و قوم

یہ قوانین قدرت کے رو سے مقرر ہے کہ جو قوم مہذب دنیا مین رہنا چاہین اُن کو قوم کے

تمام فردون کے جان ومال کو ضرر پہنچانے سے بچنا اور جو وعدے معاملات میں کئے ہوں وفا کرنا چاہیئے اگر قوم پر بیرونی یا اندرونی دشمنوں سے حملہ ہو تو رد کرنا اور باہم راحت سے زندہ رہنے میں راستبازی سے تامل اور تعاون کرنا چاہیئے۔ اگر قوم کی فردین ان احکام الٰہی کی پابند نہ ہوں گی تو قوم پہلے ذلت۔ فقر۔ مصیبت امراض۔ چوری۔ قتل۔ ڈاکہ۔ کشت وخون۔ غلامی وغیرہ میں مبتلا ہو گی اور آخر کو نیست ونابود ہو جاوے گی۔ قوم بچانے کے لیے افراد قوم کو ان الٰہی احکام کی پابندی اگر قوم کو زندہ رکھنا ہو تو ضرور ہے۔ ان کا مدار فطرت انسانی پر ہے اور شخصی اور نوعی تجربہ سے اُن کا پتہ لگتا ہے۔ قانون قدرت نے آدمی کے جسم اور قوتوں اور خواہشوں اور عقل اور اُس کے ماحول کی چیزوں اور علاقوں کو ایسا ہی بنایا ہے کہ بے راحت اور تصاحب کے اُس کو عمر طبیعی تک راحت سے پہنچنا محال ہے فعلوں کی اچھائی اور برائی اُس علاقہ علت ومعلول پر موقوف ہے جو قانون قدرت نے فعل اور زیست ولذت اور موت واذیت میں مقرر فرما دیا ہے۔

انسان کے افعال کی محرک لذت اور الم موجود ہی نہیں بلکہ لذت والم مرجو کو ارادی افعال کے محرک ہونے میں زیادہ دخل ہے اور ماحول کے اثر سے اُس میں ایسا تعقل پیدا ہو جاتا ہے کہ لذت والم موجود کا محرک ہونا لذت والم مرجو کے محرک ہونیکے تابع ہو جاتا ہے انسان ایسے ارادی افعال کرنے لگتا ہے جو سردست مولم ہوتے ہیں مگر اُن سے آیندہ شخصی یا اہلی یا نوعی حیات کو نفع پہنچتا ہے اور آیندہ مرجو لذت ہوتی ہے اور ایسے ارادی افعال کو ترک کرنے لگتا ہے جنمیں بالفعل لذت موجود ہو مگر جو شخصی یا اہلی یا نوعی زیست کو ضرر کر کے آیندہ الم مرجو سے خالی نہ ہوں گے۔ لذت و

الم مرجوح کو لذت و الم موجود پر ترجیح دینا یا مذہب یا عرف یا ملکہ راسخہ کے وجہ سے ہوتا ہے۔ خلقی ملکہ راسخہ اور باقی تینوں باعثوں میں چند فرق ہیں۔ تینوں باعث بیرونی محرک ہیں اور اُن میں فعل یا ترک فعل کا سبب سزا کا خوف ہوتا ہے۔ مذہبی یا سلطانی یا عرفی باعث کے بغیر کسی قوم کے افراد ایسے اجتماعی اور تعاملی حالت میں معاشرت ہی نہیں کر سکتے کہ اُنکو تجربہ ہو کہ اُن کے ارادی افعال کا اثر اُن کے حیات بالمعنی الاعم پر کیا پڑتا ہے۔

ایثار و استیثار میں توافق و اُن کا ناگزیر ہونا و جبری تعامل میں ایثار کا اور بھی فرض عین ہونا و خودغرضی

انسان کے موجود گذشتنی اور گذاشتنی حالت میں ایک حد تک استیثار یعنی نافع للذات افعال میں اور ایثار یعنی نافع للغیر افعال میں توافق ہے اور اُس کے بعد تعارض ہے جیسے بعض ارادی افعال تعامل و تصاحب کی حالت میں ایسے ہیں جن سے فاعل اور سایر افراد قوم دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے فاعل کو ضرر ہوتا ہے اور سایر افراد کو نفع اس سے لیے استیثار و ایثار کے توافق اور تعارض کے بابت کچھ لکھنا مناسب ہے۔ ماحول کی حالت موجود میں ہر فرد کو استیثار و ایثار دونوں ناگزیر ہیں ہے اور معتدل استیثار کو مطلق ایثار پر ترجیح ہے کیونکہ معتدل استیثار کے بغیر فاعل کا زندہ رہنا محال ہے۔

کائنات میں تکون حیات کے مشاہدہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حیات کو جو عروج ہوا ہے وہ اسی وجہ سے ہوا ہے کہ فاضل کو اپنے تفضل کا ثمرہ ملتا رہا ہے اور مفضول اپنی کمی کا نتیجہ بھگتتا رہا ہے۔ اگر فاضل نے معتدل ایثار کو مطلق ایثار

مقدم نہ رکھا ہوتا تو زندہ نہ بچے ہوتے اور اُنکی نسلین روز افزون ترقی کی حالتین نہ ہوتین - اگر کسی قوم مین عادتاً خیرات دینے والون کی تعداد بڑھے تو وہ صرف اُسی صورت مین بڑھے گی جب اُس قوم مین خیرات لینے والون کی تعداد بڑھے اس سے عیان ہے کہ معتدل استیثار کو ترک کرکے ایثار کرنا مقصود اصلی کو فوت کر دیتا ہے اور قوم کے لئے مفید ہونے کے بدلے ضرر کرتا ہے قوم مین بھیک مانگنے والے اور اُن کی نسلین بڑھتی ہین اور رفتہ رفتہ قوم کے اکثر افراد معطل ہو جاتی ہین - استیثار مین ہرگز تفریط نہ کرنا چاہیئے - اُس مین تفریط و ایثار مین افراط کرنیکے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف فاعل بیکار ہو جاتا ہے بلکہ بہت سے بیکار اور مفسد فردین قوم مین پیدا ہو جاتی ہین جن مین ایثار کی قوت نہین ہوتی اور جن کی زندگی خود اُنپر اور دوسرون پر وبال ہو جاتی ہین - کوئی فرد حد سے زیادہ نیکی جب ہی کر سکتی ہے جب اور فردون مین حد سے زیادہ بُرائی موجود ہو - سخاوت مین افراط اُسیوقت ممکن ہے جب بھیک مانگنے والون کی افراط ہو چند فردون مین فضایل کی افراط بے اس کے محال ہے کہ باقی فردون مین رذایل کی افراط ہو - معتدل ایثار کے ضرورت کے وجہ سے علماے اخلاق نے اکثر اس پر زور دیا ہے کہ لوگون کے ساتھ ہمدردی و سخاوت کرو - خیرات دو لیکن مفرط ایثار بھی ویسا ہی بُرا ہے جیسا مفرط استیثار اور معتدل استیثار ویسا ہی حسن ہے جیسا معتدل ایثار - اگر ایثار مین تفریط ہو اور اولاد کی پوری پرورش نہ ہو تو وہ کمزور رہوگی اور رفتہ رفتہ آیندہ نسلین فنا ہو جاوینگی - جس طرح سے جسم مین اگر ایک عضو مین درد ہو تو باقی اعضا چین سے نہین رہتے اور اگر ایک عضو کمزور ہو تو اُس کی کمزوری تمام جسم پر اثر کرتی ہے -

ایساہی کسی قوم مین اگر ایک فرد بھی بیکار ہو تو ایک حد تک سب قوم پر اثر پڑے گا۔
قوم مین ہر فرد کی راحت اور آسایش باقی سب کی راحت و آسایش پر موقوف
ہو جاتی ہے ہر فرد کو اسی لئے چاہیئے کہ خود عدل کرے۔ نگرانی کرے کہ اور افراد
بھی عدل کرین۔ اُن عاملون کی جو عدل کے لئے قوم مین مقرر ہین مدد کرے۔
سایر افراد کی تندرستی اچھی ہونے سے ضروریات زیست کا نرخ ارزان ہو جاتا ہے
ایساہی جو چیز سایر افراد کو مرض سے بچاتی ہے اُس سے فرد کو بھی فایدہ ہوتا ہے
کیونکہ مرض سے بچنے کے اسباب زیادہ ہو جاتے ہین۔ اسیطرح سایر افراد کے
عقل کی ترقی اور اخلاق کی برتری سے فرد کو فایدہ پہنچتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ تامل اور تصاحب کے بعد ہر فرد کو فقط اپنی ہی تندرستی اور عقل اور خلق اور دولت
کی بہتری کی فکر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اورون کی تندرستی اور عقل اور دولت کی زیادتی کی
بھی فکر کرنا چاہیئے۔ ایک تندرست بیمار قوم مین کیونکر اچھا رہ سکتا ہے۔ ایک عاقل
کل جاہل قوم مین اپنے عقل سے بجز کاہش کیا ثمرہ حاصل کرسکتا ہے۔ ایک
باخلق شریف کروڑون بدخلق رذیلون مین اپنی شرافت اور خلق سے سوا
مصیبتون کے اور کیا پاسکتا ہے۔ علاوہ برین نافع للغیر افعال مین تفریط کرنے سے
جو اورون کے مدح اور ہمدردی سے لذت ملتی ہے اُسمین بھی کمی ہوتی ہے
بوڑھا ہونے سے نافع للذات افعال کی قوت کم ہوتی ہے اور نافع للغیر کی
طاقت بڑھتی ہے۔ پس اگر کوئی نافع للغیر افعال کی عادت نہ ڈالے تو نافع للذات
کی قوت زایل ہونے کے بعد اُس کی زیست وبال ہو جاتی ہے۔ چونکہ عدل قوم کا
فرض ہے اور احسان اشخاص کا اس لئے قوم کو ایسا احسان اپنے ذمہ لینا چاہیئے

جس سے عدل مین خلل پڑے۔ زکواۃ جو بروے مذہب اسلام قومی خزانہ ہے
وہ احسان کے لئے نہین ہے بلکہ عدل کرنے کے لئے ہے احسان کے لئے
مزید خیرات کی ہدایت ہے۔ اگر تامل جبری ضرور ہوا اور فرد کی زلیست و راحت کی جماعت
کی زیست و راحت پر سے قربان کئے جانے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت مین
فرد کے لئے ایثار بجاے استیثار کے لازم و فرض عین ہوگا اور وہ ایثار عین استیثار
سمجھا جانا چاہیئے اور اُس کا کرنا عدل مین سے ہوگا نہ کہ احسان مین سے البتہ اس
نظر سے وہ احسان مین بھی شمار ہوگا کہ دوسرون کی معاونت و بہتر بنانے کے لئے
بھی وہ عمل سودمند ہوگا۔ جان و مال کے ایثار کرنیکے بجاے استیثار معتدل کی جب
ہی ضرورت واقعی ہوتی ہے جب فردی و قومی عزت اور جان و مال معرض خطر مین
ہوتی ہین اور رفع ضرورت کے لئے قوم مین سے اور لوگ مرجح موجود نہین ہوتے
پس ایسے وقت مین ایثار کی آمادگی ہی اکثر حفاظت و رفع ضرورت و دفع شر دشمن کا سبب
ہوجاتی ہے یا بعض وقت قلیل ایثار ہی سے کام نکل جاتا ہے لیکن اگر ایثار نہ کیا
گیا و نامردی و خودغرضی کی گئی تو اُس سے زیادہ ہزارون درجہ نقصان ہوتا ہے
جتنا ایثار مین ہوتا ہے۔ پھر تو فرد و قوم دونون ذلیل و خوار و بیکار و تباہ و غلام و
نادار ہوجاتے اور رفتہ رفتہ دنیا سے نابود ہوجاتے ہین اور افراد اور آیندہ اعقاب کو
ایسا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے جس کی تلافی ناممکن ہوجاتی ہے۔

خودغرضی منجملہ اُن خصلتون کے ہے جو تمدن کے شیرازہ کو پراگندہ افراد کو
ذلیل اور قومون کو پست کردیتی ہے۔ ترقی کی مزاحم اور تنزلی کی ممد ہے وہ جو
چند روز مین ہزارون برس کی مجموعی تہذیب اور مجموعی ترقی کو خاک مین ملادیتی ہے۔

خودغرضی جب روشن ضمیری و انجام اندیشی کے ساتھ ہو تو خالص ہمدردی و ایثار کے مساوی ہے۔ جس کام سے عام بھلائی چاہتے ہیں اور جس کام سے ہم اپنی بھلائی چاہتے ہیں دونوں کی سڑکیں بظاہر متفاوت ہیں مگر تھوڑی دور جا کر یہ دونوں سڑکیں مل جاتی ہیں اور منزل مقصود تک پہنچاتی ہیں۔ شرط یہی ہے کہ خود مطلبی سیدھی سڑک یعنی روشن ضمیری اور انجام اندیشی کے شاہراہ پر ہو اور ہمدردی و ایثار بھی منزل مقصود کو پہنچانے والی ہوں لیکن وہ خود غرضی و خود مطلبی جو ضعیف عقل رکھنے والوں میں ہوتی ہے وہ نیچی نگاہ رکھتی ہے اور کم عقلی اور نا انجام اندیشی اُس کی رہنما ہوتی ہیں اُس کا برا نتیجہ خود یا بالواسطہ آج یا بعد میں ملتا ہے۔ ایسی خود غرضی نہ چاہیئے جو دوسروں کی آزادی کو ضرر پہنچاوے۔

دانا ہے وہ جس نے ساتھ اپنے — زادِ رہِ آخرت اُٹھا لی
ممکن نہیں یہ کہ بعد مُردن — کام آئیں مالی و معالی
دنیا میں فنا نہیں ہے جس کو — وہ چیز ہے خیر جاودانی
گر قوم کے کام میں بسر ہو — ہر سانس ہے عمر جاودانی
گر غم ہو تو بھائیوں کا غم ہو — ہو اُن کی خوشی سے شادمانی
در راہِ وفا روندہ می باش — با قوم بمیر و زندہ می باش
خدا را بران بندہ بخشایش است — کہ خلق از وجودش در آسایش است
کسے نیک بیند بہر دو سرا — کہ نیکی رساند بخلق خدا

ہمدردی بھی زندگی کے بڑے اسرار میں سے ایک ہے وہ بدی پر غالب آتی اور نیکی کو تقویت دیتی۔ مزاحمت کا مقابلہ کرتی۔ سنگدل کو موم کر دیتی اور

فطرت انسانی کا عمدہ ترین حصہ تکمیل کو پہنچاتی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو
اعانت کرو نیکی کرو یہ ایسا سبق ہے جس سے دنیا نعمت سے مالامال ہوسکتی ہے
معاشرت و تعامل کے لیئے اکسیر اور اُس کے پہیہ چلانے کے لئے بہترین
اسباب ہے۔ نسل انسانی کی معاونت کے بیدار کرنے کے واسطے کوئی زور
ایسا زبردست نہیں جیسا کہ احسان۔ دون فطرت پر جو احسان کا اثر نہیں ہوتا
اور جن پر دباؤ کا اثر نہیں ہوتا مہربانی کی ایک نظر کارگر ہو جاتی ہے۔ جو بیرونی دنیا
مین خوش خلقی کرتے ہین اور اپنے اہل بیت و سوسائٹی کی اعانت نہین کرتے
وہ صادق نہین جو دولت کا عاشق اور عیش کا دلدادہ ہے وہ بنی نوع انسان کا
شیدا نہین۔

عدل و احسان و ذوالقربیٰ کے دینے کا امر و منکر و فحشا و بغی کی نہی و اُن کا ثواب و مجازات و عذاب و احسان کے اقسام کی تفصیل

آدمی عمل نافع لالذات کرکے اُس سے متمتع ہوسکتا ہو لیکن دوسرون کو موقع
دینے کے لئے اور اُس کی زیست کو بہتر بنانے کے لئے و تعاون کرنے کیلئے
باز رہے یا باز رہ کر ایسا عمل کرے جس سے دوسرون کو فایدہ پہنچے تو ایسا
باز رہنا یا عمل کرنا احسان ہوگا۔ تعاون کی نظر سے پوری مدد دینا معالی اخلاق
انسانی مین سے ہے۔ سورہ نحل مین ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان	اللہ حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا اور قرابتدارون
وایتاء ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشاء	کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحشا

والمنکر والبغی یعظکم لعلکم	اور منکر اور بغی سے تم کو نصیحت کرتا ہے
تذکرون ۵	تاکہ تم نصیحت پاؤ۔
سورہ انفطار میں ہے۔ ان الابرار	برگزیدہ کرنے والے نعمتون مین
لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم یصلونھا	ہون گے اور فجور کرنے والے جہنم
یوم الدین ۵	مین داخل ہونگے انصاف کے دن۔

سورہ والصافات مین حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کو محسنین مین شمار کیا ہے انا کذالک نجزی المحسنین اُن مین سے ہر ایک رسولون کے نسبت فرمایا ہے۔ پس احسان کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ زمر مین ہے۔

قل یعباد الذین اٰمنوا اتقوا ربکم	تو کہہ اے بندو جو ایمان لائے ہو تقوی کرو اپنے
للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا	رب سے جنہون نے نیکو کاری کی اُن کیلیے اس دنیا مین
حسنة و ارض اللّٰہ واسعة انما	نیکی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے سوائے اس کے نہین
یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب	کہ دئیے جاوینگے صبر کرنیوالون کو اُنکے اجر بغیر حساب۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ احسان کرنے کا یعنے نیکو کاری کرنے کا حکم ہے اور اُس کا بدلا اس دنیا مین بھی حسنہ یعنی بہتری ہے اور چونکہ نیکو کاری کرنا صبر کرنا ہے لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی زمین مین وسعت ہے اور وہ اجر بغیر حساب یعنی بے انتہا دیوے گا اور وسیع زمین مین وسعت و فلاح یعنے حسنہ دے گا۔ اس لئے کامیابی و کامگاری اور اقتدار و آرام و فایدہ وسیع قطع مین یہ سب احسان کے ذریعے سے صبر کا نتیجہ ہون گے۔ پس احسان سے اس دنیا مین

حسنہ ملا اور وسیع زمین و آخرت میں اجر بغیر حساب کا ملنا ثابت ہے اور اُس کا وعدہ ہے۔
سلبی احسان کے حسب ذیل اقسام ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس سرمایہ کثیر یا کسی پیشہ کی استعداد ہو اور وہ اپنے سرمایہ یا قوت کے ذریعہ سے اپنے ہم پیشہ افراد کو تباہ کر سکتا ہو مگر اپنے کو اُس سے روکے اس لئے کہ دوسرے کو بھی موقع فایدہ اُٹھانے کا ملے اور اُس کی زیست بہتر ہو جاوے وہ مقابلہ سے باز رہنا ہے۔ علاوہ اپنے حق یا نفع کو اُسے نا چھوڑ دیا خلاصہ یہ کہ اپنے اور متعلقین کی بہبودی اور مقابلہ والوں کی بہبودی اور قوم و نوع انسان کی بہبودی سب کا لحاظ ہونا چاہئے اور دو سرمایہ یا استعداد سے اوروں کے تباہ کر دینے سے بچنا چاہیئے اگر احسان کرتے ہیں۔

۲۔ تعمیل معاہدہ سے باز رہنا۔ معاہدہ کے تعمیل کرانے کا حق ہو مگر دوسرے کے فایدہ پہنچانے کے لئے اُس سے باز رہنا تعمیل معاہدہ سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے بشرطیکہ عدل کو اُس سے ضرر نہ پہنچے۔

۳۔ اظہار قابلیت سے رُکنا۔ باوجودیکہ اپنی قابلیت کے اظہار کا حق ہو اور اُس کو کر بھی سکتے ہوں تاہم دوسرے کی شرمندگی کے بچانے کے لئے اُس سے باز رہنا اظہار قابلیت سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے۔ یا جب کسی مجلس میں ایسے لوگ ہوں جنکی معلومات اور عقلی قوت کے درجے مختلف ہیں تب اہل کمال کو لازم ہے کہ اپنی برتری نمایاں کر کے اپنے سے کم درجے کے شخص کے دلکو نہ آزردہ کرے۔

۴۔ ملامت سے باز رہنا۔ قصور کرنیوالے پر ملامت کرنے کا حق ہو مگر اُس سے باز رہنا ملامت سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے بشرطیکہ ملامت اپنے فایدہ کیلئے

کر سکتے ہوں لیکن باز رہے سے فایدہ ہو۔ پس اگر ضرورت ہو تو ملامت کریں کہ دل جو کہانا مقصود نہ ہو بلکہ آیندہ قصور سے باز رکھنے کی غرض ہو۔ آقا و ملازم کے علاقہ میں عدل کو احسان پر تقدم ہے ورگذر تعامل مین فایدون کو عموماً خراب کرتا ہے۔ ملامت لفظی پاداش ہے اور سزا عملی پاداش ہے۔

۵۔ مدح و توصیف مین مبالغہ سے بچنا۔ جبکہ اپنے فرض منصبی کو پورا کیا ہو تو تمنا نہ رکھنا کہ مدح و ستایش ہو۔ بطور احسان سلبی مدح و توصیف مین مبالغہ سے بچنا ہو ستایش معتدل دوسرون کی کرنی چاہیئے۔ خوشامد سخت معیوب ہے۔ دوسرونکی راے سے بے سمجھے بوجھے اتفاق کر دینا بھی ستایش و خوشامد ہے۔

۶۔ غیر مستحق یا نااہل کے دینے سے رکنا۔ جس کے پاس مال و دولت ہو وہ جس کو چاہے دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن جو مستحق نہ ہو اُس کو دینا یا جو پانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اُس کو دینا سبب اپنے نقصان اور دوسرون کے نقصان کا ہوتا ہے لہذا اُس سے رکنا بھی احسان سلبی کرنا ہے۔

۷۔ غیظ کو دبالینا و انتقام نہ لینا و آدمیون پر عفو کرنا۔ سلبی احسان کی خوبی اسی پر موقوف ہے کہ اُس سے زیست باہمی کی بقا اور ترقی اور راحت گوارہ ہوتے ہین مدد ملتی ہے۔

ثبوتی احسان کا موقع حسب ذیل طور پر ہو سکتا ہے۔

ا۔ بہت عمدہ موقع ثبوتی احسان کا زوجین مین ہوتا ہے۔ شوہر پر ضروری ہے کہ جتنی فطرتی اور عشرتی دشواریان زوجہ کو ہین اُن سب مین اُس کی کوشش سے جتنی کمی ہو سکے وہ ہو جاوے لیکن افراط و تفریط دونون قبیح ہین مگر مردانہ یہی ہے کہ اگر شوہر سے غلطی ہو تو افراط کے جانب نہ تفریط کے۔ زوجہ کی جانب سے بھی

خودمطلبی نہین چاہیئے بلکہ اُس کو بھی شوہر کے حیات اور راحت کی تکمیل میں پوری
توجہ چاہیئے طرفین سے پورا ثبوتی احسان جب ہی ہو سکتا ہے جب ہر ایک دوسرے
کی زیست و راحت کے سامان کو نہایت ہی ضروری جانے اور ہر ایک ایثار کو
استیثار پر مقدم کرے۔ مفصل بیان جدا آوے گا۔

۳۔ مان باپ کو فطرتاً اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے اور اکثر وہ ضرورت سے
زیادہ ثبوتی احسان اُن کے ساتھ کرتے ہین۔ جب اولاد بلوغ کے قریب پہنچے
تب اُن کی عقلی تعلیم دیگر معلمون کو سپرد ہو سکتی ہے مگر ابتدائی عقلی تعلیم اور کل اخلاقی
تربیت والدین کا فرض ہے اور اُن کو کبھی اپنے تئین اُس سے سبکدوش نہ سمجھنا
چاہیئے۔ والدین اکثر موجود احسان کو مرجوا احسان پر ترجیح دیتے ہین مگر ایسا
کرنا عاقبت اندیشی ہے۔ پیار کرکے اُن کو ایسا نہ بگاڑنا چاہیئے کہ آیندہ سودمند
فرزند ہو سکین۔ احسان کرنے مین سب اولاد کے ساتھ یکسان برتاؤ کرنا چاہیئے
البتہ اگر اُن کی جسمانی اور عقلی و اخلاقی صحت مختلف ہو تو اُس کا لحاظ مناسب ہے
جو والدین یہ چاہتے ہین کہ اولاد کو کسب معاش مین محنت کی حاجت نہ ہو اور وہ
سرمایہ چھوڑ جاوین یہ ثبوتی احسان مضر و خطرناک ہے۔ اس قسم کی اولاد اکثر
نوع انسان کے لئے مضر اور ناشدنی افراد ہوتی ہے۔ اُن مین محنت اور ثمرۂ
محنت مین علاقہ کٹ جانے سے اکثر رذائل اور امراض اور متعدی آفات پیدا ہوتے
ہین اگر لوگ دوربینی سے کام لین تو اُن کے معاصر اور آیندہ نسلون کی سلامت
اس مین ہے کہ اولاد کو کسب معاش و خوش کن محنت سے مستغنی نہ کیا جاوے
ہان اُن کو ایسے وسایل کسب معاش ضرور سکھا دیئے جاوین کہ وہ اپنی محنت سے

سودمند اور پر راحت زیست بسر کر سکین - اولاد کو بھی ان تمام احسانون کے بدلے جو والدین کرین اچھی باتون مین اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنا چاہیے -

۳ - جو لوگ بیمار ہون یا کسی اور آفت سے ناقابل ہو گئے ہون تو اُن کے علاج و تیمار مین بقدر ضرورت اعانت ثبوتی احسان ہے مگر کسی مریض یا ناقابل کو یہ حق نہین ہے کہ تمام وقت صرف کرا لے - اعتدال سے زیادہ احسان مدد کرنا چاہیے - قوم کی اکثر افراد مین ایسی قدرت و مہارت ہونا کہ طبی مدد سے پیشتر ضرر رسیدہ کو سنبھال سکین بہتر ہے و ثبوتی احسان مین سے ہے -

۴ - اگر کوئی کمزور پر ظلم جلی یا خفی کرتا ہو تو بقدر امکان ظلم سے بچانا یا کوئی غرق ہوتا ہو یا مثل اُس کے تو اُس کے بچانے مین مردانہ وار اپنے اوپر خطرہ لیکر مدد کرنا بشرطیکہ فایدہ پہنچانا ممکن ہو ثبوتی احسان مین سے ہے اور خود شریک ہو جانا اخلاص و صفائی ہے -

۵ - مالی مدد صرف اُن لوگون کی کرنی چاہیے جو مستحق ہین اور جنکی مدد سے ملک اور قوم اور نوع انسان کو فایدہ ہو - ایسے لوگون کی مدد کرنا جو اپنے افعال ناشایستہ سے محتاج ہو گئے ہون اور جنکی مدد سے ملک یا قوم یا انسان کو فایدہ نہ ہو اسراف ہے اور قانون خلافة الاوفق کی خلاف ورزی ہے - صرف قرابت کے وجہ سے مدد کرنا عیب ہے اگر فایدہ مذکور نہ ہو ایسی مدد اکثر مقبول فرد مین بڑھا دیتی ہے اور نوع انسان کی ترقی مین رخنہ ڈالتی ہے - قرض بھی صرف اُسی حالت مین دینا چاہیے جب قرض سے فرد مستحق کو کمانے اور ادا کر دینے کا سہارا ملجاوے - ایسا قرض دینا کہ روپیہ ہاتھ سے جاوے اور قرضدار کو فایدہ نہ ہو تیسرے قسم کا اسراف ہے

اور اُس کے دردناک نتایج نوع انسان کے لئے مضر ہین - اکثر وہی قرض
مانگتے ہین جو اپنا بوجھ اورون پر ڈالنا چاہتے ہین اور قوم کے خطرناک افراد ہین -
۹ - خیرات اول تو شخصی احسان کے تحت مین آنا چاہیئے حکومت کو ہرگز اُس سے
کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیئے پھر خیرات انہین لوگون کو ملنا چاہیئے جو غیر اختیاری اسباب
سے محتاج ہین اور صرف اسی لئے ملنا چاہیئے کہ یا وہ دوبارہ قوم کی سودمند فرد بن
ہو جاوین یا باقی زیست آسانی سے پوری کرین - غیر مستحقون کو خیرات دینا قوم کیلئے
بہت بڑی بلا ہے - اول تو اس کے وجہ سے فاضل فردون کی محنت کا پھل اُن سے
چھن جاتا ہے - دوسرے مفضول فردون کو اُن کی بداعمالی کا برا ثمرہ نہین ملنے
پاتا اور اس طور سے بداعمالی سے باز رکھنے والا تجربہ نہین ہوتا اور وہ سمجھنے لگتے ہین
کہ آخر خیرات تو مل ہی جاوے گی - تیسرے قوم کو بجاے اُس کے کہ اُن مفضول
فردون کی محنت سے نفع ہوتا اُن کے بداعمالی سے نقصان پہنچتا ہے اور فاضل
فرد خیرات دینے پر مجبور کئے جاتے ہین ایسی خیرات خود بہت بڑا ذریعہ قایم کرتے ہین -
اور اُن سے بری مثال قایم ہوتی ہے - اگر فاضل افراد کے ذمہ خیرات کا دینا ہو تو
اس بات کو خوب جانچین کہ کون سزاوار ہے اور کون نہین - خیرات مین یہ مسئلہ
دشوار ہے کہ کون سے ایسے طریقے برتے جاوین جس سے مستحق کو خیرات ملے
اور غیر مستحق خیرات نہ پاوے - فرد پر احسان کرنے کے بجاے رفاہ عام کا
کام کرنا بہتر ہے - بیمار کی تیمارداری کرنے اور اُس کو اُٹھالانے کے بدلے اور
محتاج کو گھر مین کھانا کھلانے کے عوض شفا خانہ و محتاج خانہ و علوم و فنون کے
مدرسے کا جاری کرنا بہتر ہے - اس طریق مین احسان کرنے والے کو بجاے شکر

حاصل کرنے کی تمنا نہین ہوتی اور مستحقون کو زیادہ فایدہ پہنچنے کی توقع ہے۔
خیرات کا مستحق وہ ہے جو اپنے خاندان و قوم کا رکن مفید تھا مگر ناگہانی اسباب سے
اعانت کا حاجتمند ہوگیا اور امید ہے کہ مالی مدد سے پھر خاندان و قوم کا سود مند
رکن ہو جاوے گا۔ غیر مستحق کی امداد سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سیاسی احسان کا
تقاضا ہے کہ تمام افراد سیاسی راستبازی پر اصرار کرین۔ سیاسی احسان
صرف یہی نہین کہ ہر فرد اپنے معاملات اور سیاسی کردار مین مخلص اور راستباز ہو
بلکہ اُس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہر فرد نگران رہے کہ قوم کا سیاسی نظام یعنے
فرقہ حاکمہ اور اُس کے مضافات اپنا کام ٹھیک کر رہا ہے یا نہین۔ جب باہم
معاشرت کرتے اور ملتے جلتے ہین تب ہر فرد پر احسان فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا
برتاو کرے کہ اذیت کے بہ نسبت خوشی کا مجموعہ زیادہ ہو اور اذیت کا بڑہنا ہرگز
جایز نہین۔ پس وہ طریقے جن سے مسرت نہین ہوتی اور اذیت ہوتی ہے قبیح
ہین۔ عشرتی احسان کا تقاضا یہ ہے کہ منفعت کو زینت پر ترجیح دیجاوے۔
اور زیست و راحت کے اصل مقاصد کو چھوڑ کر نمایش اور تکلف مین دولت
اور وقت نہ صرف کیا جاوے۔ پس عورتون کو سنگار ہی کو مایۂ زندگانی سمجھنا درست
نہین ہے۔ ہر بہی خواہ کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ معاشرت کے مراسم جہانتک
ہوسکے سادے اور ارزان ہو جاوین اور لوگون کی قوت اور وقت اور دولت
ایسے کامون مین صرف ہونے لگین جنسے نوع انسان کو ترقی ہو اور ماحول مرکب
مین مضر چیزین کم ہو جاوین۔ احسان فی المعاشرت مین اُن لوگون کو جن کو علم و
دولت و قواے عقل و صحت جسمانی مین برتری حاصل ہے۔ ہمیشہ یہ کوشش

کرنی چاہیئے کہ اپنے سے کمتر سے ملین تو اُن کو کمی کسیطرح سے محسوس نہ ہونے دیوین۔ ہر فرد کو کوشش کرنی چاہیئے کہ قوم مین اخلاق کا معیار اونچا ہو۔ معالی اخلاق کے طرف افراد چلین اور رذایل سے بچین۔ اخلاق کامل کی مثال مبنا پیش نظر رکہنا چاہیئے۔ رفتہ رفتہ اصلاح ہوسکتی ہے دفعتًا فوری اصلاح محال ہے فرائ‌ مقابلہ کو اتنا احسان کرنا چاہیئے کہ ہر فرد کو اپنے مرکب ماحول سے مطابق ہونے مین اور انسان کامل بننے مین مدد ملے اور یہی خلاصہ احسان ہے۔ پس راستبازی و اخلاص سے عدل و اعتدال و احسان کا پابند ہوکر دل توڑ محنت کرنا سبب اصلاح و فلاح و کامیابی و راحت اورلقا و سرو دمندی کا ہے۔

عرب مین آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت ہر قبایل کے سردار جداگانہ ہوتے تھے جن کے احکام اُن قبایل کے لوگون کیلئے جنکے وہ سردار تھے دینی اور دنیاوی امور مین ناطق ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے قبایل مذکور کو شیر و شکر کردیا اور بجائے نفرت کے باہمی اُلفت پیدا کرکے اخوت دینی مومنین مین پیدا کردی۔ پس اس کا لازمی نتیجہ یہ تہا کہ دینی اور دنیاوی امور کا ایک حاکم بجائے چند حاکمون کے ہو لہذا جس طرح آنحضرتؐ دینی احکام کے لئے مطاع تھے اُسی طرح دنیاوی احکام کے لئے امیر تھے بلحاظ اُس وقت کے ناگزیر تہا کہ دنیا کے کامون کیلئے ایک ہی امیر ہو۔ پس آنحضرتؐ کی سرداری و حکومت دینی و دنیاوی امور دونون مین تھی اور آپ کو خارجی و داخلی دونون قسم کے دشمنون سے اپنے اور اپنے متبعین کو جسطرح بچانا تہا اُسیطرح اصلاح و ہدایت و انسداد برائیون کا اور ترغیب بہلائیون کی دینی و کرنی تھی اور خود مثال مبنا و نمونہ قایم کرنا تہا اور یہ

بہ اجازت اللہ تعالےٰ لتہا۔

انفاق کے فواید اور اُس کے احکام کہ کسطرح اور کس چیز کو خرچ کرنا چاہیے

سورہ بقر مین ہے۔ و انفقوا فی سبیل اللہ و لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین ہ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ مین اور نہ ڈالو اپنے ہاتھون سے اپنے کو ہلاکت مین اور نیکی کرو اللہ دوست رکہتا ہے نیکی کرنے والون کو۔

پس خرچ نہ کرنے کے وجہ سے ہلاکت مین نہ پڑنا چاہیئے بلکہ احسان کرنا چاہیئے اللہ محسنون کو دوست رکہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اپنے قوم کے تعاون مین نہ خرچ کرنا اپنی قوت کو کم کرنا اور محکوم و ذلیل ہونا و ہلاکت مین پڑنا ہے۔

سورہ بقر کی آیات ۲۶۱ تا ۲۷۴ انفاق کے بابت اور اُس کے احکام مین نہایت باحکمت ہین۔ حسب ذیل امور مخصوصاً اُنمین قابل توجہ امر متعلقہ کے بابت ہین۔ اور آیات مذکور سود کے بیان مین نقل ہوچکی ہین۔ (۱) اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے جو فایدے ہوتے ہین اُن کی مثال دانہ و بال کی جو دی گئی ہے اُن سے اندازہ فوایدکا ہوسکتا ہے۔ یعنی دینے کا اجر مثل سات سو تک ہوجوے گا اور اُس کے علاوہ اللہ تعالےٰ چاہے تو زیادہ کردے گا۔ (۲) جس خرچ کا نتیجہ مین دل آزاری ہو یعنے دوسرے پر منت رکہنا یا اُس کو ستانا وہ خرچ باطل ہوتا ہے۔ اور اُس سے بہتر وہ ہے جو قول معروف کہا جاوے و مغفرت کیجاوے

اسیطرح جو آدمیون کے دکہلانے کے لئے خرچ کرتے ہین وہ بہی ہین اور گویا اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہین رکہتے۔ پس من و اذی و ریا کیساتھ مال خرچ نہ کرنا چاہیئے بلکہ فی سبیل اللہ اور ابتغاء مرضات اللہ اور اخلاص سے اور اپنے نفس کو ثابت رکہنے کے لئے خرچ کرنا چاہیئے جن کی مثالین مع وعید و وعدہ آیات مذکور مین ہین۔ (۳) تمام آیات سے متواتر طریقہ سے مال کے کمانے اور بہتر طور پر اُس کے خرچ کرنے کے فضایل نکلتے ہین اور اللہ اُس کے اجر مین اپنی مغفرت و رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔ (۴) مومنون کو حکم ہے کہ طیبات مین سے خرچ کرین اور خبیث کو اُس مین نہ ملاوین۔ شیطانی وعدون کا نتیجہ فقر اور فحشاء ہوتا ہے اور یہ حکمت کی باتین ہین اور جس کو حکمت دیجاتی ہے اُس کو خیر کثیر دیا جاتا ہے (۵) نفقہ کرنا اور نذر دینا محمود ہے۔ (۶) صدقہ اور خرچ فی سبیل اللہ کو سراً و علانیۃً دینا دونون طرح محمود ہے اور اگر چہپا کر صدقہ دیا جاوے تو وہ کیا ہی اچہا ہے۔ (۷) ثواب جب ہی ملتا ہے جب ابتغاء وجہ اللہ خرچ کیا جاوے۔ (۸) اُن فقراء کے لئے اللہ کی راہ مین خرچ کرنا اور اُن کو صدقہ دینا بہتر و مقدم ہے جو اللہ کی راہ مین محصور ہو گئے ہون جو پہر نہین سکتے زمین مین اور جو لپٹکر نہین مانگتے اُن کے نہ مانگنے سے لوگ اُن کو غنی سمجہتے ہین لیکن اُنکے چہرون سے اُن کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۝

ہرگز نہ پہنچو گے بر کو یہان تک کہ خرچ کرو اُن چیزون مین سے جنکو دوست رکہتے ہو اور جو کچہہ تم خرچ کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔

یہان تو ہر شخص اللہ کی راہ مین اور اُس کی رضامندی کے لئے خرچ کرسکتا ہے لیکن
اپنی محبوب چیزون کو خرچ کرنا دشوار ہوتا ہے اس لئے اس آیت مین ظاہر کیا گیا
کہ بر کے درجہ تک جب ہی انسان پہنچتا ہے جب اپنی محبوب چیزون کو خرچ کرتا ہے۔

سورہ منافقون مین ہے۔ یاایہا الذین	اے مومنو غفلت مین ڈالین تم کو تمہارے اموال
امنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم	اور نہ اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کرے وہ کیا تو وہی
عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک	ہین ٹوٹا پانیوالے اور خرچ کرو اس مین سے جو دیا
فاولئک ہم الخسرون وانفقوا	ہم نے تم کو قبل اس کے کہ آوے کسیکو تم مین سے موت سو کہے
مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم	اے رب کیون نہ ڈھیل دی تو نے مجھکو ایک
الموت فیقول رب لولا اخرتنی	تھوڑی مدت کہ مین صدقہ کردیتا اور ہوتا
الی اجل قریب فاصدق واکن	صالحین مین سے اور اللہ ہرگز نہ ڈھیل
من الصلحین ولن یؤخر اللہ نفسا	دیگا کسی نفس کو جب آجاوے اُسکی موت
اذا جاء اجلہا واللہ خبیر بما تعملون	اور اللہ خبیر ہے اُس کا جو کرتے ہو۔

ان آیات مین علاوہ اس کے کہ ایسی غفلت مین اموال وا اولاد نہ ڈالین کہ اللہ کی
یاد سے غافل ہوجاوین اور ٹوٹے والون مین ہون یہ حکم ہے کہ اللہ کی راہ مین
قبل موت کے خرچ کرلو تاکہ یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اگر کچھہ اور موقع ملتا تو مین
صدقہ کردیتا اور صالحین مین ہوجاتا کیونکہ موت کی ساعت ہرگز ٹل نہین سکتی
پس قبل اس کے کہ موت آوے اگر خرچ کرنا چاہو نیک کام مین خرچ کردو۔ لہذا
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مالون کے انتظام کرنے کا اختیار ہے کہ یا قبل
موت کے صرف کرڈالے یا وصیت کرے اور انتظام کرجاوے کہ فلان قسم کے

کار خیر مین صرف ہو۔ پس اگر خیر کے لئے کچھ اپنے مال کا انتظام کرنے والا ہو تو اس آیت مین اُس کی ہدایت ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

و یسئلو نك ماذا ینفقو ن قل	اور تجھسے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین تو کہدے جو زیادہ ہو
العفو كذالك یبین اللہ لكم الآیت	اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کہ تم
لعلكم تتفكرون فی الد نیا و الآخرة	فکر کرو دنیا اور آخرت مین۔

پس اس آیت سے جو چیز زیادہ ہو اُس کے خرچ فی سبیل اللہ کرنے کی ہدایت سے نہ یہ کہ اپنے اوپر تنگی کرکے اور اسی لئے اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ اپنی آیات کو اللہ تعالےٰ اس لئے بیان کرتا ہے کہ دنیا اور آخرت مین فکر کرین یعنے یہ کہ کس خرچ سے نفع ہوگا اور کس خرچ سے نفع نہ ہوگا اور یہ سوچین کہ کب ایثار کرنا چاہیئے اور اپنی حاجت اگر ہو تو کب استغنا کرنا چاہیئے۔ ایسا نہین کہ خرچ فی سبیل اللہ کے ثواب کو دیکھکر اپنا نقصان کرین جو خرچ فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔ سورہ نور مین ہے۔

و لا یاتل اولوا الفضل منكم	اور نہ قسم کھاوین صاحبان عقل تم مین کے اور وسعت والے
و السعة ان یوتوا اولی القربیٰ	کہ نہ دینگے ناتے والون اور مسکینون اور مہاجرین
و المسٰكین و المھجرین فی سبیل	فی سبیل اللہ کو اور چاہیئے کہ معاف کرین اور
اللہ و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون	در گذر کرین کیا دوست نہین رکھتے کہ اللہ
ان یغفر اللہ لكم ؕ	تمکی مغفرت کرے۔
سورہ حدید مین ہے۔ و انفقوا	اور خرچ کرو اس مین سے
مما جعلكم مستخلفین فیه فالذین	کہ ٹھرایا ہم کو جانشین اُس مین سو جو

آمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر ۵	ایمان لائے تم میں سے اور جنہوں نے خرچ کیا اُن کیلئے اجر بڑا ہے
سورہ توبہ میں ہے۔ ومن الاعراب	اور اعراب میں سے وہ بھی ہے جو ایمان لایا اللہ اور
من یؤمن باللہ والیوم الآخر ویتخذ	یوم آخر پر اور شمار کرتے ہیں جسکو خرچ کرتے ہیں قربتیں خدا کے
ما ینفق قربات عند اللہ وصلوات	پاس کی اور دعائیں رسول کی۔ آگاہ ہو کہ وہ اُنکے قرب کے
الرسول الا انھا قربة لھم سیدخلھم	اُن کیلئے اللہ داخل کریگا اُن کو اپنی رحمت میں
اللہ فی رحمتہ ان اللہ غفور رحیم	اللہ غفور رحیم ہے۔

مصرف انفاق مالی و مال زکوٰۃ یعنی صدقات و مصرف صدقات

سورہ بقرہ میں ہے۔ یسئلونک ما	تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تو کہہ جو خرچ
ذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر	کرو گے تم خیر میں سے مال نیکی کیلئے سو والدین
فللوالدین والاقربین والیتمٰی و	کیلئے اور ناتے والوں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کیلئے
المسٰکین وابن السبیل وما	اور راہ کے مسافروں کیلئے اور جو کچھ تم کرو گے نیکی سے
تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم	تو اللہ اُس کو جانتا ہے۔

انفاق خیر کا بھی ہو سکتا ہے کہ بہتری کے لئے جو خرچ ہو نہ یہ کہ اسراف و بدی کیلئے
اسی لئے اس آیت میں خیر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے ایسے بہتر
خرچ میں اُن لوگوں کو دینا جن کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ مستحق ہوں بہت
زیادہ ثواب ہے۔ سورہ نساء میں ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً	اور عبادت کرو اللہ کی اور نہ شریک کرو اسکے ساتھ
وبالوالدین احسانا وبذی القربٰی	کسی چیز کو اور والدین کیساتھ نیکی کرو اور ناتے والوں کیساتھ

بالیتٰمی و المسٰکین والجار ذی
القربیٰ والجار الجنب والصاحب
بالجنب وابن السبیل وما ملکت
ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان
مختالاً فخورا ن الذین یبخلون و
یامرون الناس بالبخل ویکتمون
ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ واعتدنا
للکٰفرین عذابا مھینا ۝

اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور ہمسایہ
قریب کے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور
راہ کے مسافر سے اور اُن سے جنکے مالک ہو چکے ہیں
تمہارے ہاتھ اللہ نہیں دوست رکھتا اُسکو جو اتراتا بڑائی
کرتا ہے جو بخیلی کرتے ہیں اور حکم کرتے ہیں آدمیونکو
بخل کا اور چھپاتے ہیں جو دیا اللہ نے اُن کو
اپنے فضل سے اور طیار کیا ہے ہم نے کافرین
کے لئے عذاب دکھ دینے والا۔

ان آیات مین حکم نیکی کرنے کا ہے اور جس ترتیب سے حکم ہے وہ فضل اسلام
ثابت کرتا ہے اور ان لوگون کے نسبت ہے کہ اللہ دوست نہین رکہتا ہے
اُن کو جو اترائی اور بڑائی کرتے ہین اور بخیلی کرتے ہین اور بخل کراتے ہین اور جو
اُن کو اللہ نے دیا ہے اُس کو چھپاتے ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

و اٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ
والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل
والسائلین وفی الرقاب ۝

(لیکن یہ ہے) دیوے مال اللہ کی محبت پر ناتے والون کو
اور یتیمون اور مسکینون اور راہ کے چلنے والون
اور سائلین کو اور گردن چھوڑانے مین۔

پس بہ احسان مین جبکہ وہ مال سے متعلق ہو جو فرق ہے وہ ان آیات اور
مذکورہ بالا آیت کے مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمسٰکین
والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم

سوا اسکے نہین کہ زکواۃ ہے واسطے مفلسون کے اور
محتاجون کے اور جو زکواۃ پر کام کرتے ہون اُن کے واسطے اور جنکے دلکو

وفی الرقاب و الغارمین و فی سبیل اللہ و	الفت دلائی جاتی ہو ان کیلیے اور گردن چھوڑانے مین اور
ابن السبیل فریضۃ من اللہ و	تاوان بھرنے مین اور اللہ کی راہ مین اور مسافرون کیلیے فرض ہے
اللہ علیم حکیم ۰	اللہ کیطرف سے اور اللہ علیم حکیم ہے

اس آیت سے زکواۃ کا فرض ہونا اور اُس کا مصرف ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُسی مین سے اُس کا وہ صرف بھی دیا جاوے جو اُسکے وصول و خرچ مین کام کرنے مین صرف ہو۔ پس اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ زکواۃ اکٹھا جمع ہونا چاہیئے اور اُس کا دفتر ہونا چاہیئے اور اُس کے لیے کام کرنیوالے مقرر ہونے لازم ہین۔ دوسرے منجملہ دیگر مصارف کے ایک مصرف اللہ کی راہ مین صرف کرنا ہے۔ پس اُس سے وہ تمام اصراف ضروری و قومی آ جاتے ہین جو علاوہ مذکورہ تفصیل کردہ اس آیت کے ہین۔ تیسرے اللہ کو علیم حکیم اس آیت مین کہا ہے جس سے اشارہ ہے اس بات پر کہ زکواۃ کی حکمت اللہ علیم حکیم کی مقرر کی ہوئی ہے لہذا اسمین فایدہ ہے۔ چوتھے احسان و بر کے جو مصرف اوپر کی آیتون مین بیان ہوے ہین اُن کے مصارف سے زکواۃ کے مصارف سے جو فرق ہے وہ مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پانچوین انفاق فی سبیل اللہ اور زکواۃ مین جو فرق ہے اُس کو مقابلہ کر کے بخوبی سمجھہ لینا چاہیئے کہ زکواۃ کی حد معین ہے جو آنحضرتؐ کے افعال متواترہ سے بطور تفسیر اس آیت و نیز اون آیتون کے جنمین زکواۃ کا حکم ہے ثابت ہوتا ہے اور غیر معین خرچ مال جو اُس کے علاوہ ہے وہ انفاق ہے جس کے فواید و احکام بیان ہو چکے ہین۔

طعام کھلانے اور یتیم و اسیر کی معاونت گردن آزاد کرنیکی فضائل

سورہ بلد مین ہے ۔ و ما ادریک ۔ اور تو کیا جانے کہ کیا ہے وہ گہاٹی وہ چھڑانا
ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام ۔ گردن کا یا کہلانا بہوک کے دن مین یتیم
فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ ۔ قرابت والے کو یا مسکین خاک مین گرے کو
او مسکینا ذا متربۃ ثم کان من ۔ پھر ہوا ایمان والون مین اور باہم تاکید کی
الذین امنوا و تواصوا بالصبر ۔ صبر کی اور باہم تاکید کی
و تواصوا بالمرحمۃ اولئک ۔ رحم کہانے کی وہ لوگ اصحاب
اصحب المیمنۃ ۵ ۔ میمنہ ہین۔
سورہ ماعون مین ہے ۔ اس آیت ۔ کیا دیکھا تو نے اس کو
الذی یکذب بالدین فذلک الذی ۔ جو جھٹلاتا ہے دین کو سو وہ ہے
یدع الیتیم ولا یحض علی طعام ۔ جو دھکیلتا ہے یتیم کو اور نہین تاکید کرتا
المسکین ۵ ۔ مسکین کے کہانے پر۔

پس اس آیت کی وعید قابل خیال رکہنے کے ہے اور مسکین کے طعام کی تاکید کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے ۔ سورہ ذاریات مین ہے ۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم ۔ اور متقین کے اموال مین حق ہے سوال کرنیوالے اور محروم کا

یہ آیت ان متقین کی تعریف مین ہے جن کے لئے جنت اور چشمے ہین ۔ سورہ ضحی مین ہے ۔ فاما الیتیم فلا تقھر ۔ سو یتیم کو نہ جھڑک ۔

سورہ روم مین ہے ۔ فات ذا القربی ۔ سو دے ناتے والون کو

حقه والمسکین وابن السبیل ذلک — حق اسکا اور مسکین کو اور مسافرون کو یہ بہتر

خیر للذین یریدون وجه الله و — اُن لوگون کیلئے جو چاہتے ہین اللہ کی رضامندی

اولٰئک هم المفلحون ۔ — اور وہی فلاح پانیوالے ہین ۔

مصرف اموال غنیمت

سورہ حشر مین ہے ۔ ما افاء الله — اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے

علی رسوله من اهل القری فلله — اپنے رسول کو بستیون والون سے سو اللہ کے

وللرسول ولذی القربی والیتمی — اور واسطے رسول کے اور واسطے ناتے والون اور یتیمی

والمساکین وابن السبیل کی لا یکون — اور مسکین اور مسافرون کے تاکہ نہ آوے لینے دینے

دولة بین الاغنیاء منکم ۔ — مین دولتمندون کے تم مین سے ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بغیر لڑائی کے قبضہ مین آوے وہ فقیر لوگون کے لئے ہوگا نہ کہ اغنیاء کے لئے ۔ غرض یہ ہے کہ اغنیاء کو اسمین سے حصہ نہ ملیگا اور غیر اغنیاء کے مصرف کیلئے صرف کیا جاوے گا ۔ سورہ انفال مین ہے

واعلموا انما غنمتم من شیء فان — جانو تم کہ جو کچھ غنیمت لاؤ کسی چیز سے تو

لله خمسه وللرسول ولذی — اللہ کیلئے اسکا خمس ہے اور واسطے

القربی والیتمی والمساکین و — رسول کے اور قرابتیون کے اور یتیمون اور

ابن السبیل ۔ — مسکینون اور مسافرون کے ۔

پس پانچوان حصہ جو اللہ کے لئے ہوگا وہ بیت المال مین جمع ہوگا ۔ سورہ دہر مین ہے

ان الابرار یشربون من کاس — ابرار پیتے ہین پیالہ جسکی آمیزش ہے

کان مزاجها کافورا عینا یشرب — کافور کے ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہین اللہ

بها عباد الله یفجرونها تفجیرا — کے بندے روان کرتے ہین اسکو جہان چاہین

بالنذر ویخافون یوما کان شره
مستطیرا ویطعمون الطعام علی
حبه مسکینا ویتیما واسیرا انما
نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم
جزاء ولا شکورا انا نخاف من ربنا
یوما عبوسا قمطریرا فوقیهم الله
شر ذالک الیوم ولقیهم نضرة
وسرورا وجزاهم بما صبروا جنة
وحریرا الآیه

(ابرار) نذرکوں پورا کرتے ہین نذرونکو اور
ڈرتے ہین اُس دن سے کہ اُسکی بُرائی پہیل پڑیگی
اور کہلاتے ہین کہانا اُسکی محبت پر محتاج اور یتیم
اور اسیر کو اور کہتے ہین کہ سوا اُسکے نہین کہ ہم کہلاتے
ہین تم کو لوجہ اللہ نہین چاہتے بدلا اور شکرگذاری
ہم ڈرتے ہین اپنے رب سے ایکدن اُداس تیوری
چڑھی ہوئی پہر بچالیا اُنکو اللہ نے اُسدن کی برائی
سے اور ملادیا اُنکو تازگی اور خوشوقتی مین اور بدلا
دیا اُنکو اسکا کہ صبر کرتے ہین جنت اور حریر الآیہ

بزرگی بایدت بخشندگی کن / که تا دانه نیفشانی نه روید
کسے نیک بیند بہر دو سرائے / که نیکی رساند به خلق خدائے
ترحم آنکه بر افتادگان به بخشاید / که گر ز پائے در آید کسش نگیرد دست
نیک و بد چون می بباید مرد / خنک آن کس که گوے نیکی برد
خیرے کن ای فلان و غنیمت شمار عمر / زان پیشتر که بانگ بر آید فلان نماند
ہر که فریادرسے روز مصیبت خواہد / گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش
بندۂ حلقه بگوش ار ننوازی برود / لطف کن لطف که بیگانه شود حلقه بگوش
کرامت جوانمردی و نان دہیست / مقالات بیہوده طبل تہی است
طریقت بجز خدمت خلق نیست / به تسبیح و سجاده و دلق نیست
یہ سبب اہل دولت ہون اشرار دنیا / نہ ہو عیش مین جنکو اورون کی پروا
نہین اُس زمانہ مین کچھہ خیر و برکت / اقامت سے بہتر ہے اسوقت رحلت
نہ چھوڑیگا پر ساتھہ ہرگز تمہارا / بہلائی مین جو وقت تم نے گذارا